عقیدۂ ختم النبوۃ

جلد دہم

الناشر

الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیۃ

کراتشی پاکستان


الله
رسول
محمد





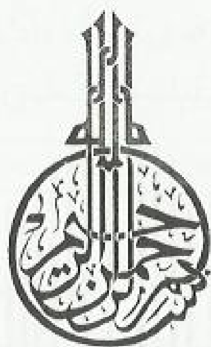
أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي

عقیدہ ختم نبوت پر علمائے اسلام کی تحقیقی کتب و رسائل کا انسائیکلوپیڈیا

عقيدة ختم النبوة

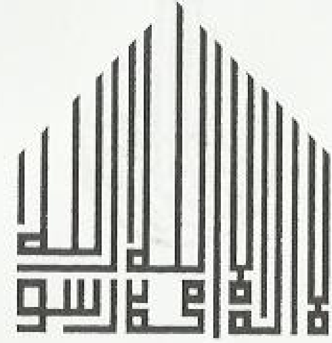
جلد دہم

الإدارة لتحفظ العقائد الإسلامية



مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ
وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

الآية ٤٠ سورة الاحزاب



اَلصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

قصیدہ بُردہ شریف

از : شیخ العرب والعجم امام محمد شرف الدین بوصیری مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اے میرے مالک ومولیٰ درود وسلامتی نازل فرما ہمیشہ ہمیشہ تیرے پیارے حبیب پر جو تمام مخلوق میں افضل ترین ہیں۔

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْكَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سردار اور ملجا ہیں دنیا و آخرت کے اور جن وانس کے اور عرب وعجم دونوں جماعتوں کے۔

فَاقَ النَّبِیّٖنَ فِیْ خَلْقٍ وَّفِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ یُدَانُوْهُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمِ

آپ ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام پر حسن واخلاق میں فوقیت پائی اور وہ سب آپ کے مراتب علم وکرم کے قریب بھی نہ پہنچ پائے۔

وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں ملتمس ہیں آپ کے دریائے کرم سے ایک چلو یا باران رحمت سے ایک قطرے کے۔

وَكُلُّ اٰيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا
فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِهٖ بِهِمِ

تمام معجزات جو انبیاء علیہم السلام لائے وہ دراصل حضور ﷺ کے نور ہی سے انہیں حاصل ہوئے۔

وَقَدَّمَتْكَ جَمِيْعُ الْاَنْبِيَآءِ بِهَا
وَالرُّسُلِ تَقْدِيْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰى خَدَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کو (مسجد اقصیٰ میں) مقدم فرمایا مخدوم کو خادموں پر مقدم کرنے کی مثل۔

بُشْرٰى لَنَا مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ اِنَّ لَنَا
مِنَ الْعِنَايَةِ رُكْنًا غَيْرَ مُنْهَدِمِ

اے مسلمانو! بڑی خوشخبری ہے کہ اللہ عزوجل کی مہربانی سے ہمارے لئے ایسا ستون عظیم ہے جو کبھی گرنے والا نہیں۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یارسول اللہ ﷺ آپ کی بخششوں میں سے ایک بخشش دنیا و آخرت ہیں اور علم لوح و قلم آپ ﷺ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ
اِنْ تَلْقَهُ الْاُسْدُ فِيْٓ اٰجَامِهَا تَجِمِ

اور جسے آقائے دوجہاں ﷺ کی مدد حاصل ہو اسے اگر جنگل میں شیر بھی ملیں تو خاموشی سے سر جھکالیں۔

لَمَّا دَعَا اللّٰهُ دَاعِيْنَا لِطَاعَتِهٖ
بِاَكْرَمِ الرُّسُلِ كُنَّا اَكْرَمَ الْاُمَمِ

جب اللہ عزوجل نے اپنی طاعت کی طرف بلانے والے محبوب کو اکرم الرسل فرمایا تو ہم بھی سب امتوں سے اشرف قرار پائے۔

سلامِ رضا

از: امام اہلسنت مجدد دین وملت حضرت علامہ مولانا مفتی قاری حافظ
امام **احمد رضا** محقق محدث قادری برکاتی حنفی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

حجرِ اسود و کعبۂ جان و دل
یعنی مُہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اظہار تشکر

ادارہ ان تمام علمائے اہلسنّت،

اہل علم حضرات اور تنظیموں کا

تہہ دل سے مشکور وممنون ہے

جنہوں نے اب تک عقیدہ ختم نبوت کے

موضوع پر مواد کی تلاش اور جمع کرنے میں

ادارے کے ساتھ مخلصانہ تعاون کیا

اور باقی مواد کی تلاش میں مشغول عمل ہیں

ادارے کو ان کی مزید علمی شفقتوں کا

انتظار رہے گا۔

الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیۃ

نام کتاب: عقیدۃ ختم النبوۃ

ترتیب وتحقیق: حضرت علامہ مفتی محمد امین قادری حنفی رحمۃ اللہ علیہ

جلد: دہم

سن اشاعت: 2009ء / ۱۴۳۰ھ

قیمت: -/325

ناشر

الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیۃ

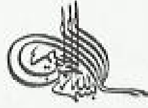
آفس نمبر 5، پلاٹ نمبر Z-111، عالمگیر روڈ، کراچی

www.khatmenabuwat.com

www.khatmenabuwat.net



فہرست



مناظر الاسلام

حضرت علامہ ظہور احمد بگوی

- ○ حالاتِ زندگی
- ○ ردِ قادیانیت

حالات زندگی :

حضرت علامہ ظہور احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ ملت کے ان مایہ ناز سپوتوں میں سے ایک تھے جن کی زندگی کی ہر صبح اسلام کی سربلندی اور کامرانی سے مزین اور ہر شام مسلمانوں کی سیاسی، معاشرتی، معاشی اور اخلاقی زبوں حالی سے نجات میں مصروف عمل نظر آتی تھی۔ آپ کے دم قدم سے کئی تحریکوں نے جنم لیا اور آپ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔

آپ کا خاندان بگویہ کے شہرہ آفاق عالم حضرت علامہ مولانا عبدالعزیز بگوی کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم کے اساتذہ میں مولانا محمد ذاکر بگوی، محمد یحییٰ بگوی، مولانا معین الدین اجمیری اور مولانا محمد حسین شامل ہیں۔

دین حنیف کی خدمت اور گمراہ فرقوں کے تعاقب میں آپ نے جس خلوص، جانفشانی اور ذہانت سے کام کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ باطل فرقوں کے مقابلہ میں حمایت حق کے جذبے سے سرشار ہو کر جس بے جگری، جرأت اور ہمت سے کام لے کر آپ نے جہاد شروع کیا تھا وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ تمام ہندوستان بلکہ بیرون ہند ملک برما وغیرہ میں بھی آپ نے کامیاب دورے کر کے مرزائیت اور شیعیت کے خلاف شعلہ بار اور سبق آموز تقاریر فرمائیں جن سے ان باطل گروہوں کی تمام مساعی اور ان کے پھیلائے ہوئے جال بے کار ہو کر رہ گئے خصوصاً شمالی پنجاب کے مسلمانوں کو مرزائیت و دیگر باطل فرقوں سے محفوظ رکھنے کے لئے آپ نے مسلسل شب و روز سفر کئے۔

رد قادیانیت :

ستمبر ۱۹۳۲ء میں قادیانیوں نے سرگودھا، بھیرہ اور شاہ پور میں اپنے باطل مذہب کی تبلیغ زور وشور سے شروع کردی۔ عالی مرتبت مولانا ظہور احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کرام کی ایک جماعت کے ہمراہ قادیانیوں کا تعاقب کیا۔ تقریر وتحریر، مناظرہ ومباحثہ ہر میدان میں قادیانیت کو چت گرا کر ذلیل وخوار کیا۔ اپنے انہی معرکہ ہائے حق وباطل کا خلاصہ آپ نے ''برق آسمانی برخرمن قادیانی'' کے عنوان سے دسمبر ۱۹۳۲ء میں شائع فرمادیا۔ کتاب کے سرورق پر کتاب کے نام کے نیچے آپ نے کتاب کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے:

''جس میں اعمالنامہ مرزا، سوانح مرزا وخلفائے مرزا کے علاوہ ستمبر ۱۹۳۲ء کے اندر مرزائیوں کے ساتھ بھیرہ، سلانوالی، چک ۳۷ جنوبی میں مناظروں کی روئیداد اور ضلع شاہ پور میں مرزائیوں کے تعاقب کی مفصل کیفیت درج کی گئی ہے۔''

کتاب **''برق آسمانی برخرمن قادیانی''** دو جلدوں پر مشتمل ہے۔

پہلی جلد کے چار حصے ہیں جن کی مختصر تفصیل اس طرح ہے:

کتاب کے حصہ اول میں آپ نے ''سوانح مرزا بزبان مرزا'' المعروف بہ اعمالنامہ مرزا کے عنوان سے مرزا قادیانی کی اپنی تحریروں کی روشنی میں اس کی شخصیت، اس کے اعمال وافعال، اس کا مذہب، اس کی انگریز نوازی، اسلام سے غداری، عقائد اسلام سے انحراف اور اس کی ساری زندگی کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے اور مصنف کی طرف سے دیئے گئے حوالہ جات ملاحظہ کرنے کے بعد ہی اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کا مرزائیت کے بارے میں کتنا وسیع اور تحقیقی مطالعہ تھا۔

کتاب کے دوسرے حصہ میں قادیانی خلیفہ اول حکیم نورالدین عرف نورو بھیروی کے چیدہ چیدہ حالات وواقعات درج کیے ہیں جنہیں پڑھ کر حکیم نورالدین کی شخصیت اور قادیانیت سے اس کی اندھی عقیدت، بے جا محبت اور اس کے نتیجہ میں اس کی گمراہی کی وجوہات اظہر من الشمس ہوجاتی ہیں۔

حصہ سوم میں آپ نے قادیانی حوالہ جات کی روشنی میں قادیانیوں کے مختلف فرقوں کا اجمالی تذکرہ فرمایا ہے۔ آپ نے گیارہ قادیانی فرقوں کا تعارف کرایا ہے اور ان کی بنیاد وقیام کی مختصر وجوہات بیان فرمائی ہیں۔

کتاب کے حصہ چہارم میں آپ نے قادیانیوں کے ساتھ اہل اسلام کے چند اہم مناظروں کی روئیداد اور خلاصے تحریر فرمائے ہیں۔

دوسری جلد کے مندرجات کا تعارف فرماتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:

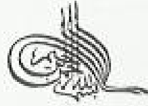
''مناظروں میں جس قدر دلائل فریقین کی طرف سے پیش ہوئے ان کی تفصیل کیلئے یہ مختصر کتاب کافی نہیں ہوسکتی۔ تقاریر کی مکمل یادداشتیں ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ چونکہ مناظروں میں دلائل کا تکرار ہوتا رہا ہے۔ اس لئے تمام دلائل یکجا شائع کیے جاتے ہیں۔ یہ مجموعہ ردّ مرزائیت کے لئے مرزائیوں کی پاکٹ بک کا بہترین جواب ثابت ہوگا اور منصف مزاج اور سلیم الفطرت انسانوں کے لئے ہدایت ورہنمائی کا باعث ہوگا۔''

قادیانیوں نے جب ضلع سرگودھا وشاہ پور میں مرزائیت کی باقاعدہ منظم تبلیغ کا آغاز کیا تو آپ نے فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے ایک وفد ترتیب دیا۔ اس وفد نے یکم ستمبر ۱۹۳۲ء سے دس اکتوبر ۱۹۳۲ء تک قادیانیوں کے ساتھ دس مقامات پر مناظرے ومباحثے کیے اور ہر مرتبہ بفضل خدا یہ وفد کامیاب وکامران ہوا اور قادیانی گروہ ہر بار خائب وخاسر

رہا۔

برق آسمانی برخرمن قادیانی کے علاوہ آپ نے ایک ٹریکٹ بعنوان ''مرزائیت کی حقیقت'' مارچ ۱۹۳۳ء میں تالیف کیا جسے حزب الانصار کلکتہ نے طبع کروا کر مفت تقسیم کیا۔ اس کے علاوہ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ کو بھی آپ نے تردید قادیانیت کے سلسلہ میں وقف فرما دیا تھا۔

۲۹ مارچ ۱۹۴۵ء کو آپ کل ہند تنظیم اہلسنت کے اجلاس میں شرکت فرما کر واپس تشریف لا رہے تھے کہ سخت بیمار ہوئے۔ راستہ ہی میں اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔ آپ کا مزار پرانوار خانقاہ بگویہ بھیرہ شریف میں ہے۔



برقِ آسمانی
برخرمنِ قادیانی

(سنِ تصنیف: 1932ء)

جلد اول

جس میں اعمال نامہ مرزا، سوانح مرزا و خلفاء مرزا کے علاوہ ستمبر ۱۹۳۲ء کے اندر مرزائیوں اور بھیرہ، سلانوالی، چک نمبر ۳۷ جنوبی میں مناظروں کی روئیداد اور ضلع شاہ پور میں مرزائیوں کے تعاقب کی مفصل کیفیت درج کی گئی ہے۔

تصنیفِ لطیف

مناظر الاسلام

حضرت علامہ ظہور احمد بگوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

الحمدُ للہ رَبِّ العلمیْن و العَاقبۃُ للمتقین وَ الصَّلٰوۃ و السَّلام علٰی رسُولہ محمد وَعَلٰی آلہٖ وَاَصحَابہٖ اَجمعین ۔

امّابعد...... مخبر صادق آقائے نامدار فخر موجودات محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے فرمان کے مطابق آج کل مسلمان دورِ فتن وحوادث میں مبتلا ہیں۔ سرور عالم ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق ہر صدی میں کاذب مدعیان نبوّت ظاہر ہوتے رہے۔ اور ان میں سے بعض مثلاً سلیمان قرمطی، عبیداللہ مہدی افریقہ، حسن بن صباح، عبدالمومن، ابن تومرت، حاکم بامراللہ، مہدی جونپوری، بہاء اللہ ایرانی وغیرہ اپنے ناپاک مقاصد میں پوری طرح کامیاب ہوکر اپنی طبعی موت مرے اور اپنے لئے جانشین بھی چھوڑ گئے مگر چودھویں صدی میں قادیانی فتنہ جس دجالیت کا مظہر ثابت ہورہا ہے اس کی نظیر سابق دجالوں میں بھی پائی نہیں جاتی۔ انسانی طبائع میں آزادیٔ مذہب کا میلان دیکھ کر مرزائے قادیانی نے ہوا کے رُخ پر چلنا شروع کیا۔ اسلامی تعلیم کو مسخ کرنے فلسفہ اور سائنس جدید کو خواہ مخواہ دینی مسائل میں گھسیڑنے سے انگریزی خوانوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور چند ایسے مولوی جو پہلے بھی سبیل المؤمنین اور سواد الاعظم کو ترک کرکے غیر مقلد، چکڑالوی یا نیچری بن چکے تھے اس کے ہم نوا ہوگئے اور ایک پوری تجارتی کمپنی قائم ہوگئی جس نے سلطنت برطانیہ کا سہارا لیکر مشرق و مغرب میں اپنا دام تزویر پھیلا دیا۔ انیسویں صدی میں سلطان عبدالحمید ثانی مرحوم اور سیّد جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ سے اتحاد عالم اسلام (پین اسلامزم) کی مبارک تحریک کا آغاز عمل میں آیا۔ مسلمانوں میں جہاد کی روح پیدا کرنے اور اسلام کا سیاسی

اقتدار از سرِ نو بحال کرنے کیلئے نئے سرے سے جدّ وجہد شروع کی گئی۔ اقوام یورپ اس تحریک سے لرزہ براندام ہوئیں۔ مدبرین برطانیہ اس تحریک سے مضطرب اور پریشان ہو رہے تھے، مرزائے قادیان اور اس کے ایجنٹوں نے اس موقع سے فائدہ حاصل کیا اور عالمگیر اتحادِ اسلامی کو پارہ پارہ کرنے اور جہاد کو حرام قرار دینے میں ایڑی سے لیکر چوٹی تک کا زور لگایا۔ اس موضوع پر تصانیف لکھ کر بلادِ اسلامیہ میں ہزاروں کی تعداد میں شائع کیں۔ اس طرح حکومت کی ہمدردی حاصل کر کے یہ فرقہ دن بدن بڑھتا گیا۔ اور یہ شجرۂ خبیثہ آج کل ایک تناور درخت کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ حکومت برطانیہ کے مقاصد کی اشاعت کے لئے ممالک غیر میں مبلغین بھیجے جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف تبلیغ اسلام کا نام لیکر مسلمانوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے۔

سادہ لوح مسلمان انہیں مال وزر سے امداد دیتے ہیں اور اسی روپیہ سے یہ قادیانی کمپنی اور انکا خلیفہ عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ مشی فی النوم، منتورات اور کنارِ بیاس کے مشاغل انہیں چندوں کا نتیجہ ہیں۔ غرض اغیار کی سازش سے سادہ لوح مسلمان دامِ فریب میں آگئے، اور اپنا مال ومتاع بلکہ ایمان تک مرزائے قادیان کے نذر کر بیٹھے۔ یہ حالات عبرت انگیز ہیں۔

ع ''سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ''

مولوی ظفر علی خان صاحب نے مرزائیوں کے ہتھکنڈوں سے واقف ہو کر خوب لکھا ہے۔ ع

یہ فتنہ پرداز قادیانی نئے نئے گل کھلا رہے ہیں
ادھر رقیبوں سے مِل رہے ہیں ادھر ہمارے گھر آ رہے ہیں

منافقوں کی یہ ہے نشانی زباں پہ دیں ہو تو کفر دل میں
اسی نشانی سے قادیانی تعارف اپنا کرا رہے ہیں
یہ ہمیں ''سیرۃ النبی'' کے یہ زمزمے عشق مصطفیٰ کے
جنہیں سمجھتے ہیں دل سے کافر انہیں کو گھر گھر سنا رہے ہیں
رسول مقبول کی شریعت کے نام پر دیں ہمیں نہ دھوکا
اسی شریعت کی آڑ لیکر وہ سب کو اُلّو بنا رہے ہیں
پڑا ہے چندے کا جب سے پھندا گلے میں ان قادیانیوں کے
ہمارے ہی گھر سے بھیک لیکر ہمیں کو آنکھیں دکھا رہے ہیں

حال ہی میں قادیانی تبلیغی وفد مرزا کی نبوت منوانے کے لئے ضلع شاہپور میں وارد ہوا۔ ارکان حزب الانصار کی مخلصانہ مساعی سے اس فتنہ کا ہر جگہ مؤثر مقابلہ کیا گیا اور ایک ماہ کی جدّ وجہد کے بعد صحیح معنوں میں ضلع ہذا میں مرزائیت کی موت واقع ہوگئی۔ مناظروں اور تعاقب کی مفصّل روئیداد شائقین کے اصرار سے مرتّب کی گئی ہے مگر تمام واقعات وحالات کی صحیح کیفیت کا ضبطِ تحریر میں لانا نہایت مشکل امر ہے۔ تقاریر پورے طور پر ضبط نہیں ہو سکیں اس لئے تمام کارروائی کا خلاصہ درج کرنے پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے۔ بھیرہ، سلانوالی اور چک ۳۷ جنوبی تین جگہ مناظرے ہوئے، چونکہ عام طور پر طرفین کے پیش کردہ دلائل ہر جگہ وہی تھے اس لئے تکرار اور اعادہ سے بچنے کے لئے تمام دلائل ایک ہی جگہ بطور ضمیمہ درج کئے گئے ہیں اور تعاقب کی مفصّل روئیداد کیساتھ ہی مرزائے قادیان اور اس کے خلفاء کے سوانح واعمال نامے اُن کے اپنے الفاظ میں نقل کئے جاتے ہیں تاکہ قارئین مرزا کے الفاظ سے ہی قادیانی گروہ کے ناپاک عزائم کا اندازہ کر سکیں۔ اعمالنامہ

مرزا میں سوائے ضروری تشریحات کے اپنی طرف سے کوئی لفظ لکھا نہیں گیا۔ بعض جگہ مرزا کے کلام کا مفہوم درج کیا گیا ہے۔ روئیداد مرتب کرنے میں کافی عرصہ خرچ ہوا۔ قارئین کے لئے انتظار کی گھڑیاں اضطراب افزا تھیں مگر ''دیر آید درست آید'' کے مطابق اس تاخیر میں بھی کئی حکمتیں پوشیدہ تھیں۔ مرزائیوں کے اخبار ''الدجل''[1] وغیرہ میں عرصہ ڈیڑھ ماہ کے بعد مناظرہ کا ایک گمراہ کن بیان شائع ہوا جس نے مرزائیوں کی اخلاقی موت کا بھی ثبوت پیش کردیا۔ ان شاء اللہ آئندہ اس فرقہ کو باقاعدہ پروگرام بنا کر دورہ کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔

حزب الانصار کی مالی امداد کا اہم مسئلہ اس وقت ہر مسلمان کے پیش نظر ہونا چاہئے۔ اغیار کا دام فریب دور تک پھیلا ہوا ہے علاوہ ازیں حزب الانصار کے لئے مسلمانوں کی اقتصادی، علمی، اخلاقی وعملی اصلاح کا عظیم الشان لائحہ عمل موجود ہے مگر مالی کمزوریاں ہر قسم کے اقدام کیلئے سنگ گراں ثابت ہورہی ہیں۔

اعتذار

اعمالنامہ مرزا کا خلاف توقع بہت لمبا ہوگیا ہے اور پھر بھی مرزا کی زندگی کے اکثر پہلوؤں پر مکمل روشنی ڈالی نہیں جاسکی، چونکہ مناظرہ کے دلائل میں مرزا صاحب کے جھوٹ، پیشگوئیاں اور الہامات وغیرہ نقل کئے گئے ہیں۔ اس لئے انکا ذکر اعمالنامہ میں تفصیل کیساتھ نہیں کیا گیا۔ اگر شائقین نے قدر دانی سے کام لیا تو ان شاء اللہ ایڈیشن ثانی میں تمام تلافی کردیجائے گی۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ.

[1] اصل میں ''الفضل'' ہے مگر یہ روزنامہ دجل وفریب سے بھرپور ہوتا ہے اسی لئے حضرت صاحب نے اس کے لئے الفضل کی بجائے ''الدجل'' لکھا۔ (مؤلف)

''حصہ اوّل''

سوانح مرزا از زبان مرزا المعروف ''اعمالنامہ مرزا''

اِقْرَاْ كِتَابَكَ ط كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (۱۵:۲)

ترجمہ: اپنا اعمالنامہ پڑھ لے، آج تو خود اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے۔

نسب وخاندانی حالات

میرے سوانح اس طرح پر ہیں کہ میرا نام غلام احمد میرے والد کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا کا نام عطاء محمد اور میرے پردادا صاحب کا نام گل محمد تھا اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ہماری قوم مغل[1] برلاس ہے۔ (کتاب البریہ صفحہ ۱۳۴ حاشیہ) مگر میرے وجود میں ایک حصہ اسرائیلی ہے اور ایک حصہ فاطمی اور میں ان دونوں مبارک پیوندوں سے مرکب ہوں (تحفہ گولڑویہ ص۱۹) الہام میری نسبت یہ ہے۔ لو کان الایمان معلقا بالثریا لناله رجل من ابناء فارس یعنی اگر ایمان ثریا سے معلق ہوتا کہ یہ مرد جو فارسی الاصل ہے وہیں جاکر اس کو لے لیتا۔

(البریہ صفحہ ۱۳۵ حاشیہ در حاشیہ)

[1] مرزا صاحب قوم کے مغل اور تاتاری الاصل ہیں۔ جن کو ابوداؤد کی حدیث میں نبی ﷺ نے امت کا ہلاک کنندہ فرمایا ہے۔ چنگیز خان اور ہلاکو خان اسی نسل سے تھے۔ مغل منگولیا سے آئے تھے۔

الہام سے ایک لطیف استدلال میرے بنی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہونے پر ہوتا ہے۔ (تحفہ گولڑویہ ص۱۹) بخاری[1] یا سمرقندی الاصل ہونا یہ دونوں علامتیں صریح اور بیّن طور پر اس عاجز میں ثابت ہیں۔ (ازالہ اوہام ص۱۱۹ حاشیہ) ’’شاہان دہلی کی طرف سے اس تمام علاقہ کی حکومت ہمارے بزرگوں کو دی گئی تھی۔‘‘ (ازالہ ص۱۲۴ حاشیہ) سکھوں کے ابتدائی زمانہ میں میرے پردادا صاحب مرزا گل محمد ایک نامور اور مشہور رئیس اس نواح کے تھے جن کے پاس اس وقت ۸۵ گاؤں تھے اور بہت سے گاؤں سکھوں کے متواتر حملوں کی وجہ سے ان کے قبضہ سے نکل گئے۔ میرے دادا صاحب یعنی مرزا عطا محمد پر سکھ غالب آئے اور روز بروز سکھ لوگ ہماری ریاست کے دیہات پر قبضہ کرتے گئے۔ رام گڑھی سکھوں نے قبضہ کر کے قادیان کو تباہ کر دیا۔ سکھوں نے ہمارے بزرگوں کو نکل جانے کا حکم دیا پھر رنجیت سنگھ کے زمانہ میں میرے والد صاحب مرحوم مرزا غلام مرتضیٰ قادیان میں واپس آئے اور انہیں کچھ گاؤں واپس ملے۔ غرض ہماری پرانی ریاست[2] خاک میں ملکر آخر پانچ گاؤں ہاتھ میں رہ گئے۔ (کتاب البریہ) قادیان کو خدا تعالیٰ نے دمشق سے مشابہت دی اور یہ بھی اپنے الہام میں فرمایا: اخرج منه اليزيدون (ازالہ اوہام ص۱۳۴)

[1] تریاق القلوب میں میرزا صاحب اپنا تعلق چین سے ظاہر کرتے ہیں ایک جگہ لکھتے ہیں ’’میں نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار‘‘ (درثمین) فافهم وتدبر۔ معلوم نہیں چینی الاصل، سمرقندی الاصل، بخاری الاصل اور فارسی الاصل میں سے کونسی بات صحیح ہے۔ اور ایک آدمی کی بے شمار نسلیں کیسے ہو سکتی ہیں۔ کبھی اسرائیلی بنتے ہیں اور کبھی فاطمی اور کبھی مغل برلاس کہلاتے ہیں۔ (مؤلف)

[2] بخاری شریف کتاب الجہاد میں ہے کہ ابوسفیان سے ہرقل شہنشاہ روم نے حضور اقدس ﷺ کے متعلق جو سوالات کئے تھے۔ ان میں سے ایک سوال یہ بھی تھا۔ ’’اس کے باپ دادا سے کوئی بادشاہ ہوا ہے‘‘ ابوسفیان نے کہا ’’نہیں‘‘۔ ہرقل نے اس جواب پر کہا: اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ نبوت کے بہانے سے باپ دادا کی سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ فافهم۔ (مؤلف)

جس میں ایسے لوگ[1] رہتے ہیں جو یزید الطبع اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں جن کے دلوں میں اللہ اور رسول کی کچھ محبت نہیں۔ (ازالہ ص۶۶) انگریزی سلطنت کے زمانہ میں میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ اس نواح میں مشہور رئیس تھے۔ گورنر جنرل کے دربار میں بزمرۂ کرسی نشین رئیسوں کے ہمیشہ بلائے جاتے تھے اور سرکار انگریزی کے حکام وقت سے عمدہ عمدہ چٹھیات خوشنودی مزاج انکو ملی تھیں۔‘‘ (البریہ) ’’گورنمنٹ انگریزی کے احسانات میرے والد کے وقت سے آج تک اس خاندان کے شامل حال ہیں اس لئے نہ کسی تکلف سے بلکہ میرے رگ وریشہ میں شکر گذاری اس معزز گورنمنٹ کی سمائی ہوئی ہے۔ میرے والد مرحوم کے سوانح میں سے وہ خدمات کسی طرح الگ ہو نہیں سکتیں جو وہ خلوص دل سے اس گورنمنٹ کی خیر خواہی میں بجالائے انہوں نے اپنی حیثیت اور مقدرت کے موافق ہمیشہ گورنمنٹ کی خدمت گذاری اور اس کی مختلف حالتوں اور ضرورتوں کے وقت وہ صدق اور وفاداری دکھلائی کہ جب تک انسان سچے دل اور تہہ دل سے کسی کا خیر خواہ نہ ہو دکھلا نہیں سکتا۔ ۱۸۵۷ء کے مفسدہ میں جبکہ بے تمیز لوگوں نے اپنی محسن گورنمنٹ کا مقابلہ کر کے ملک میں شور ڈال دیا تب میرے والد بزرگوار نے پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر کے اور پچاس سوار بہم پہنچا کر گورنمنٹ کی خدمت میں پیش کئے اور پھر ایک دفعہ چودہ سوار سے خدمت گذاری کی اور انہیں مخلصانہ خدمات کی وجہ سے وہ اس گورنمنٹ میں ہر دلعزیز ہو گئے۔ انہوں نے میرے بھائی کو صرف گورنمنٹ کی

[1] ایسے لوگ کون تھے؟ اس سوال کا جواب میرزائی لٹریچر سے ملے گا۔ اہل بیت اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مرزا نے سخت توہین کی ہے۔ اس لئے ہم بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ واقعی قادیان میں یزیدی الطبع لوگ پیدا ہوئے تھے۔ (مؤلف)

خدمت گذاری کیلئے بعض لڑائیوں پر بھیجا اور ہر ایک باب میں گورنمنٹ کی خوشنودی حاصل کی اور بعد اس کے اس عاجز کا بڑا بھائی مرزا غلام قادر جب تک زندہ رہا اس نے بھی اپنے والد مرحوم کے قدم پر قدم مارا اور گورنمنٹ کی مخلصانہ خدمت میں بدل وجان مصروف رہا۔ (شہادۃ القرآن)

پیدائش

میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء[1] میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترھویں برس میں تھا اور ابھی ریش و بروت کا آغاز نہیں تھا۔ (کتاب البریہ ص۱۴۶ حاشیہ) میری پیدائش اس وقت ہوئی جب چھ ہزار میں گیارہ برس رہتے تھے۔ (تحفہ گولڑویہ ص۱۵۴ کا حاشیہ) واضح ہو کہ الف ششم ۱۲۷۰ء ہجری کو ختم ہوا تھا۔ (الحکم مورخہ ۶ جنوری ۱۹۰۸ء) ''میں توام پیدا ہوا تھا۔ ایک لڑکی جو میرے ساتھ تھی چند دن کے بعد فوت ہو گئی'' (البریہ ص۱۴۶ حاشیہ در حاشیہ) ''میں نے اپنے والد کے مصائب کے زمانہ سے کچھ بھی حصہ نہیں لیا اور نہ اپنے دوسرے بزرگوں کی ریاست اور ملکداری سے کچھ حصہ پایا میں جانتا ہوں کہ وہ تمام صف ہمارے اجداد کی ریاست اور ملکداری لپیٹی گئی اور وہ سلسلہ ہمارے وقت میں آکر بالکل ختم ہو گیا۔'' (البریہ ص۱۴۷ حاشیہ)

تعلیم

بچپن میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سال کا تھا تو ایک فارسی[2] خواں معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا جنہوں نے قرآن شریف اور فارسی کتابیں پڑھائیں اور اس

[1] اس حساب سے مرزا کی پیدائش ۱۸۴۳ء مطابق ۱۲۵۶ھ ثابت ہوتی ہے۔

[2] انبیاء کی شان یہ ہوتی ہے کہ ان کا دنیا میں کوئی استاد نہیں ہوتا۔ اور دنیا میں امی کہلاتے ہیں۔ خداوند کریم علوم کے دروازے کھول دیتا ہے۔ میرزا صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے کہ امام مہدی دینی علوم میں کسی کا شاگرد نہ ہوگا۔ مہدویت اور نبوت کا دعویٰ کرتے ہوئے میرزا صاحب اپنے استادوں کو بھول گئے۔ اور نہایت بے حیائی سے اعلان کرنے لگے

ع دگر استاد را نامے ندارم کہ خواندم در دبستان محمد (درثمین)

بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا اور جب میری عمر قریباً دس برس کی ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کیلئے مقرر کئے گئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں نے صرف کی کچھ کتابیں اور کچھ قواعد نحو اُن سے پڑھے اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا ان کا نام گل علی شاہ تھا ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کیلئے مقرر کیا تھا اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو، منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خدا نے چاہا حاصل کیا اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد سے پڑھیں[1]۔ (کتاب البریہ ص۱۵۰ حاشیہ) میرے استاد ایک بزرگ شیعہ تھے۔ (دافع البلاء ص۳)

شباب

ان دنوں میں[2] مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا میرے والد صاحب اپنے بعض آباؤ اجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کیلئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے۔ انہوں نے ان ہی مقدمات میں مجھے بھی لگایا اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقت عزیز میرا ان بیہودہ جھگڑوں میں ضائع گیا اور ان کیساتھ ہی والد صاحب موصوف نے زمینداری اُمور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہ تھا اس لئے اکثر[3] والد صاحب

[1] میرزا صاحب نے بغرض ترقی روزگار جبکہ وہ سیالکوٹ کی عدالت خفیفہ پر پندرہ روپیہ ماہوار پر محرر تھے۔ مختاری کا امتحان دیا تھا۔ مگر اس میں فیل ہو گئے۔ (عشرہ کاملہ) (گویا ترقی کے تمام ذرائع سے مایوس ہو چکے تھے۔ تب دعویٰ نبوت کیا)

[2] اغلباً یہ کتابیں بہاء اللہ ایرانی و دیگر مدعیان نبوت یا کاذب بانیاں مذاہب کی کتابیں ہوں گی اور انہی کتابوں سے نیا مذہب ایجاد کرنے کی تجاویز سوچی ہوں گی تا کہ آبائی ریاست کے بدلہ میں کسی قسم کا اقتدار حاصل ہو سکے۔ میرزا صاحب کو خود اقرار ہے کہ

ع بہر مذہبے غور کردم بسے ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے۔ وغیرہ (درثمین)

[3] قبل دعویٰ نبوت کی زندگی میرزا کی بالکل غیر معروف ہے۔ مگر اس عبارت سے معلوم ہو سکتا ہے کہ میرزا کی زندگی مقدمہ بازی میں گذری اور والد کی ناراضگی کا نشانہ بھی بنتے رہے۔

کی ناراضگی کا نشانہ بنتا رہا۔ایک دفعہ ایک صاحب کمشنر نے قادیان آنا چاہا میرے والد صاحب نے بار بار مجھکو کہا کہ انکی پیشوائی کیلئے دو تین کوس جانا چاہیے مگر میری طبیعت نے نہایت کراہت کی اور میں بیمار بھی تھا اس لئے نہ جا سکا پس یہ امر بھی ان کی ناراضگی کا باعث ہوا''۔(کتاب البریہ) چند سال تک میری عمر کراہت طبع کیساتھ انگریزی ملازمت (محرر عدالت خفیفہ) میں بسر ہوئی۔اس تجربہ سے مجھے معلوم ہوا کہ اکثر نوکری پیشہ نہایت گندی زندگی بسر کرتے ہیں۔بہتوں کو تکبر، بدچلنی اور لاپرواہی اور طرح طرح کے اخلاق رذیلہ اور شیطان کے بھائی پایا اور چونکہ خدا تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ ہر ایک قسم اور ہر ایک نوع کے انسان کا مجھے تجربہ حاصل ہو اس لئے ہر ایک صحبت میں مجھے[2] رہنا پڑا''۔(البریہ ص۱۵۴ حاشیہ)

''حیات مسیح کا عقیدہ مشرکانہ[3] ہے''۔(دافع البلاء ص ۱۵) حیات مسیح کا عقیدہ رکھنا ستون شرک ہے۔(حقیقۃ الوحی) اور جب میں حضرت والد صاحب مرحوم کی خدمت میں پھر حاضر ہوا تو بدستور انہی زمینداری کے کاموں میں مصروف ہو گیا مگر اکثر حصہ وقت کا قرآن شریف کے تدبر اور تفسیروں اور حدیثوں کے دیکھنے میں صرف ہوتا تھا اور بسا اوقات حضرت والد صاحب کو وہ کتابیں سنایا بھی کرتا تھا اور میرے والد صاحب اپنی ناکامیوں کی وجہ سے

[1] انگریزوں کی اطاعت وخوشامد جب عین اسلام تھی۔پس مرزا صاحب اسلام سے نکلے اور والد کی نافرمانی کر کے والدین کے عاق ٹھہرے۔

[2] ایسے گندے ماحول میں رہنے سے ہی مرزا صاحب کے حالات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔میرزا صاحب نے اپنی کتاب لجۃ النور میں زنان بازاری کے حالات اس بسط سے درج کئے ہیں کہ بغیر کسی واقف راز ومحرم اسرار کے قلمبند نہیں ہو سکتے۔اغلباً ان کی صحبت سے تجربہ ہوا ہوگا۔شاید گھر کے بھیدی میر ناصر نواب مرزا صاحب کے خسر نے انہیں صحبتوں کی طرف اشارہ کر کے کہا ہو

ع بد معاش اب نیک از حد بن گئے ٭ مسیلم آج احمد بن گئے

[3] مرزا صاحب اپنے قول کے مطابق عمر کے ۵۲ برس حیات مسیح کے عقیدہ پر قائم رہ کر مشرک رہے۔

اکثر مغموم اور مہموم رہتے تھے۔انہوں نے پیروی مقدمات میں ستر ہزار روپیہ کے قریب خرچ کیا تھا جس کا انجام آخر ناکامی تھی۔اسی نامرادی کی وجہ سے حضرت والد صاحب ایک نہایت عمیق گرداب غم اور حزن واضطراب میں زندگی بسر کرتے تھے اور مجھے ان حالات کو دیکھ کر ایک پاک[2] تبدیلی پیدا کرنے کا موقع حاصل ہوتا تھا۔فرمایا کرتے تھے کہ میری طرح میرے والد صاحب کا بھی آخری حصہ زندگی کا مصیبت اور غم اور حزن میں ہی گزرا اور جہاں ہاتھ ڈالا آخر ناکامی[3] تھی۔(کتاب البریہ ص ۱۵۸) (والد کی وفات سے پہلے) تھوڑی سی غنودگی ہو کر مجھے الہام ہوا۔ والسماء والطارق یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضاء وقدر کا مبداء ہے اور قسم ہے اس حادثہ کی جو آج آفتاب کے غروب کے بعد نازل ہوگا اور مجھے سمجھایا گیا کہ یہ الہام بطور عزا پرسی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی تمہارا والد آفتاب کے غروب ہونے کے بعد فوت ہو جائیگا[4]۔ (کتاب البریہ ص ۱۶۱ حاشیہ)

نبوت ومسیحیت کے دعاوی سے اصلی غرض

''پھر ان دونوں (والد اور بھائی) کی وفات کے بعد میں ان کے نقش قدم پر چلا اور ان کی سیرتوں کی پیروی کی اور ان کے زمانہ کو یاد کیا لیکن میں صاحب مال اور صاحب

[1] خسر الدنیا والآخرہ، شہیدان دہلی کے خون بے گناہ کا صلہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا۔

[2] یعنی کھوئی ہوئی عظمت حاصل کرنے کیلئے دوسرے ذرائع اختیار کرنا یعنی نبوت ومہدویت کے دعاوی کیلئے دلائل تجویز کرنا۔

[3] مرزا صاحب کے حصہ میں بھی ناکامی ونامرادی لکھی تھی۔محمدی بیگم کے عشق میں جلتے رہے،اور درد نکاح آسمانی کی حسرت لئے ہوئے دنیا سے چل بسے کوئی کام بھی ان کا پورا نہ ہوا۔لاہور میں مرے اور خر دجال پر لاد کر قادیان میں جا کر دفن ہوئے۔

[4] یہ اغلباً اپنی حالت بیان کر رہے ہوں گے۔

نوٹ: مرزا صاحب سے پہلے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی وغیرہ کی وہ کتب جواب ترک عیسائیوں اور آریوں کے رد میں شائع ہو چکی تھیں، جن سے مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں استفادہ کیا ہے۔(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ)

املاک نہیں تھا۔ سو میرے پاس دنیا کا مال اور دنیا کے گھوڑے اور دنیا کے سوار تو نہیں تھے بجز اسکے قلموں کے گھوڑے مجھے عطا کئے گئے اور کلام کے جواہر مجھکو دیئے گئے۔ سو میں نے چاہا کہ اس مال کیساتھ گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کروں اگرچہ میرے پاس روپیہ اور گھوڑے اور خچریں تو نہیں اور نہ میں مالدار ہوں سو میں اس کی مدد کے لئے اپنے قلم سے اٹھا اور خدا میری مدد پر تھا اور میں نے اس زمانے سے خداتعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ کوئی مبسوط کتاب بغیر اس کے تالیف نہ کرونگا جس میں احسانات قیصرۂ ہند کا ذکر ہو اور نیز اس کے ان تمام احسانوں کا ذکر ہو جن کا شکر ہر مسلمان پر واجب ہے۔ (نور حق حصہ اول صفحہ ۲۸)

کتابیں لکھنے سے اصل غرض

سو میں نے کئی کتابیں تالیف کیں اور ہر ایک میں میں نے لکھا ہے دولت برطانیہ مسلمانوں کی محسن ہے اور مسلمانوں کی ذریعۂ معاش ہے۔ پس کسی کو ان میں جائز نہیں جو اس پر خروج کرے اور باغیوں کی طرح اس پر حملہ آور ہو بلکہ ان پر اس گورنمنٹ کا شکر واجب ہے اور اس کی اطاعت ضروری ہے جو شخص آدمیوں کا (انگریزوں کا) شکر ادا نہیں کرتا اس نے خدا کا بھی نہیں کیا۔ سو میں نے اس مضمون کی کتابوں کو شائع کیا اور تمام ملکوں اور تمام لوگوں میں ان کو شہرت دی ہے۔ اور ان کتابوں کو میں نے دور دور ولایتوں میں بھیجا ہے۔ جن میں سے عرب اور عجم اور دوسرے ملک ہیں تاکہ کج طبیعتیں ان نصیحتوں سے راہ راست پر آجائیں۔ اور تاکہ وہ طبیعتیں اس گورنمنٹ کا شکر کرنے اور اس کی فرمانبرداری کرنے میں صلاحیت پیدا کریں۔ یہ میرا کام اور یہ میری خدمت ہے پس اسی وجہ سے میں نے اس گورنمنٹ کا شکر کیا اور جہاں تک بن پڑا مدد کی اور اس کے احسانوں کی ملک ہند سے

عرب اور روم تک شائع کیا اور لوگوں کو اٹھایا تاکہ اس[۱] کی فرمانبرداری کریں اور جس کو شک ہو وہ میری کتاب براہین احمدیہ کی طرف رجوع کرے اور اگر وہ اس کے شک کو دور کرنے کیلئے کافی نہ ہو تو پھر میری کتاب تبلیغ کا مطالعہ کرے اور اگر اس سے بھی مطمئن نہ ہو تو میری کتاب حمامۃ البشریٰ کو پڑھے اور اگر پھر کچھ رہ جائے تو پھر میری کتاب شہادۃ القرآن میں غور کرے اور اس پر حرام نہیں ہے جو اس رسالہ کو بھی دیکھے تاکہ اس پر کھل جائے کہ میں نے کیونکر بلند آواز سے کہہ دیا ہے کہ اس گورنمنٹ سے جہاد حرام ہے اور جو لوگ ایسا خیال رکھتے ہیں وہ خطا پر ہیں (نور الحق حصہ اول ص۳۰،۳۱) اور میرا عربی کتابوں کا تالیف کرنا تو انہیں عظیم الشان غرضوں کے لئے تھا اور میری کتابیں عرب کے لوگوں کو پے در پے پہنچتی ہیں یہاں تک کہ میں نے ان میں[۲] تاثیر کے نشان پائے اور بعض عرب میرے پاس آئے اور بعضوں نے خط وکتابت کی اور بعضوں نے بدگوئی کی اور بعض صلاحیت پر آگئے اور موافق ہو گئے جیسا کہ حق کے طالبوں کا کام ہے اور میں نے ان امدادوں میں ایک زمانہ طویل صرف

---

۱ یعنی اسلامی حکومتوں سے بغاوت کر کے انگریزی حکومت کی ماتحتی قبول کرلیں، افسوس کہ علمائے کرام آج تک مسیح وغیرہ کی بحثوں میں مرزائیوں سے الجھے رہے، مرزائی جماعت ہرگز مذہبی فرقہ نہیں ہے، بلکہ مذہب کی آڑ میں ایک خطرناک پولیٹکل جماعت ہے، جو اقصائے عالم میں مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور اغیار کا غلام بنانے اور جذبہ جہاد کرفنا کرنے میں مشغول ہے، جہاد فی سبیل اللہ موقوف مگر جنگ یورپ اور افغانستان میں ترکوں اور افغانوں کے خلاف لڑنا سب سے بڑا کار ثواب سمجھا گیا، میاں محمود نے کہا تھا اگر میں خلیفہ نہ ہوتا، تو اس جنگ میں بحیثیت رضا کار شریک ہوتا، (انوار خلافت) گویا اس مقدس جنگ سے محروم رہنے کی حسرت اس کے دل میں رہ گئی۔ فافهم (مولف)

۲ ان تصریحات کی روشنی میں جزیرۃ العرب اغیار کے زیراثر ہونیکا سبب معلوم ہوسکتا ہے، اس جاسوس اعظم نے وہ وہ کام کئے، اس سے مسلمانوں کے دلوں میں ناسور پڑ چکے ہیں۔ خلافت اسلامیہ بربادی جزیرۃ العرب کا صلیب کے زیراثر ہو جانا سب اس جماعت کے کارنامے ہیں۔ امیر حبیب اللہ کا قاتل مصطفیٰ صغیرہ کانپوری، انگورہ میں مصطفیٰ کمال پاشا کو قتل کرنے کی سازش میں گرفتار ہو کر قتل کیا گیا تھا۔ عدالت میں اس نے بیان کیا تھا میں عقیدتاً مرزائی ہوں۔ جرمن میں قادیانی مشن اسی وجہ سے کامیاب نہ ہوسکا مگر ہندوستان کے سادہ لوح عوام ابھی اس گروہ کے عزائم و مقاصد سے بے خبر ہیں۔ (مولف)

کیا ہے۔ یہاں تک کہ گیارہ برس انہیں اشاعتوں میں گذر گئے اور میں نے کچھ کوتاہی نہیں کی۔ (نور الحق، ص۳۲ اول) یہ کتابیں ہزار ہا روپیہ کے خرچ سے طبع کرائی گئیں۔ اور پھر اسلامی ممالک میں شائع کی گئیں اور میں جانتا ہوں کہ یقیناً ہزار ہا مسلمانوں پر ان کتابوں کا اثر ہوا ہے۔ (تحفہ قیصرہ، ص۱۰) میں نے شکر کیلئے بہت سی کتابیں اردو عربی اور فارسی میں تالیف کر کے اور ان میں جناب ملکہ معظمہ کے تمام احسانات کو جو برٹش انڈیا کے مسلمانوں کے شامل حال ہیں اسلامی دنیا میں پھیلائی ہیں اور ہر ایک مسلمان کو سچی اطاعت اور فرمانبرداری کی ترغیب دی ہے لیکن میرے لئے ضروری تھا کہ یہ تمام کارنامہ جناب ملکہ معظمہ کے حضور میں پہنچاؤں۔'' (تحفہ قیصرہ، ص۳)

مرزا صاحب کا اصل دعویٰ

میرا یہ دعویٰ ہے کہ تمام دنیا میں گورنمنٹ برطانیہ کی طرح کوئی دوسری ایسی گورنمنٹ نہیں جس نے زمین پر ایسا امن قائم کیا ہو۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم پوری آزادی سے اس گورنمنٹ کے تحت میں اشاعت حق کر سکتے ہیں یہ خدمت ہم مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں بیٹھ کر بھی ہرگز بجا نہیں لا سکتے۔ (ازالہ حاشیہ، ص۵۴) پس میں یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ میں ان خدمات (برطانیہ کی) میں یکتا ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں ان تائیدات میں یگانہ ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں اس گورنمنٹ کے لئے بطور ایک تعویذ کے ہوں اور بطور ایک پناہ کے ہوں جو آفتوں سے بچائے۔

خدا نے مجھے بشارت دی اور کہا کہ خدا ایسا نہیں کہ ان کو دکھ پہنچائے اور تو ان میں ہو پس اگر اس گورنمنٹ کی خیر خواہی اور مدد میں کوئی دوسرا شخص میری نظیر اور مثیل نہیں''۔ (نور الحق، ص۳۳) اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ تمام مسلمانوں میں، میں اوّل درجہ کا

خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیر خواہی میں اوّل درجہ پر بنا دیا ہے۔

اوّل: والد مرحوم کے اثر نے۔

دوم: گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے۔

سوم: خدا تعالیٰ کے الہام نے۔ (ضمیمہ نمبر۳ تریاق القلوب)

یہ عریضہ اس شخص کی طرف سے جو یسوع مسیح کے نام پر طرح طرح کی بدعتوں سے دنیا کو چھڑانے کیلئے آیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ امن اور نرمی سے دنیا میں سچائی قائم کرے اور اپنے بادشاہ ملکہ معظمہ سے جس کی وہ رعایا ہیں سچی اطاعت کا طریق سمجھائے۔ (تحفہ قیصرہ، ص۱) خدا تعالیٰ نے مجھے اس اصول پر قائم کیا ہے کہ محسن گورنمنٹ کی جیسا کہ یہ گورنمنٹ برطانیہ ہے سچی اطاعت کی جائے اور سچی شکر گذاری کی جائے سو میں اور میری جماعت اس اصول کے پابند ہیں۔ (تحفہ قیصرۃ، ص۱۰)

''اصل حقیقت یہ ہے کہ آخری زمانہ کی نسبت پہلے نبیوں نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ ایک ایسا زمانہ ہوگا کہ دو قسم کے ظلم سے بھر جائے گا۔ ایک ظلم مخلوق کے حقوق کی نسبت ہوگا اور دوسرا ظلم خالق کے حقوق کی نسبت۔ اور وہ یہ ظلم ہوگا کہ جہاد کا نام لیکر نوع انسان کی خونریزی ہوگی۔ یہاں تک کہ جو شخص ایک بے گناہ کو قتل کرے گا وہ خیال کریگا کہ گویا وہ ایسی خونریزی سے ایک ثواب عظیم کو حاصل کرتا ہے اور اس کے سوا اور بھی کئی قسم کی ایذائیں محض دینی غیرت کے بہانہ پر نوع انسان کو پہنچائی جائیں گی۔ چنانچہ وہ زمانہ یہی ہے کیونکہ ایمان اور انصاف کی رو سے ہر ایک خدا ترس کو اس زمانہ میں اقرار کرنا پڑتا ہے غرض مخلوق کے حقوق کی نسبت ہماری قوم اسلام میں سخت ظلم ہو رہا ہے۔ پس خدا نے آسمان پر اس ظلم کو دیکھا اس لئے اس نے اس کی اصلاح کے لئے حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی خو اور طبیعت پر ایک شخص کو بھیجا اور ایسے لوگوں کی اصلاح کے لئے صلح کاری کا پیغام لیکر آیا جس حالت میں،

اسلامی قوموں میں سے کروڑہا لوگ روئے زمین پر ایسے پائے جاتے ہیں کہ جہاد کا بہانہ رکھ کر غیر قوموں کو قتل کرنا ان کا شیوہ ہے۔ مگر بعض تو اس محسن گورنمنٹ کے زیر سایہ رہ کر بھی پوری صفائی سے اُن سے محبت نہیں کر سکتے۔ اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام کے اوتار کی سخت ضرورت تھی سو میں وہی اوتار ہوں۔'' (درخواست بنام وائسرائے رسالہ جہاد، ص۴)

مرزا صاحب کی مناجات

اے قیصرہ و ملکہ معظمہ! ہمارے دل تیرے لئے دعا کرتے ہوئے جناب الٰہی میں جھکتے ہیں اور ہماری روحیں تیرے اقبال اور سلامتی کے لئے حضرت احدیت میں سجدہ کرتی ہیں۔ اے اقبال مند قیصرۂ ہند! ہم تیرے وجود کو اس ملک کے لئے خدا کا ایک بڑا فضل سمجھتے ہیں اور ہم ان الفاظ کے نہ ملنے سے شرمندہ ہیں جن سے ہم اس شکر کو پورے[1] طور پر ادا کر سکتے۔ ہر ایک دعا جو ایک سچا شکر گذار تیرے لئے کر سکتا ہے ہماری طرف سے تیرے حق میں قبول ہو خدا تیری آنکھوں کو مرادوں کیساتھ ٹھنڈی رکھے اور تیری عمر اور صحت اور سلامتی میں زیادہ سے زیادہ برکت دے اور تیرے اقبال کا سلسلہ ترقیات جاری رکھے اور تیری اولاد اور ذرّیت کو تیری طرح اقبال کے دن دکھائے اور فتح اور ظفر عطا کرتا رہے ہم اس رحیم و کریم خدا کا بہت بہت شکر ادا کرتے ہیں جس نے ایسی محسنہ، رعیت پرور، داد گستر، بیدار مغز ملکہ کے زیر سایہ ہمیں پناہ دی اور ہمیں اس مبارک عہد سلطنت کے نیچے یہ موقع دیا[2]۔ (تحفہ قیصرہ، ص۱۲، ۱۳) اے قادر و کریم اپنے فضل و کرم سے ہماری ملکہ معظمہ کو خوش رکھ جیسا کہ ہم اس سایہ عاطفت کے نیچے خوش ہیں اور اس سے نیکی کر (تحفہ قیصرہ، ص۲۸) میں مع اپنے تمام عزیزوں کے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہوں یا الٰہی اس مبارک قیصرہ ہند دام ملکہا کو دیر

[1] قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ۔ ۱۲ (مؤلف)

[2] اس لونڈی اعظم کے کلام کا سردار دو عالم ﷺ کے فرمان بنام قیصرو کسریٰ سے مقابلہ کرو حضور ﷺ نے تحریر فرمایا تھا۔ اسلم تسلم، اسلام لا سلامت رہیگا۔

گاہ تک ہمارے سروں پر سلامت رکھ اور اس کے ہر ایک قدم کیساتھ اپنی مدد کا سایہ شامل حال فرما اور اس کے اقبال کے دن بہت لمبے کر۔ (ستارہ قیصرہ، ص۴)

''(اے قیصرہ) سو یہ مسیح موعود جو دنیا میں آیا تیرے ہی وجود کی برکت اور دلی نیک نیتی اور سچی ہمدردی کا ایک نتیجہ ہے۔'' (ستارہ قیصرہ، ص۸)

''اے ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند! خدا تجھے اقبال اور خوشی کیساتھ عمر میں برکت دے تیرا عہد کیا ہی مبارک ہے کہ آسمان سے خدا کا ہاتھ تیرے مقاصد کی تائید کر رہا ہے۔ تیری ہمدردی رعایا اور نیک نیتی کی راہوں کو فرشتے صاف کر رہے ہیں تیرے عدل کے لطیف بخارات بادلوں کی طرح اڑ رہے ہیں تا کہ سب ملک رشک بہار بنادیں شریر ہے وہ انسان جو تیرے عہد سلطنت کی قدر نہیں کرتا اور بدذات ہے وہ نفس جو تیرے احسانوں کا شکر گذار نہیں چونکہ یہ مسئلہ تحقیق شدہ ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ اس لئے مجھ کو ضرورت نہیں کہ اپنی زبان کی لفاظی سے اس بات کو ظاہر کروں کہ میں آپ سے دلی محبت رکھتا ہوں اور میرے دل میں خاص طور آپ کی محبت[1] اور عظمت ہے۔ ہماری دن رات کی دعائیں آپ کیلئے آب رواں کی طرح جاری ہیں۔'' (ستارہ قیصرۂ ہند، ص۹) ہمارے ہاتھ میں بجز دعا کے اور کیا ہے سو ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس گورنمنٹ کو ہر ایک شر سے محفوظ رکھے اور اُس کے دشمن کو ذلت کیساتھ پسپا کرے۔'' (شہادۃ القرآن ضمیمہ، ص۳) گورنمنٹ کو یاد رہے کہ ہم تہہ دل سے اس کے شکر گذار ہیں اور ہمہ تن اس کی خیر خواہی میں مصروف ہیں۔ (شہادت القرآن ضمیمہ، ص۵)

''شائستہ، مہذب اور بارحم گورنمنٹ نے ہم کو اپنے احسانات اور دوستانہ

[1] لاتجد قومًا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔ (۲۸۔۳ قرآن) ترجمہ: جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں (اے رسول ﷺ) آپ انکو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے محبت رکھیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں۔ اس آیت سے یعنی قرآن مجید کی نص سے مرزا کا اللہ اور آخرت پر ایمان نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

معاملات سے ممنون کر کے اس بات کے لئے دلی جوش بخشا ہے کہ ہم ان کے دین ودنیا کے لئے دلی جوش اور بہبودی وسلامتی چاہیں تا کہ ان کے گورے اور سپید منہ جس طرح دنیا میں خوبصورت ہیں آخرت میں بھی نورانی اور منور رہوں۔ (اشتہار متعلق براہین احمدیہ) اے قیصرۂ ہند خدا تجھ کو آفتوں سے نگاہ میں رکھے ہم مستغیث بن کر تیرے پاس آئے ہیں۔

(نور الحق ص۴۳ اول)

خدا کی ''تقدیس وتحمید''

اُس وجود اعظم کے بیشمار ہاتھ اور بے شمار پیر ہیں عرض اور طول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس کی تاریں بھی ہیں۔ (توضیح المرام ص۷۵) ربنا[1] عاج۔ ہمارا رب عاجی ہے۔ (براہین احمدیہ ص۵۵۵) مسیح اور عاجز کا مقام ایسا ہے جسے استعارہ کے طور پر ابنیت کے الفاظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ (توضیح مرام ص۵۰) اور ان دونوں محبتوں کے کمال سے جو خالق اور مخلوق میں پیدا ہو کر نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہے اور محبت الٰہی کی آگ سے ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے جس کا نام روح القدس ہے اس کا نام پاک تثلیث ہے اس لئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کیلئے بطور ابن اللہ کے ہے۔ (توضیح مرام ص۴۸) ''تو میرے بیٹے کی جا بجا ہے تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اور زمین اور آسمان تیرے ساتھ ہیں جیسا کہ میرے ساتھ ہیں اور تو ہمارے پانی میں سے ہے اور دوسرے لوگ خشکی سے اور تو مجھ سے ایسا ہے جیسے میری توحید، اور تو مجھ سے اس اتحاد میں ہے جو کسی مخلوق کو معلوم نہیں، خدا اپنے عرش سے تیری تعریف کرتا ہے جس طرف تیرا منہ اس طرف خدا کا منہ۔ خدا تیرے اندر آیا۔ تو مجھ میں اور تمام مخلوقات میں واسطہ ہے میں نے اپنی روح تجھ میں پھونکی تیرے لئے رات اور

[1] لغت میں عاج استخوان فیل کو کہتے ہیں۔

دن پیدا کیا گیا۔ لولاک لما خلقت الافلاک انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا[1] ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں، اللہ تعالیٰ کی روح مجھ پر محیط ہوگئی اور میرے جسم پر متولی ہو کر مجھے اپنے وجود میں پنہاں کر لیا۔ یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہ رہا اور میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضاء اس کے اعضاء اور میری آنکھ اس کی آنکھ اور میرے کان اس کے کان اور میری زبان اسکی زبان بن گئی تھی، پھر میں ہمہ مغز ہو گیا جس میں کوئی پوست نہ تھا اور ایسا تیل بن گیا کہ جس میں کوئی میل نہیں تھی، الوہیت میری رگوں اور پٹھوں میں سرایت کر گئی اس حالت میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی چیز چاہتے ہیں سو پہلے تو میں نے آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جسمیں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی اور میں دیکھتا تھا کہ اس کے خلق پر قادر ہوں، پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا: انا زینا السماء الدنیا بمصابیح (کتاب البریہ ص۷۸،۷۹) ایک دفعہ انگریزی میں زُوردار الہام ہوا جس سے میرا بدن کانپ گیا ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی انگریز بول رہا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ملخصاً) ''اللہ تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص۵۶) ''میں خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کروں تو صحیح ہے''۔ (توضیح مرام ص۲۷) خدا نے الہام کیا میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا، جاگتا ہوں اور سوتا[2] ہوں (البشریٰ جلد۲ ص۷۹) ''ایک دفعہ خدا کو میں نے کہا کہ الہام میں میرا نام ظاہر کر دے، خدا تعالیٰ کو میرا نام لینے سے شرم دامنگیر ہوئی اور شرم کے غلبہ سے نام زبان پر لانا روک دیا اور بڑے ادب سے صرف مرزا صاحب کہا۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی ۳۸۶)

[1] تحفہ گولڑویہ ص۷۵ب پر لکھتے ہیں کہ دجال پہلے نبوت کا دعویٰ کرے گا اور پھر خدائی کا دعویدار بن جائیگا۔ ثابت ہوا کہ مرزا دجال اکبر کے بروز تھے۔

[2] قرآن مجید میں ہے کہ: لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ مگر مرزا کا الٰہ سوتا بھی ہے اور جاگتا بھی ہے۔

نوٹ: مرزا صاحب کے پاس جو فرشتہ آیا کرتا تھا اس کا نام ٹیچی ٹیچی تھا۔ (حقیقۃ الوحی)

ملائکہ

جبرائیل خدا سے سانس کی ہوا یا آنکھ کے نور سے نسبت رکھتا ہے۔ (توضیح ص ۷۹) وہ نفوس نورانیہ کواکب اور سیارات کے لئے جان کا ہی حکم رکھتے ہیں اور ان سے ایک لحظہ کے لئے بھی جدا نہیں ہوسکتے۔ (توضیح ص ۵۵)

عبادت

جس بادشاہ کے زیر سایہ ہم باامن زندگی بسر کریں اس کے حقوق کو نگاہ رکھنا فی الواقعہ خدا کے حقوق کو ادا کرنا ہے اور جب ہم ایسے بادشاہ کی دلی صدق سے اطاعت کرتے ہیں تو گویا اس وقت عبادت[1] کر رہے ہیں۔ (شہادت القرآن ص ۴) مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہوگیا (حقیقۃ[2] الرؤیا ص ۴۵) ''اب حج کا مقام قادیان ہے۔'' (برکات[3] خلافت ص ۵)

توہین انبیاء

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں'' (اعجاز احمدی

---

[1] خواجہ کمال الدین مرزائی اپنی کتاب مجدد اعظم کے صہ ۴۸ پر لکھتا ہے ''لیکن اگر کسی کو علم نہ ہوتو میں اسے اطلاع دیتا ہوں کہ ہندوستان سے باہر عربی بولنے والی دنیا آج احمدی جماعت کی حیثیت ایک جاسوس جماعت کی حیثیت سمجھتی ہے جو گورنمنٹ کی خدمت کے لئے پیدا ہوئی ہے خلاصہ یہ کہ جماعت کی آج وہ عزت نہیں رہی جو پہلے تھی۔

الحمد للہ کہ مسلمان مرزائیت کی حقیقت سے واقف ہو رہے ہیں۔ اور مرزائیوں کو بھی اس کا اعتراف ہے مرزائیوں کے نزدیک محمد رسول اللہ سے مراد مرزا غلام احمد، عبادت وتبلیغ سے اطاعت نصاریٰ قبلہ سے مراد انگریزی حکومت اور خدمت اصلاحی سے خدمت نصاریٰ ہے۔ اہل اسلام کو دھوکہ دینے والے الفاظ کے صحیح معنوں سے باخبر رہنا چاہئے۔

[2] یہ دونوں کتابیں مرزا غلام محمود جانشین مرزا کی تصانیف ہیں۔

[3] مرزا محمود الفضل ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۷ء میں لکھتا ہے تمام انبیاء کا نمونہ مرزا کی ذات میں جمع تھا و یقیناً محمد رسول اللہ جمیع کمالات قدسیہ کا جامع ہے وہ (مرزا) خدا کے برگزیدہ نبی جاہ وجلال کا نبی عظیم الشان نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار کے شان رکھنے والے نبی انت منی انا منک ظہور ک ظہوری کا مخاطب نبی تھا (الفضل)

ص ۴) حضرت مسیح کے اجتہاد جو اکثر غلط نکلے اس کا سبب شاید یہ ہوگا کہ اوائل میں جو آپ کے ارادے تھے وہ پورے نہ ہوسکے (اعجاز ص ۲۵) جس قدر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اجتہاد میں غلطیاں ہیں اس کی نظیر کسی نبی میں بھی نہیں پائی جاتی (اعجاز احمدی ص ۲۵) پہلوں کا پانی مکدر ہوگیا۔ ہمارا پانی اخیر تک مکدر نہیں ہوگا (اعجاز احمدی ص ۶۹) ''اس (نبی کریم ﷺ) کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔ اب کیا تو انکار کرے گا؟'' (اعجاز ص ۷۱) یسوع اگر میرے زمانہ میں ہوتا تو اس کو انکسار کیساتھ میری گواہی دینی پڑتی (سراج منیر ص ۸۰) یسوع کے دادا صاحب داؤد نے تو سارے بُرے کام کئے ایک بے گناہ کو اپنی شہوت رانی کیلئے فریب سے قتل کرایا، اور دلالہ عورتوں کو بھیج کر اس کی جورو کو منگوایا اور اس کو شراب پلائی اور اس سے زنا کیا اور بہت سا مال حرام کاری میں ضائع کیا۔'' (ست بچن ص ۱۶۷) یہودیوں اور عیسائیوں اور مسلمانوں پر بباعث ان کے کسی پوشیدہ گناہ کے یہ ابتلا آیا کہ جن راہوں سے وہ اپنے موعود نبیوں کا انتظار کرتے رہے ان راہوں سے وہ نبی نہیں آئے۔ بلکہ[1] چور کی طرح کسی اور راہ سے آگئے۔ (نزول المسیح ص ۳۵) نبی اجتہادی غلطیوں سے محفوظ نہ تھے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۰) آنحضرت ﷺ نے معجزات نہیں دکھائے۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۲۷۹، ۲۸۰ ملخص) انبیاء سے بھی اجتہاد کے وقت امکان سہو وخطا ہے۔ (ازالہ ص ۳۲۳) شعر

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء)

''عیسیٰ کجا است تا بنہد پا بمنبرم''۔ ''میں بعض رسولوں سے بھی افضل ہوں۔ (اشتہار معیار الاخیار)

---

[1] اس میں تمام انبیاء کو چور کہہ کر سب کی توہین کی ہے کسی کی تخصیص نہیں کی۔

''مسیح کے معجزات[1] مسمریزم یا عمل الترب کا نتیجہ تھے، اگر میں اس قسم کے شعبدوں کو مکروہ نہ جانتا تو ابن مریم سے کم نہ رہتا[2]۔'' (ازالہ ص ۳۰۹ ملخصا) ''مسیح بوجہ مسمریزم کے عمل کرنے کے تنویر باطن اور توحید اور دینی استقامت میں کم درجے پر بلکہ ناکام رہے۔'' (ازالہ ص ۱۹۱)

''ایک مرتبہ ۴۰۰ نبی کو شیطانی[3] الہام ہوا اور ان کی پیشگوئیاں[4] غلط ہوئیں'' (ضرورۃ الامام)

''(یسوع) آپکا خاندان بھی نہایت پاک و مطہر ہے تین دادیاں اور تین نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۷ حاشیہ)''

ایسے (یعنی مسیح) ایسے ناپاک متکبر راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اُسے نبی قرار دیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۹ حاشیہ) مسیح کے حالات پڑھو تو یہ شخص اس لائق نہیں ہو سکتا کہ نبی بھی ہو۔ (الحکم ۲۱ رفروری ۱۹۰۲ء) یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں یہ سب یسوع کے حقیقی[5] بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھی۔ (کشتی نوح ص ۱۶ حاشیہ) حق بات یہ ہے کہ مسیح سے معجزہ صادر نہیں ہوا۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۶ حاشیہ) خدا نے اس امت میں مسیح بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر

[1] مگر تحفۂ قیصرہ میں ملکۂ معظمہ کو خطاب کرتے ہوئے ٹوڈیانہ لہجہ میں لکھتے ہیں ''در حقیقت یسوع مسیح ان میں خدا کے نہایت پیارے اور نیک بندوں میں سے ہے اور ان میں سے ہے جو خدا کے برگزیدہ لوگ ہیں اور ان میں سے ہے جن کو خدا اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنے نور کے سایہ کے نیچے رکھتا ہے۔ میں وہ شخص ہوں جس کی روح میں بروز کے طور پر یسوع مسیح کی روح سکونت رکھتی ہے یہ ایک ایسا تحفہ ہے جو حضرت ملکۂ معظمہ قیصرۂ انگلستان و ہند کی خدمت عالیہ میں پیش کرنے کے لائق ہے واقعی مرزا صاحب صرف ملکۂ معظمہ اور اس کی حکومت کے لئے عزازیل کی طرف سے تحفہ تھے مگر افسوس ہے کہ یہ تحفہ خواہ مخواہ مسلمانوں کے گھروں میں گھس گیا۔

[2] خود معجزہ دکھا نہ سکے اس لئے معجزات کا انکار کر دیا۔

[3] بالکل غلط اور جھوٹ کہا اور انبیاء کی توہین کر کے اپنے کفر کی تصدیق کی۔

[4] مگر دوسری جگہ لکھتے ہیں ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشگوئیاں ٹل جائیں۔ (کشتی نوح ص ۵)

[5] قرآن مجید میں زور سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونے کا ذکر کیا ہے مرزائی تعلیم قرآن کے بالکل خلاف ہے۔

مسیح۔ (دافع البلاء ص ۱۳) ایسا ہی اس امت کے سمجھانے کے لئے بعض پیشگوئیوں کے سمجھنے میں خود اپنا غلطی کھانا (نبی کریم ﷺ نے) بھی ظاہر فرمایا۔ (ازالہ ص ۴۰۷) پیشگوئیاں سمجھنے میں نبیوں نے بھی غلطی کھائی ہے آنحضرت ﷺ پیشگوئی کی نسبت شک میں پڑ گئے تھے۔ (ازالہ ص ۳۹۵) ''اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال وغیرہ کی حقیقت موبمو منکشف نہ ہوئی تو کچھ تعجب[1] کی بات نہیں۔'' (ازالہ ص ۶۹۱) ''آسمان سے کئی تخت اترے، پر تیرا تخت سب سے اُوپر بچھایا گیا۔'' ''جس نے مجھ میں اور مصطفیٰ میں فرق کیا اس نے مجھے نہیں پہچانا۔'' (خطبہ الہامیہ) خدا نے مجھے[2] علم اولین و آخرین عطا کیا ہے۔ (لجۃ النور ص ۵۸)

نوٹ: مرزائی اپنے گرو سے توہین میں بڑھ گئے ہیں حسب ذیل حوالے مرزا محمود موجودہ خلیفہ کی کتب سے دیئے جاتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کریگا جیسا کہ آیت آخرین منھم سے ظاہر ہے۔ پس مسیح موعود (مرزا) خود محمد رسول اللہ ہے، جو اسلام کی اشاعت کیلئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔'' (کلمۃ الفصل ص ۱۱۶) ''ظلی نبوت نے مسیح موعود (مرزا) کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔'' (کلمۃ الحق ص ۱۱۳) ''یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد سے بھی بڑھ سکتا ہے'' (الفضل ۱۷ رفروری ۱۹۲۲ء) ''مسیح موعود کا ذہنی ارتقاء آنحضرت سے زیادہ تھا اس زمانہ میں ترقی زیادہ ہوئی ہے اور یہ جزوی

[1] مگر دوسری جگہ لکھتے ہیں ''ملہم سے زیادہ الہام کے معنی کوئی نہیں سمجھ سکتا'' (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۷) اس کے باوجود جب ذاتی غرض اور مطلب نکالنا چاہا تو نزول مسیح کی حقیقت کے متعلق لکھ دیا ''اب خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر اس قول کی حقیقت ظاہر کر دی اور دوسرے اقوال کا بطلان ثابت کر دیا'' (ازالہ ص ۳۵۹)

[2] اولین و آخرین کا علم تو ایک طرف ذرا مرزائی بتائیں کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں قادیان لاہور سے جنوب مغرب کی طرف واقع ہے۔ (اشتہار چندہ منارۃ المسیح) یہ کس جغرافیہ میں لکھا ہے؟

فضیلت ہے جو مسیح موعود (مرزا) کو آنحضرت پر حاصل ہے، نبی کریم کی ذہنی استعدادوں کا ظہور بوجہ تمدن کے نقص کے نہ ہوا اور نہ قابلیت تھی'' (قادیانی ریویو جون ۱۹۲۹ء) مرزا سے پہلے محمد مصطفیٰ ﷺ کی روح دنیا میں موجود نہ تھی۔ (الفضل ۱۱ مارچ ۱۹۳۰ء) رسول کریم کی کئی دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔ (الفضل ۳ مارچ ۱۹۲۶ء) ''اب دیکھو نبی کریم جیسا انسان بھی بعض باتوں کو لوگوں کے ابتلا سے ڈر کر چھپالیتا تھا اور بعض امور کو محض لوگوں کے ابتلا کے ڈر سے چھوڑ دیتا تھا۔'' (تشحیذ الاذہان ماہ اکتوبر ۱۹۱۴ء) مسیح موعود (مرزا) باعتبار کمالات نبوت و رسالت کے محمد رسول اللہ ہی ہیں۔ (الفضل ج ۳۔ ۱۵ جولائی ۱۹۱۵ء) ''مرزا صاحب عین محمد تھے۔'' (ذکر الٰہی ص ۶۰) ''مسیح موعود کی روحانیت (آنحضرت سے) اقویٰ اکمل اور ارشد ہے'' (کلمۃ الفضل ص ۱۴۶ ملخصاً) کیا اس بات میں کوئی شک ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد ﷺ کو اُتارا۔[1] (کلمۃ الفضل ص ۱۰۵) مسیح موعود (مرزا) نے نبوت محمدیہ کے تمام کمالات کو حاصل کرلیا تھا۔ (کلمۃ الفضل ص ۱۱۳) ''مرزا صاحب اپنے متعلق لکھتے ہیں، مقام او مبین از راہِ تحقیر بدورانش رسولاں نازہ[2] کردند''۔ (تجلیات الٰہیہ) نبی کریم ﷺ سے تین[3] ہزار معجزات ظاہر ہوئے۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۴۰)

روضہ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تک　　میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ وبار

(درثمین)

[1] مرزائے قادیان کا ایک مرید یوں بکتا ہے ع

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں　　اور ہیں پہلے سے بڑھ کر عز و شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل　　غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

[2] مرزا صاحب نے اپنے لڑکے مرزا محمود کے لئے کہا تھا کہ ع اے فخر رسل قرب تو معلوم شد

[3] مگر اپنے معجزے سمندر کے ریت کے ذروں کے برابر ظاہر کرتے ہیں۔

''میں اور پیغمبر ﷺ ایک ذات ہیں۔'' (ایک غلطی کا ازالہ) ''معراج اس جسم کثیف[1] کیساتھ نہیں تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجے کا کشف تھا اس قسم کے کشفوں میں خود مؤلف (مرزا) صاحب کو تجربہ ہے۔ (ازالہ اوہام)

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا　　منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد
آدم نیز احمد مختار　　در برم جامۂ ہمہ ابرار
آنچہ داد است ہر نبی را جام　　داد آں جام را مرا بتمام

(درثمین، [2])

مسیح شراب پیا کرتا تھا، (کشتی نوح) (مسیح) ایک کھاؤ پیو۔ نہ عابد نہ زاہد نہ حق کا پرستار۔ (مکتوبات احمدیہ)

صحابہ کرام واہل بیت

ابو ہریرہ جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا۔ (اعجاز احمدی، ص ۱۸) اور انہوں نے کہا کہ اس شخص نے امام حسن اور حسین سے اپنے تئیں اچھا سمجھا میں کہتا ہوں کہ ہاں اور میرا خدا عنقریب ظاہر کرے گا اور مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے مگر حسین دشتِ کربلا کو یاد کرلو اب تک تم روتے ہو، سوچ لو اور میں خدا کے فضل سے اس کے کنار عاطفت میں ہوں۔ (اعجاز احمدی، ص ۷۰) ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم کی پیشگوئی کو پورا ہوتے نہ دیکھ کر چند روز[3] ابتلاء میں رہے۔''

[1] اس گستاخ نے آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک کو کثیف کہا اور معراج کو اعلیٰ درجہ کا کشف بتا کر خود بھی کئی دفعہ صاحب معراج ہونے کا دعویٰ کردیا۔

[2] ان اشعار سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب کو افضل المرسلین ہونے کا دعویٰ تھا اور ہر نبی کے کمالات ان کی ذات میں جمع ہیں۔ (استغفر اللہ)

[3] بالکل غلط اور افتراء ہے۔

(اعجاز احمدی، ص ۶) ''اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے جو اس حسین سے بڑھ کر ہے۔'' (دافع البلاء، ص ۱۳) بخدا اُس میں (حسین میں) کچھ زیادتی نہیں اور میرے پاس خدا کی گواہیاں ہیں پس تم دیکھ لو اور میں خدا کا کشتہ ہوں مگر تمہارا حسین دشمنوں کا کُشتہ ہے۔ پس فرق کُھلا کُھلا اور ظاہر ہے۔ (اعجاز احمدی) ''اگر کوئی صحابہ میں سے یہی سمجھ بیٹھا تھا کہ ابن مریم سے ابن مریم ہی مراد ہے تو تب بھی کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا۔'' (ازالہ، ص ۴۰۰) ''میں وہی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ ابوبکر کے درجہ پر ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکر کیا وہ تو بعض انبیاء سے بھی افضل ہے۔'' (از عصائے موسیٰ) ''حق بات تو یہ ہے کہ ابن مسعود ایک معمولی انسان تھا اس نے جوش میں آ کر غلطی کھائی۔ حضرت معاویہ بھی تو صحابی ہی تھے جنہوں نے خطا پر جم کر ہزاروں آدمیوں کے خون کرائے۔'' (ازالہ ۵۹۶) ''یہ کیا جہالت ہے کہ صحابہ کو بکلی غلطی اور خطا[1] سے پاک سمجھا جائے۔'' (ازالہ ۵۹۷) صحیح مسلم میں نواس بن سمعان صحابی سے دجال و نزول مسیح علیہ السلام کے متعلق جو حدیث ہے اس کا یہ جواب دیا ''بانی مبانی اس تمام روایت کا صرف[2] نواس بن سمعان ہے اور کوئی نہیں ہے''۔ (ازالہ، ص ۲۰۲) آنحضرت ﷺ کے رفع جسمی کے بارے میں یعنی اس بارے میں کہ وہ جسم سمیت شب معراج میں آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے تقریباً تمام صحابہ[3] کا یہی اعتقاد تھا۔ (ازالہ اوہام، ص ۲۸۹) کیا ہمارے نبی ﷺ کا آسمان پر جسم کیساتھ چڑھنا اور پھر جسم کے ساتھ اترنا ایسا عقیدہ نہیں ہے جس پر

---

[1] صحابہ کے وہی اقوال جو مرزا صاحب دعاوی کے خلاف ہیں اس سے مراد ہوں گے ورنہ صحابہ کے سوا غیر معروف اشخاص کے غلط سے غلط اور موضوع اور بالکل لغو غیر شرع اقوال پیش کر کے ان سے اپنی صداقت ثابت کرنے کی سعی کی گئی ہے۔
[2] گویا مرزا صاحب کے نزدیک صحابہ بھی جھوٹے تھے اور حدیثیں اپنی طرف سے گھڑا کرتے تھے۔
[3] مگر مرزا صاحب فلسفہ و سائنس جدید کی آڑ لے کر معراج جسمانی کے منکر ہیں جن لوگوں نے نبی ﷺ سے بلاواسطہ علم حاصل کیا ہو اور جن کی تعریف قرآن مجید کر رہا ہو جو شرف صحابیت سے مشرف ہوئے ہوں ان سے بڑھ کر ان کو بے سمجھ جانا۔

صدر اول کا اجماع تھا؟ (ازالہ، ص ۲۸۹) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عین بیداری میں آ کر اس خاکسار کا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔ (تحفہ گولڑویہ، ص ۱۹)

قرآن

''قرآن خدا کا کلام اور میرے منہ کی باتیں ہیں'' (حقیقۃ الوحی) ''مکہ مدینہ اور قادیان تینوں شہروں کا نام اعزاز سے قرآن[1] مجید میں درج ہے'' (کتاب البریہ) میں نے اپنے بھائی غلام قادر کو قرآن مجید میں انا انزلناہ قریباً من القادیان پڑھتے ہوئے سنا (ازالہ) قرآن مجید میں ان ھذان لساحران از روئے موجودہ صرف و نحو غلط ہے۔ (حقیقۃ الوحی)

آنچہ من بشنوم ز وحیِ خدا — بخدا پاک دانمش ز خطا
ہمچو قرآں منزہ اش دانم — از خطاہا بری ہمیں ست ایمانم

(درثمین)

کتاب الٰہی کی غلط تفسیروں نے مولویوں کو بہت خراب کیا ہے اور ان کے دلی و دماغی قویٰ پر اثر ان سے پڑا ہے۔ اس زمانہ میں بلاشبہ کتاب الٰہی کے لئے ضروری ہے کہ اس کی نئی[2] اور صحیح[3] تفسیر کی جائے کیونکہ حال میں جن تفسیروں کی تعلیم دی جاتی ہے وہ نہ اخلاقی حالت کو درست کر سکتی اور نہ ایمانی حالت پر اثر ڈالتی ہے بلکہ فطری سعادت اور نیک

---

[1] چونکہ موجودہ قرآن میں قادیان کا نام درج نہیں ہے اس لئے ثابت ہوا کہ مرزائیوں کے پاس کوئی اور قرآن ہے۔
[2] یعنی رسول اکرم ﷺ کی بیان کردہ تفسیر کے خلاف نئی تفسیر۔ (مؤلف)
[3] اس نئی تفسیر کا بھی نمونہ سن لیجئے مرزا صاحب ازالۂ اوہام، ص ۷۲۲ پر لکھتے ہیں آیت وانا علی ذھاب بہ لقادرون میں ۱۸۵۷ء کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اس آیت کے اعداد سے ثابت ہوتا ہے خدا تعالیٰ آیت موصوفہ بالا میں فرماتا ہے کہ جب وہ زمانہ آئے گا تو قرآن زمین پر سے اٹھایا جائے گا یعنی انہی ایام میں مسلمانوں نے ناجائز و ناگوار طریقہ سے سرکار انگریزی سے باوجود نمک خوار اور رعیت ہونے کے مقابلہ کیا حالانکہ بیان کے لئے جائز نہ تھا ان لوگوں نے چوروں، قزاقوں اور حرامیوں کی طرح اپنی محسن گورنمنٹ پر حملہ کر دیا اور اس کا نام جہاد رکھا پس اس حکیم و علیم کا قرآن مجید میں بیان فرمانا کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام آسمان پر اٹھایا جائے گا یہی معنی رکھتا ہے (ازالہ، ص ۷۲۲ حاشیہ) سورۃ فاتحہ میری صداقت کا نشان ہے کیونکہ اس میں الحمد کا لفظ موجود ہے جس سے میرا نام احمد مشتق پیدا ہے۔

روشنی کے مزاحم ہو رہی ہے۔ (ازالہ ص ۷۴۶) ازالہ میں ایک مجذوب کی بڑ درج کی ہے کہ مسیح لدھیانہ میں آکر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔ (ازالہ ص ۷۸) قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر لعنتیں کرتا ہے اور گندی گالیاں دیتا ہے۔ (ازالہ ص ۲۷ ملخصاً) قرآن آسمان پر اٹھایا گیا تھا میں قرآن کو دوبارہ لایا۔ (ازالہ بمفہومہ)

احادیث نبوی

ثابت ہوتا ہے کہ ابتداء سے ہی حدیثوں کو بہت عظمت نہیں دی گئی اس لئے مناسب ہے کہ حدیث کیلئے قرآن کو نہ چھوڑا جائے ورنہ ایمان ہاتھ سے جائیگا۔ اِنَّ الظَّنَّ لَایُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ماسوا اس کے اگر نہایت ہی نرمی کریں تو ان حدیثوں کو ظن کا مرتبہ دے سکتے ہیں اور یہی محدثین کا مذہب ہے اور ظن وہ ہے جس کیساتھ کذب کا احتمال لگا ہوا ہے۔ مسیح موعود کیلئے بخاری میں حَکَم کا لفظ آیا ہے حکم اس کو کہتے ہیں کہ اختلاف رفع کرنے کے لئے اس کا حکم قبول کیا جائے اور اس کا فیصلہ گو وہ ہزار حدیث کو بھی موضوع قرار دے ناطق سمجھا جائے۔ (اعجاز احمدی، ص ۲۹) ''ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرسکتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق[1] ہیں اور میری وحی کے معارض اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔'' (اعجاز احمدی ص ۳۰) ہم نے اس سے لیا جو حی وقیوم اور وحدہ لاشریک ہے اور تم تو مردوں سے روایت کرتے ہو (اعجاز احمدی ص ۵۷) ہم نے دیکھ لیا اور تم اپنے راویوں کا ذکر کرتے ہو اور کیا قصے دیکھنے والے کے مقابل پر کچھ چیزیں ہیں (اعجاز احمدی ص ۲۹) جو شخص حَکَم ہو کر آیا اس کا اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر

[1] مگر دوسری طرف جب نیچریوں سے واسطہ پڑا اور نیچریوں نے کہہ دیا کہ مسیح موعود کی ضرورت نہیں اور مسیح موعود کا کوئی ذکر قرآن میں نہیں ہے تو کہنے لگے ''اور اصل حقیقت یہ ہے کہ خدا کا کلام سمجھنا مشکل ہے'' (اعجاز ص ۶۱) اور جب ضرورت پڑی تو موضوع، ضعیف اور متروک احادیث سے بھی کام نکال لیا۔

قبول کرے جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کر دے۔ (تحفہ گولڑویہ، ص ۱۰) ''کیوں جائز نہیں کہ راویوں نے عمداً[1] یا سہواً بعض احادیث کی تبلیغ میں خطا کی ہو۔'' (ازالہ ص ۶۵۴) میاں محمود احمد موجودہ خلیفہ قادیان الفضل ۳۰ر اپریل ۱۹۱۵ء میں لکھتا ہے۔ ''مسیح موعود (مرزا) سے جو باتیں ہم نے سنی ہیں وہ حدیث کی روایت سے معتبر ہیں کیونکہ حدیث ہم نے آنحضرت ﷺ سے نہیں سنیں۔''

مرزا لکھتا ہے۔ الہام کیا گیا کہ ان علماء[2] نے میرے گھر کو بدل ڈالا اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں۔ (ازالہ ص ۷۶) سلف خلف کے لئے بطور وکیل کے ہیں اور ان کی شہادت آنیوالی ذریّت کو ماننی پڑتی ہے۔ (ازالہ ص ۳۷۶) ''کسی معتبر عالم کا کتاب میں لکھ دینا قابل اعتماد ہے۔'' (ازالہ ص ۸۷۲) ''گو اجمالی طور پر قرآن اکمل واتم کتاب ہے مگر ایک حصہ کثیرہ کا اور طریقہ عبارات وغیرہ کا مفصّل اور مبسوط طور پر احادیث سے ہم نے[3] لیا ہے۔'' (ازالہ ۵۵۶) ''کیا یہ اندھیر کی بات نہیں کہ محدثین کی تنقید اور توثیق کو عظمت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ گویا ان سب کا لکھا ہوا نوشتۂ تقدیر ہے۔'' (تحفہ گولڑویہ، ص ۴۱) ''محدثین سے بعید تھا کہ وہ ایک حدیث کو اپنے صحاح میں داخل کرتے باوجود اس بات کے وہ جانتے تھے کہ وہ حدیث بے اصل ہے کیا تو گواہی دیتا ہے کہ دارقطنی اور تمام راوی اس حدیث کے اور تمام وہ لوگ جنہوں نے اپنی کتابوں میں اس حدیث کو نقل کیا اور حدیثوں میں ملایا اول زمانہ سے اس زمانہ تک مفسد اور فاسق ہی گذرے ہیں اور صالح آدمی نہیں

[1] یعنی جہاں اپنے مطلب کے موافق کوئی غلط اور موضوع قول کسی آدمی کا ملا اسے نقل کر دیا اور جہاں مطلب نکلتا نہ دیکھا وہاں صحیح احادیث کو بھی ٹھکرا دیا۔

[2] مذکورہ بالا حوالوں سے قارئین نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یہ علماء کون تھے کترنا تو درکنار ردی کی ٹوکری میں احادیث کو ڈال رہے تھے نورالدین، عبدالکریم، احسن امروہی وغیرہ مرزائی مولویوں نے اسلام کے گھر کو بدل ڈالا۔

[3] دروغ گورا حافظہ نباشد ابھی حدیث کو ظن کا درجہ دے رہے تھے ابھی تعریفیں شروع کر دیں۔

تھے"۔ (نورالحق، حصہ دوم ص ۱۷) اور اہل حدیث خوب جانتے ہیں کہ صرف محدثین کا فتویٰ قطعی طور پر کسی حدیث کے صدق یا کذب کا مدار نہیں ٹھہر سکتا۔ (ضمیمہ انجام آتھم، ص ۱۰)

چھوڑ کر فرقان کو آثارِ مخالف پر جے — سر پہ مسلم اور بخاری کا دیا ناحق کا بار
جب کہ ہے امکان کذب و کجروی اخبار میں — پھر حماقت ہے کہ رکھیں سب انہیں پر انحصار
جبکہ ہم نے نورِ حق دیکھا ہے اپنی آنکھ سے — جبکہ خود وحی خدا نے دی خبر یہ بار بار
پھر یقین کو چھوڑ کر کیونکر گمانوں پر چلیں — خود کہو رویت ہی بہتر یا نقول پر غبار
تفرقہ اسلام میں لفظوں کی کثرت سے ہوا — جس سے ظاہر ہے کہ راہِ نقل ہے بے اعتبار

(درثمین)

مرزائی تعلیم کا خلاصہ

یہ گورنمنٹ ہندوستان میں داخل ہوتے ہی ایک روحانی سرگرمی اور حق کی تلاش کا اثر ساتھ لائی ہے اور بلاشبہ یہ اس ہمدردی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے جو ہماری ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کے دل میں برٹش انڈیا کی رعیت کی نسبت مرکوز ہے۔ (تحفہ قیصرہ، ص ۴) سو ہمارے لئے جناب باری تعالیٰ جل شانہ نے دولت برطانیہ کو نہایت ہی مبارک کیا کہ ہم اس بابرکت سلطنت میں اس ناچیز دنیا کی صد ہا زنجیروں اور اس کے فانی تعلقات سے فارغ ہو کر بیٹھ گئے اور خدا نے ہمیں ان امتحانوں اور آزمائشوں سے بچالیا کہ جو دولت اور حکومت، ریاست اور امارت کی حالت میں پیش آتے اور روحانی حالتوں کا ستیاناس کرتے ہیں[1]۔ (تحفہ قیصرہ) خدا تعالیٰ نے ہم پر محسن گورنمنٹ کا شکر ایسا ہی فرض کیا ہے جیسا کہ اس کا شکر کرنا، سو اگر ہم اس محسن

[1] حکومت وسلطنت کا چھن جانا اور اغیار کا غلام ہونا بھی مرزا صاحب کے مذہب میں خدا کی طرف سے انعام ہے۔ (مؤلف)

نوٹ: عمر اپنی مسیحیت کے ثبوت میں ازالہ کے ص ۱۸۷ پر ایک مجذوب کا غیر شرع الہام نقل کیا ہے جس کے راویوں میں ٹھاکر داس پٹواری، بوٹا جھیور، سوبھا بھگت کے نام درج ہیں مرزائیوں کی حدیث کی کتاب سیرۃ المہدی میں بڑے بڑے معزز راوی ہیں۔ مثلاً بیان کیا مجھ سے سردار جھنڈا سنگھ نے۔

گورنمنٹ کا شکر ادا نہ کریں یا کوئی شر اپنے ارادہ میں رکھیں۔ تو ہم نے خدا تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہ کیا۔ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین فرض اور واجب ہے۔ اس سے جہاد کیسا؟[1]

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں دوسرے اُس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو۔ جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے خدا تعالیٰ ہمیں صاف تعلیم دیتا ہے کہ جس بادشاہ کے زیر سایہ امن کیساتھ بسر کرو اس کے شکرگزار اور فرمانبردار بنے رہو۔

سو اگر ہم گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا اور رسولوں سے سرکشی کرتے ہیں اس صورت میں ہم سے زیادہ بددیانت کون ہوگا؟ (شہادۃ القرآن ضمیمہ، ص ۴) گورنمنٹ انگلشیہ خدا کی نعمتوں سے ایک نعمت ہے۔ یہ ایک عظیم الشان رحمت ہے۔ یہ سلطنت مسلمانوں کیلئے آسمانی برکت کا حکم رکھتی ہے۔ خداوند رحیم نے اس سلطنت کو مسلمانوں کیلئے ایک باران رحمت بھیجا ایسی سلطنت سے لڑائی اور جہاد کرنا قطعی حرام ہے۔ (شہادۃ القرآن ضمیمہ، ص ۱۲) پس حقیقت میں خداوند کریم و رحیم نے اس سلطنت کو مسلمانوں کے لئے ایک باران رحمت بھیجا، جس سے پودہ اسلام[2] کا پھر اس ملک پنجاب میں سرسبز ہوتا جاتا ہے۔ (شہادۃ القرآن ضمیمہ، ص ۱۳) سو اس عاجز نے جس قدر انگریزی گورنمنٹ کا شکر ادا کیا ہے وہ صرف اپنے ذاتی خیال سے ادا نہیں کیا بلکہ قرآن شریف اور احادیث نبوی ﷺ کی ان بزرگ تاکیدوں نے جو اس عاجز کے پیش نظر ہیں مجھ کو اس شکر ادا کرنے پر مجبور کیا ہے۔

(شہادۃ القرآن، ص ۶ ضمیمہ)

[1] کیا کوئی مرزائی قرآن کی کسی آیت سے یہ صاف حکم دکھا سکتا ہے؟۔ (مؤلف)

[2] اس سے مراد غالباً قادیانی دھرم ہوگا۔ (مؤلف)

''میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اُولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے اس کے مطیع رہیں۔'' (ضرورۃ الامام، ص ۲۳) اسلامی سلاطین کا وجود اسلام کے حق میں بڑی مصیبت ہے اور دین کے لئے ان کے دن سخت ہی منحوس ہیں ان عیش پسند بادشاہوں کا وجود مسلمانوں پر بھاری غضب[۱] ہے۔ جو ناپاک کیڑوں کی طرح زمین پر لگ گئے۔ (الہدیٰ وتبصرۃ لمن یریٰ)

''سلطان روم کی نسبت سلطنت انگریزی سے زیادہ وفاداری اور اطاعت دکھانی چاہئے، اس سلطنت کے ہمارے سر پر وہ حقوق ہیں جو سلطان کے نہیں ہو سکتے، ہرگز نہیں ہو سکتے۔ (کشف الغطاء، ص ۱۱) ''دیکھو میں حکم لیکر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب تلوار سے جہاد کا خاتمہ ہے مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے اور یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے۔'' (رسالہ جہاد، ص ۱۵)

اب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی
بھید اس میں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی
یہ حکم سن کے جو بھی لڑائی پہ جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائے گا

(درثمین)

فمن الحکم التی اودع ھذا الدین لیزید ھدی المھتدین ھو الجھاد الذی امر بہ فی صدر زمن الاسلام ثم نھی[۲] عنہ فی ھذہ الایام.

(تحفہ گولڑویہ اشتہار)

---

[۱] چونکہ یہ سلاطین یورپ کی استعماری حکمتِ عملی میں سنگِ گراں ثابت ہو رہے تھے اور مرزائیوں کے آقایان کی نظروں میں خار کی طرح کھٹک رہے تھے اس لئے ان کی بدگوئی کی جگہ مرزا نے اپنی کتب میں کی ہے۔ (مؤلف)

[۲] اس سے ثابت ہوا کہ مرزا کو ناسخ شریعتِ محمدیہ ہونے کا دعویٰ تھا جہاد کا حکم اس کے زمانہ میں منسوخ ہوگیا تھا یعنی مرزا کہتا ہے کہ جہاد جس کا حکم ابتدائے زمانۂ اسلام میں تھا وہ اس زمانہ میں میرے آنے سے منع کیا گیا ہے۔

تحفہ گولڑویہ، ص ۲۷ پر یوں گوہر فشانی کرتے ہیں:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال — دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے — دین کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے — اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد — منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

جب حضرت مسیح علیہ السلام کو اس زہریلی ہوا کا پتہ لگ گیا جو عیسائیوں میں چل رہی تھی تو آپ کی روح نے آسمان سے اترنے کے لئے حرکت کی اور یاد رکھو کہ وہ روح[۱] میں ہی ہوں۔ (آئینہ کمالات، ص ۲۵۲) جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا، حضرت موسیٰ کی وقت میں اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا اور شیر خوار بچے بھی قتل کئے جاتے تھے پھر ہمارے نبی ﷺ کے وقت میں بچوں اور بوڑھوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا اور پھر بعض قوموں کیلئے بجائے ایمان کے صرف جزیہ دیکر مواخذہ سے نجات پانا قبول کیا گیا اور پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف[۲] کر دیا۔'' (اربعین نمبر ۴، ص ۱۳ و ۱۵) ''میرے وقت میں خدا نے حج کو جانا بند کر دیا۔'' (حقیقۃ الوحی، ص ۱۹۸)

عقائد کی سوداگری وتبادلہ (سمجھوتہ)

ہندو ہمارے نبی ﷺ کو سچا مان لیں تو میں سب سے پہلے اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے پر تیار ہوں کہ ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہونگے اور وید اور اس

---

[۱] اس سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب تناسخ کے قائل تھے۔

[۲] گویا مرزا صاحب الشریعت نبی اور ناسخ شریعت محمدیہ تھے لہٰذا مرزائیوں کا یہ کہنا کہ ان کا دعویٰ غیر تشریعی نبی ہونے کا قطعاً غلط ہے مرزا صاحب اربعین نمبر ۴ ص ۷ پر لکھتے ہیں یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنے وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کیلئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔

کے رشیوں کا تعظیم اور محبت سے نام لیں۔ (پیغام صلح ص ۲۵)'' (اے اہل اسلام) اگر آپ لوگ وید اور وید کے رشیوں کو سچے دل سے خدا کی طرف سے قبول کرلو گے تو ایسا ہی ہندو لوگ بھی اپنے بخل کو دور کرکے ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کی تصدیق کرلیں گے۔ یہ تفرقہ جو گائے کی وجہ سے ہے۔ اس کو بھی درمیان سے اٹھا دیا جائے جس چیز کو ہم حلال جانتے ہیں ہم پر واجب نہیں کہ ضرور اس کو استعمال کریں''۔ (پیغام صلح ص ۲۹)

''ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں[1]''۔ (پیغام صلح ص ۲۳) ہم خدا سے ڈر کر ''وید کو خدا کا کلام جانتے ہیں۔ (ایضاً ص ۲۵)

مرزا صاحب کی خدمات اسلام

''مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور دوسرے بلاد اسلامیہ میں اس مضمون کے شائع کئے گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے لہٰذا ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گذار اور دعا گو رہے اور یہ کتابیں میں نے مختلف زبانوں یعنی اردو، فارسی، عربی میں تالیف کرکے اسلام کے تمام ملکوں میں پھیلا دیں، یہاں تک کہ اسلام کے دو مقدس شہروں مکہ اور مدینہ میں بخوبی شائع کردیں اور روم کے پایہ تخت قسطنطنیہ اور بلاد شام اور مصر اور کابل اور افغانستان کے متفرق شہروں میں جہاں تک ممکن تھا اشاعت کردی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے وہ غلط خیال چھوڑ دیئے جو نافہم ملاؤں کی تعلیم سے ان کے دلوں

[1] مندرجہ بالا حوالوں سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب آریہ مت اور اسلام کو ملا کر ایک نیا مذہب بنانا چاہتے تھے۔ جس کے پیرو وید کو من جانب اللہ الہامی کتاب مانیں اور تمام رشیوں کو مانتے ہوئے پیغمبر اسلام کی بھی تصدیق کریں اور گائے کے گوشت سے پرہیز کریں۔ دین کو بھی مرزا نے دنیاوی معاملہ سمجھ کر سمجھوتہ سے کام لینا چاہا۔ فافہم۔ (مؤلف)

میں تھے یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے ظہور میں آئی کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں سے اس کی نظیر کوئی مسلمان دکھلا نہیں سکتا اور میں اس قدر خدمت کرکے جو بائیس برس تک کرتا رہا ہوں اس محسن گورنمنٹ پر کچھ احسان نہیں کرتا۔'' (ستارۂ قیصرہ، ص ۴) ''میں تمام امراء کی خدمت میں بطور عام اعلان کے لکھتا ہوں کہ اگر ان کو بغیر آزمائش مدد میں تامل ہو تو وہ اپنے مقاصد اور مہمات اور مشکلات کو اس غرض سے میری طرف لکھ بھیجیں کہ وہ مطلب پورا ہونے کے وقت کہاں تک ہمیں اسلام کی راہ میں مالی امداد دیں گے میں یقین رکھتا ہوں کہ بشرطیکہ[2] تقدیر مبرم نہ ہو ضرور خدا تعالیٰ میری دعا سنے گا[1] (برکات الدعا، ص ۳۰) (میرے آنے سے اور میرے دعویٰ کے بعد) ''مسلمانوں کے باہمی تعلقات ٹوٹ گئے اور بھائی، بھائی سے اور بیٹا، باپ سے علیحدہ ہوگیا۔ سلام ترک کیا گیا۔'' (سراج منیر، ص ۵۴) دنیا میں مسلمانوں کی تعداد چورانوے کروڑ ہے۔ (ست بچن، ص ۱۶۷) مگر مرزا صاحب کے زمانہ میں یہ تعداد چار لاکھ[3] رہ گئی۔ (پیغام صلح) میں اپنے والد اور بھائی کی وفات کے بعد ایک گوشہ نشین آدمی تھا تاہم سترہ برس سے سرکار انگریزی کی امداد اور تائید میں اپنے قلم سے کام لیتا ہوں اس سترہ برس میں جس قدر کتابیں تالیف کیں ان سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کیلئے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی مخالفت کے بارے میں نہایت مؤثر تقریریں لکھیں اور پھر میں نے قرین مصلحت سمجھ کر اس امر مخالفت جہاد کو عام ملکوں میں پھیلانے کیلئے عربی اور فارسی میں کتابیں تالیف کیں جن کی

[1] کیا کسی نبی یا ولی نے دعائیں فروخت کی ہیں؟

[2] یہ شرط خوب لگائی ہے اس اشتہار کو دیکھ کر صاحب غرض اشخاص سے سینکڑوں روپیہ مرزا صاحب نے وصول کرلیا کسی کا اگر کام ہوگیا تو رقم حاصل ہوگئی اور اگر اس کی مطلب برآری نہ ہوئی تو کہہ دیا کہ تقدیر مبرم ٹل نہیں سکتی۔ سید امیر شاہ رسالدار سے ۵۰۰ روپیہ لے کر بیٹا پیدا ہونے کی دعا کی مگر ان کا کوئی بیٹا پیدا نہ ہوا اسی طرح کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں قادیانی کمپنی کا چیف ڈائریکٹر (مرزا) لوگوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالنے کے فن میں پورا مشاق تھا۔ (مؤلف)

[3] باقی ۹۳ کروڑ ۸۶ لاکھ مسلمان بوجہ انکار مرزا حسب عقائد قادیانی کافر ہوچکے تھے لہٰذا مرزا صاحب سے یہ بڑی خدمت اسلام ظاہر ہوئی۔

چھپوائی اور اشاعت پر ہزار ہا روپیہ خرچ ہوئے اور تمام کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم و مصر اور بغداد و افغانستان میں شائع کی گئیں، میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت ان کا اثر ہوگا۔ (کتاب البریہ ص ۷) ''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت کی تائید اور حمایت میں گذرا ہے میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کیے ہیں کہ وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں اُن سے بھر سکتی ہیں ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے اور میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے خیر خواہ سچے بن جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دینے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔'' (تریاق القلوب ص ۱۵) شعر

یہ حکم سن کے جو بھی لڑائی میں جائیگا ۔۔۔۔ وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائیگا

اک معجزہ[1] کے طور پر یہ پیشگوئی ہے ۔۔۔۔ کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

(درثمین)

آج کل یہ کوشش[2] ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کو جہاں تک ممکن ہے کم کر دیا جائے اور[3] بد سرشت مولویوں کے حکم و فتویٰ سے دین اسلام سے خارج کر دئے جائیں اور اگر

---

[1] انبیاء کے معجزوں سے مردے زندہ ہوا کرتے تھے دین حق کا بول بالا ہوا کرتا ہے تھا۔ ان کے معجزے دین کی ترقی کے لئے ہوا کرتے تھے۔ مرزا صاحب کے معجزے دین حق کی تذلیل، کفار کی فتح و نصرت اور مسلمانوں کی ہزیمت کی شکل میں صادر ہوئے۔ خواجہ کمال الدین نے اپنی کتاب مجدد کامل کے ص ۲۲ پر عالم اسلام کی تباہی کو اس پیشن گوئی کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ (مؤلف)

[2] قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ کوشش کرنے والے کون تھے بعد اور ان کا سرغنہ کون تھا جس نے تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر قرار دیا اور صرف اپنی تعلیم اور بیعت کو مدار نجات قرار دیا (فافہم وتدبر)

[3] یعنی مولوی نور الدین، عبد الکریم، مرزا محمود اور احسن امروہی وغیرہ مرزائی مولویوں کے حکم سے۔

ہزار وجہ اسلام کی پائی جائے تو اس سے چشم پوشی کر کے ایک بے ہودہ اور بے اصل وجہ[1] کفر کی نکال کر ان کو ایسا کافر ٹھہرایا جائے کہ گویا وہ ہندوؤں[2] اور عیسائیوں سے بھی بدتر ہیں ایسے مادہ کے لوگوں کو الہام[3] بھی ہو رہے ہیں کہ فلاں مسلم کافر ہے اور فلاں مسلم جہنمی ہے اور فلاں ایسا کفر میں غرق ہے کہ ہرگز ہدایت پذیر نہ ہوگا اور درندگی کے جوشوں کیوجہ سے لعنتوں[4] پر بڑا زور دیا جاتا ہے اور لعنت بازی کیلئے باہم مسلمانوں کے مباہلہ کے فتوے دئے جاتے ہیں۔ (ازالہ ص ۵۹۵) مرزا محمود احمد قادیانی لکھتا ہے۔ جب حضرت (مرزا) کی مخالفت کے باوجود انسان مسلمان کا مسلمان ہی رہتا ہے تو پھر آپ کی محبت[5] کا فائدہ ہی کیا ہوا۔ (صداقت کا اظہار) ہر ایک بیعت کنندہ پر فرض ہے کہ حسب توفیق ماہواری یا سہ ماہی لنگر خانہ میں چندہ روانہ کرتا رہے، ورنہ ہر تین ماہ کے بعد اس کا نام بیعت[6] سے خارج ہوگا۔ (ماخوذ از مسیح الدجال، ص ۲۱) تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑیگا۔ (حاشیہ تحفہ گولڑویہ، ص ۲۷) ریاست کابل میں ۸۵ ہزار آدمی مریں گے۔

(میگزین ۲۸ مارچ ۱۹۰۶ء)

---

[1] یعنی انکار مرزا۔

[2] یعنی مرزا نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں ہندوؤں کو پیغام صلح لکھا تھا مگر مسلمانوں سے جو سلوک کیا اظہر من الشمس ہے۔

[3] جیسے یہ الہام ''کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچتی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے''۔ (خط مرزا بنام ڈاکٹر عبد الحکیم)

[4] مرزا صاحب لعنت بازی میں بڑے مشاق تھے لعنت دینا اور لکھنا ان کا محبوب مشغلہ تھا اپنی کتابوں میں کئی جگہ لعنت، لعنت، لعنت سیکڑوں دفعہ لکھتے گئے ہیں کتاب نور الحق میں ہزار دفعہ علیحدہ علیحدہ لعنت لکھی ہے۔ (مؤلف)

[5] محبت کا لفظ شاید غلطی سے لکھا گیا ہو لفظ یہ موزوں معلوم ہوتے ہیں کہ پھر آپ کی بعثت کا فائدہ کیا ہوا۔

[6] یعنی غریب مسلمانوں سے چندہ لیا اور عیش کیا جس نے چندہ نہ دیا بیعت سے خارج یعنی کافر۔ کیا کسی نبی نے ایسی گداگری کی ہے؟ لا اسئلکم علیہ کہنا انبیاء کی سنت ہے مگر مرزا نے گداگروں کی سنت پر عمل کیا۔

انبیاء ودیگر پیشوایانِ مذاہب کی توہین کا نتیجہ

اے عزیزو! قدیم تجربہ اور بار بار کی آزمائش نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ مختلف قوموں کے نبیوں اور رسولوں کو توہین سے یاد کرنا اور اُن کو گالیاں دینا ایک ایسا زہر[1] ہے کہ نہ صرف انجام کار جسم کو ہلاک کرتا ہے بلکہ روح کو بھی ہلاک کر کے دین اور دنیا دونوں کو تباہ کرتا ہے، وہ ملک میں آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتا جس کے باشندے ایک دوسرے کے رہبر دین کی عیب شماری اور ازالہ حیثیت عرفی میں مشغول ہیں اور ان قوموں میں ہرگز ہی اتفاق نہیں ہو سکتا جن میں سے ایک قوم یا دونوں ایک دوسرے کے نبی یا رشی اور اوتار کو بدی یا بدزبانی کے ساتھ یاد کرتے رہتے ہیں اپنے نبی یا پیشوا کی ہتک سُن کر کس کو جوش نہیں آتا۔ (پیغام صلح، ص۲۲) ''اور ہم دوسری قوموں کے نبیوں کی نسبت ہرگز[2] بدزبانی نہیں کرتے۔'' (پیغام صلح، ص۲۲) ''من اور ابکلمات دردرسانند درغضب آوردم والفاظ دل آزار[3] تاباشد کہ او برائے جنگِ من برخیزد''۔ (انجام آتھم، ص۲۲۵) ''اور سخت الفاظ استعمال کرنے میں ایک یہ بھی حکمت ہے کہ خفتہ دل اس سے بیدار ہو جاتے ہیں ہندوؤں کی قوم کو سخت الفاظ سے چھیڑنا نہایت ضروری ہے۔'' (ازالہ، ص۸۷) ''ایسی مہذب (ہندو) قوم کی کتاب اور رشیوں کو برے الفاظ سے یاد کر کے آنحضرت ﷺ کو گالیاں دلانے والوں کی طرف

[1] یہی زہر پھیلانے کے لیے مرزا صاحب نے انبیاء کو گالیاں دیں اور ملک کے امن وآرام کو برباد کیا ستیارتھ پرکاش میں چودھویں باب کا اضافہ کرایا۔ (مؤلف)

[2] دریں چہ شک قارئین توہین انبیاء میں مرزا کی تہذیب اور صداقت کو ملاحظہ کر لیں ایسے سفید جھوٹ کے عادی کو نبی ماننا مرزائیوں کا ہی کام ہے۔

[3] مرزا صاحب ازالہ ص۱۳ میں لکھتے ہیں ''جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے اسے سب یا دشنام کہتے ہیں'' گویا مرزا صاحب اپنا گالی دینا اور بدزبانی کرنا تسلیم کرتے ہیں۔

ی درحقیقت وہ گالیاں[1] منسوب کی جائیں گی''۔ (پیغام صلح، ص۲۷)

نوٹ: مرزا صاحب کی طرح مرزائی بھی جیسا موقعہ دیکھتے ہیں عمل کرتے ہیں خواجہ کمال الدین مرزائی لکھتا ہے۔ ''شیخ یعقوب علی تراب قادیانی نے ولایت جاتے ہوئے مجھے جہاز میں کہا کہ ہمیں یعنی جماعت قادیان کو آج سمجھ آگئی کہ غیر احمدیوں سے ہمارا اجتناب غلط ہے اور ہم اس کا ازالہ کریں گے۔ میاں محمود احمد صاحب اب دوسروں کو کافر کہنے میں متامل ہیں اب ضرورت وقت نے یا شاید کسی کے اشارہ نے انہیں مجبور کیا کہ اِس مسئلہ کو چھوڑ دیا۔''

(مجدد کامل ص۶۳)

''سخت زبانی میں یہ بات داخل ہوگی کہ ایک فریق دوسرے فریق کو اِن الفاظ سے یاد کرے کہ وہ دجال ہے یا بے ایمان ہے یا فاسق ہے مگر یہ کہنا کہ اس کے بیان میں غلطی ہے یا وہ خاطی یا مخطی ہے سخت زبانی میں داخل نہیں ہوگا۔'' (الصلح خیر مرزا کا اشتہار حاشیہ)

اخلاق مرزا

اگر کوئی سخت لفظ عین محل پر چسپاں اور عند الضرورت ہو تو وہ اخلاقی حالت کے منافی نہیں ہے۔ (ضرورۃ الامام، ص۷) ''امام زمان پر آیت انک لعلی خلق[2] عظیم کا پورے طور صادق آجانا ضروری ہے''۔ (ضرورۃ الامام، ص۸)

بدتر ہر ایک بد سے ہے جو بدزبان ہے ۔۔۔ جس دل میں ہے نجاست بیت الخلا وہی ہے

(نقل از عشرہ کاملہ)

''ہندوؤں کی قوم کو سخت الفاظ سے چھیڑنا ضروری ہے۔'' (ازالہ، ص۸۷) ''مولوی

[1] گویا آنحضرت ﷺ کو جس قدر آریوں نے دی ہیں وہ دراصل مرزا صاحب اور مرزائیوں نے دی ہیں۔

[2] خلق عظیم کا اندازہ اس سلوک سے ہو سکتا ہے جو مرزا نے اہل اسلام سے کیا ہے جس کا ذکر اس کتاب میں دوسری جگہ درج ہے۔ انبیاء کرام کو جس قدر گالیاں دی ہیں ان کا احاطہ کرنا مشکل ہے عیسائیوں کو یک چشم دجال، یاجوج ماجوج، مردہ پرست، گوہ کھانے والے طوائف کی طرح لعنتی وغیرہ کے القابات دیئے اور آریوں کو اپنی کتب میں سرمہ چشم آریہ شحنا حق لکھا۔

سعد اللہ فاسق، شیطان، خبیث منحوس نطفۂ سفہا، رنڈی کا بیٹا، اور ولد الحرام ہے''۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی، ص ۱۴۰) اسی طرح مرزا کی تمام کتابیں بداخلاقی کا مظاہرہ ہیں۔

اہل اسلام سے سلوک

''تمام مسلمان حرامزادے ہیں''۔ (انوار الاسلام ص ۳۰) ''مسلمان جنگلوں کے سؤر اور اُن کی عورتیں کتیوں سے بدتر ہیں''۔ (نجم الہدیٰ، ص ۱۰) علمائے اسلام کی شان میں یوں گوہر افشانی فرمائی، اے بدذات فرقۂ مولویاں! اندھیرے کے کیڑو، اندھے، نیم دہریہ، ابو لہب، جنگل کے وحشی، نابکار، پلید دجال، بدبخت مفتریو، اعمیٰ، اشرار، اوباش، پلید طبع، بدذات، بدچلن، باطنی جذام، ثعلب چوہڑے حمار، چمار، حمقاء، یہودیت کا خمیر رکھنے والے، خنزیر سے زیادہ پلید، خالی گدھے، دل کے مجذوم، ڈوموں کی طرح مسخرہ، ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو سوروں اور بندروں کی طرح کر دینگے۔ زندیق، سگ بچگان، رئیس الدجالین، روسیا، روباہ باز، رأس المعتدین، رأس الغادین، سفلی ملاّ بے بصر، ساہسی، سفہاء، شریر، مکار، طالع منحوس، عقارب، نمول الاغویٰ، فیمت یا عبدالشیطان کتے، کینہ ور، کہما، مادرزاد اندھے، گندی روحوں، منافق مخذول، مہجور، مجنون درندہ، مگس طینت مولویوں کی بک بک، نجاست سے بھرے ہوئے، وحشی طبع، ہامان، ہالکین، ہندوزادہ، لعن اللہ الفاً[1] الف مرۃ''۔ (نقل از عصائے موسیٰ)

نوٹ: مرزا صاحب نے اپنے تمام مخالفین کو ذریۃ البغایا قرار دیا، اور بغایا کا ترجمہ کتاب لجۃ النور کے صفحہ ۳۱ پر ''زن ہائے زانیہ'' اور صفحہ ۶۹ پر ''زنان بازاری'' اور صفحہ ۸۷ ''زنان فاحشہ'' کیا ہے، مرزا صاحب نے ہزارہا مقدس انسانوں کی ماؤں کو ایسی گندی گالی دی ہے اور ایک ایسا الزام لگایا ہے جس کی بناء پر وہ شریف انسان کہلانے کے مستحق نہیں

[1] مسلمان درود ہزاری پڑھتے ہیں اور مرزا صاحب کی زبان وقلم سے بجائے درود ہزارہ کے ہزار ہزار لعنتیں نکلتی ہیں۔

ہو سکتے۔

مرزا محمود صاحب نے لکھا: تمام اہل اسلام کافر خارج از دائرہ اسلام ہیں (آئینہ صداقت ص ۳۵) ''کسی مسلمان کے پیچھے نماز جائز نہیں۔'' (انوار خلافت، ص ۹۰) ''مسلمانوں سے رشتہ وناطہ جائز نہیں''۔ (برکات خلافت ص ۷۵) کسی مسلمان کے بچے کا بھی جنازہ نہ پڑھو۔ (انوار خلافت، ص ۹۳) ''اب مسیح (مرزا) اس لئے آیا کہ اپنے مخالفین[1] کو موت کے گھاٹ اُتارے''۔ (عرفان الٰہی ص ۹۴) ''اللہ تعالیٰ نے آپ (مرزا) کا نام عیسیٰ رکھا ہے تا کہ پہلے کو تو یہودیوں نے سُولی پر لٹکایا تھا مگر آپ اس زمانہ کے یہودی صفت لوگوں کو سُولی پر لٹکائیں''۔ (تقدیر الٰہی ص ۲۹) ساری دنیا ہماری دشمن ہے جب تک ایک شخص خواہ وہ ہم سے کتنی ہی ہمدردی کرنے والا ہو پورے طور پر احمدی نہیں ہو جاتا وہ ہمارا دشمن ہے ہماری بھلائی کی صرف ایک صورت ہے وہ یہ کہ تمام دنیا کو اپنا دشمن سمجھیں تا کہ اُن پر غالب آنے کی کوشش کریں شکاری کو کبھی غافل نہ ہونا چاہئے اور اس امر کا برابر خیال رکھنا چاہئے کہ شکار بھاگ نہ جائے یا ہم پر ہی حملہ نہ کر دے۔ (تقریر مرزا محمود از الفضل ۲۵ راپریل ۳۰ء)

''خطبہ الہامیہ میں حضرت مسیح موعود (مرزا) نے آنحضرت کی بعثت اول اور ثانی کی باہمی نسبت کو ہلال اور بدر سے تعبیر فرمایا ہے جس سے لازم آتا ہے کہ بعثت ثانی کے کافر (یعنی مرزا کے نہ ماننے والے مسلمان) بعثت اول کے کافروں (یعنی کفار عرب) سے بڑھ کر ہیں''۔ (ابو الفضل، جلد ۳ نمبر ا صفحہ ۴)

[1] ۱۹۲۴ء میں بمقام بھیرہ مرزائیوں نے ایک مسلمان کو بے گناہ قتل کر دیا تھا حال ہی میں بمقام ڈیرہ بابا نانک مسلمانوں کے سروں کی اینٹوں اور لاٹھیوں سے مرزائیوں نے تواضع کی۔ جلسۂ اسلامیہ کے موقع پر بمقام قادیان نہتے بے گناہ مسافروں کو زدوکوب کیا گیا اور جہاد بالسیف کو حرام کہنے والوں نے جہاد بالاٹھی پر عمل کر کے گیس لیمپ پر اپنی قوت دلیں صرف کر دی، کارکنانِ مباہلہ پر جس قدر ظلم عظیم ہوا اس کی حقیقت دنیا پر آشکارا ہے ان کے مکان جلا دیئے گئے اور ان کے ایک فرد مستری محمد حسین کو مرزا محمود کے خاص مرید نے قتل کر دیا غرض اس جماعت کی سفاکیاں دن بدن ناقابل برداشت صورت اختیار کر رہی ہیں۔ قادیان میں کسی مسلمان کا مال وجان وآبرو محفوظ نہیں (مؤلف)

مرزائیت کی ترقی کے اسباب

''اگر انگریزی سلطنت کی تلوار کا خوف نہ ہوتا تو ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے لیکن یہ مملکت برطانیہ غالب اور باسیاست جو ہمارے لئے مبارک ہے خدا اس کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے''۔ (نور الحق ،صفحہ ۳۰ حصہ اول) ''سو اُس نے مجھے بھیجا اور میں اس کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک ایسی گورنمنٹ کے سایۂ رحمت میں جگہ دی جس کے زیر سایہ میں بڑی آزادی سے اپنا کام نصیحت اور وعظ کا ادا کر رہا ہوں اگر چہ اس محسن گورنمنٹ کا ہر ایک پر ہر رعایا میں سے شکر واجب ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ مجھ پر سب سے زیادہ واجب ہے کیونکہ یہ میرے اعلیٰ مقاصد جو جناب قیصر ہند کی حکومت کے سایہ کے نیچے انجام پذیر ہو رہے ہیں ہرگز ممکن نہ تھا کہ وہ کسی اور گورنمنٹ کے زیر سایہ انجام پذیر ہو سکتے اگر چہ وہ کوئی اسلامی گورنمنٹ ہی ہوتی''۔ (تحفہ قیصرہ ص ۲۷) اکثر دور کے مسافروں کو اپنے پاس سے زادِ راہ دیتے ہیں چنانچہ بعض کو تیس تیس یا چالیس [1] چالیس روپیہ دینے کا اتفاق ہوا ہے اور دو دو چار چار تو معمول ہے۔ (اشتہار التوائے جلسہ ملحقہ شہادۃ القرآن) ''انگریزوں نے ہمارے دین کو ایک قسم کی وہ مدد دی ہے کہ جو ہندوستان کے اسلامی بادشاہوں کو بھی میسر نہیں آسکی''۔ (ضرورۃ الامام ص ۲۳) ''اگر براہین احمدیہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا کچھ بھی ذکر نہ ہوتا اور صرف میرے مسیح موعود ہونیکا ذکر ہوتا تو وہ شور جو سالہا سال بعد پڑا اور تکفیر کے فتوے تیار ہوئے یہ شور اُسی [2] وقت پڑ جاتا''۔ (اعجاز احمدی ص ۹) پھر میں بارہ برس تک جو ایک

[1] رشوت (مولف)
[2] مرزا نے حکمت عملیوں سے اسلام کے لباس میں آہستہ آہستہ اپنا اثر قائم کیا۔ درجہ بدرجہ دعاوی کا اظہار کیا۔ پہلے مصلح قوم بنے، پھر مجدد، پھر مہدی اور پھر مسیح، اور آخر کار اعلانیہ دعویٰ نبوت کر دیا سادہ لوح عوام بتدریج مرزائی عقائد کو قبول کرتے گئے۔ (مولف)

زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر رہا اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد ومد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی [1] عقیدہ پر جما رہا جب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت [2] آگیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے تب تو اتر سے اس بارے میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے''۔ (اعجاز احمدی ص ۷) مجھ کو جیسا گورنمنٹ برطانیہ کی سلطنت وظل حمایت میں امن ہے نہ مکہ میں ہے، نہ مدینہ میں، نہ روم میں، نہ شام میں، نہ کابل میں، نہ ایران میں۔ (الہامی قاتل، جلد ۱۸، ص ۵)

گورنمنٹ کو مسلمانوں سے بدظن کیا

حسین کامی سفیر روم قادیان میں میری ملاقات کے لئے آیا اور اُس نے مجھے اپنی گورنمنٹ کے اغراض سے مخالف پاکر ایک سخت مخالفت ظاہر کی۔ وہ تمام حال بھی میں نے اپنے اشتہار مورخہ ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء میں شائع کر دیا ہے۔ وہی اشتہار تھا جس کی وجہ سے بعض مسلمان ایڈیٹروں نے بڑی مخالفت ظاہر کی۔ اور بڑے جوش میں آکر مجھ کو گالیاں دیں کہ یہ شخص سلطنت انگریزی کو سلطان رُوم پر ترجیح دیتا ہے اور رومی سلطنت کو قصوروار ٹھہراتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جس شخص پر خود قوم اُس کی ایسے ایسے خیالات رکھتی ہے اور نہ صرف اختلاف اعتقاد کی وجہ سے بلکہ سرکار انگریزی کی خیرخواہی کے سبب سے بھی ملامتوں کا نشانہ بن رہا ہے کیا اس کی نسبت یہ ظن ہو سکتا ہے وہ سرکار انگریزی کا بدخواہ ہے؟ یہ بات ایک ایسی واضح

[1] مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ میں اپنے وحی یا الہام میں ذرا بھی شک کروں تو کافر ہو جاؤں۔ مگر اس جگہ اقرار کرتے ہیں کہ بارہ برس کافر رہے۔ اب مرزائی کس منہ سے بعثت فیکم عمرا والا استدلال پیش کرتے ہیں۔ کہ مرزا کی کافرانہ زندگی صداقت کی دلیل بن سکتی ہے۔
[2] یعنی زمین تیار ہو چکی۔ عقل کے اندھوں کی جماعت قائم ہو چکی۔ مریدین ومعتقدین کا جمگھٹا ہو گیا۔ اور حالات موافق ہو گئے۔ نیز اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ وفات مسیح کا عقیدہ صرف الہام کی بناء پر ہے۔ ورنہ قرآن وحدیث میں کسی جگہ وفات مسیح کا ذکر نہیں۔ ورنہ مرزا صاحب پہلے ہی متنبہ ہو جاتے۔ (مولف)

تھی کہ بڑے سے بڑے دشمن کو بھی اپنی شہادت کے وقت میری نسبت بیان کرنا پڑا کہ یہ سرکار انگریزی کا خیرخواہ اور سلطنت روم کا مخالف ہے۔'' (کتاب البریہ ص۹) ''میں نے اپنی تالیف کردہ کتابوں میں اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ جو کچھ نادان مولوی تلوار کے ذریعہ حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ امر سچے مذہب کے لئے دوسرے رنگ میں گورنمنٹ برطانیہ میں حاصل ہے۔

مسلمان لوگ ایک خونی مسیح کے منتظر تھے اور نیز ایک خونی مہدی کی بھی انتظار کرتے تھے۔ اور یہ عقیدے اس قدر خطرناک ہیں کہ ایک مفتری کاذب مہدی موعود کا دعویٰ کر کے ایک دنیا کو خون میں غرق کر سکتا ہے کیونکہ مسلمانوں میں اب تک یہ خاصیت ہے کہ جیسا وہ ایک جہاد کی رغبت دلانے والے فقیر کیساتھ ہو جاتے ہیں شاید وہ ایسی تابعداری بادشاہ کی بھی نہیں کر سکتے۔ پس خدا نے چاہا کہ یہ غلط خیالات دور ہوں اس لئے مجھے مسیح موعود اور مہدی موعود کا خطاب دیکر میرے پر ظاہر فرمایا کہ کسی خونی مہدی یا خونی مسیح کا انتظار کرنا سراسر غلط ہے۔ افسوس کہ جس وقت میں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ خبر سنائی ہے کہ کوئی خونی مہدی یا خونی مسیح دنیا میں آنے والا نہیں ہے اُس وقت سے یہ نادان مولوی مجھ سے بغض رکھتے ہیں اور مجھ کو کافر اور دین سے خارج ٹھہراتے ہیں عجیب بات یہ ہے کہ یہ لوگ بنی نوع کی خون ریزی سے خوش ہوتے ہیں۔'' (تحفہ قیصرہ ص۱۱،۱۲) بعض نادان مسلمانوں کا چال چلن اچھا نہیں اور نادانی کی عادات ان میں موجود ہیں جیسا کہ بعض وحشی مسلمان ظالمانہ خون ریزی کا نام جہاد رکھتے ہیں۔ (تحفہ قیصرہ ص۲۵) ''مسلمانوں میں دو مسئلے نہایت خطرناک اور سراسر غلط ہیں کہ وہ دین کے لئے تلوار کے جہاد کو اپنے مذہب کا ایک رکن سمجھتے ہیں اور اس جنون سے ایک بے گناہ کو قتل کر کے ایسا خیال کرتے ہیں کہ گویا انہوں نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے اور گو اس ملک برٹش انڈیا میں یہ عقیدہ اکثر مسلمانوں کا

اصلاح پذیر ہو گیا ہے اور ہزار ہا مسلمانوں کے دل میری بائیس تئیس سال کی کوششوں سے صاف ہو گئے ہیں لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ بعض غیر ممالک میں یہ خیالات اب تک سرگرمی سے پائے جاتے ہیں گویا ان لوگوں نے اسلام کا مغز اور عطر لڑائی اور جبر کو ہی سمجھ لیا ہے افسوس کہ یہ عیب غلط کار مسلمانوں میں اب تک موجود ہے جس کی اصلاح کے لئے میں نے پچاس ہزار سے کچھ زیادہ اپنے رسالے اور مبسوط کتابیں اور اشتہارات اس ملک اور غیر ملکوں میں شائع کئے ہیں۔ اور امید رکھتا ہوں کہ جلدتر ایک زمانہ آنے والا ہے کہ اس عیب سے مسلمانوں کا دامن پاک ہو جائیگا دوسرا عیب ہماری قوم مسلمانوں میں یہ بھی ہے کہ وہ ایک ایسے خونی مسیح اور خونی مہدی کے منتظر ہیں جو ان کے زعم میں دنیا کو خون سے بھر دیگا'' (ستارہ قیصرہ، ص۱۰) ''اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ مسلمانوں میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کا مذہبی تعصب اُن کے عدل و انصاف پر غالب آ گیا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی جہالت سے ایک ایسے خون خوار مہدی کے انتظار میں ہیں کہ گویا وہ زمین کو مخالفوں کے خون سے سُرخ کر دیگا۔ اور نہ صرف یہی بلکہ یہ بھی اُن کا خیال ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی آسمان سے اس غرض سے اُتریں گے کہ جو مہدی کے ہاتھ سے یہود و نصاریٰ زندہ رہ گئے ہیں ان کے خون سے بھی زمین پر ایک دریا بہا دیں''۔ (شہادت القرآن، ص۴ ضمیمہ)

''بعض صاحبوں نے مسلمانوں میں اس مضمون کی بابت اعتراض کیا اور بعض نے خطوط بھیجے اور بعض نے سخت اور درشت لفظ بھی لکھے کہ انگریزی عملداری کو دوسری عملداریوں پر کیوں ترجیح دی۔'' (شہادۃ القرآن ص۱۵ ضمیمہ) ''ان لوگوں (مسلمانوں) کے مخفی ارادے اگر دیکھنے ہوں تو صدیق حسن کی کتابیں دیکھنی چاہئیں جن میں وہ نعوذ باللہ ملکہ معظمہ کو بھی مہدی کے سامنے پیش کرتا ہے اور نہایت بُرے اور گستاخی کے الفاظ سے یاد کرتا ہے

نعوذ باللہ کا لفظ قابل غور ہے گویا ایسا خیال کرنا بھی یا ایسے خیال کو بھی نقل کرنا اللہ کا غضب لاتا ہے مرزائیوں کے نزدیک یہ کفر کا ہوگا۔ (مولف)

جن کو ہم کسی طرح اِس جگہ نقل اِنہیں کر سکتے۔ جو چاہے اُن کی کتابوں کو دیکھ لے یہ وہی صدیق حسن ہے جس کو محمد حسین نے مجدّد بنایا ہوا تھا۔ بھلا کیونکر اور کس طرح سے اپنے مجدّد سے اُن کی رائے الگ ہو سکتی ہے۔ اب ان کی متناقض کتابیں جو گورنمنٹ کے سامنے کچھ بیان ہیں اور اپنے بھائیوں کے ساتھ اندرون حجرے کچھ بیان یہ اُن کے منافقانہ طریق کو ثابت کر رہی ہیں اور منافق خدا کے نزدیک بھی ذلیل ہوتا ہے اور مخلوق کے نزدیک بھی۔ یہ لوگ درحقیقت مشکلات میں ہیں ان کے تو کئی عقیدے گورنمنٹ کے مصالح کے برخلاف ہیں اب اگر منافقانہ طریق اختیار نہ کریں تو کیا کریں" (اعجاز احمدی ص ۳۴) "بار بار اصرار ان (علماء) کا اسی بات پر ہوتا ہے کہ یہ ملک دارالحرب ہے اور اپنے دلوں میں جہاد کرنا فرض سمجھتے ہیں جو شخص اس عقیدہ جہاد کو نہ مانتا ہو اور اُس کے برخلاف ہو اس کا نام دجال رکھتے ہیں اور واجب القتل قرار دیتے ہیں چنانچہ میں بھی مدت سے اِس فتویٰ کے نیچے ہوں اور مجھے جو اِس ملک کے بعض مولویوں نے دجال اور کافر قرار دیا اور گورنمنٹ برطانیہ کے قانون سے بھی بے خوف ہو کر میری نسبت ایک چھپا ہوا فتویٰ شائع کیا کہ یہ شخص واجب القتل ہے اور اس کا مال لوٹنا بلکہ عورتوں کو نکال کر لے جانا بڑے ثواب[2] کا موجب ہے۔ اس کا سبب کیا؟ یہی تو تھا کہ میرا مسیح موعود ہونا اور ان کے جہادی مسائل کے مخالف وعظ کرنا اور ان کے خونی مسیح اور خونی مہدی کے آنے کو جس پر اُن کو لوٹ مار کی بڑی بڑی اُمیدیں تھیں سراسر باطل ٹھہرانا اُن کے غضب اور عداوت کا موجب ہو گیا"۔

(رسالہ جہاد ص ۶)

---

[1] ہاں رب لندن کی توہین کے ذکر سے کلیجہ شق ہوتا ہوگا۔ مگر کتاب البریہ میں عیسائیوں اور آریوں کے وہ تمام بکواس اور گالیاں جو انہوں نے اپنی تصانیف میں اسلام اور داعی اسلام ﷺ کو دی ہیں۔ بغیر نعوذ باللہ کہے نہایت بے حیائی سے نقل کر دیں ہیں۔ (مؤلف)

[2] لعنۃ اللہ علی الکاذبین جھوٹ اور افتراء کر کے کوئی بھی مرزائی ان الفاظ میں جھوٹا فتویٰ دے سکتا ہے۔ (مؤلف)

اپنی محسن گورنمنٹ کی خدمت میں کچھ گذارش کرنا چاہتا ہوں وہ مولوی جن کے عقائد میں یہ بات داخل ہے کہ غیر مذہب کے لوگوں اور خاص کر عیسائیوں کو قتل کرنا موجب ثواب عظیم ہے اور اس سے بہشت کی وہ عظیم الشان نعمتیں ملیں گی کہ وہ نہ نماز سے مل سکتیں ہیں نہ حج، سے نہ زکوٰۃ سے اور نہ کسی اور نیکی کے کام سے مجھے خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ درپردہ عوام الناس کے کان میں ایسے وعظ پہنچاتے رہتے ہیں آخر دن رات ایسے وعظوں کو سن کر ان لوگوں کے دلوں پر جو حیوانات میں اور ان میں کچھ تھوڑا ہی فرق ہے بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔ اور وہ درندے ہو جاتے ہیں ور ان میں ایک ذرہ رحم باقی نہیں رہتا اور ایسی بے رحمی سے خونریزیاں کرتے ہیں جن سے بدن کانپتا ہے اور اگرچہ سرحدی اور افغانی ملکوں میں اس قسم کے مولوی بکثرت بھرے پڑے ہیں جو ایسے ایسے وعظ کیا کرتے ہیں مگر میری رائے تو یہ ہے کہ پنجاب اور ہندوستان بھی ایسے مولویوں سے خالی نہیں اگر گورنمنٹ عالیہ نے یہ یقین کر لیا ہے کہ اس ملک کے تمام مولوی اس قسم کے خیالات سے پاک اور مبرا ہیں تو یہ یقین بیشک نظر ثانی کے لائق ہے میرے نزدیک اکثر مسجد نشین نادان مغضوب الغضب ملاّ ایسے ہیں کہ ان گندے خیالات سے بری نہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ گورنمنٹ کے احسانات کو فراموش کر کے اس عادل گورنمنٹ کے چھپے ہوئے دشمن ہیں۔ (رسالہ جہاد ص ۲۰)

"بعض مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ بجائے اس کے کہ وہ اپنے دشمنوں سے پیار کریں ناحق ایک قابل شرم مذہبی بہانہ سے ایسے لوگوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ (رسالہ جہاد کا ضمیمہ

کیا چشم فلک نے اس سے بڑھکر اپنی قوم سے غداری کی مثال پیش کی ہے۔ اس بظاہر ٹوڈی اعظم اور جاسوس اعظم بلکہ درپردہ برطانیہ کے سب سے بڑے دشمن کا بس چلتا تو ایک مسلمان بھی زندہ نظر نہ آتا۔ تمام علماء کو پھانسی دیجاتی۔ تب اسے صبر و قرار حاصل ہوتا۔ غدر کے بعد سے اب تک حکومت برطانیہ کی ہندو نواز پالیسی اور مسلمانوں کو ہر میدان میں ٹھکرا دینے کی ذمہ داری اسی (مرزا) پر عائد ہوتی ہے۔ اب تک انگریزوں کے دل مسلمانوں سے صاف نہیں ہوئے مسلمانوں کی ہر طرح کی بربادی کا [illegible] حسن بن صباح ثانی ہوا ہے۔ (مؤلف)

بنام وائسرائے) گورنمنٹ کے یہ سلوک اور احسان میں مسلمانوں کی طرف سے اس کا عوض یہ دیا جاتا ہے کہ ناحق بے گناہ بے قصور ان حکام کو قتل کر دیتے ہیں جو دن رات انصاف کی پابندی سے ملک کی خدمت میں مشغول ہیں۔ (ضمیمہ رسالہ جہاد ص۳، خط بنام وائسرائے)

متضاد دعاوی

ع شد پریشاں خوابِ من از کثرتِ تعبیرہا

(۱) مجدد (اشتہار براہین احمدیہ) (۲) محدث (ازالہ اوہام ص۲۴۷) (۳) مہدی آخر الزمان (ازالہ) (۴) مسیح موعود (ازالہ اوہام) (۵) امام الزمان (ضرورۃ الامام) (۶) نبی (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ) (۷) خدا کے لئے بمنزلہ بیٹا ہونے کے (حقیقۃ الوحی) (۸) اللہ تعالیٰ کے پانی (نطفہ) سے (اربعین نمبر۲، ص۳۹) (۹) میں نے خواب میں دیکھا کہ ہو بہو اللہ ہوں، اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ (آئینہ کمالات، ص۵۶۴) (۱۰) خدا کہتا ہے اے مرزا تو مجھ سے ہے، اور میں تجھ سے ہوں (البشریٰ) (۱۱) میں صور ہوں (شہادۃ القرآن) (۱۲) ابن الملک جے سنگھ بہادر (البشریٰ) (۱۳) اور گوپال کرشن (لیکچر سیالکوٹ) (۱۴) آریوں کا بادشاہ (البشریٰ) (۱۵) حجر اسود منم (البشریٰ) (۱۶) منم محمد (درثمین) (۱۷) منم احمد (درثمین) (۱۸) منم کلیم خدا (درثمین) (۱۹) میں کبھی موسیٰ (۲۰) کبھی یعقوب ہوں (۲۱) آدم نیز احمد مختار۔ (۲۲) در برم جامہ ہمہ ابرار (درثمین) (۲۳) حارث حراث (ازالہ اوہام) (۲۴) صور (شہادۃ القرآن) (۲۵) حارث حراث۔ (۲۶) سلمان میکائیل (۲۷) فیک مادۃ (۲۸) فاروقیۃ، (۲۹) کن

(نوٹ) مولوی صاحب محمد بشیر کوٹلوی نے خوب لکھا ہے کبھی احمد کبھی آدم کبھی عیسیٰ کبھی مریم۔ یہ استقلال نہ ہونا ہی جھوٹا کی نشانی ہے۔ میرزائیوں کے تمام فرقوں کو چیلنج ہے کہ وہ مرزا صاحب کا دعوے متعین کر دیں کہ وہ کون تھے کیا تھے اور ان کا خاص دعوی کیا تھا۔ آج تک کسی نبی کے پیروں میں اپنے ہادی کا دعوے متعین کرنے میں اختلاف رونما نہیں ہوا۔ مرزا صاحب کے مرنے کے بعد آج تک لاہوری وار دپی قادیانی وگنا چوری تیجا پوری وچن۔ سو میشوری گروہ صرف مرزا صاحب کے اصل دعوے پر ہی جھگڑ رہے ہیں۔ دراصل مرزا صاحب کے دعاوی اس کثرت سے ہیں۔ کہ امت مرزائیہ میں ان کی بناپر اختلاف کا ہونا لازمی امر تھا۔ دنیا کا کوئی عہدہ یا عزت ایسی نہیں۔ جسے حاصل کرنے کے لئے مرزا قادیانی نے سعی نہ کی ہو۔

فیکونی اختیارات کا مالک (الحکم ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء) (۳۰) ابراہیم خاکسار (۳۱) پیپرمنٹ (۳۲) مثیل مسیح (ازالہ ص۱۹۰) (۳۳) میں نور ہوں مجدد مامور ہوں (۳۴) عبد منصور ہوں، مہدی معہود اور مسیح موعود ہوں مجھے کسی کے ساتھ قیاس مت کرو (۳۵) میں مغز ہوں جس کے ساتھ چھلکا نہیں (۳۶) اور روح ہوں جس کے ساتھ جسم نہیں (۳۷) اور سورج ہوں جس کو دھواں نہیں چھپا سکتا، (۳۸) میرا قدم ایک ایسے منارہ پر ہے جس پر ہر ایک بلندی ختم کر دی گئی ہے۔ (خطبہ الہامیہ) (۳۹) برہمن اوتار (البشریٰ جلد دوم ص۱۱۶) (۴۰) شیر خدا (البشریٰ ص۱۱۸) (۴۱) مبلغ اسلام و مصلح (مقدمہ براہین) (۴۲) مستقل تشریعی نبی (اربعین) (۴۳) تمام انبیاء سابقین سے افضل (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۳۶) (۴۴) میں شیث ہوں (۴۵) میں نوح ہوں۔ (۴۶) میں اسحاق ہوں۔ (۴۷) میں اسمٰعیل ہوں (۴۸) میں داؤد ہوں (حاشیہ حقیقۃ الوحی ص۷۲) (نزول المسیح ص۲ وغیرہ کتب) (۴۹) میں یوسف ہوں (۵۰) پہلے خدا نے میرا نام مریم رکھا (حاشیہ حقیقۃ الوحی ص۷۲) (۵۱) خدا نے اپنے الہامات میں میرا نام بیت اللہ بھی رکھا بطور نمونہ چند اقوال ذیل ہیں۔

متضاد اقوال

۱..... مسیح کی قبر گلیل میں ہے۔ (ازالہ کلاں ص۴۷۳) حضرت عیسیٰ کی قبر بلاد شام میں ہے۔ (ست بچن حاشیہ ص۱۶۴) حضرت عیسیٰ کی قبر کشمیر میں ہے۔ (راز حقیقت)

۲..... علماء دجال ہیں۔ (فتح الاسلام ص۹) بااقبال قومیں دجال ہیں۔ اور ریل ان کا گدھا ہے۔ (ازالہ ص۱۴۲) پادری دجال ہیں۔ (ازالہ ص۲۸۰) ابن صیاد ہی دجال تھا۔ (ازالہ حاشیہ ص۱۶۱)

۳..... خدا تعالیٰ کا قانون قدرت ہرگز بدل نہیں سکتا۔ (کرامات الصادقین ص۸) خدا اپنے خاص

ا کیا یہی وہ حقیقت ہے جو آنحضرت ﷺ پر بقول مرزا منکشف نہ ہوئی تھی اور مرزا پر ہو بہو منکشف ہوئی۔ صرف دجال کی حقیقت کے متعلق چار مختلف اقوال مرزا کے موجود ہیں۔

بندوں کے لئے اپنا قانون بدل لیتا ہے۔ (چشمہ معرفت ص۹۶)

۴..... مسیح موعود اپنے وقت پر اپنے نشانوں کے ساتھ آ گیا۔ (ازالہ ص۴۱۴) اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔ ''میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ مسیح بن مریم ہوں جو شخص یہ الزام میرے پر لگاوے، وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے'' (ازالہ ص۱۹۰) ''ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثیل مسیح آ جائیں''۔ (ازالہ ص۱۹۶)

۵..... آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولانا نے نبوت کی شرط نہیں ٹھہرائی (توضیح مرام ص ۱۷) وہ ابن مریم جو آنے والا ہے کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (ازالہ ص۱۲۰) ''جس آنے والے مسیح موعود کا حدیثوں سے پتہ چلتا ہے اس کا انہی حدیثوں سے پتہ دیا گیا ہے کہ وہ نبی ہوگا۔ (حقیقۃ الوحی ص۲۵)

۶..... مسیح کو صلیب پر تین گھنٹے گذرے تھے۔ (ازالہ ص۴۹) ''صرف دو گھنٹے گذرے تھے۔ (ازالہ ص۳۹۳) ''صرف چند منٹ گذرے تھے''۔ (ازالہ ص۳۸۰)

۷..... حضرت مسیح کی چڑیاں اور باوجودیکہ معجزہ کے طور پر ان کا پرواز قرآن کریم سے ثابت ہے۔ (آئینہ کمالات ص۶۸) ان پرندوں کا پرواز کرنا قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ (ازالہ اوہام ص۳۰۷ حاشیہ)

۸..... سچ صرف یہ ہے کہ یسوع مسیح نے بھی بعض معجزات دکھلائے۔ (ریویو ستمبر ۱۹۰۲ء) مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۷ حاشیہ)

۹..... مسیح ابن مریم اس امت کے شمار میں آ گئے ہیں۔ (ازالہ ص۱۲۳) حضرت عیسیٰ کو امتی قرار دینا کفر ہے۔ (ضمیمہ براہین حصہ ۵ ص۱۹۳)

۱۰..... حضرت موسیٰ کے اتباع سے ان کی امت میں ہزاروں نبی ہوئے۔ (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء) بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت نبی آئے مگر ان کی نبوت موسیٰ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھی۔ (حقیقۃ الوحی ص۹۷ حاشیہ)

تلک عشرۃ کاملۃ

مرزا صاحب کی کتب متضاد اور متناقض اقوال سے بھرپور ہیں۔ قارئین اس کتاب میں کئی جگہ اس اختلاف کا ملاحظہ کر چکے ہوں گے۔ اب ایسے اقوال کے قائل کے حق میں بھی مرزا صاحب کا فیصلہ سنئے۔

''ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نکل نہیں سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے انسان یا پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔'' (ست بچن ص۳۱) ''اس شخص کی حالت ایک مخبوط الحواس انسان کی ہے کہ کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے۔'' (حقیقۃ الوحی ص۱۸۴) کوئی دانشمند اور قائم الحواس آدمی دو ایسے متضاد اعتقاد ہرگز نہیں رکھ سکتا۔ (ازالہ ۲۳۹) جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔ (ضمیمہ براہین، حصہ پنجم ص۱۱۱)

نشانات صداقت

''مسیح موعود کے متعلق جو احادیث میں آیا ہے کہ ان پر ہر دو چادریں ہونگی۔ ان سے مراد حسب تاویل تعبیر خواب دو بیماریاں ہیں جو بندہ میں موجود ہیں۔ دوران سر اور کثرت پیشاب۔ موخر الذکر اس شدت سے ہے کہ رات کو سو سو دفعہ پیشاب کرتا ہوں۔ اس کی وجہ سے خفقان اور ضعف قلب اس قدر ہے کہ ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر قدم

رکھتا ہوں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ میں اب مرا کہ مرا۔ جس شخص کو ہر وقت خوف جان لاحق ہو اور موت سامنے نظر آ رہی ہو اس کو کب جرأت ہو سکتی ہے کہ خدائے لم یزل کی نسبت افتراپردازی سے کام لے۔ ڈاکٹروں نے تسلیم کیا ہے کہ کثرت پیشاب کا مریض مسلول ومدقوق کی طرح موت کے نرغہ میں پھنسا ہوا ہوتا ہے اور گھل گھل کر اسکا تمام بدن لاغر ہو جاتا ہے۔'' (اربعین نمبر۴ ص۴ بمفہومہ)

''حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں کہ اسکی پیشگوئیاں کیا تھیں صرف یہی کہ زلزلے آئیں گے، قحط پڑیں گے، لڑائیاں ہوں گی، پس ان دلوں پر خدا کی لعنت جنہوں نے ایسی ایسی پیشگوئیاں اسکی خدائی پر دلیل ٹھہرائیں کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آتے؟ کیا ہمیشہ قحط نہیں پڑتے؟ کیا کہیں نہ کہیں لڑائی کا سلسلہ شروع نہیں رہتا؟ پس اس نادان اسرائیلی (عیسیٰ علیہ السلام) نے ان معمولی باتوں کا پیشگوئی کیوں نام رکھا۔

(ضمیمہ انجام آتھم، حاشیہ ص۴۵)

طاعون میری صداقت کا نشان ہے۔ طاعون میری نصرت کے لئے بھیجی ہے تا کہ نشان پورے ہوں۔ (اشعار درثمین وغیرہ) ''سورۃ فاتحہ میری صداقت کی گواہ ہے کیونکہ اس میں لفظ الحمد ہے۔ جس سے میرا نام احمد مشتق ہوا ہے۔ (نقل از کاویہ) (ایک دفعہ آپ نے گرم لقمہ چبایا تھا تو بے ساختہ ران پر ہاتھ مار کر کہا کہ تتا تتا تو اس وقت یہ پیشگوئی پوری ہوئی تھی کہ امام مہدی لکنت کی وجہ سے ران پر ہاتھ مار کر کلام کیا کریں گے۔ مسیح علیہ السلام کے وقت میں شیر اور بکری کا ایک جگہ مل کر پانی پینا انگریزی حکومت کے کارڈوں پر مندرجہ تصویر سے

ظاہر ہے۔ (نقل از کاویہ)

''میری طاقت مردمی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی رنگ میں میری زندگی تھی اس لئے میری شادی پر میرے بعض دوستوں نے افسوس کیا میں نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک فرشتہ وہ دوا میرے منہ میں ڈال رہا ہے چنانچہ میں نے وہ دوا تیار کی اور پھر اپنے تئیں خداداد طاقت میں پچاس مرد کے قائم مقام دیکھا۔ (تریاق القلوب ۷۸)

شجاعت مرزا

''جب تک خدا کسی کی ساتھ نہ ہو یہ استقامت اور یہ شجاعت اور یہ بذل مال ہرگز وقوع میں آ ہی نہیں سکتی۔ کبھی کسی نے اس زمانہ کے کسی مولوی کو دیکھا یا سنا کہ اس نے دعوت اسلام کے لئے کسی اسسٹنٹ کمشنر انگریز کی طرف ہی کوئی خط بھیجا۔ لیکن اس جگہ صرف اس قدر بلکہ پارلیمنٹ لنڈن اور شہزادہ ولی عہد ملکہ معظمہ اور شہزادہ بسمارک کی خدمت میں بھی دعوت اسلام کے اشتہار اور خطوط بھیجے گئے۔ (شہادۃ القرآن، ۷۶)

جب گورنمنٹ کی طرف سے تنبیہ ہوئی تو سابقہ رویہ چھوڑ کر فوراً اپنی جماعت پر نصیحت کرنے لگے۔ ''میں اس وقت بطور نصیحت اپنی جماعت کو خصوصاً اور تمام مسلمانوں کو عموماً کہتا ہوں کہ وہ اس طریق سخت گوئی سے اپنے تئیں بچائیں اور غیر قوموں کی باتوں پر پورے حوصلہ کے ساتھ صبر کر کے اپنے نیک اخلاق اور درگذر اور صبر کو گورنمنٹ پر ظاہر کریں۔ سو یہی نصیحت ہے کہ اپنے طور پر کوئی اشتعال اور کوئی سختی مت کرو اور کسی آزار اٹھانے کے وقت حکام سے استغاثہ کرو۔ (کتاب البریہ، ۲۷۲) گورنمنٹ کی تنبیہ سے مرعوب ہو

کر لکھا آئندہ میں پسند نہیں کرتا کہ ایسی درخواستوں پر کوئی انذاری پیشگوئی کی جائے بلکہ آئندہ کے لئے ہماری طرف سے یہ اصول رہے گا کہ کوئی ایسی انذاری پیشگوئیوں کیلئے درخواست کرے تو اسکی طرف ہرگز توجہ نہیں کی جائیگی جب تک وہ ایک تحریری حکم اجازت صاحب مجسٹریٹ ضلع کی طرف سے پیش نہ کرے۔ (کتاب البریہ ۹) میں اپنی جماعت کو چند لفظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقوی پر پنجہ مار کر یاوہ گوئی کے مقابلہ پر یاوہ گوئی نہ کریں۔ اور گالیوں کے مقابلہ میں گالیاں نہ دیں۔ (راز حقیقت ص ۱) ''ہم نے صاحب ڈپٹی کمشنر کے سامنے یہ عہد کر لیا ہے کہ ہم آئندہ سخت الفاظ سے کام نہ لیں گے''۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی مد ظلہ العالی کو خود ہی لاہور میں مقابلہ کی دعوت دی جب پیر صاحب لاہور میں پہنچ گئے تو مرزا صاحب مقابلہ میں نہ آئے اور اشتہار دیا کہ ''میں بہرحال لاہور پہنچ جاتا مگر میں نے سنا ہے کہ اکثر پشاور کے جاہل سرحدی پیر صاحب کے ساتھ ہیں اور ایسا ہی لاہور میں کمینہ اور سفلہ طبع لوگ گلی کوچوں میں گالیاں دیتے پھرتے ہیں الخ۔ مگر دوسری طرف کہتے ہیں کہ مجھے الہام ہوا'' واللہ یعصمک من الناس '' خدا تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ اس سے مرزا صاحب کے توکل علی اللہ اور الہام کی صداقت پر عدم ایمان کا ثبوت ملتا ہے اور اپنے آپ کو ''جری اللہ فی حلل الانبیاء'' لکھتے ہیں۔

نقل حکم عدالت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ

''جی ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت سے مورخہ ۲۳ اگست ۱۸۹۷ء بمقدمہ سرکار بذریعہ ڈاکٹر کلارک بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیان

حسب ریمارک فیصلے ہوئے۔ ''جو تحریرات عدالت میں پیش کی گئی ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ فتنہ انگیز ہے انہوں نے بلاشبہ طبائع کو اشتعال کی طرف مائل کر رکھا ہے پس مرزا غلام احمد کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ ملائم اور مناسب الفاظ میں اپنی تحریرات استعمال کریں ورنہ بحیثیت صاحب مجسٹریٹ ضلع ہم کو مزید کارروائی کرنی پڑے گی۔''

اس کے بعد عادت کی بنا پر مجبور ہو کر مرزا سے نہ رہا گیا اس لئے مسٹر ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بہادر گورداسپور کی عدالت میں مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء مرزا غلام احمد کو حسب ذیل حلفی اقرار نامہ داخل کرنے پر مجبور کیا گیا۔

''میں مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو بحضور خداوند تعالی حاضر جان کر باقرار صالح اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ

۱۔ میں ایسی پیشگوئی جس سے کسی شخص کی تحقیر (ذلت) کی جائے یا مناسب طور سے حقارت (ذلت) سمجھی جائے یا خداوند تعالی کی ناراضگی کا مورد ہو شائع کرنے سے اجتناب کرونگا۔

۲۔ میں اس سے بھی اجتناب کرونگا شائع کرنے سے کہ خدا کی درگاہ میں دعا کی جائے کہ کسی شخص کو حقیر (ذلیل) کرنے کے واسطے جس سے ایسا نشان ظاہر ہو کہ وہ شخص مورد عتاب الٰہی ہے ظاہر کرے کہ مباحثہ مذہبی میں کون صادق اور کون کاذب ہے۔

۳۔ میں ایسے الہام کی اشاعت سے بھی پرہیز کرونگا کہ جس سے کسی شخص کا حقیر (ذلیل) ہونا یا مورد عتاب الٰہی ہونا ظاہر ہو یا ایسے اظہار کے وجوہ پائے جائیں۔

نوٹ: اقرار نامہ کا ایک ایک لفظ غور سے پڑھ کر میرزا صاحب کے اعتماد علی اللہ، توکل اور شجاعت وغیرہ کی صفات اور [illegible] کے اثاثات کا مطالعہ کریں۔

(دستخط مرزا غلام احمد قادیانی بقلم خود)

مرزا کی فتوحات

''عین کچہری میں کرسی مانگنے پر اُسے (مولوی حسین بٹالوی کو) وہ ذلت نصیب ہوئی جس سے ایک شریف آدمی مارے ندامت کے مرسکتا ہے۔ یہ ایک صادق کی ذلت چاہنے کا نتیجہ ہے۔ کرسی کی درخواست پر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے جھڑکیاں دیں اور کہا کہ کرسی نہ کبھی تجھکو اور نہ ترے باپ دادا کو ملی۔ اور جھڑک کر پیچھے ہٹایا اور کہا کہ سیدھا کھڑا ہو جا اور اس پر موت پر موت یہ ہوئی کہ ان جھڑکیوں کے وقت یہ عاجز صاحب ڈپٹی کمشنر کے قریب ہی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا جس کی ذلّت دیکھنے کیلئے وہ آیا تھا اور مجھے کچھ ضرورت نہیں کہ اس واقعہ کو بار بار[1] لکھوں کچہری کے افسر موجود ہیں اور ان کا عملہ موجود ہے ان سے پوچھنے والے پوچھ لیں۔ (ضرورۃ الامام صفحہ ۴۱) ''مخالفوں کی بدظنی اور شتاب کاری سے ایک دوسری شکست بھی ان کو نصیب ہوئی اور وہ یہ کہ راقم سے ایک صد ستاسی روپے آٹھ پیسے انکم ٹیکس مشخص ہو کر اس کا مطالبہ ہوا سو خدا نے ان تیرہ خیالات لوگوں کی یہ مراد بھی پوری نہ ہونے دی اور بعد تحقیقات کامل انکم ٹیکس معاف[2] کیا گیا۔'' (ضرورۃ الامام صفحہ ۳۵)

---

[1] آپ کیوں نہ بار بار لکھیں۔ زندگی بھر میں یہ موقع ملا۔ اور اپنے سفیر خدا سے ایک جھڑک مولوی صاحب کو دلوا کر اپنے خیالات میں ایتھوپ فتح کرلیا۔ مرزا نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ اپنی اس عظیم الشان فتح کا ذکر کیا ہے۔ قارئین اس میرزا کا سفلہ انجام اور سفلہ مزاج ہونا معلوم کر سکتے ہیں۔ (مولف)

[2] اس دوسری فتح عظیم کو خاص عنوان اور خاص شان سے ''بعنوان انکم ٹیکس اور تازہ نشان'' پر اس نے شائع کیا تھا۔ ایسے نشان دیکھ کر مرزائیوں نے مرزا کو نبی تسلیم کیا بریں عقل و دانش بباید گریست

عدم ایفائے عہد

۱..... براہین احمدیہ کے متعلق بیان کیا کہ کتاب ۳۰۰ جزو تک پہنچ گئی ہے پیشگی قیمت لوگوں سے طلب کی مسلمانوں نے چندے دئے مگر ۵۰ جلدوں کے بجائے صرف ۵ جلدیں طبع ہوئیں۔ اس کے بعد یہ جلدیں کئی دفعہ طبع ہوئیں مگر مرزا صاحب اشتہاری کتب فروشوں کی طرح دنیا کی نظر میں گندم نما جو فروش ہی ثابت ہوئے۔

۲..... ایک رسالہ ماہوار ''قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ'' اور تفسیر کتاب عزیز چھپوانے کے لئے چندہ جمع کیا مگر نہ رسالہ ماہوار نکلا اور نہ ہی تفسیر شائع ہوئی۔

۳..... جنگ مقدس، ص ۱۹۰ پر لکھا ''آتھم پندرہ ماہ کے اندر آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا اٹھانے کے لئے تیار ہوں مجھکو ذلیل کیا جائے رو سیاہ کیا جائے میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے اور مجھے پھانسی دی جائے''۔ وغیرہ وغیرہ مگر آتھم میعاد میں نہ مرا۔ سنا ہے کہ عیسائی رسہ لے کر آئے مگر مرزا صاحب نے وعدہ پورا نہ کیا اور گھر سے باہر نہ نکلے انہیں چاہئے تھا کہ وعدہ کے مطابق خوشی سے رسہ اپنے گلے میں ڈالکر پھانسی پر لٹک جاتے تا کہ مخلوق خدا ان کے دام فریب سے آزاد ہوتی مگر شرم چہ شے است کہ پیش مرزا آید۔

۴..... تحفہ گولڑویہ کے ساتھ ایک اشتہار انعامی پانچ سو روپیہ شائع کیا جس میں لکھا کہ ''اگر کوئی ایسی مضرتوں کا ثبوت دیگا جس نے خدا کا معمور، یا نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور اس دعوے کے بعد ۲۳ برس جیتا رہا ہو تو اس کو مبلغ پانچ سو روپیہ انعام دیا جائیگا'' اس کے جواب میں ضلع دار نہر سے رسالہ قطع الوتین شائع کیا گیا جس میں ایک چھوڑ کئی ایسے کاذب

بدعیان نبوت پیش کیے جو طبعی موت سے ۲۳ برس دعویٰ کرنے کے بعد مرے۔ مگر مرزا صاحب نے وعدہ پورا نہ کیا اور انعام نہ دیا۔

۵...... ازالہ اوہام میں لفظ توفی کے متعلق ایک ہزار روپیہ کا انعامی چیلنج دیا علماء نے جوابات بھی دیئے خصوصاً مولانا ابو القاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب بیس برس سے اس رقم کا مطالبہ کر رہے ہیں مگر مرزائی حلقوں میں برابر سناٹا طاری ہے۔

عام حالات

مرزا صاحب عام طور پر نماز پنجگانہ اور صوم رمضان کے پابند نہ تھے۔ بلکہ اپنی زندگی کے آخری تین سالوں میں بالکل روزہ نہیں رکھا۔ (سیرۃ المہدی، مصنفہ مرزا بشیر احمد پسر مرزا صاحب، ص ۱۲) مولوی خدا بخش مرحوم واعظ امرتسری کا بیان ہے کہ ع

تے مرزا جمعہ جماعت کولوں تارک سنیا جائے
حجرے دیوچہ رہے ہمیشہ مسجد وچہ نہ آئے

(کلمہ فضل رحمانی، ص ۱۵)

مرزا صاحب خود لکھتے ہیں اکثر سفر میں نمازوں کو جمع کر لیتا ہوں اور وقت پر نہیں پڑھ سکتا اور مسجدوں میں جانا کراہت سمجھتا ہوں۔ (ملخصاً فتح اسلام ص ۱۴۰ و ۱۴۱) مرزا صاحب کا بدری مرید منشی عبدالعزیز نمبردار بٹالہ اپنی کتاب کاشفِ اسرار نہانی ص ۸۵ میں لکھتا ہے کہ مرزا صاحب محض علمائے اسلام کے سب و شتم کی تحریرات کرتے وقت بہتر بہتر نمازیں جمع کر کے ضائع کر دیتے ہیں۔

مریدوں کے اعتراض پر کہا: ''میری طبیعت کی افتاد ایسی واقع ہوئی ہے کہ

اہل دل نے قلب نے ظہر اور عصر کی نمازوں کو جمع کرنے کا مشورہ دیا ہم اس وقت روحانی جنگ میں مصروف ہیں۔ پانچوں نمازوں کے جمع کرنے کی راہ کھل گئی ہے۔ (ملخصاً فتاویٰ احمدیہ ص ۱۹۰) 1891ء میں جامع مسجد دہلی میں دوسرے لوگوں نے نمازِ عصر ادا کی مگر مرزا صاحب مع اپنے خدام کے علیحدہ بیٹھے رہے۔ مرزائے قادیان نے ماہ رمضان کے دنوں میں بمقام لدھیانہ ایک لیکچر دیا۔ مقامی اخبار نے اس کا لطیفہ ظاہر کیا کہ مرزا صاحب نے علمائے اسلام کی شکایت کرتے ہوئے کہ ان کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں دریافت کیا کہ کیوں وہ ایسا کرتے ہیں کیا ہم تلاوت قرآن نہیں کرتے یا نماز نہیں پڑھتے یا روزہ نہیں رکھتے لطف یہ کہ مرزا صاحب ہر دس منٹ کے بعد ایک جرعہ دودھ کا نوش فرماتے تھے اور ان کے حواری اور مرید بھی بطور تبرک انکا پسماندہ ایک ایک جرعہ پیتے جاتے تھے۔ گویا مرزا کیا ساتھ ان کے مریدوں نے بھی روزہ نہیں رکھا تھا۔ اس لئے مرزا صاحب کے اس سوال پر کہ ہم روزہ نہیں رکھتے سامعین تبسم کو ضبط نہیں کر سکے۔

وہی اخبار لکھتا ہے کہ امرتسر میں اور بھی درگت پیش آئی یہاں ۹ نومبر کو ایک وسیع مکان میں آپ کا لیکچر ہوا تھا ابھی آدھ گھنٹہ بھی نہ ہوا تھا کہ مرزا صاحب نے چائے نوشی شروع فرمائی لوگوں نے تالیاں پیٹ کر آوازیں دیں کہ روزہ کیوں نہیں رکھا۔ (بحوالہ اخبار عام ۱۰ نومبر ۱۹۰۵ء منقول از کتاب فیصلہ عدالت آسمانی) مرزا نے اپنی تصویریں کھینچوا کر عام شائع کیں اور اپنے مریدوں کو دیں اس طرح اعلانیہ احکام اسلام کی خلاف ورزی کی۔ باوجود استطاعت تمام عمر حج نہیں کیا اپنی کتابوں کے لئے رقم زکوٰۃ طلب کر کے کتابوں کی قیمت اصل مصارف سے سہ چند چہار چند رکھ کر نفع اپنے صرف میں لاتے رہے۔ کتب فروش

اچھے تھے انعامی اشتہار دینے اور ناجائز شرائط اپنی طرف پیش کرنے کے فن میں یکتا اور موجد تھے۔ آپ سے پہلے لوگ فلسفہ انعام سے ناآشنا تھے۔ مناظرہ کرنے کی کبھی ہمت نہیں ہوئی۔ مولوی محمد بشیر صاحب سے ایک دفعہ تحریری مناظرہ کیا مگر ناتمام چھوڑ کر قادیان بھاگ گئے۔

حضرت قبلہ سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی مد ظلہ العالی کو تفسیر نویسی کے لئے مقابلہ کی دعوت دی حضرت ممدوح معہ چالیس علمائے کرام لاہور میں رونق افروز ہوئے مرزا کو تاریں پر تاریں دی گئیں مگر اسے میدان میں آنے کا حوصلہ نہ ہوا مرزا کے پاس ہزاروں روپیہ رہتے تھے مگر کبھی زکوٰۃ دینا ثابت نہیں ہوا۔ چال چلن کے متعلق ایک رسالہ ''عشق مجازی اور قادیانی کی بوسہ بازی'' مرزا کی زندگی میں شائع ہوا اس کا جواب دینے کا کسی کو حوصلہ نہ ہوا۔ اور مرزا نے اس الزام سے کسی جگہ اپنی بریت ظاہر نہیں کی۔ حال ہی میں انجمن مباہلہ امرتسر کی طرف سے ایک ٹریکٹ بعنوان ''پنجابی نبی کی درویشانہ زندگی کے چند دلچسپ نمونے'' شائع ہوا ہے جس میں مرزا کے خطوط سے مرزا کی پرتکلف زندگی اور عیش وعشرت ثابت کی ہے۔ زیورات، ریشمی کپڑے، جالی کی قمیصوں، کلاک، فینسی اشیاء، تانبے کے حمام، کابلی گرم پوستین، عمدہ بیگمی پان، انگریزی پاخانے، عمدہ بستر اور شاندار خیموں کی فرمائشوں کے ذکر کے بعد مرزا کے کئی آرڈر مفرح عنبری، مشک خالص کے درج کیا گیا ہے اور ساتھ ہی سردار دو عالم سید المرسلین ﷺ کی پاکیزہ اور سادہ زندگی کا بھی ذکر کیا گیا ہے تاکہ لوگوں پر مرزا صاحب کے دعویٰ ''منم محمد'' کی حقیقت واضح ہوسکے۔

مرزا کی ناکامی

اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ زمین پر نہ رام چندر[۱] پوجا جائے گا نہ کرشن نہ حضرت مسیح علیہ السلام۔ (شہادۃ القرآن ضمیمہ ص۴) ''میں صاف صاف بیان کرنے سے نہیں رک سکتا کہ تفسیر شائع کرنا میرا کام[۲] ہے اور دوسرے سے ہرگز نہ ہوگا۔'' (ازالہ ص۷۷۳)

''میرا کام جس کے لئے میں کھڑا ہوں یہی ہے کہ میں عیسٰی پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور تثلیث کی جگہ توحید پھیلاؤں حضور کی جلالیت دنیا پر ظاہر کروں پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے اور میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی اگر میں نے وہ کام کر دکھلایا جو مسیح یا مہدی نے کرنا تھا تو میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا[۳] ہوں۔'' (بدر۱۹جولائی ۱۹۰۶) ''مالکِ خطاب[۴] العزۃ۔'' ''عنقریب ہے کہ خدا اس ملکہ

[illegible] مرزائی ان الفاظ پر غور کریں۔ اور ہندوؤں کی موجودہ سیاسی مذہبی ترقی اور بذریعہ شدھی ملکانوں کو جذب کرنے کے [illegible] اپنے گورو کی صداقت کا اندازہ کرلیں۔

[illegible] مگر مرزا صاحب دنیا سے چل بسے اور کوئی تفسیر شائع نہ کر سکے۔

[illegible] علاوہ ازیں میرزا صاحب اپنے ہر مقصد و مدعا میں ناکام ہے جس کی تفصیل آگے معلوم ہوگی۔ مثلاً (۱) آتھم میعاد [illegible] (۲) محمدی بیگم کے نکاح کی حسرت دل میں رکھتے ہی چل بسے (۳) حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی مدظلہ [illegible] مخالفین کی زندگی ہی میں مر کر ہلاک ہوگئے۔ (۴) مخالفین کے مرزائی ہونے کا انتظار کرتے رہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

[illegible] میرزائی زندگی اور اس کی موت کے بعد صلیب کو جس قدر سیاسی غلبہ دنیا میں حاصل ہوا ہے اور عیسائیوں کی [illegible] حیرت انگیز ترقی میرزا کو جھوٹا کرنے کے لئے کافی ہے۔

[illegible] اولاد بھی بنے۔ مگر خطاب ملنے کی حسرت لیکر دنیا سے چل بسے۔ اگر کوئی مرزائی کہے کہ انہیں خطاب حاصل [illegible] تو اس کا کہنا سراسر غلط ہے۔ انہوں نے اس الہام کو بطور پیشگوئی شائع کیا تھا۔ مرزا صاحب کو عدالت میں [illegible] نے کرسی دی تھی۔ اس کا بطور فخر بیسیوں جگہ اپنی کتابوں میں کیا ہے۔

(وکٹوریہ) نورانی وجہ کے دل اور اس کے شہزادوں کے دلوں میں نور توحید ڈال دے۔ ہم دیکھتے ہیں انگریز اسلام کے انڈے ہیں اور عنقریب انہیں سے اس ملت کے بچے پیدا ہوں گے اور ان کے منہ دین الٰہی کی طرف پھیرے جائیں گے۔ (نور الحق ص۴۴) قرآن شریف میں ہے کہ آخری زمانہ میں قرنا میں آواز پھونکی جائے گی تب سب قومیں ایک قوم بن جائیں گی اور ایک ہی مذہب پر جمع ہو جائیں گی۔ (چشمہ معرفت۲ ص۶۷) "وہ قرنا مسیح موعود (مرزا) ہے۔" (چشمہ معرفت ص۷۸) (مسیح موعود کے ذریعہ) خدا تعالیٰ تمام متفرق لوگوں کو ایک مذہب پر جمع کردیگا۔ (چشمہ معرفت ص۸۰) پس خدا نے تمام قوموں کو ایک بنانے اور سب کا ایک مذہب بنانے کیلئے ایک امت میں سے ایک نائب (مرزا) مقرر کیا۔ (چشمہ معرفت ص۸۲)

"مجھے اللہ تعالیٰ نے خوشخبری دی ہے کہ وہ بعض امراء اور بادشاہوں کو بھی ہمارے گروہ میں داخل کریگا پھر بعد اس کے عالم کشف میں وہ بادشاہ دکھلائے گئے جو گھوڑوں پر سوار۳ تھے۔" (برکات الدعا ص۳۰) الہام ہوا "عنقریب اسے (مرزا کو) ایک ملک۴ عظیم دیا جائیگا اور فتح ہوگی"۔ (ازالہ اوہام ص۸۵۵) الہام ہوا۔ تیری طرف نور۵ جوانی کی قوتیں روکی جائیں گی اور تیرے پر زمانہ جوانی آئیگا اور تیری بیوی کی طرف بھی تروتازگی واپس کی جائے

۱ مگر ملک نے مرزائی مذہب قبول نہ کیا۔ اور میرزا صاحب رخصت ہو گئے۔
۲ چشمہ معرفت وہی کتاب ہے جس کی تاریخ طباعت کے چھ دن بعد مرزا مر گیا۔ اب اہل انصاف غور کریں کہ مرزا اپنے مشق میں کہاں تک کامیاب ہوا؟
۳ مرزائی بتائیں وہ بادشاہ کہاں ہیں۔ ۴ مرزائیو! بتاؤ وہ ملک کون ہے۔
۵ مگر اس کے دو سال بعد مرزا صاحب بڑھاپے ہی میں مر گئے۔

نوٹ:۔ مرزا صاحب کو ایک لاکھ فوج کا خواب آیا تھا۔ اور فرشتہ نے پانچ ہزار سپاہی دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اور اس فوج کا سردار منصور بھی کشف سے دکھلایا گیا تھا۔ (ازالہ ص۹۸ حاشیہ) مگر مرزا صاحب کا یہ خواب پورا نہ ہوا۔ انبیاء کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ مگر مرزا کی یہ خواب بھی غلط نکلی اس طرح محمود ابن مرزا کو بھی افواج ہند کا کمانڈر انچیف بنائے جانے کا خواب آیا تھا۔ مگر پورا نہ ہوا۔ (برکات خلافت ص۴۵)

گی۔ (۲۲ مئی ۱۹۰۶ء بدر) "ہم مکہ۱ میں مرینگے یا مدینہ میں۔" (میگزین ۱۴ جنوری ۱۹۰۶ء)

برکات مرزا

اس برس چار ہزار عیسائی ہوئے۔ (براہین احمدیہ جلد دوم ص۵، سطر۲۰) "جب تیرھویں صدی کچھ نصف۲ سے زیادہ گذر گئی تو ایک دفعہ اس دجالی گروہ کا خروج ہوا پھر ترقی ہوتی گئی یہاں تک کہ اس صدی کے اواخر میں بقول پادری ہیکر صاحب پانچ لاکھ تک صرف ہندوستان میں کرستان شدہ لوگوں کی نوبت پہنچ گئی اور اندازہ کیا گیا کہ قریباً بارہ سال میں ایک لاکھ آدمی عیسائی مذہب میں داخل ہو جاتا ہے۔" (ازالہ اوہام ص۴۹۱) تھوڑے عرصہ میں اس ملک میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ (آئینہ کمالات ص۵۱) اس ملک میں مرتد مسلمان جو عیسائی ہو گئے یا جنہوں نے اور مذہب اختیار کر لیا وہ دو لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔ (آئینہ کمالات حصہ دوم ص۳۱۲) مرزا کے مرنے کے بعد مرزا محمود صاحب لکھتے ہیں (آج اسلام کی (۱۹۱۴ء میں) کیا حالت ہے؟ ملک پر ملک مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے نہیں۔ بلکہ سب ملک وہ اپنے ہاتھوں سے دے چکے ہیں۔ (تحفۃ الملوک ص۲۵) اسلام کیلئے تھوڑے دنوں کے بعد کوئی جگہ سر چھپانے کی نہ ہوگی۔ (تحفۃ الملوک ص۲۵) اس وقت

۱ مگر لاہور ہی میں مرے۔
۲ مرزا کی پیدائش ۱۲۵۹ھ میں ہوئی لہذا مرزا صاحب کی تشریف آوری کے ساتھ ہی ارتداد کی وباء پھیل گئی۔ مرزا صاحب جوں جوں ترقی کرتے گئے۔ فتنہ بڑھتا گیا۔ مہدویت کے ادعا کے بعد بارہ سال کے اندر ایک لاکھ آدمی عیسائی ہو گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جبکہ میرزا صاحب مجددیت و مہدویت سے ترقی کر کے مسیحیت کے حقدار بن رہے تھے۔ مسیح قادیانی کے آنے سے حالت بد سے بدتر ہوتی گئی۔ گورنمنٹ کی مردم شماری کے کاغذات کے مطابق ۱۸۸۱ء یعنی مرزا کے مسیح بننے کے وقت پنجاب میں عیسائیوں کی مجموعی تعداد ۳۷۹۶ تھی۔ انہیں فوجی انگریز بھی شامل تھے۔ اور اس وقت غالباً یہاں کوئی ہندوستانی عیسائی نہ تھا۔ مگر مرزا کے مرنے کے بعد ۱۹۱۱ء میں صرف ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد پنجاب میں ۱۶۳۹۹۴ تھی۔ اور ۱۹۲۱ء میں ۳۳۶۲۵۹ تک پہنچ گئی ہے حالانکہ مسیح موعود کے زمانہ میں دین اسلام کا جمیع آفاق و اقطار پھیل جانا ضروری تھا۔ (براہین احمدیہ)

اسلام کی حالت ایسی کمزور ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ (تحفہ، ص۶۲) نام ہی کا اسلام رہ گیا ہے ورنہ کام کے لحاظ سے تو اسلام تو کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ (تحفہ، ص۱۹) ''ہزاروں مسلمان ہیں جو اسلام کو چھوڑ کر دوسرے مذاہب اختیار کر چکے ہیں خود سادات میں سے بیسیوں خاندان مسیحی ہو چکے ہیں''۔ (تحفہ، ص۲۹) ''زمانہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ان ایام میں مسلمان ہی نہیں بلکہ اسلام کا تنزل ہو رہا ہے کیونکہ اسلام دلوں سے مٹ چکا ہے۔'' (تحفہ، ص۳۰)

مرزائی جماعت کی خصوصیات

''وہ جماعت جو میرے ساتھ تعلق بیعت و مریدی رکھتی ہے وہ ایک سچی مخلص اور خیر خواہ اس گورنمنٹ کی بن گئی ہے کہ میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کی نظیر دوسرے مسلمانوں میں پائی نہیں جاتی وہ گورنمنٹ کے لئے ایک وفادار فوج ہے جس کا ظاہر و باطن گورنمنٹ برطانیہ کی خیر خواہی سے بھرا ہوا ہے۔'' (تحفہ قیصرہ، ص۱۰) کوئی بہت عمدہ اور نیک اثر ابتک اس جماعت کے بعض لوگوں میں ظاہر نہیں ہوا ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت[1] اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور للّٰہی محبت باہم پیدا نہیں کی بعض حضرات ایسے کجدل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیک نہیں کہہ سکتے انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ خود غرضی کی بنا پر ایک دوسرے سے لڑتے اور دست

[1] سچے ہیں جیسے گورو ویسے چیلے۔ مرزائی جماعت اقصائے عالم میں تبلیغ اسلام کی علمبردار کہلاتی ہے مگر گھر کا بھیدی خواجہ کمال الدین لاہوری میرزائی لکھتا ہے۔ ''ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ آریہ جماعت کے مقابل میں ہمارے قلم میں کہاں تک مستقل لٹریچر نکلا۔ چند ورقوں کے پمفلٹ یا ہنگامی پوسٹر نکال لینا ویسے ہی بے سود چیزیں ہیں۔ جیسے ہنگامی جوش کے ماتحت لوگوں کے اعمال وافعال ہوا کرتے ہیں۔'' (مجدد کامل، ص۲۸)

بدامن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کیوجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینہ پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ خدایا کیا حال ہے یہ کونسی جماعت ہے؟ جو میرے ساتھ ہی نفسانی لالچوں پر کیوں ان کے دل گرے جاتے ہیں بعد میں ایسی بے تہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اس کی چارپائی پر بیٹھا ہے تو وہ سختی سے اس کو اٹھانا چاہتا ہے اور اگر نہیں اٹھتا تو چارپائی کو الٹا دیتا ہے اور اس کو نیچے گراتا ہے پھر دوسرا بھی فرق نہیں کرتا اور اس کو گندی گالیاں دیتا ہے اور تمام بخارات نکالتا ہے۔ یہ حالات ہیں جو اس مجمع میں مشاہدہ کرتا ہوں تب دل کباب ہوتا اور جلتا ہے اور بے اختیار دل میں یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ اگر میں درندوں میں رہوں تو ان بنی آدم سے اچھا ہوں۔ (اشتہار التوائے جلسہ ملحقہ شہادت القرآن) ہم پر اور ہماری ذریت پر فرض ہو گیا کہ اس مبارک گورنمنٹ کے ہمیشہ مددگار رہیں۔ (ازالہ، ص۱۳۲) ''اس پاک باطن جماعت (یعنی مرزائی) کے وجود سے گورنمنٹ برطانیہ کو خداوند جل جلالہ کا شکر گزار ہونا چاہئے یہ لوگ سچے دل اور دلی خلوص سے اس گورنمنٹ کے خیر خواہ اور دعا گو ہونگے۔'' (ازالہ اوہام، ص۸۴۹) مرزا کے خلف و خلیفہ مرزا محمود نے مرزائیوں کو حسب ذیل سرٹیفیکیٹ عطا کئے۔

''اس (مرزائی جماعت) کے بعض افراد کی اولاد نہایت ہی گندہ اور شرمناک نمونہ اخلاق کا دکھا رہی ہے اور وہ اپنے خبث باطن کیوجہ سے دنیا کے خبیث ترین وجودوں سے مشابہت رکھتی ہے کیا تم قیامت کے دن وہ لعنتیں لیکر کھڑے ہوگے جو تم نے دنیا میں کمائیں؟ کیا تم نے کبھی شیشہ میں منہ بھی دیکھا ہے کہ تمہارے چہروں پر وہ رقت وہ نور وہ

نرمی وہ محبت بھی پائی جاتی ہے جو دلوں کی اصلاح کر سکے؟ تم بھیڑیوں کے چہرے لیکر فرشتوں کا کام کرنا چاہتے ہو؟ تم اصلاح کے طریق نکالتے نکالتے قرآن مجید کو اس طرح چھوڑ رہے ہو جس طرح نعوذ باللہ ایک پرانی جوتی کو اتار کر پھینک دیا جاتا ہے خربوزے کو خربوزہ دیکھ کر رنگ بدلتا ہے تم خود گندے ہو گئے اس لئے تمہیں دیکھ کر تمہاری اولادیں بھی گندی ہو گئیں۔'' (الفضل ۲ جون ۱۹۳۲ء)

مرزائیوں کو یہ سنہری سند مبارک ہو کیا اسی جماعت کو قائم کرنے کے لئے مرزا صاحب مبعوث ہوئے تھے؟ وہ بقول مرزا محمود دنیا کے خبیث ترین وجودوں سے مشابہت رکھتی ہیں جو بھیڑیوں کا چہرہ لیکر فرشتوں کا کام کرنا چاہتی ہے جو اصلاح کا طریق نکالتے نکالتے قرآن کو منسوخ قرار دے رہی ہے۔ جس کے افراد گندے اور ان کی اولادیں بھی گندی ہیں۔ کیا اثر محبت کا نتیجہ نکلنا تھا؟ اور اس سید المرسلین ﷺ کی ہمسری کا دعویٰ۔

انجام مرزا

''میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا''۔ ''کمترین کا بیڑا غرق ہو گیا''۔ (البشریٰ)

''میرے لئے فیصلہ ہوا کہ گرایا جائے''۔ (البشریٰ درجہ اول) دانیال کی پیشگوئی نقل کر کے کہا۔

''مسیح موعود (مرزا) تیرہ سو پینتیس ہجری تک اپنا کام چلائے گا یعنی چودھویں صدی سے پینتیس برس برابر کام کرتا رہیگا''۔ [1] (تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص ۱۱۹) ''میری عمر اسی برس [2] چار پانچ کم یا

---

[1] میرزا صاحب بمقام لاہور ۱۳۲۶ء میں میلہ بھدر کالی کے دن ہندو ہیضہ (الاؤس) کی بیماری سے آناً فاناً مر گئے۔

[2] مگر مرزا صاحب ۶۸ سال کی عمر میں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں مر گئے۔ ان کا سال پیدائش ۱۸۴۰ء بحوالہ کتاب البریہ پہلے درج ہو چکا ہے انبیاء ؑ جہاں فوت ہوتے ہیں وہیں دفن ہوتے ہیں۔ مگر مرزا صاحب کی لاش کو خر دجال پر سوار کرا کر قادیان لایا گیا اور وہاں جوہڑ کے کنارے دفن کیا گیا۔

چار پانچ زیادہ''۔ (حقیقۃ الوحی)

نوٹ: ماہ مئی میں بمقام لاہور رسالہ پیغام صلح لکھنے میں مصروف تھے اور اپنی کتاب چشمہ معرفت کی تکمیل سے بھی ۲۰ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں فارغ ہوئے اسی کتاب میں ڈاکٹر عبدالحکیم کی اپنے سامنے ہلاکت اور اپنی سلامتی کی پیشگوئی تھی اور ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیشگوئی کہ مرزا ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک مر جائیگا۔ نقل کر کے لکھا تھا کہ اب یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے اختیار میں ہے۔''

''حضرت صوفی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری بھی قضائے موت کی طرح لاہور پہنچ گئے اور انہوں نے بمقام شاہی مسجد بروز جمعہ مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۰۸ء مرزا کو مقابلہ ومناظرہ کیلئے للکارا اور اس کی ہلاکت کیلئے مجمع عام میں دعا کی اور فرمایا کہ مرزا کو تین دن کی مہلت ہے پیر صاحب کی طرف سے روزانہ آدمی مرزا کے پاس آتے جاتے رہے آخر بروز اتوار پیر صاحب نے کہلا بھیجا کہ اب صرف ایک دن کی مہلت ہے توبہ کر لو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے مرزا کو مقابلہ میں آنے کا حوصلہ نہ ہوا سنا گیا ہے بروز دوشنبہ خربوزہ کھانے کے بعد ہیضہ ہو گیا اور مارفیائی ڈبل خوراک کھانے کی وجہ سے الاؤس کا عارضہ لاحق ہو گیا آخر کار مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بروز منگل ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دیدی۔ پیغام صلح کی تصنیف ناتمام رہی اور چشمہ معرفت میں جس مقدمہ کا ذکر کیا تھا اس کا خدا نے چھ دن کے اندر ہی فیصلہ فرما دیا۔ اور سنا گیا ہے کہ اہل ہنود مرزا کے مکان پر حاضر ہوئے اور کہا کہ ہمارے کرشن مہاراج کو جلانے کے لئے ہمارے حوالے کر و لاہور کی فضاء کو ناموافق دیکھ کر نورالدین نے لاش کو قادیان لے جانے کا فیصلہ کیا اور خچر گاڑی کا ایک ڈبہ ریزرو کرا کر بٹالہ لے گئے اور وہاں سے لے کر ایک جوہڑ کے کنارے سپرد خاک کیا۔

"حصہ دوم"

مرزائیوں کے خلیفہ اول مولوی نورالدین بھیروی کے حالات

ابتدائی حالات

مرزا کے دست راست اور مرزائی سلسلہ کے معاون اعظم مولوی نورالدین کی پیدائش بھیرہ میں ہوئی۔ نسب کے متعلق متضاد اقوال لوگوں میں مشہور ہیں۔ ابتدائی تعلیم بھیرہ میں حاصل کی اسی زمانہ میں استاد الکل، شیخ العصر، رؤس الفقہاء والمحدثین سید العابدین، سلطان التارکین، جدّی ومولائی حضرت مولانا احمدالدین بگوی رحمۃ اللہ علیہ[1] بھیرہ میں رونق افروز ہوئے نورالدین نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور حضرت ممدوح کی خدمت میں بغرض افاضہ تعلیم حاضر ہوا اور اس چشمہ علم وعرفان سے محروم نہ رہا اور علوم عربیہ سے سند فراغت حاصل کی۔ ایسے لوگ ابھی زندہ موجود ہیں جنہوں نے اپنے کانوں سے حضرت استاذ الکل رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے یہ کلمات سنے تھے کہ "نورالدین مجھے تم سے بو آتی ہے تم دین سے دور ہو جاؤ گے اور مذہب اسلام میں کسی فتنہ کا باعث بنو گے" اس کے بعد ہندوستان میں کئی جگہ مصروف تعلیم رہنے کے بعد مکہ معظمہ و مدینہ منورہ پہنچے۔

[1] حضرت مرحوم خاکسار مولف کے جدامجد تھے۔ ظاہری علوم حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ومولانا شاہ محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کئے تھے اور فیض، باطنی حضرت مجدد مائۃ الحاضرہ شاہ غلام علی شاہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا۔ جامع کمالات صاحب کشف وکرامات تھے پنجاب میں تنویر قلوب واشاعت وترویج علوم دینیہ میں آپ کا نمایاں حصہ ہے سکھوں کے عہد مظلم میں حضرت مرحوم اور حضرت کے بڑے بھائی مولانا غلام محی الدین بگوی رحمۃ اللہ علیہ نے پنجاب میں علوم دینی کی نہریں بہادیں۔ جامع مسجد بھیرہ حضرت مرحوم کی علو ہمتی وایثار کی عظیم الشان یادگار ہے کم وبیش دو ہزار علماء وفضلاء نے آپ سے حدیث کی سند حاصل کی آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں سے متجاوز تھی تیس سال لاہور میں درس دیا۔ اپنی زندگی کے آخری ایام بھیرہ میں گذارے۔ آپ کا مزار مبارک جامع مسجد بھیرہ میں زیارت گاہ ہے۔

مدینہ منورہ میں حضرت شاہ عبدالغنی کی سفارش سے کتب خانہ شیخ الاسلام عارف آفندی سے ایک کتاب[1] برائے مطالعہ حاصل کی اس کتاب کا دنیائے اسلام میں ایک ہی نسخہ تھا۔ وہ کتاب لیکر ہندوستان چلے آئے حضرت شاہ عبدالغنی نے خطوط لکھے آدمی بھیجے مگر وہ کتاب واپس نہ ہوئی اور صرف اسی کتاب کے گم ہونے پر مخلفین کتب خانہ اور شاہ صاحب حکومت ترکیہ کے زیر عتاب رہے۔

ترک تقلید

حرمین سے واپسی پر نورالدین نے وہابیت اختیار کی اور ترکِ تقلید پر وعظ کئے اور عدم جواز تقلید پر کتابیں تصنیف کیں بھیرہ میں ہیجان عظیم برپا ہوگیا۔ حضرت مولانا غلام نبی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ومولانا غلام رسول صاحب چووی، ومولانا غلام مرتضیٰ صاحب بیربلوی، وحضرت زبدۃ العارفین مولانا عبدالعزیز بگوی رحمۃ اللہ علیہ کے دستخطوں سے ایک فتویٰ غیر مقلدین کے خلاف شائع ہوا اور محلّہ پراچگاں بھیرہ میں فیصلہ کن مناظرہ کے بعد غیر مقلدین کا بھیرہ میں ناطقہ بند ہوگیا اور نورالدین صاحب بھیرہ کی رہائش ترک کرنے پر مجبور ہوگئے یہاں سے بھاگ کر بھوپال اور وہاں سے جموں پہنچے اور ایک امیر کی سفارش سے مہاراجہ جموں کے ہاں بحیثیت طبیب ملازم ہوگئے۔

نیچریت

ان دنوں سرسید احمد علی گڑھی کی تفسیر شائع ہوئی اور مذہب نیچریت کا فروغ ہوا نورالدین نے اس مذہب کو برضا ورغبت قبول کیا اور اس کی تائید میں منہمک ہوگئے چندے بھی دئے اور کتابیں بھی فروخت کرائیں۔

[1] کہتے ہیں کہ وہ کتاب امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف تھی جو بالکل نایاب تھی۔

چکڑالویت

بعدازاں مولوی غلام نبی چکڑالوی کے دعاوی سن کر حدیث کے منکر ہوگئے مگر ابھی اپنے چکڑالوی ہونے کا اعلان کرنے میں متذبذب تھے کہ مرزائیت میں پھنس گئے۔

دہریت والحاد

دراصل نورالدین صاحب شروع سے آزادی کے دلدادہ تھے مذہبیت سے انہیں لگاؤ نہ تھا سادہ مزاج، سادہ لوح اور موٹی عقل رکھنے والے تھے۔ ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھ لینا انکا معمول تھا۔ مجھے جموں کے ایک معتبر وکیل نے بیان کیا کہ ایک دفعہ مولوی نورالدین صاحب نے مجھے اپنی ایک تصنیف دکھائی جس میں یہ ثابت کیا تھا کہ مذاہب عالم کو مٹائے بغیر دنیا میں امن قائم نہیں ہوسکتا۔ دہریت والحاد کے اس پلندہ کو وہ شائع کرنا چاہتے تھے مگر بعدازاں جمہور کی ممانعت کے اندیشہ سے شائع نہ کر سکے۔

مرزا کی مریدی

مرزا غلام احمد قادیانی نے براہین احمدیہ کا اشتہار دیا مرزا کی کتابوں کا مطالعہ کر کے مولوی نورالدین کو انسیت پیدا ہوئی اور مدت سے جس بات کی تلاش میں تھے وہ مل گئی۔ مرزائی تعلیم انہیں اپنی طبیعت و مزاج کے موافق معلوم ہوئی مرزائی تعلیم وہابیت، نیچریت، چکڑالویت، دہریت والحاد کا ایک مرکب یا نچوڑ تھی جسے مولوی صاحب نے فوراً قبول کرلیا۔ انہی دنوں میں ارکان حکومت کشمیر کیساتھ ان کے تعلقات کشیدہ ہو رہے تھے اس لئے اپنے مطلب وغیرہ کیلئے کسی نئے میدان کی تلاش تھی۔ آخر کار مہاراجہ نے انہیں ملازمت سے سبکدوش کر دیا اور ان کا ریاست کی حدود سے جبری اخراج عمل میں آیا نور

الدین وہاں سے بھاگ کر قادیان میں فروکش ہوگئے اور مرزا کے گلے لگ کر کہا ع

خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

تائید مرزائیت

اس کے بعد مرزائی مذہب کی تائید میں نورالدین نے اپنا تمام زورِ قلم صرف کر دیا۔ بعض اصحاب کی رائے ہے کہ مرزا کی تصانیف کا اکثر حصہ نورالدین کی امداد سے مرتب ہوا۔ محمد حسن امروہی، عبدالکریم سیالکوٹی وغیرہ نورالدین کے ہم خیال قادیان میں جمع ہوگئے اور مرزا کے الہام کے مطابق اسلام کے گھر کو بدلنے اور نبی ﷺ کی احادیث کو کترنے میں مشغول رہے۔

نورالدین کا ایک بچپن کا دوست حکیم فضل دین بھیروی بھی وہاں جا پہنچا مرزا نے دعاؤں سے اور نورالدین نے دواؤں سے پوری سعی کی مگر فضل دین کے گھر کوئی اولاد نہ ہوئی۔ دوسری شادی بھی کرادی مگر فضل دین ناکام و نامراد دنیا سے رخصت ہوا۔ نورالدین نے مرزا صاحب کو نبوت کی دوکان چلانے کے لئے جب تین ہزار روپیہ دیا تو مرزا صاحب خوشی سے جھومنے لگے اور یہ شعر پڑھنے لگے شعر

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دین بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

(نشان آسمانی ص ۴۵)

عام حالات

نورالدین سے ملنے والے بیان کرتے ہیں کہ مرزائی مذہب کی کامیابی کا دارومدار نورالدین کی سادہ زندگی، حلم، مہمانداری اور لوگوں کی آؤ بھگت اور خوش اخلاقی پر مبنی

تھا۔ سادہ لوح عوام دل پر اس کی ملاقات کا گہرا اثر لے کر جاتے تھے۔ نورالدین ایک باکمال اور کامیاب طبیب تھا دور دراز سے لوگ اس کے مطب میں حاضر ہوتے تھے اور مرزائیت کا اثر لے کر جاتے تھے۔ نورالدین اکثر احادیث وتفاسیر کی کتابوں پر پاؤں رکھ کر یا ان پر ٹانگیں رکھ کر بیٹھا کرتا تھا اور وہ ان کے آداب کا چنداں قائل نہ تھا یوز آصف کی قبر کو قبر مسیح ثابت کرنا نورالدین کا ہی حصہ تھا۔ نورالدین کا عقیدہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام بے پدر پیدا نہیں ہوئے مگر مصلحتاً اس کا اظہار نہیں کیا۔ (عصائے موسوی ص ۳۸۱)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نورالدین پر مادہ حسن ظنی ایسا غالب تھا کہ اس کے سبب یا غلبہ فطرت کے باعث عمداً مکار، دغاباز اور فریبیوں کے فریب میں بھی آجاتا رہا اور ان کے کہنے کی تعمیل دھوکہ کھا کر بعد تجربہ بھی کرتا رہا۔ ایسے مواقع کا ذکر اس نے اپنے کئی دوستوں سے کیا اس لئے یہ بات سب میں اس کے دوستوں تک مشہور ہے کہ اس میں مردم شناسی کا مادہ نہ تھا۔ مرزا کی صحبت میں رہ کر مزاج میں کسی قدر تلوّن، درشتی، تعلّی وغیرہ پیدا ہو گئی تھی۔

کرامات

لاہور میں مورخہ ۲ جولائی ۱۹۰۰ء مضمون امساک باران پر وعظ کیا اور بڑی بڑی قسمیں کھا کر مرزا کو صادق ثابت کرنے کی سعی کی اور کہا کہ مسلمان جب تک مرزا صاحب کو امام وقت نہ مانیں گے ہرگز بارش کا منہ نہ دیکھیں گے اور کئی اور بلیات دیکھیں گے اور بجائے بارش کے خاک و گرد و بجائے ٹھنڈک کے ان پر آگ برسے گی۔ دوسرے دن نورالدین لاہور سے چلا گیا اس کے جانے کے بعد نزول بارانِ رحمت شروع ہو گیا اور اخیر جولائی تک چھ مرتبہ پرزور بارش ہوئی اور خداوند کریم نے اپنی عاجز مخلوق کو اغوا اور تذبذب سے نجات دلائی۔ (عصائے موسیٰ بحوالہ خیر زٹل گزٹ ۱۶ جولائی ۱۹۰۰ء، ص ۳)

تفقّہ وعلمی کمالات

نورالدین نے فتویٰ دیا کہ میری تحقیق میں نکسیر، قے اور قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (فتاویٰ احمدیہ جلد اول ص ۳۸) مولوی نورالدین نے ایک کتاب کا نام ''فصل الخطاب لمقدمة الکتاب'' رکھا تھا اس نام کے خلاف محاورہ عربی وغلط ہونے کے اکثر چرچا رہا۔ شاید اپنے گُرو کی سنت پر عمل کر کے غلط نویسی سے کام لیا ہوگا۔ (عصائے موسیٰ) ایک دفعہ مفتی غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم میانوی سے بمقام لاہور بتاریخ ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء مکالمہ ہوا جس میں نورالدین اپنے دعویٰ مات عیسیٰ یقیناً کو ثابت کرانے کیلئے کوئی ایسی دلیل بیان نہ کر سکے جس میں تقریب تام ہونے کا دعویٰ کر سکتے اور لاجواب ہو کر خاموش ہو گئے۔

(الظفر الرحمانی، ص ۲۰۷)

اسی طرح ایک دفعہ مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب کے سوالات کے جواب میں بمقام قادیان ایسے بدحواس ہوئے کہ اپنے گُرو سے پوچھ کر بتانے کا وعدہ کیا۔ مولانا تین دن وہاں مقیم رہے مگر ان کا بیان ہے کہ نورالدین موٹی عقل کا آدمی اور بالکل سادہ لوح انسان تھا اور حسن ظنی کی بنا پر یا مرزا کے عقائد کو اپنے مذہب کے موافق پا کر مرزائی دلدل میں پھنسا رہا۔

دینی رنگ

مرزائیوں کی مایہ ناز کتاب عسل مصفّی میں لکھا ہے کہ نورالدین نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ڈاڑھی منڈی ہوئی ہے۔ (استغفر اللہ) مولوی کرم الدین رئیس بھیں کے مقدمات جو مرزا صاحب کے ساتھ ہوئے ان میں نورالدین صاحب

ل مرزا کو فکر دامنگیر ہوا کہ کہیں نورالدین بھیرہ میں رہ کر کسی نیک صحبت کا اثر قبول کر کے مرزائیت ترک نہ کر دے۔ اس لئے

کی شہادتیں ہوئیں شہادتوں میں اس قدر جھوٹ بولے کہ لوگ حیران رہ گئے روئیداد مقدمات بنام ''تازیانہ عبرت'' طبع ہو چکی ہے اُس میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر صاحب کے زمانہ میں یوسف علیہ السلام موجود تھے۔ یہ اغلباً بدحواسی کے عالم میں کہا ہوگا۔ جھوٹوں کی تعداد صرف ایک ہی بیان میں دس کے قریب پہنچ چکی ہے۔ یہ صرف مرزا صاحب کی صحبت کا اثر تھا۔

مرزا سے عقیدت

اکثر معتبر اشخاص سے سنا گیا ہے کہ مرزا کی عقیدت کا جذبہ کئی دفعہ نورالدین کے دل سے جاتا رہا مگر چونکہ حسن ظنی کا مادہ غالب تھا اور توفیق ایزدی شامل حال نہ تھی اس لئے توبہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ دراصل حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید ترک کرنے اور اُن کی شان میں بُرا بھلا کہنے کا نتیجہ بارگاہ خداوندی سے اسی دنیا میں مل گیا امام حق کی تقلید سے نکل کر امام ضلالت کی غلامی کا پٹہ گلے میں ڈال لیا اور عقل وعلم سے بے بہرہ ہو کر دین و ایمان سب اس کے حوالہ کر دیا۔ چنانچہ ایک دفعہ کہا ''میرا تو یہ ایمان ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) صاحبِ شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کریں اور قرآنی شریعت کو منسوخ قرار دیں تو بھی مجھے انکار نہ ہو'' (سیرۃ المہدی، ص۱۰۳)

مرزا کے مرنے کے بعد محمدی بیگم کے نکاح کے متعلق یہ جواب دیا کہ ''میرے نزدیک اگر مرزا صاحب کی اولاد میں سے کسی زمانہ میں کسی کا نکاح محمدی بیگم کی اولاد میں سے کسی لڑکی کے ساتھ ہو گیا تو پیشگوئی پوری ہو جائیگی۔ خدا جسے گمراہ کرے اُسے کون ہدایت دے سکتا ہے۔ جان بوجھ کر جو اندھا بنے اور کنوئیں میں گرے اُس کا کوئی علاج نہیں۔ نورالدین عقل وعلم وخرد مرزا کے حوالہ کر چکا تھا اور عقل سے کسی جگہ کام لینا جائز نہ سمجھتا تھا۔

مرزائیوں میں درجہ

مرزائے قادیانی نے اپنی تصانیف میں کئی جگہ نورالدین کی بڑی تعریف کی ہے۔ اُسے فاروق اور حکیم الامۃ کا خطاب دیا گیا عسل مصفی میں لکھا ہے کہ اس کا مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و دوسرے صحابہ کے برابر تھا۔ مرزا نے ایک دفعہ کہا تھا جس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھنا ہو، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھنا ہو، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابوذر رضی اللہ عنہ، سلمان رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، اور علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا ہو، وہ نورالدین کو دیکھ لے۔ (استغفر اللہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک)

مرزا کے مرنے کے بعد بالاتفاق نورالدین خلیفہ قرار پایا۔ چھ سال خلیفہ رہا۔ اس کی زندگی میں کسی قسم کا اختلاف مرزائیوں میں رُونما نہ ہوا۔ اسکی افضلیت سب کے نزدیک مسلم تھی۔ اس لئے کسی دعویدار خلافت کو مقابلہ کرنے کا حوصلہ نہ ہوا۔

مرزا صاحب نے نہایت ہوشیاری سے نورالدین کے ذریعہ اپنے مشن کو کامیاب بنایا۔ ہروقت ان کا دل بہلانے میں مصروف رہتا تھا۔ جب بھی نورالدین کہیں باہر جاتا تھا تب بھی اُسے خوش رکھنے کیلئے خطوط کا سلسلہ جاری رکھتا تھا جن میں اُس کی حد درجہ خوشامد کی جاتی تھی۔ چنانچہ ذیل میں مرزا کے دو خط بنام نورالدین نقل کئے جاتے ہیں۔ جن میں نورالدین کو ازواج مطہرہ کا معزز خطاب دیا گیا ہے۔

مخدومی ومکرمی حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یقین کہ آن مکرم بخیر وعافیت بھیرہ[1] میں پہنچ گئے ہونگے۔ میں امید رکھتا ہو کہ خدا

[1] مرزا کو فکر دامن گیر ہوئی کہ کہیں نورالدین بھیرہ میں رہ کر کسی نیک صحبت کا اثر قبول کر کے مرزائیت ترک نہ کر دے۔ اسلئے یہ خوشامد سے بھرا ہوا خط لکھا۔

تعالٰی بہرحال آپ سے بہتر معاملہ کریگا۔ میں نے کتنی دفعہ جو توجہ کی تو کوئی مکروہ امر میرے پر ظاہر نہیں ہوا۔ بشارت کے امور ظاہر ہوتے رہے اور دو دفعہ خداتعالٰی کی طرف سے الہام ہوا: انی معکما اسمع وأری. ایک دفعہ دیکھا گیا کہ گویا ایک فرشتہ ہے اس نے ایک کاغذ پر مہر لگا دی اور وہ مُہر دائرہ کی شکل پر تھی اس کے کنارہ پر محیط کی طرف اعلیٰ کے قریب لکھا تھا ''نور الدین'' اور درمیان میں یہ عبارت تھی ''ازواج مطہرۃ'' میری دانست میں ازواج دوستوں اور رفیقوں کو بھی کہتے ہیں۔ اس کے یہ معنی ہونگے کہ نورالدین خالص دوستوں میں سے ہیں کیونکہ اسی رات اس سے پہلے میں نے ایک خواب دیکھا کہ فرشتہ نظر آیا کہ وہ کہتا ہے کہ تمہاری جماعت کے لوگ پھرتے جاتے ہیں۔ فلاں فلاں اپنے اخلاص پر قائم نہیں رہا۔ تب میں اُس فرشتہ کو ایک طرف لے گیا اور اس کو کہا کہ لوگ پھرتے جاتے ہیں تم اپنی کہو کہ تم کس طرف ہو؟ تو اُس نے جواب دیا کہ ہم تو تمہاری طرف ہیں۔ تب میں نے کہا کہ جس حالت میں خداتعالٰی میری طرف ہے تو مجھے اُس کی ذات کی قسم ہے کہ اگر سارا جہان پھر جائے تو مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ پھر بعد اس کے میں نے کہا کہ تم کہاں سے آتے ہو؟ اور آنکھ کھل گئی۔ اور ساتھ الہام کے ذریعہ سے یہ جواب ملا کہ اجئ من حضرۃ الوتر میں نے سمجھا کہ چونکہ اس بیان سے جو فرشتہ نے کیا وتر کا لفظ مناسب تھا کہ وتر تنہا اور طاق کو کہتے ہیں اسلئے خداتعالٰی کا نام الوتر بیان کیا۔ اس خواب اور اس الہام سے کچھ مجھے بشریت سے تشویش ۱؎ ہوئی اور پھر سو گیا تب پھر ایک فرشتہ آیا اور اُس نے ایک کاغذ پر مہر لگا دی اور نقش مہر جو چھپ گیا دائرہ کی طرح تھا اور وہ اس قدر دائرہ تھا جو ذیل میں لکھتا ہوں اور تمام شکل یہی تھی۔

۱؎ معلوم ہوا کہ پہلے جو قسم کھائی تھی کہ مجھ کو پرواہ نہیں وہ قسم جھوٹی تھی، مرزا صاحب قسمیں کھانے کے عادی تھے۔ ان کی دوسری قسموں کا حال بھی اس سے معلوم ہوسکتا ہے۔

نوردین
ازواج مطہرۃ

مجھے دل میں گذرا کہ یہ میری دل شکنی کا جواب ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ ایسے اس دوست بھی ہیں جو ہر ایک لغزش سے پاک کئے گئے ہیں جن کا اعلیٰ نمونہ آپ ہیں۔

والسلام خاکسار غلام احمد از قادیان۔ بخدمت اخویم حکیم فضل دین صاحب السلام علیکم

مرزا کا دوسرا خط

[illegible] مکرمی اخویم حضرت مولوی صاحب سلمہٗ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ۔ عنایت نامہ پہنچ کر باعثِ مشکوری ہوا۔ عام طور پر [illegible] اس مکرم کے استقلال کو بڑی تعجب ۱؎ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ درحقیقت اللہ جل شانہ کے [illegible] واس کی ذات پر توکل رکھتے ہیں اُن کے لئے خداتعالٰی کافی ہے۔ کسی راجہ رئیس کی [illegible] ہے جبکہ اس بات کو مان لیا کہ خدا ہے اور ان صفتوں والا کہ ایک طرفة العين میں [illegible] کردے تو پھر ہم کیوں غم کریں اور زید وعمر کی بے التفاتی سے ہمارا کیا نقصان۔ آپ [illegible] بہت سے برکات کا مورد بنادے کہ آپ نے اس عاجز کی لِلّٰہ وہ خدمت کی ہے کہ [illegible] نظیر اس زمانہ میں ملنا مشکل ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ چونکہ انسان کے بعض اخلاق [illegible] خلقت پر ظاہر ہونا کسی قسم کی تکلیف پر موقوف ہے اس لئے وہ رحیم وکریم اپنے مستقیم [illegible] دوں پر حوادث بھی نازل کرتا ہے تا ان کے دونوں قسم کے اخلاق جو ایام راحت اور [illegible] سے متعلق ہیں ظاہر ہو جائیں۔ اسی وجہ سے ہم خداتعالٰی کی مشیت میں کھینچے چلے

[illegible] بھی تعجب تھا۔ دل میں خوشی ہوگی کہ عجب آدمی ہاتھ آیا ہے جس میں عقل وخرد کا نام نہیں۔ ۱۲

جاتے ہیں تا جو کچھ ہمارے اندر ہے ظاہر ہو جائے اس عاجز کا پہلا خط جس میں ایک دو الہام درج ہیں شاید پہنچ گیا ہوگا۔ والسلام خاکسار غلام احمد از قادیان ۳ ستمبر ۹۲ء۔

منقول از زمیندار ۱۹ نومبر ۱۹۳۲ء۔

انجام

مولوی نور الدین نے اپنے مرنے سے چند روز پہلے میرے اخ مکرم حضرت زبدۃ العارفین مولانا محمد ذاکر بگوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا جس میں خاندان بگویہ کے اخلاق کریمانہ وعنایات کا ذکر کرنے کے بعد اپنے لئے دعا کی درخواست کی تھی۔ اور اپنی عمر کے آخری افعال سے ندامت کا اظہار کیا تھا اور اس کے الفاظ سے ظاہر ہوتا تھا کہ نور الدین کو تنبیہ ہو چکی ہے۔ سنا گیا ہے کہ مرنے سے آٹھ دن پہلے حجرہ کے اندر ہی رہا۔ میرے حضرت بھائی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ یقیناً توبہ کر کے مرا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

مولوی نور الدین نے ۱۹۱۴ء میں انتقال کیا اور اس کے بعد اُمت مرزائیہ میں افتراق وانشقاق کا بازار گرم ہو گیا۔

"حصہ سوم"

مرزائیوں کے فرقے

مولوی نور الدین کی وفات کے بعد امت مرزائیہ اختلاف عقائد کی بنا پر کئی حصوں میں منقسم ہوگئی۔ ان میں سے اگرچہ لاہوری وقادیانی زیادہ مشہور رہیں۔ مگر دوسرے فرقے بھی اپنی تفرقہ انداز سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ اس لئے ان کا مختصر تذکرہ قارئین کی دلچسپی کیلئے درج کیا جاتا ہے۔

محمودیہ

اس فرقہ کا مرکز قادیان ہے اس لئے یہ فرقہ قادیانی بھی کہلاتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا بڑا لڑکا مرزا محمود احمد اس گروہ کا امام یا پیشوا ہے۔ یہ لوگ مرزا کی نبوّت کا اعلانیہ پرچار کرتے ہیں اور مرزا کے تمام دعاوی کو اس کے اصلی الفاظ میں صحیح و درست تسلیم کرتے ہیں۔ مرزا کے دعوے: من فرق بینی وبین المصطفٰی ماعرفنی ومارای کے مطابق قادیانی اُسے محمد ﷺ کا بروز سمجھتے ہیں اور وللآخرۃ خیرلک من الاولیٰ کے مطابق مرزا کی بعث کو بعثت اول یعنی رسالت مآب ﷺ سے افضل اعتقاد کرتے ہیں۔ اس جماعت کا ایک شاعر کہتا ہے۔ شعر

محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم میں — اور ہیں پہلے سے بڑھ کر عزوشاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل — غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

مرزا محمود احمد کو یہ لوگ فخر المرسلین لکھا کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد نے اپنے اس لڑکے کی تعریف میں لکھا تھا شعر

اے فخر رُسل قرب تو معلوم شد — دیر آمدہ از رہ دُور آمدہ

مرزا محمود کے عقائد در بارہ مرزا غلام احمد قادیانی ملاحظہ ہوں:

''مرزا صاحب بلحاظ نبوت کے ایسے ہیں جیسے اور پیغمبر اور ان کا منکر کافر ہے''۔ (الفضل ۱۹۱۴ء نمبر ۱۲۲۔ ص ۸) ''جو مرزا صاحب کو نہیں مانتا اور کافر بھی نہیں کہتا وہ بھی کافر ہے۔'' (تشحیذ الاذہان، ص ۱۴۰، نمبر ۴، ج ۶) ''مرزا صاحب نے اُس کو بھی کافر ٹھہرایا ہے جو سچا تو جانتا ہے مگر بیعت میں توقف کرتا ہے۔'' (تشحیذ ص ۱۴۱، نمبر ۴، اپریل ۱۹۱۴ء) مرزا صاحب کا انکار کفر ہے (فضل ج ۲، ۹ جنوری ۱۹۱۵ء) ''مرزا صاحب عین محمد تھے''۔ (ذکر الٰہی ص ۲۰) اگر نبی کریم کا منکر کافر ہے تو مسیح موعود کا منکر بھی کافر ہے کیونکہ مسیح موعود (مرزا صاحب) نبی کریم سے کوئی الگ چیز نہ تھے اس لئے اگر مسیحِ موعود کا منکر کافر نہیں ہے تو نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں۔ اور یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ بعثت اوّل میں تو آپ کا منکر کافر ہو اور آپ کی دوسری بعثت میں جس میں بقول حضرت مسیح موعود آپ کی روحانیت اقویٰ اکمل اور اشد ہے آپ کا انکار کفر نہ ہو۔ (ریویو موسومہ کلمۃ الفضل ص ۱۴۶) ''کیا اِس بات میں شک ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد ﷺ کو اُتارا جب تک اٰخرین منھم کی آیت موجود ہے اس وقت تک تو مجبور ہے کہ مسیح موعود کو محمد ﷺ کی شان میں قبول کرے۔'' (کلمۃ الفضل ص ۱۵) ''(مرزا) بعض الوالعزم نبیوں سے بھی آگے نکل گیا ہے۔'' (حقیقۃ النبوۃ ص ۲۵۷) تمام انبیاء (جس میں نبی کریم بھی شامل ہیں) پر فرض ہے کہ مسیح موعود (مرزا صاحب) پر ایمان لائیں تو ہم کون ہیں جو نہ مانیں''۔ (الفضل ص ۶ ج ۳ نمبر ۳۸ مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۱۵ء) ''کیا یہ پرلے درجہ کی بے عزتی نہ ہوگی کہ ہم آیت لانفرق میں داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام وغیرہ کو تو شامل کرلیں اور مسیح موعود جیسے عظیم الشان نبی کو شامل نہ کریں۔'' (کلمۃ الفضل ص ۱۱۷) ''مسیح موعود نے خطبہ الہامیہ میں بعثت ثانی کو ''بدر'' کا نام رکھا ہے اور بعثت اوّل کو ''ہلال'' جس سے لازم آتا ہے کہ بعثت ثانی کا کافر بعثت اوّل کے کافروں سے بدتر ہے۔'' (الفضل ص ۴، ۱۵ جولائی ۱۹۱۵ء)

مرزا محمود اپنے متعلق لکھتا ہے: ''جس طرح مسیح موعود کا انکار تمام انبیاء کا انکار ہے اسی طرح میرا انکار انبیاء بنی اسرائیل کا انکار ہے جنہوں نے میری خبر دی۔ میرا انکار رسول اللہ ﷺ کا انکار ہے جنہوں نے میری خبر دی''۔ میرا انکار شاہ نعمت اللہ ولی کا انکار ہے جنہوں نے میری خبر دی۔ (الفضل ۲۲ ستمبر ۱۹۱۷ء) ''وہ خلیفہ اسلامی جس کی اتباع تمام مشرقی و مغربی دنیا پر فرض ہے وہ میں ہوں۔'' (ریویو اکتوبر ۱۹۲۲ء، ص ۳۵)

اپنے والد کی متابعت میں مرزا محمود نے جنگ عظیم کے دوران میں برطانیہ کی وفاداری کے راگ الاپے اور کہا کہ اگر مجھ پر بارِ خلافت نہ ہوتا تو میں رنگروٹ بنکر فوج میں بھرتی ہو جاتا۔ ۱۹۱۹ء میں جنگ افغانستان کے موقعہ پر افغانستان کو کچلنے کے لئے احمدی رجمنٹیں بھرتی کرنے کا ارادہ کیا بغداد و بیت المقدس کے فتح ہونے پر قادیان میں جشن چراغاں منایا گیا۔ اُس دن منارۃ المسیح قادیان پر گیس کے ہنڈے روشن تھے اور جزیرۃ العرب پر غیر مسلموں کے قابض ہو جانے کی خوشی میں ہر قادیانی فرطِ مسرّت سے پھولے نہ سماتا تھا انہیں اپنے نبی کے مشن کا ثمرہ نظر آ رہا تھا۔ مرزا محمود کے چال چلن واخلاق کے متعلق کئی روایات مشہور ہیں۔ اس کے شباب اور لڑکپن کے کئی قصے زبان زدِ خلائق ہیں۔ مرزا غلام احمد کے سامنے بھی اس کے برے چال چلن کی شکائتیں ہوئی تھیں چنانچہ اُسی زمانہ میں ایک لڑکی کے ساتھ ناجائز تعلق کا الزام اس پر لگایا گیا تھا۔ عہدِ خلافت میں بھی مرزا محمود کے ''مشی فی النوم''۔ ''کنارِ بیاس کے خاص مشاغل''۔ ''مدرسہ نسوان'' وغیرہ کے متعلق اخبارات میں کئی بیان شائع ہو چکے ہیں۔ مولانا عبدالکریم صاحب ایڈیٹر ''مباہلہ'' امرتسر اور اُن کا خاندان پکا مرزائی تھا اور وہ بہشتی مقبرہ کا ٹکٹ بھی حاصل کر چکے تھے مگر مرزا محمود کی عیاشیوں اور دیگر کارروائیوں سے واقف ہو کر اُن کی آنکھیں کُھل گئیں اور خدا کے فضل و کرم سے انہیں دوبارہ داخل اسلام ہونے کی توفیق حاصل ہوئی۔ مولانا ممدوح نے بذریعہ اخبار مباہلہ مرزا محمود کو مباہلہ کے لئے چیلنج دیا۔ مگر مرزا محمود نے مباہلہ قبول کرنے کی بجائے

ارکان انجمن مباہلہ کے خلاف اپنے مریدوں کو اشتعال دلایا۔ آخر کار مولانا کو ''اعلاء کلمة الحق'' کی پاداش میں قادیان سے جلاوطن ہونا پڑا۔ ان کے مکانات سورج کی روشنی میں دن کے وقت جلا دیئے گئے۔ ہزار ہا روپیہ کا سامان نذر آتش کر دیا گیا اور مولانا عبدالکریم پر قاتلانہ حملہ ہوا اور اُن کے ایک ہمراہی مستری محمد حسین صاحب شہید کر دیئے گئے۔ مگر الحمدللہ کہ مولانا نہایت صبر و استقامت کے ساتھ امرتسر میں رہ کر اخبار ''مباہلہ'' کیلئے قادیان کے سربستہ رازوں کا انکشاف کر رہے ہیں۔

مرزا محمود انگلستان کی سیاحت بھی کر چکا ہے۔ وہاں اُس نے ''احمدیت'' یعنی مرزائیت پر ایک لیکچر دیا تھا اور لنڈن کے ''لڈگیٹ'' میں اقامت اختیار کی تھی۔ مرزائیوں نے اُسی وقت اعلان کر دیا کہ احادیث میں جو آیا ہے کہ مسیح علیہ السلام دجال کو بابِ لُد[1] پر قتل کریں گے وہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ مرزا محمود کا انگلستان کے اخبارات میں مرزا محمود نے ہزار ہا روپیہ خرچ کر کے اپنی ذات کے متعلق پروپیگنڈا کیا۔ لنڈن کے اخبارات میں ''ہز ہولی نیس خلیفۃ ٹل مسیح'' ۔ (تقدس مآب خلیفۃ المسیح) کے لقب سے اس کا ذکر کیا گیا۔ عوام نے سمجھا کہ دراصل خلیفہ صاحب کا نام ''ٹل مسیح'' ہے کیونکہ انگریزی میں ''خلیفہ ٹل مسیح'' شائع ہوا تھا۔ اس لئے اس کا نام ''ٹل مسیح'' مشہور ہوگیا۔

۱۹۲۲ء میں قادیانیوں میں بہائیت کا چرچا ہونے لگا۔ محفوظ الحق علمی مولوی فاضل اور کئی دیگر اشخاص نے اعلانیہ ''بہائی مذہب'' قبول کر لیا اور اعلان کر دیا کہ مرزا غلام احمد نے بہاء اللہ کی تعلیمات، بہائی عقائد و طرزِ استدلال سے فائدہ حاصل کیا تھا ورنہ دراصل مسیح موعود اور مہدی اور زمانہ کا رسول بہاؤ اللہ ہی تھا۔ مرزا محمود نے اس زبردست

[1] کتب لغت اور کتب احادیث میں لد ایک گاؤں کا نام ہے۔ جو فلسطین میں ہے مرزائیوں نے فن تاویل میں تمام گذشتہ ملحد فرقوں سے فوقیت تامہ حاصل کر لی ہے دمشق سے مراد قادیان، ابن مریم سے مراد غلام احمد، لد سے لنڈن کا لڈگیٹ، مینارہ شرقی سے مراد قادیان کا مینارہ۔ غرض مرزائیوں کے نزدیک محمد ﷺ کی تعلیم ایک معمہ تھی۔

رد کے مقابلہ میں اپنے آپ کو عاجز پا کر مقاطعہ کے ہتھیار سے کام لیا۔ علمی و دیگر بہائی قادیان کی رہائش ترک کرنے پر مجبور ہو گئے اور اُنہوں نے ''کوکب ہند'' کے نام سے ایک اخبار آگرہ سے جاری کیا جو ملک ہند میں بہائیت کی تبلیغ کرنے والا واحد پرچہ ہے اس میں قادیانی مذہب کی تردید بھی نہایت عمدگی سے کی جاتی ہے۔

مذہب مرزائیت کی تبلیغ اور پروپیگنڈا کے فن میں مرزا محمود اپنے والد سے زیادہ ماہر اور ہوشیار ثابت ہوا ہے، گورنمنٹ برطانیہ کو ہر حال میں اپنے موافق رکھنے کے لئے خوشامد چاپلوسی اور اظہار وفاداری میں کوئی غدار ملّت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ممالک غیر میں اس کے کئی مبلغین ''خدماتِ خصوصی'' پر مامور ہیں، اور ان کی خدمات کو خدمات اسلام ظاہر کر کے سادہ لوح مسلمانوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے۔ اکثر بے خبر جاہل اور نئی روشنی کے دلدادہ جنٹلمین انہیں مبلغ اسلام اور خادم اسلام سمجھ کر ان کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں۔ اور اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر ان کو چندہ دینے لگتے ہیں، سرمد شہید نے عالم کشف میں شاید ان ہی لوگوں کو دیکھ کر کہا ہو شعر

یاراں چہ عجب راہ دورنگی دارند مصحف بہ بغل دین فرنگی دارند

مرزائیوں کی غیر ممالک میں تبلیغ کی حقیقت حسب ذیل تصریحات سے واضح ہو سکتی ہے، قارئین بعد ازاں الفاظ کا مطالعہ کر کے اندازہ لگائیں۔

خواجہ کمال الدین مرزائی لکھتا ہے، کہ ''قادیانی بھائیوں نے جا کر ولایت میں کہا کہ احمدی فرقہ دوسرے مسلمانوں سے الگ ہے اور اُنہوں نے ماسٹر پیغمبر (محمد ﷺ) اور شاگرد پیغمبر (مرزا) کا فلسفہ بھی انگلستان میں پیش کر کے دیکھ لیا۔ یہ پچھلا امر ہی انگلستان میں اُن کی ترقی کی روک کا باعث ہوگیا قادیانی مبلغین میں سے ایک نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اتوار کے دن وہ ائرلو اسٹیشن پر آ جاتے اور اس ٹوہ میں رہتے کہ کون لنڈن سے مسجد

ووکنگ کی طرف جارہا ہے اگر انہیں کسی ایسے شخص کا پتہ مل جاتا تو اُس کے ہمراہ گاڑی میں بیٹھ جاتے اور ووکنگ تک مرزا صاحب کی نبوّت کی تلقین کرتے، چنانچہ ایک دن ملک بیلجیم کی ایک نومسلم خاتون اپنے بچّوں کو لیکر ووکنگ آرہی تھی، تو اُس کے ساتھ قادیانی مبلغ بھی بیٹھ گئے اور نبوّت مرزا پر زور دینے لگے اس پر خاتون نے کہا کہ بڑی سے بڑی بات جو تمہاری تقریر سے مجھے نظر آئی ہے وہ یہ ہے کہ محمد ﷺ کے ماتحت ایک چھوٹا پیغمبر پیدا ہوا ہم تو اب تک بڑے پیغمبر سے عہدہ برآ نہیں ہوئے جس وقت ہم بڑے پیغمبر کی تعلیم پر پورے عامل ہو جائیں گے، اُس وقت چھوٹے پیغمبر کا بھی خیال کرلیں گے یہ الفاظ قادیانی جماعت کے غور کرنے کے قابل ہیں، وہ عملی رنگ کو اپنے سامنے رکھیں، آخر انہوں نے دیکھ تو لیا کہ جن وجوہ[2] سے انہوں نے اوّل جرمن اور بعد میں اپنے امریکن مشن کو بند کیا وہ ہی صورت ان کے انگلستانی مشن کی ہو رہی ہے''۔ (مجدد کامل، ص ۸۸)

مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں۔''میں گورنمنٹ کی پولیٹیکل خدمت وحمایت کیلئے ایسی جماعت تیار کر رہا ہوں جو آڑے وقت میں گورنمنٹ کے مخالفوں کے مقابلے میں نکلے گی اور گورنمنٹ کے متعلق مجھے الہام ہوا ہے کہ جب تک تو گورنمنٹ کی عملداری میں ہے خدا گورنمنٹ کو کچھ تکلیف نہ دیگا اور جدھر تیرا منہ ہوگا اُسی طرف خدا کا ہوگا اور میرا منہ[3] گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف ہے لہٰذا خدا کا منہ بھی اسی گورنمنٹ کی طرف ہے''۔

(الہامی قاتل جلد ۱۸،ص ۵)

---

[1] مرزائیوں کی یہی ''اسلامی'' خدمات ہیں جن کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔ اور سادہ لوح عوام انہیں ممالک فرنگ میں اسلامی مبلغ تصور کر لیتے ہیں اور انہیں چندہ دیتے ہیں اور مرزائی جھوم جھوم کر کہتے ہیں کہ ہم وہ ہیں جنہوں نے مغرب میں اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا ہے۔ فافہم (مؤلف)

[2] یعنی اہل جرمن وامریکہ قادیانی جماعت کو انگریزی جاسوس سمجھنے لگے اور مرزا غلام احمد کی نبوت کا پرچار نہ ہو سکا۔

[3] بخاری کتاب الجہاد میں روایت ہے۔ کہ قیصر روم نے ابوسفیان سے دریافت کیا۔ کہ پیغمبر اسلام کے ماننے والے مسکین غریب لوگ زیادہ ہیں یا سردار اور قوی لوگ؟ ابوسفیان نے جواب دیا مسکین اور غریب لوگ۔ ہرقل نے اس جواب پر کہا کہ ہر ایک نبی کے پہلے ماننے والے مسکین غریب لوگ ہی ہوتے رہے ہیں۔ (رحمۃ للعالمین ص ۱۷۲)

ہمارے گروہ میں عوام کم اور خواص[1] زیادہ ہیں اس گروہ میں بہت سے سرکار انگریزی ذی عزت عہدہ دار ہیں۔ (کتاب البریہ صفحہ ۱۷ حاشیہ)

مرزا محمود کہتا ہے ہم گورنمنٹ کی ایسی خدمت کرتے ہیں جو پانچ پانچ ہزار روپیہ تنخواہ پانے والے نہیں کرتے۔ (الفضل)

مرزا محمود ۱۹۱۴ء سے لیکر ۱۹۲۴ء تک اہل اسلام سے ترک تعاون پر عمل پیرا رہا، اُس نے مسلمانانِ عالم کو کافر، مرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا اور اُن سے رشتہ ناطہ و برادری کے تعلقات قائم کرنا اُن کی شادی یا غمی کی رسومات میں شریک ہونا بلکہ ان کے بچّوں کا جنازہ تک پڑھنا اپنے مریدوں کے لئے ناجائز وحرام قرار دیا مگر ۱۹۲۴ء کے بعد کسی پولیٹیکل مصلحت سے مسلمانانِ ہند کی قیادت و رہنمائی کا شوق اس کے دِل میں سما چکا ہے انہیں ''کافروں، مرتدوں، اور بے دینوں'' کی بھلائی و بہبودی کی فکر بقول مرزائیان اُسے ہر وقت بے چین کئے رکھتی ہے، فتنۂ ارتداد کے زمانہ میں بے شمار مرزائی حلقۂ ارتداد میں مبلغین اسلام بن کر پہنچے علمائے اسلام اُسی وقت اُن کے عزائم کو تاڑ گئے تھے۔ مگر مدعیانِ قیادت یعنی نئی ظلمت کے شیدائیوں نے ہر جگہ علمائے اسلام کا استخفاف کیا اور قادیانیوں کی اسلامی ہمدردی کا شکریہ ادا کیا گیا، مرزائیوں نے تبلیغ وانسدادِ فتنۂ ارتداد کے لئے لاکھوں روپیہ مسلمانوں سے وصول کیا اور اُس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۳۲ء کے جلسۂ قادیان میں اعلان کیا گیا کہ ''ساندھن (حلقۂ ارتداد) سے احمدیوں کا قافلہ غلام احمد کی جے کے نعرے لگاتا ہوا قادیان پہنچا ہے اور احمدیت وہاں اچھی طرف پھیل رہی ہے۔ گویا آریہ بننے سے بچ کر ملکانوں کی ایک جماعت مسلمانوں کے لاکھوں روپیہ کے صرف سے مرزائی بن گئی، محمد رسول

---

[1] مرزا اور مرزائیوں کا قبلہ انگریز ہیں۔ فافہم

اللہ ﷺ کی اُمت سے نکل کر قادیانی نبی کی امت میں شامل ہوگئے۔

لاہور کے ایک ہندو راجپال نے ایک دل آزار کتاب ''رنگیلا رسول'' تصنیف کی جس سے مسلمانانِ ہند میں ایک ہیجانِ عظیم برپا ہوگیا، قادیانیوں نے قیادت کا موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا، بڑے بڑے لمبے پوسٹر ہر ہفتہ مرزا محمود کی طرف سے شائع ہو کر بڑے بڑے شہروں کے درودیوار پر چسپاں ہونے لگے جن میں مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ معاشرتی وتجارتی مقاطعہ کی تلقین کی جاتی تھی اُس زمانہ میں عام طور پر لوگ مرزائیوں کو نبی اکرم ﷺ کا عاشق اور اسلام کے بہادر سپاہی خیال کرتے تھے مرزا محمود نے اپنی جماعت کے ذریعہ اپنی قیادت کا ڈھنڈورہ پٹوایا اور سادہ لوح مسلمانوں سے لاکھوں کی تعداد میں دستخط کرا کر ایک میموریل وائسیرائے کے نام بھجوایا جس میں انبیاء وبانیان مذاہب کی توہین کو جرم قرار دینے کے لئے کسی خاص قانون کے نفاذ کا مطالبہ کیا گیا تھا چنانچہ گورنمنٹ نے تعزیراتِ ہند میں مجوزہ ترمیم کو قبول کرلیا، مسلمانوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی مگر اس چالبازی اور فریب کی حقیقت جلد ہی ظاہر ہوگئی، مرزائیوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی بانیانِ مذاہب اور انبیاء میں ظاہر کیا اور اس کی ذات پر بھی نکتہ چینی بموجب قانون جرم قرار دی گئی اب تک کئی خادمانِ اسلام اس قانون کی زد میں آچکے ہیں مگر بدگو ومفسد اشخاص ابھی تک محفوظ ہیں۔ غازی علم الدین شہیدؒ کے خنجر نے راجپالی فتنہ کا خاتمہ کردیا، اور اس سچے عاشق رسول ﷺ نے اپنی جان عزیز اس مقصد کیلئے قربان کردی مسلمانوں کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب اُنہوں نے مدعیانِ تحفظِ ناموسِ شریعت یعنی قادیانیوں اور اُن کے پیشوا مرزا محمود کی زبان سے علم الدین کی مذمت کے الفاظ سُنے اور قادیان کے سرکاری صحیفہ ''الفضل'' میں اعلان کیا گیا کہ علم الدین اپنے گناہ سے توبہ کرے اُس سے ایسی حرکت سرزد ہوئی ہے

جو شرعاً قابل معافی نہیں۔ اس کے بالعکس حاجی مستری محمد حسین صاحب شہید کے قاتل محمد علی مرزائی کی تعریفیں کی گئیں اور پھانسی کے بعد اُس کے جنازہ کو مرزا محمود نے کندھا دیا اور اُسے بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔

مرزائیوں کے اس فعل سے ثابت ہوچکا ہے کہ اُن کے دلوں میں نبی اکرم ﷺ سے زیادہ مرزا محمود کی محبت وعزت موجزن ہے، مرزا محمود کے دشمن کا قاتل ان کے نزدیک جنتی ہے اور نبی کریم ﷺ کو گالیاں دینے والے کو اگر کوئی مسلمان غضب میں آکر قتل کردے تو ان کے نزدیک وہ شرعی مجرم ہے گنہ گار ہے اور مستحق دار ہے اور اُسے توبہ کرنی چاہئے اور ایسے شخص کو اگر پھانسی دی جائے تو اُسے شہید کہنا جائز نہیں۔

مرزا محمود کے نزدیک سیاسیات میں دخل دینا ناجائز تھا وہ اعلان کرچکا تھا کہ مسلمانوں کے لئے سیاسیات کی طرف متوجہ ہونا ایک ایسا زہر ہے جسے کھا کر بچنا محال بلکہ ناممکن ہے۔ (برکات خلافت، ص ۵۱) ''ان لوگوں کو جانے دو جو سیاسیات میں پڑتے ہیں''۔ (برکات خلافت، ص ۶۹) خواجہ صاحب (کمال الدین) باوجود حضرت مسیح موعود کے سخت ناپسند فرمانے کے مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔ (الفضل ۷ ارفروری ۱۹۱۷ء)

مگر اب مرزا محمود نے سیاسیات میں عملی حصہ لینا شروع کردیا ہے۔ اس کے مرید ظفر اللہ ومفتی محمد صادق مسلم لیگ ومسلم کانفرنس کے ہر اجلاس میں شریک ہوتے ہیں اور سیاسیات کے متعلق مسلمانوں کو مشورے دیے جاتے ہیں مسلمانوں کو ایسے خطرناک مفسدین سے ہوشیار رہنا چاہئے ممکن ہے کہ یہ لوگ آئندہ زمانہ میں سکھوں کی طرح اپنی ایک علیحدہ سیاسی حیثیت گورنمنٹ سے تسلیم کرالیں اور اپنی تعداد بڑھا کر مسلمانوں کیلئے مستقل خطرہ ثابت ہوں، یہ پولیٹکل گرگٹ کئی رنگ بدل رہے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اعلان کیا تھا کہ "اللہ تعالیٰ ایک جماعت الگ بنانا چاہتا ہے، اسلئے اس کے منشاء کی کیوں مخالفت کی جائے، جن لوگوں سے وہ جدا کرنا چاہتا ہے، بار بار اُن میں گھسنا یہی تو اُس کی منشاء کے مخالف ہے۔ (البدر مورخہ ۲۰ رفروری ۱۹۰۳ء)

مگر جب مرزا محمود کو قیادت کا شوق سمایا، اور مصلحت وقت سے کام لینا چاہا تو ہمدرد اسلام بن کر مسلمانوں کے سامنے نمودار ہوا اور ۲۶ رجون ۱۹۲۵ء کو نیا روپ بدلا اور تقریر میں کہا:

"میں نصیحت کرتا ہوں اور وہ یہ کہ اب تک ہماری جماعت سے ایک غلطی ہوئی ہے میں نے بارہا اس سے روکا بھی ہے مگر اس جماعت نے جو اخلاص میں بے نظیر ہے تا حال اس پر عمل نہیں کیا اور وہ یہ کہ مباحثات کو ترک کر دو میرے نزدیک وہ شکست ہزار درجہ بہتر ہے جو لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب ہو، بہ نسبت اس فتح[1] کے جو لوگوں کو حق سے دُور کر دے۔ پس ایک دفعہ پھر جب کہ ہمارے مبلغ تبلیغ کیلئے جا رہے ہیں انہیں اور دوسروں کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ مباحثات کو چھوڑ دیں اور ایسا طرز اختیار کریں جس سے دوسروں کے ساتھ ہمدردی اور خدا تعالیٰ سے خشیت ظاہر ہو مگر ساتھ ہی یہ خیال رکھنا چاہئے کہ وہ مبلّغ کی حیثیت سے نہیں جا رہے بلکہ مدبّر کی حیثیت سے جا رہے ہیں ان کا کام یہ دیکھنا ہے کہ اس ملک میں کس طرح تبلیغ کرنی چاہئے۔" (الفضل ۱۱ رجولائی ۱۹۲۵ء)

کشمیر میں مسلمانوں پر ظلم ہوا مظلومین کی ہمدردی کے جذبہ سے مسلمانانِ ہند بے چین تھے ایسی حالت میں مرزا محمود نے شملہ میں چند نام نہاد لیڈروں کو جمع کر کے کشمیر

[1] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزائیوں کو ہر جگہ مناظروں میں ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور مرزائیت کی حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے اس لئے مرزا محمود کو نئے طریقہ سے کام لینا پڑا اور منافق بن کر ظاہری ہمدردی دکھا کر تدبیر و حکمت سے لوگوں کے دل و دماغ میں اپنا اثر قائم کرنا چاہا۔ (مولف)

کمیٹی قائم کی اور اسکی صدارت کے فرائض اپنے ذمے لئے اور اس کا سیکرٹری اپنا ایک مرید عبدالرحیم درد کو بنایا، اور کمیٹی کا صدر مقام قادیان میں مقرر کر کے طول و عرض ہند میں چندہ کی اپیلیں شائع کیں اور کئی لاکھ[1] روپیہ غریب مسلمانوں نے اپنے کشمیری مظلوم بھائیوں کی امداد کیلئے دیا مگر وہ روپیہ مرزائیت کی تبلیغ پر صرف ہوا کمیٹی کی صدارت کے نام سے ناجائز فائدہ حاصل کیا گیا، مرزائیوں نے کشمیر میں پیراپیگنڈا کیا کہ مرزا محمود کو مسلمانانِ ہند نے اپنا پیشوا خلیفہ اور امیر تسلیم کر لیا ہے کشمیری بچوں کے جلوس نکالے گئے اور اُن سے "مرزا بشیر الدین محمود زندہ باد" کے نعرے لگوائے گئے کشمیری زعماء کو مالی اعانت سے اپنا ہم نوا بنایا گیا چنانچہ سنا گیا ہے کہ کشمیر کے ہر بڑے قصبہ میں سرکردہ مسلم پیشوا یا سردار کو قادیان سے ماہواری رقم موصول ہوتی ہے اس طرح تالیف قلوب سے کام لیکر مرزائیت کے بیسیوں مبلغ دیہات و قصبات میں دورہ کر رہے ہیں حکومت کشمیر پر بھی مرزائیوں کا اثر ہے اس لئے مرزائیت کے مخالفین کی زبان بندی کرائی جاتی ہے ان کا داخلہ ممنوع قرار دیا جاتا ہے[2] نوجوان ذہین اور مستعد طلباء فراہم کر کے بغرض تعلیم قادیان روانہ کئے جاتے ہیں تاکہ انہیں مبلّغ بنا کر اُن کے وطن میں واپس بھیجا جائے۔ صرف علاقہ شوپیاں (کشمیر) سے دس طلباء بھیجے جا چکے ہیں، مرزائیت کے خلاف آواز بلند کرنیوالے کا گلا اتحاد کی رٹ لگا کر دبانے والے ہر جگہ موجود ہیں اور اگر چند دن یہی حالت رہی تو اندیشہ ہے کہ تمام کشمیر میں مرزائیت کی جڑیں نہایت محکم و استوار ہو جائینگی۔ علمائے کرام کا فرض ہے کہ اس فتنہ کو فتنۂ شدھی سے زیادہ خطرناک سمجھ کر مردانہ وار میدان عمل میں آئیں ورنہ بعد میں پچھتانے سے

[1] صرف شہر بھیرہ سے کئی سو روپیہ اعانت مظلومین کا نام لیکر بعض فریب خوردہ اشخاص نے جمع کیا اور قادیان میں ارسال کیا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ تمام ہندوستان سے کس قدر رقم فراہم ہوئی ہوگی۔

[2] کشمیر میں تبلیغی وفد بھیجنے کا مسئلہ حزب الانصار کے زیر غور ہے مگر مالی کمزوریاں سد راہ ہیں۔

کچھ نہ بنے گا۔تحریک احرار نے حد تک قادیانی فتنہ کے سدباب میں حصّہ لیا مگر گورنمنٹ نے اس تحریک کو کامیاب نہ ہونے دیا اس کے بعد مرزا محمود نے نیا رنگ اختیار کیا۔یومِ سیرت کے نام سے ہر سال مقررہ تاریخوں طول وعرض ہند میں ہر جگہ جلسے منعقد کرائے جن میں نبی کریم ﷺ کی سیرت کے پردہ میں مرزائیت کی تبلیغ کی گئی۔عاشقانِ سیدالمرسلین ﷺ جوق در جوق ان جلسوں میں شامل ہوئے اور سادہ لوح عوام نے مرزائیوں کو مداحِ رسول سمجھا علمائے کرام میں سے بھی اکثر اس رو میں بہہ گئے مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ مرزائیوں کا مقصد ان جلسوں سے سوائے جلب زر حصول منفعت اور ذاتی جاہ واقتدار کے حصول کے سوا کچھ نہ تھا۔اپنے آپ کو سید المرسلین ﷺ کا محب ظاہر کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔اور غیر ممالک میں تبلیغ کی کہ مرزا محمود ہندوستان کے مسلمانوں کا پیشوائے اعظم ہے اس کے اشارہ پر سات کروڑ مسلمان ایک وقت اور ایک ساعت میں ہر جگہ جلسے منعقد کیا کرتے ہیں،اس طرح غیر ممالک اور غیر اقوام میں مرزائی جماعت کا وقار حاصل کیا گیا۔

منافقانہ حکمت عملیوں میں ناکامی کا منہ دیکھ کر مرزا محمود نے ۱۹۳۲ء کے اخیر میں تمام پنجاب و یو،پی میں مبلّغین کے وفود بھیجے ان کے مبلّغین نے جہاں میدان خالی دیکھا مناظرہ کی دعوت دی اور جہاں خادمانِ اسلام کو مقابلہ کے لئے آمادہ پایا،وہاں سے فرار ہوگئے،ضلع شاہ پور میں حزب الانصار کی سرگرمیوں کی وجہ سے مرزائیت کا قلع قمع ہو رہا تھا اس لئے اپنے چوٹی کے مناظر اور مبلّغ صاحبان اس علاقہ میں دورہ کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے جن کو اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی۔

مرزا غلام احمد اور مرزا محمود یعنی باپ اور بیٹے کے خیالات میں جس قدر اختلاف ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سلسلہ کی بنیادی عقلی ڈھکوسلوں پر ہے اور ’’دروغ گورا

حافظہ نباشد‘‘ کی مثل ان پر صادق آتی ہے جناب بابو حبیب اللہ صاحب کلرک نہر امرتسر نے چند امور پر روشنی ڈالی ہے جن میں بیٹے نے باپ کے خلاف رائے ظاہر کی ہے۔جن کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

اقوال میاں محمود احمد صاحب

۱.....دیکھو آنحضرت ﷺ سے زیادہ کس پر خدا کے فضل ہونگے۔لیکن جس قدر آپ پر خدا کے فضل اور احسان ہیں اُسی قدر آپ عبادت اور شکر گذاری میں بھی سب سے بڑھ کر تھے۔ نادان ہے وہ شخص جس نے کہا:

ع ’’کرمہائے تو مارا کرد گستاخ‘‘

کیونکہ خدا کے فضل انسان کو گستاخ نہیں بنایا کرتے اور سرکش نہیں کردیا کرتے بلکہ اور زیادہ شکر گذار اور فرمانبردار بناتے ہیں۔(الفضل ۲۳رجنوری ۱۹۱۷ء ص۱۳)

۲.....نادان مسلمانوں کا خیال تھا کہ نبی کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ کوئی نئی شریعت لائے یا پہلے احکام میں سے کچھ منسوخ کرے یا بلاواسطہ نبوّت پائے،لیکن اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کے ذریعہ اس غلطی کو دور کروادیا اور بتایا کہ یہ تعریف قرآن کریم میں تو نہیں۔(حقیقۃ النبوۃ ص۱۳۳)

۳.....’’بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہوسکتا اور اسکی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللّٰہ اور اس آیت سے حضرت مسیح موعود کی نبوت کے خلاف استدلال کرتے ہیں لیکن یہ سبب بہ سبب قلت تدبر ہے۔جب اللہ تعالیٰ خود دوسری جگہ فرماتا ہے کہ: انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھا النبیون ......الخ یعنی ہم نے توریت اُتاری ہے۔جس میں ہدایت و نور ہے اس کے ذریعے سے بہت سے انبیاء یہودیوں کے فیصلے کرتے رہے ہیں۔

اب بتاؤ اگر ایک نبی دوسرے نبی کے ماتحت کام نہیں کر سکتا تو بہت سے انبیاء تورات کے ذریعے فیصلہ کیونکر کرتے رہے ہیں ان کا تورات پر عمل پیرا ہونا بتاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے وہ پیرو تھے، گو یہ ایک اور بات ہے کہ انہوں نے موسیٰ کے ذریعہ نبوت حاصل نہیں کی۔ (حقیقۃ النبوۃ، ص ۱۵۵)

۴..... آنحضرت ﷺ سے پہلے کوئی اُمتی نبی نہیں آسکتا، اس لئے کہ آپ سے پہلے جس قدر انبیاء گذرے ہیں ان میں وہ قوت قدسیہ نہ تھی جس سے وہ کسی شخص کو نبوت کے درجے تک پہنچا سکتے اور صرف ہمارے آنحضرت ﷺ ہی ایک ایسے انسان کامل گذرے ہیں جو نہ صرف کامل تھے بلکہ مکمل تھے یعنی دوسروں کو کامل بنا سکتے تھے"۔ (حقیقۃ النبوۃ، ص ۴۰)

۵..... "نبوت کے لحاظ سے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام اور حضرت مسیح موعود، دونوں نبی ہیں، فیضان پانے کے لحاظ سے حضرت مسیح ناصری نے براہِ راست فیضان پایا ہے"۔

(حقیقۃ النبوۃ، ص ۱۳۷)

۶..... "دوسری دلیل حضرت مسیح موعود کے نبی علیہ السلام ہونے پر یہ ہے کہ آپ کو آنحضرت ﷺ نے نبی کے نام سے یاد فرمایا ہے اور نواس بن سمعان کی حدیث میں نبی اللہ کر کے آپ کو پکارا ہے"۔ (حقیقۃ النبوۃ، ص ۱۸۹)

۷..... رسول کریم ﷺ کو جو مقام حاصل ہے وہ کسی دوسرے نبی کو نہیں اگر مسیح موعود علیہ السلام کو یہ درجہ حاصل ہوا تو آنحضرت ﷺ کی غلامی سے ہی حاصل ہوا ہے مگر چونکہ آنحضرت کو گذشتہ انبیاء کے نام نہیں دئے گئے تھے اسلئے لوگ مسیح وغیرہ کے منتظر رہے اور اب بھی ہیں مگر آپ کے منتظر نہیں"۔ (الفضل ۱۶؍جون ۱۹۱۷ء، ص ۵)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو صرف ایک نبی کا نام دیا گیا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو

جن کیلئے حضرت یحییٰ علیہ السلام ایک دلیل کے طور پر ہیں تمام گذشتہ انبیاء کے نام دئے گئے ہیں۔ (الفضل ۱۶؍جون ۱۹۱۷ء، ص ۶)

۸..... "پس اس آیت یعنی ومبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہٗ احمد میں جس رسول احمد نام والے کی خبر دی گئی ہے وہ آنحضرت ﷺ نہیں ہو سکتے ہاں اگر وہ تمام نشانات جو اس احمد نامی رسول کے ہیں آپ کے وقت میں پورے ہوں تب بیشک ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس آیت میں احمد نام سے مراد احمدیت کی صفت کا رسول ہے کیوں کہ سب نشانات جب آپ میں پورے ہوگئے تو پھر کسی اور پر اس کے چسپاں کرنے کی کیا وجہ ہے لیکن یہ بات بھی نہیں"۔ (انوار خلافت، ص ۲۳)

۹..... "فارقلیط کی پیشگوئی آنحضرت ﷺ کے متعلق ہی ہے اور ہمارے نزدیک آپ ہی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں"۔ (انوار خلافت، ص ۲۵)

"غرض اسمہ احمد کے ساتھ فارقلیط والی پیشگوئی کا کوئی تعلق نہیں ان دونوں میں کوئی تعلق دلائل سے ثابت نہیں کہ ہم ان دونوں پیشگوئیوں کو ایک ہی شخص کے حق میں سمجھنے کے لئے مجبور ہوں"۔ (انوار خلافت، ص ۲۷)

اقوال مرزا غلام احمد صاحب

۱..... رَبِّ نجنی من غمی ایلی ایلی لما سبقتنی کرمہائے تو مارا کرد گستاخ اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا تیری بخششوں نے ہم کو گستاخ کر دیا۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۵،۵۵۶)

۲..... انبیاء اس لئے آتے ہیں تا کہ ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرائیں اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لائیں

(آئینہ کمالات اسلام ص ۳۳۹)

۳...... صاحب نبوت تامہ ہرگز اُمتی نہیں ہوسکتا اور جو شخص کامل طور رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا اُمتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رُو سے بکلی ممتنع ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے: وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کیلئے بھیجا جاتا ہے اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔ (ازالہ اوہام، ص۵۶۹)

۴...... اخبار الحکم جلد ۶ نمبر ۴۶ مورخہ ۳ نومبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۵، اخبار الفضل مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۲۹ء صفحہ ۱۷ اور الفضل مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۲۹ء صفحہ ۸ پر مرزا صاحب کا قول یوں درج ہے:
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع سے اُن کی اُمت میں ہزاروں نبی ہوئے‘‘

۵...... اور پھر قرآن کہتا ہے کہ مسیح کو جو کچھ بزرگی ملی وہ بوجہ تابعداری حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ملی کیونکہ مسیح آنجناب پر ایمان لایا اور بوجہ اس ایمان کے، مسیح نے نجات پائی پس قرآن کی رُو سے مسیح علیہ السلام کے منجی پاک ہمارے نبی ﷺ ہیں (مکتوبات احمدیہ، جلد۳، ص۱۲)

۶...... (۱) یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے۔ جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین امام محمد اسماعیل بخاری نے چھوڑ دیا ہے (ازالہ اوہام، ص۲۲۰)

(۲) وہ دمشقی حدیث جو امام مسلم نے پیش کی ہے، خود مسلم کی دوسری حدیث سے ساقط الاعتبار ٹھہرتی ہے اور صریح ثابت ہوتا ہے کہ نواس رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کے بیان کرنے میں دھوکہ کھایا ہے۔ (ازالہ اوہام، ص۲۳۰)

(۳) اور مسلم میں اس بارے میں حدیث بھی ہے کہ مسیح نبی اللہ ہونیکی حالت میں آئیگا اب اگر مثالی طور مسیح یا ابن مریم کے لفظ سے کوئی اُمتی شخص مراد ہو، جو محدثیت کا مرتبہ رکھتا ہو تو کوئی بھی خرابی لازم نہیں آتی۔ (ازالہ اوہام، ص۵۸۶، ۷۰۱)

۷...... بات یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ تمام انبیاء کے نام اپنے اندر جمع رکھتے ہیں۔

(آئینہ کمالات اسلام، ص۳۴۳)

۸...... حضرت رسول کریم کا نام احمد ہے جس کا ذکر حضرت مسیح نے کیا یَأْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ۔ مِنْ بَعْدِی کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ وہ نبی میرے بعد بالفصل آئیگا یعنی میرے اور اس کے درمیان اور کوئی نبی نہ ہوگا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ الفاظ نہیں کہے بلکہ انہوں نے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا[1] مَعَہٗ اَشِدَّاءُ...... الخ میں حضرت رسول کریم ﷺ کی مدنی زندگی کی طرف اشارہ کیا ہے جب بہت سے مومنین کی معیت ہوئی جنہوں نے کفار کے ساتھ جنگیں کیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت کا نام محمد ﷺ بتلایا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خود بھی جلالی رنگ میں تھے اور عیسیٰ علیہ السلام نے آپکا نام احمد بتلایا کیونکہ وہ خود بھی ہمیشہ جمالی رنگ میں تھے۔

(اخبار الحکم ۳۱ر جنوری ۱۹۰۱ء، ص۱۱)

۹...... الحکم ۴۱/۶، ۱۷، نومبر ۱۹۰۲ء بعد ادائے نماز مغرب حضرت اقدس حسب معمول شہ نشین پر اجلاس فرما ہوئے۔ تو کسی شخص کا اعتراض پیش کیا گیا کہ وہ کہتا ہے جب فارقلیط کے معنی حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے تو قرآن شریف میں جو ﴿مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّأْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ﴾ والی پیشین گوئی مسیح علیہ السلام کی زبانی بیان فرمائی گئی ہے وہ انجیل میں کہاں ہیں؟

فرمایا یہ ہمارے لئے ضروری نہیں کہ ہم انجیل میں سے یہ پیشین گوئی نکالتے پھریں، وہ محرف مبدل ہوگئی ہے جو حصہ اس کا قرآن مجید کے خلاف نہیں اور قرآن نے

[1] پارہ ۲۶ سورہ فتح کی آخری رکوع کی آیت ہے اس میں لفظ ’’ امنوا‘‘ نہیں ہے۔

اس کی تصدیق کی ہے وہ ہم مان لیں گے۔

فارقلیط کی پیشین گوئی انجیل میں ہے اوراس کے معنی حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے اور یہ آنحضرت ﷺ کا نام ہے کیونکہ قرآن کا نام اللہ تعالیٰ نے فرقان رکھا ہے اور آپ صاحب القرآن ہیں اور پھر اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ط میں لفظ بسیط بھی آگیا ہے جس کے معنی شیطان کے ہیں بہرحال فارقلیط آنحضرت ﷺ کا نام ہے اور آپ کا نام جواحمد ہے۔احمد کے معنی ہیں ''خداوند تعالیٰ کی بہت حمد کرنے والا'' اور آنحضرت سے بڑھ کر خدا کی بہت حمد کرنے اور کون ہوگا کیونکہ حق اور باطل میں آپ فرق کرنے والے ہیں اور سب سے بڑھکر وہی حمد کرسکتا ہے جو حق و باطل میں فرق کرے۔احمد وہی ہے جو شیطان کا حصہ دُور کرکے خداتعالیٰ کی عظمت وجلال قائم کرنے والا ہو پس آپ فارقلیط ٹھہرے اور دوسرے الفاظ میں یُوں کہو کہ آپ احمد ہی ہیں گویا فارقلیط کی پیشین گوئی بھی احمد ہی کے حق میں ہے۔(نیز دیکھو اخبار بدر۔۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۲۹)

لاہوری، پیغامی یا اندلسی گروہ

مولوی حکیم نورالدین کی وفات کے بعد مسئلہ خلافت کے متعلق اُمت مرزائیہ میں اختلاف پیدا ہوا بڑی بحث وتمحیص کے بعد حکیم محمد احسن صاحب امروہی خلیفہ قرار پائے مگر حکیم محمد صاحب نے مرزا محمود کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ''تم لوگوں نے مجھے انتخاب کیا ہے اور میں اس صاحبزادہ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں''، اس پر سب لوگوں نے مرزا محمود سے بیعت کرلی، مگر مسٹر محمد علی، خواجہ کمال الدین اور اُن کے ہم خیال اشخاص کو پہلے ہی مرزا محمود سے اختلاف رہا کرتا تھا اوران کے دلوں میں اس کا وقار علمی بہت کم تھا اسلئے انہوں نے بیعت سے انکار کردیا اور قادیان کی رہائش ترک کرکے لاہور میں اقامت اختیار کرلی۔اس کی

خلافت کا انکار کردیا اوراپنی جماعت کی علیحدہ تنظیم قائم کی اور مسٹر محمد علی۔ایم۔اے کو اپنا امیر منتخب کرلیا۔کچھ عرصہ کے بعد مولوی حکیم محمد احسن امروہی بھی اس جماعت میں شامل ہوگئے اُس وقت سے مرزائیوں کے یہ دو بڑے گروہ قادیانی و لاہوری کا نام سے موسوم ہوئے چونکہ قادیان مرزا صاحب کے الہام کے مطابق دمشق کا قائم مقام ہے اسی نسبت سے قادیانیوں کو آج کل دمشقی اور لاہوریوں کو اندلسی بھی کہا جاتا ہے۔ہر دو گروہ ایک ہی شجر خبیثہ کی دو شاخیں ہیں۔ان میں بلحاظ عقائد کسی قسم کا اختلاف نہیں ان کا باہمی اختلاف محض لفظی واصطلاحی ہے مگر مسلمانوں کیلئے لاہوری گروہ زیادہ خطرناک ثابت ہورہا ہے ان کا منافقانہ طرزِ عمل اکثر اشخاص کو صراطِ مستقیم سے علیحدہ کردیتا ہے اور لوگ انہیں مسلمان سمجھنے لگتے ہیں۔یہ گروہ مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنا مقتدا پیشوا، مجدّد وقت، محدث، مسیح موعود، کرشن، امام الزمان سب کچھ مانتا ہے اور کہتا ہے کہ مرزائی تعلیمات پر ہم ہی لوگ قائم ہیں مگر اس معاملہ میں قادیانی گروہ مرزا کی تعلیمات پر عمل پیرا ہے۔لاہوری پارٹی کا دعویٰ ہے کہ مرزا غلام احمد نے حقیقی نبوّت کا دعویٰ نہیں کیا اور مرزا نے جن الفاظ میں نبوّت کا دعویٰ کیا ہے اس سے مراد محدثیت ہے مگر دراصل یہ گروہ حقیقت حال کو پوشیدہ رکھنے کیلئے دوراز کار تاویلات سے کام لے رہا ہے اصل بات یہ ہے کہ لاہوریوں نے دیکھا کہ مسلمان دعویٰ نبوت سے بھڑکتے ہیں اور ایسے متوحش ہوتے ہیں کہ پھر کسی طرح ان کے شکار کی امید نہیں کی جاسکتی اور ظاہر ہے کہ چندہ وغیرہ جو کچھ وصول ہوسکتا ہے وہ یا تو مسلمانوں سے یا مرزائیوں سے، مگر مرزائیوں کی غالب اکثریت مرزا محمود کے ساتھ تھی اس لئے مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملانے اوراُن کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے منافقانہ طرزِ عمل اختیار کرنے پر مجبور ہوئے اور اعلان کردیا کہ ہم مرزا کو نبی نہیں مانتے اور مرزا کو نبی نہ ماننے والوں کو کافر نہیں کہتے چنانچہ اس پالیسی سے وہ بہت کچھ فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔سادہ لوح مسلمان جس قدر جلد اُن

کے فریب میں آ جاتے ہیں قادیانی پارٹی کے فریب میں نہیں آتے۔ نواب شاہ جہاں بیگم والیہ بھوپال کی تعمیر کردہ مسجد دوکنگ لندن ان کے قبضہ میں ہے اور لندن مشن کے اخراجات سب مسلمانوں کے چندوں سے پورے ہو رہے ہیں۔ مسٹر محمد علی نے قرآن مجید کا انگریزی زبان میں ترجمہ معہ تفسیری نوٹوں کے شائع کیا ہے۔ جس کی طباعت کیلئے حنفی وسنی تاجران رنگوں نے یکمشت سولہ ہزار روپیہ دیا تھا۔ مسٹر محمد علی نے اب قرآن کی تفسیر اُردو میں بھی شائع کی ہے تفسیر وترجمہ سرسید اور مرزا کے تمام باطل عقائد، تحریفات معنوی، تاویلات، معجزات کے انکار وغیرہ سے بھرپور ہیں، اس ترجمہ اور تفسیر نے ہندوستان میں روح الحاد کو زندہ کر دیا ہے، انگریزی خوان طبقہ سوائے انگریزی کے اور کسی چیز کا مطالعہ کرنا پسند نہیں کرتا اس لئے یہ ترجمہ ان میں رائج ہو رہا ہے اور ان کے دینی عقائد کو متزلزل کر کے انہیں دہریت والحاد کی جانب لے جا رہا ہے۔ افسوس ہے کہ آج تک ہندوستان کی کسی مقتدر اسلامی سوسائٹی نے اس خطرناک زہر کے علاج کی طرف توجہ[1] نہیں کی۔

لاہوری جماعت کے مبلغین غیر ممالک میں اپنے پیشوا یعنی مرزا کی سنت پر عمل کر رہے ہیں اور شاید اسی سنت پر عمل کرنے کی بدولت اُن کی مرکزی انجمن کو کئی مربعے اراضی زرعی علاقہ منٹگمری میں گورنمنٹ کی طرف سے عطا ہوئے ہیں۔ خواجہ کمال الدین نے اپنی تصنیف ''مجدد کامل'' میں اقرار کیا ہے کہ تمام اسلامی ممالک کے نزدیک ہماری حیثیت انگریزی جاسوس سے زیادہ نہیں رہی۔ لاہوری جماعت کے ممتاز اراکین مرزا کی نبوّت کے

[1] شیخ غلام حیدر صاحب ہیڈ ماسٹر چنیوٹ سرگودہا نے مسٹر محمد علی مرزائی کے انگریزی ترجمہ پر نہایت عمدہ ریویو لکھا ہے۔ جو ان سے اغلباً بقیمت ۱۲ مل سکتا ہے۔ اس ریویو کی عام اشاعت کا ہونا ضروری ہے۔ بلکہ ہیڈ ماسٹر صاحب کو چاہیے کہ اس کا ترجمہ انگریزی میں کر دیں تاکہ انگریزی خوان طبقہ اس کا مطالعہ کر کے گمراہی سے بچے۔ تمام اسلامی مجالس کو چاہیے کہ اس دینی خدمت میں ہیڈ ماسٹر صاحب کی حوصلہ افزائی اور امداد کریں۔ بحمدہ تعالیٰ اسے بھی احتساب قادیانیت میں شامل کیا جائے گا۔
(مرتب)

قائل تھے اور اب بھی ہیں صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلئے اور اہل اسلام میں اپنا وقار حاصل کرنے کیلئے، انکار کر رہے ہیں ورنہ لاہوری جماعت کے امیر مسٹر محمد علی نے رسالہ ریویو آف ریلیجز کی ایڈیٹری کے زمانہ میں لکھا تھا ''آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ جس شخص (مرزا) کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں دنیا کی اصلاح کیلئے مامور و نبی کر کے بھیجا ہے وہ بھی شہرت پسند نہیں''۔ (ریویو اردو جلد ۵، نمبر ۴ ص ۱۳۲) ''یہی وہ آخری زمانہ ہے جس میں موعود نبی کا نزول مقدر تھا''۔ (ریویو اردو جلد ۶ نمبر ۳ ص ۸۳) آیت کریمہ میں جن لوگوں کے درمیان اس فارسی الاصل نبی کی بعثت لکھی ہے انہیں آخرین کہا گیا ہے۔ (ریویو جلد ۶ نمبر ۳ ص ۹۶) ''نبی آخرالزمان کا ایک نام رجل من ابناء فارس بھی ہے''۔ (ریویو جلد ۶ نمبر ۳ ص ۹۸) ''ایک شخص (مرزا) جو اسلام کا حامی ہو کر مدعی رسالت ہو''۔ (ریویو جلد ۵ نمبر ۵ ص ۱۶۶)

مگر مسٹر محمد علی اور ان کے متبعین دنیا کی آنکھ میں خاک جھونکنے کیلئے کہہ رہے ہیں کہ ہم نے مرزا صاحب کو کبھی نبی تسلیم نہیں کیا، مولوی نورالدین کی زندگی میں ایک دفعہ اس جماعت کے بعض افراد پر الزام لگایا گیا تھا کہ یہ لوگ نبوت مرزا کے منکر ہیں۔ اس الزام کو دُور کرنے کیلئے انہوں نے تین بار اعلان کیا تھا کہ ''معلوم ہوا ہے کہ بعض احباب کو غلط فہمی میں ڈالا گیا ہے کہ اخبار ہذا کے ساتھ تعلق رکھنے والے اصحاب یا ان میں سے کوئی ایک سیدنا حضور حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کے مدراج عالیہ کو اصلیت سے کم استخفاف کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی صورت میں اخبار پیغام صلح سے تعلق ہے خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی محض بہتان ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس زمانہ کا نبی و رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں اور جو درجہ حضرت مسیح موعود نے اپنا بیان فرمایا ہے اس سے کم وبیش کرنا موجب سلب

ایمان سمجھتے ہیں''۔ (اخبار پیغام صلح جلد اول ص ۴۲، ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۳ء)

ہم خدا کو شاہد کر کے اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا ایمان یہ ہے کہ مسیح موعود یعنی (مرزا) اللہ تعالیٰ کے سچے رسول تھے اور اس زمانہ کی ہدایت کیلئے دنیا میں نازل ہوئے۔ آج آپ کی متابعت میں ہی دنیا کی نجات ہے۔ (پیغام صلح جلد ۱ ص ۳۵، ۷ ستمبر ۱۹۱۳ء)

ان دو بڑے فرقوں کے علاوہ اور بھی کئی مرزائی فرقے ہیں جن کی تعداد اگرچہ قلیل ہے تاہم ان کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ان کا تذکرہ بھی مختصراً درج کیا جاتا ہے۔

اروپی یا ظہیری

اس فرقہ کا پیشوا محمد ظہیر الدین اروپی ہے۔ یہ فرقہ مرزا غلام احمد قادیانی کو صاحب شریعت اور مستقل نبی مانتا ہے اور اُن کا دعویٰ ہے کہ مرزا ناسخ شریعت محمدیہ تھا، ان کا کلمہ: لاالہ الااللہ احمد جری اللہ ہے۔

تیماپوری

اس فرقہ کا پیشوا عبداللہ تیماپوری ہے۔ تیماپور ریاست حیدرآباد دکن میں واقع ہے۔ پہلے یہ شخص مرزائی تھا۔ اب اپنے آپ کو مظہر اوّل قدرت ثانی، فی الارض خلیفة اللہ وفی السماء، محمد بن عبد اللہ، مامور من اللہ، یمین السلطنة، حکم وعدل مہدی معہود صاحب قرآنی تیماپوری کے لقب سے ملقب کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے سب سے پہلے یہ وحی ہوئی ''یاایها النبی تیماپور میں رہیو'' اس کی جماعت ریاست میسور دکن میں دن بدن بڑھ رہی ہے۔ جاہل اشخاص اس کے قابو میں آرہے ہیں۔ ۱۳۲۴ھ میں اس نے دعویٰ نبوت کیا تھا اس کو دعویٰ کئے ہوئے ۲۷ سال کا طویل عرصہ گذر چکا ہے۔

چنانچہ اپنی کتاب محاکمہ آسمانی مطبوعہ ۱۳۳۴ھ نعمت پریس دکن کے صفحہ ۳۱ پر مرزائیوں کو اُس نے حسب ذیل الفاظ میں چیلنج دیا ہے

''اللہ پاک کا آسمانی قانون ہے کہ مفتری عصی اللہ اور جھوٹا مامور من اللہ یمین السلطنت اور حکم وعدل ہونے کا دعویٰ کرے پھر اپنی صداقت میں الہام حق کو جاری کرے اور لوگوں کو اطاعت حق میں اپنے اتباع کی طرف بلائے، ماننے والوں کو خوشخبری اور نہ ماننے والوں کو عذاب حق سے ڈرائے، ایسا شخص سرکار آسمانی کا باغی ہے، ایسے مدعی کا دستِ یمین گرفت کر کے رگ گردن کاٹ دی جائیگی۔ اس عاجز پر صحیفہ آسمانی نازل ہوئے دسواں (۱۳۳۴ھ میں) سال ہے، اللہ پاک نے خاکسار کے عروج کے لئے دس، پانچ، پندرہ سال کا الہام نازل کیا ہے، اگر کسی دشمن خلافت کو مقابلہ منظور ہے تو اس کے لئے میدان مباہلہ موجود ہے اگر حوصلہ ہو تو آئیں''۔

اس چیلنج کے جواب میں مرزائیوں کو مقابلہ کا حوصلہ نہ ہوا۔ تیماپوری نے اپنے سلسلہ کا نام سلسلۂ محمدیہ رکھا ہے، اسی کتاب محاکمۂ آسمانی کے صفحہ ۱۶ پر لکھتا ہے ''یہ کتاب ۱۳۳۴ھ میں لکھی گئی اس سے قبل ۴۰ سال سے الہامات شروع تھے مگر ۱۳۳۴ھ سے وحی کا اعلیٰ مرتبہ شروع ہوا''۔ مرزا غلام احمد کے متعلق لکھتا ہے۔ ''حضرت صاحب (مرزا) کا مرتبہ شہور تک عروج تھا، مقام وجود تک ان کی رسائی نہ تھی، خاکسار نے ہر دو کو اپنے میں صحیح پایا، اس لئے دونوں مراتب کا جامع قرار پا کے ظلِ محمد واحمد بن کر ہر دو مراتب کا مظہر بنا ہے، اللہ پاک نے اس عاجز کے سلسلہ کا نام طریقہ محمدیہ رکھا ہے، حضرت مسیح موعود (مرزا) کے الہامات میں اسی راز کی طرف اشارہ ہے۔ کان اللہ نزل من السماء وجانک النور وھو افضل منک یعنی وہ یحیٰی مظہر خدا ہوگا اور بعض کمالات کی استعداد میں حضرت مسیح موعود (مرزا) سے افضل ہوگا۔ اے قوم احمدی میرے حق ظاہر کرنے پر غصہ

مت ہو، کیا خدا کے کلام پورے ہوتے دیکھنا نہیں چاہتے آخر مسیح کا الہام پورا ہونا ہے یا نہیں؟''۔ (محاکمہ آسمانی صفحہ ۸ حاشیہ) ''باوجود ان تمام خوشخبریوں کے خاکسار کو اس انعام الٰہی کا اقرار ہے کہ حضرت غلام احمد مسیح موعود اور یہ خاکسار مہدی معہود ہر دو خدا کی طرف سے ماموروومرسل ہونیکی وجہ سے ہم دونوں آپس میں بھائی بھائی ہیں ایک دوسرے کے ظل ہوکر ایک میوے کے دو پھانک ہیں یا ایک تخم کے دو دال دانے ہمارے ہر دو کے ملاپ سے دور ثانی عروج اسلام کا آغاز ہوا ہے جو لوگ ہم میں تفریق کرتے ہیں وہ ہم میں سے نہیں ہیں بلکہ اپنے ایمان کے تخم میں تفریق کرتے ہیں یا ایھا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللّٰہ ورسولہ'' (محاکمہ آسمانی ص۱۵) ''یہ (مرزا) وہی انسان ہے جس کے لئے ساری دنیا انتظار کر رہی تھی'' (محاکمہ آسمانی ص۱۹) ''اس طرح حضرت صاحب (مرزا) کی نبوت اور خاتم النّبیین کی نبوّت اور مرتبہ میں کوئی فرق نہیں ہے[1]'' (محاکمہ آسمانی ص۲۰)

''حضرت صاحب (مرزا) کا علمی اکتساب اعلیٰ درجہ پر تھا کئی استاد آپ کو ایک زمانے تک تعلیم [2] دیتے رہے لیکن وحی ظل نبوّت جو آپ پر نازل ہوئی وہی ہے کہ خاکسار کی استدعا اور نزول وحی دونوں وہی ہیں'' (محاکمہ ص۱۸)

''ماموروں میں سے چالیس مردوں کی قوت عشق عطا ہوتی ہے، یہاں تک کہ بعض حالت میں وہ انزال کے لئے جب تک اپنی رضامندی ظاہر نہ کرے، انزال نہیں ہوتا اس سے میں نے حورانِ بہشت کے راز کو پایا ہے، یہ سب خدا کا فضل ہے'' (محاکمہ آسمانی ص۹) ''میرے دونوں کندھوں کے درمیان مُہر نبوّت کا عکس دکھایا گیا'' (محاکمہ آسمانی ص۱۷)

---

[1] اس سے ثابت ہوا کہ تیماپوری اپنے آپ کو خاتم النّبیین ﷺ سے افضل سمجھتا ہے اور مرزا کو خاتم النّبیین کا ہم مرتبہ ظاہر کر کے اپنے کو مرزا سے افضل سمجھتا ہے۔ اللھم احفظنا من شرور الکاذبین۔ (مولف)

[2] مگر مرزا قادیانی کہتا ہے کہ میرا استاد کوئی نہیں۔ (مولف)

''اللھم صَلِ علی محمد عبد اللّٰہ '' (محاکمہ آسمانی ص۱۶)

''میں مرزا صاحب کو ظل نبی مانتا ہوں''۔ (محاکمہ آسمانی ص۴۵)

کذاب تیماپوری نے ۱۳۳۹ھ میں کتاب سود کا مسئلہ اور قدسی فیصلہ شائع کیا تھا، جس میں ظاہر کیا کہ ''سُود کی شرح آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نہ ہونے پائی تھی وہ اس زمانہ کے لئے خدا کیلئے مامور کے ذریعہ ہونا تھی مجھے الہام ہوا کہ سینکڑہ ساڑھے بارہ روپیہ سالانہ سُود کی آخری حد ہے جس کی اجازت ہے''۔

تیماپوری نے اپنی اُمّت کے لئے کئی آسانیاں بہم پہنچائی ہیں۔ اپنی کتاب رحمت آسمانی صفحہ ۷ پر لکھتا ہے:

''ماہِ رمضان کے تیس روزوں کے بجائے تین روزے کافی ہیں، عورتوں کو بے پردہ رہنے کی اجازت ہے، ساڑے بارہ روپیہ سینکڑہ سالانہ سود لینا جائز ہے''۔

عبداللہ تیماپوری پر اعتراض ہوا کہ تم ناسخ شریعت محمدیہ ہونے کا دعویٰ کر رہے ہو، اس پر اُس نے وہی جواب دیا جو مرزائی دیا کرتے ہیں، ''یعنی میں بروزی طور پر عین محمد ہوں لہٰذا میں کچھ نہیں، جو کچھ ہے وہ ہے، اس لئے محمد ﷺ خود اپنی شریعت میں ترمیم کر رہے ہیں، اس پر کسی کو اعتراض نہ ہونا چاہئے''۔

کذاب تیماپوری کی تصانیف میں سے تفسیر فاتحہ، طوفانِ کفر، تقریر آسمانی، مبشرات آسمانی، صحیفۂ آسمانی، شان تعلیٰ، حقیقت وحی الہ، اسلامی گیت، ام العرفان، تفسیر قصہ آدم، قدرت ثانی، رحمت آسمانی، ارشادات، توحید آسمانی، شناخت آسمانی، مکار مرشدوں کے ارشادات، فرمانِ محمدی، کسر صلیب، رسمی شادی، وغیرہ کئی کتابیں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہیں۔ اس کا سب سے بڑا معاون میر حسن مرزائی میل کنٹر کٹر موٹر سروس محمور

صوبہ دکن ہے یہ شخص تیماپوری کے دعاوی کی اشاعت میں بے دریغ روپیہ صرف کر رہا ہے۔

چن بسویشور

یہ شخص نہایت چالاک مفتری اور خطرناک ثابت ہوا ہے اس کا اصلی نام صدیق تھا۔ اس نے اپنا تخلص دیندار رکھا اور اس کے پیرو دیندار کہلاتے ہیں۔ اہل ہنود کو اپنے کسی موعود چن بسویشور کا انتظار تھا، یہ مدعی ہے کہ چن بسویشور میں ہی ہوں، یہ شخص پہلے مرزائی تھا۔ اس کا اصلی وطن گدک علاقہ بیجاپور دکن ہے۔ قادیان میں کچھ مدت مقیم رہنے کے بعد نبوت کے دعویٰ کا شوق دل میں سمایا، وہ اپنی کتاب ''خادم خاتم النبیین'' میں لکھتا ہے کہ قادیانی جماعت نے مرزا غلام احمد کو نبی قرار دے کر حضور سرور عالم ﷺ پر ایسا حملہ کیا ہے جو اب تک کسی غیر نے یا اپنے والے نے نہیں کیا تھا۔ اس حملہ کے دفعیہ کے لئے ایسا زبردست پہلو ہونا چاہئے تھا، کم از کم اِتنا تو ہو کہ جس بزرگ کی شان میں غلو کیا گیا ہے اس کا ایک ہم پلہ انسان پیدا ہو اور اپنے وجود کو میزان کے پلہ میں برابر تول کر دکھائے اور باور کرائے کہ باوجود اس شان و شوکت کے حضور ﷺ کے بعد میں نبی نہیں بن سکتا تو مرزا صاحب کی کیا مجال ہے کہ وہ نبی بن سکے''۔ (خادم خاتم النبیین ص ۶)

مگر اِس دعویٰ کے باوجود وہ لکھتا ہے کہ ''میں میاں محمود احمد صاحب کو دکن کی بشارتوں کی بنا پر خلیفہ جماعت احمدیہ مانتا ہوں گو لاہور کی جماعت مخالف ہی کیوں نہ ہو، میری سمجھ میں نہیں آتا جس کا ظہور ہو چکا ہے اس کا انکار کیسا'' (ص ۳۷) ''چند دن کے بعد دنیا دیکھ لے گی کہ وہ (محمود) الوالعزم مختلف اقوام کا سردار ہوگا، فقیر جانتا ہے کہ وہ متقی مرد ہے'' (صفحہ د، دیباچہ) ''مرزا غلام احمد ماموروقت کرشن اوتار تھا''۔ (صفحہ ہ، دیباچہ)

تیماپوری کی طرح یہ بھی مرزائیوں کو چیلنج دیتا ہے کہ لو تقول علینا (آلایۃ) سے ثابت ہے کہ کون انسان ہے جو خدا پر افتراء باندھے اور بچ جائے میرے دعویٰ ماموریت

یعنی ۱۹۲۳ء[1] سے برداشت کا مادہ وحی کا بڑھتا گیا، اس وقت یہ حال ہے کہ متعدد جملے الہاماً نازل ہوتے ہیں''۔ (صفحہ ۳۲)

''ایک زمانہ سے اللہ تعالیٰ کا مکالمہ مجھ سے جاری ہے''۔ (ص ۳۰)

''حضرت مرزا صاحب نے ۸/اپریل ۱۸۸۶ء میں یہ اعلان کیا کہ ایک مامور قریب میں پیدا ہونیوالا ہے یعنی آج سے ایک مدت حمل میں دنیا میں آئیگا وہ رُوح حق سے بولیگا۔ اس کا نزول گویا خدا کا آنا ہے وہ ایک عظیم الشان انسان ہے'' (ص ۱۷) ''اگر میں احمدیوں کا مامور و موعود نہیں ہوں تو دوسرا کوئی بتائے'' (ص ۱۸) ''میرے متعلق اس کثرت سے نشان بیان کئے گئے ہیں کہ مسلمانوں میں مہدی اور مسیح کے بھی نہیں اتنی عظمت اس مامور کو اس وجہ سے دی گئی ہے کہ وہ بڑی خدمت کرنے والا ہے حضور ﷺ کی ذات پاک پر جو حملہ ہو رہا ہے اور بے عزّتی و ہتک ہو رہی ہے اس کے دُور کرنے کیلئے ایسے شان و شوکت سے اتنے ہی نشانوں سے اتنی ہی دھوم دھام سے ایک شخص مختلف اقوام کیلئے رحمت کا نشان بن کر اشاعت اسلام کا بہترین ذریعہ بن کر ساری اقوام کا پیارا بن کر آنا چاہئے تھا کہ اللہ پوری طاقت کے ساتھ آسمان سے آتا ہوا نظر آئے'' (ص ۱۱) ''خود اس مجدّد (مرزا) سے بڑھ کر زمین اور آسمان نے میرے لئے نشانات ظاہر کئے تا کہ اتمام حجت میں کوئی کسر نہ رہے۔ (ص ۲۱)

شعر

عید منائیو اے احمدیو سب ملکر منتظر جس کے تھے تم آج وہ موعود آیا

(ص ۹)

---

[1] یعنی ۱۹۳۳ء میں چن بسویشور کو دعوی کئے ہوئے دس سال ہو چکے ہیں۔ اس کی جماعت بھی ترقی کر رہی ہے۔ کیا وجہ ہے کہ مرزائی اسے اپنے مقرر کردہ بیان کردہ معیار کے مطابق سچا نہیں سمجھتے۔ اسی طرح کذاب تیماپوری کو دعوی کئے ۲۸ سال ہو چکے ہیں مگر ابھی تک زندہ موجود ہے اور اپنے مشن کو کامیاب بنا رہا ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک کسی مفتری علی اللہ کا دیر تک زندہ رہنا اس کی صداقت کا نشان نہیں ہو سکا۔ سچے انبیاء کئی قتل ہوئے۔ اور تیماپوری کی طرح کئی کاذبوں کو لمبی عمریں ملیں۔ (مولف)

"خدانے اپنے فضل سے مجھے پیشوا بنایا ہے، میں اپنے اندر سارے عالم کو دیکھتا ہوں،

اور میں خود کو سارے عالم میں بھرا ہوا پاتا ہوں، میری تبلیغ عام ہے میری تلقین وارشادات عام ہیں"۔ (ص۱۵)

مرزا صاحب نے میرے متعلق خبر دی تھی کہ شعر

باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا ۔ آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار

آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے ۔ گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اُس کا انتظار

فرزند گرامی ارجمند مظهر الاوّل والآخر مظهر الحق والعلا كان الله نزل من سماء۔ (ص۵۵)

"اس کو حضرت (مرزا) صاحب کے مکان کا بچہ خیال کرنا نادانی ہے کیونکہ اس کو خدا تعالیٰ نے اپنے فعل سے غلط ثابت کیا ہے یعنی اس بشارت کے بعد مکان میں ایک اور ایک لڑکا پیدا ہوتے ہیں۔ لڑکا کم سنی میں مر جاتا ہے"۔ (ص۵۷) "اے جماعت احمدیہ کے دانشمند لوگو! اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہ نسبت دوسروں کے؟ (ص۲۹) "میں پکا قادیانی ہوں" (ص۳۹)

مرزا غلام احمد کی اتباع میں چن بسویشور کے دعاوی بھی متضاد ہیں اور وہ سب کچھ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مگر ہوشیاری و مکاری سے دعویٰ نبوت کا انکار کر دیتا ہے، ایک جگہ لکھتا ہے کہ میں کیا ہوں: ع

سارے قوموں کے میرے سامنے ہیں اصل اصول

جگ کی ہر قوم کے دنگل کا پہلواں ہوں میں

یعنی عیسائی و موسائی و زردشتی ہوں

آریا ہوں، ولنگائیت ہوں و قرآں ہوں میں

چھتری ہوں، ویش ہوں، شودر ہوں، برہمن ہوں میں

سکھ، کائیتھ ہوں، دُرِّ حلقۂ بھگوان ہوں میں

قادیانی ہوں و لاہوری و نجدی ہوں میں

نیچری ہے میرا مذہب اس سے فرحاں ہوں میں

(کتاب خادم خاتم النبیین، ص۴۰)

ایک جگہ لکھتا ہے۔ "کیا اللہ پر بھی جادو ہو سکتا ہے؟ میرا وجود میرا نہیں" (ص۴۳)

"میں خود قرآن ہوں۔" (ص۴۶)

تیما پوری کذاب کی طرح چن بسویشور بھی اپنی کتاب میں فخریہ ذکر کرتا ہے کہ فلاں عورت میری روحانیت کے اثر سے مجھ پر اس قدر فریفتہ ہوگئی کہ وہ جس طرف دیکھتی تھی اُسے چن بسویشور ہی نظر آتا تھا، مُرغ کی اذان، بچہ کے رونے غرض ہر آواز سے چن بسویشور کے الفاظ ہی سنتی تھی۔ (ص۴۷)

ایک عورت تنہائی میں رات کے وقت میرے پاس آیا کرتی تھی اور فلاں عورت آدھی رات کے وقت پھول وزیورات سے آراستہ ہوکر میرے لحاف میں آگھسی اور میرے منہ پر منہ رکھ دیا۔ (ص۶۶) یہ شخص اپنے آپ کو صدیق، دیندار، یوسف، موعود چن بسویشور کہلاتا ہے اور اپنے آپ کو حضرت یوسف علیہ السلام سے چھ امور میں افضل قرار دیتا ہے"۔ (ص۶۶،۶۷) قادیانی ولاہوری ہر دو جماعتیں اسکی حوصلہ افزائی وامداد میں منہمک ہیں اور تعجب ہے کہ میر حسن میل کنٹریکٹر موٹر سروس ممکور اس کی بھی امداد کرتا ہے اور اس نے پانچ ہزار

روپیہ اس کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ (ص ۸۷) پر لکھتا ہے کہ ''حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے ایک خط میں مجھے اطلاع دی ہے آپ سے ہماری جماعت کا ہر فرد خوش ہے'' نیز اسی صفحہ پر قادیان کے ایک خط کی نقل شائع کی ہے جس میں ناظر دعوت وتبلیغ قادیان نے لکھا ہے کہ ''آئندہ سال کے پروگرام میں دکن کی طرف وفد بھیجنے اور آپ کے کام میں دلچسپی پیدا کرنے کی خاص کوشش کی جائیگی بہرحال آپ کام کرتے جائیں اللہ تعالیٰ کے وعدے اپنے وقت پر ضرور پورے ہونگے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ کام کی رپورٹ براہِ کرم ضرور بھیج دیا کریں''۔

اس سے ثابت ہوتا کہ دراصل مرزائی فرقے عقائد ومقاصد میں متفق ہیں اور سب مرزا غلام احمد کے قائم کردہ شجر خبیثہ کی شاخیں اور ثمر ہیں اور اپنے اصل کی طرف راجع ہیں۔

گنا چوری

اس فرقہ کا پیشوا عبداللطیف ساکن گنا چور ضلع جالندھر ہے۔ اس نے ۱۹۲۱ء میں دعویٰ نبوت کیا۔ یہ امام آخرالزمان ومہدی معہود ہونیکا مدعی ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود تسلیم کرتا ہے۔ اس نے ایک کتاب ۵۰۰ صفحات کی ''چشمہ نبوت'' تالیف کی ہے جس میں اپنی صداقت کی ۳۶۰ دلیلیں دی ہیں۔ اس کے دلائل عام طور پر وہی ہیں جو مرزا نے اپنے لئے دیئے ہیں، عبداللطیف نے مرزا محمود کو اور اپنے تمام مخالفین کو دعوت مباہلہ بھی دی تھی۔

رجل یسعیٰ

یہ شخص چیچہ وطنی ضلع منٹگمری میں پٹواری ہے۔ اپنے آپ کو ''احمد، محمد، عبداللہ حارث حراث مہدی آخرالزمان رجل یسعیٰ'' کہلاتا ہے۔ اس نے ایک کتاب ''ہدایۃ

للعالمین'' تالیف کی ہے جس کے تین حصے شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے دعاوی والہامات نہایت عجیب وغریب ہیں۔ اپنے آپ کو کئی انبیاء سے افضل سمجھتا ہے اور قرآن فہمی میں اپنا کمال بیان کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: وجاء من اقصی المدینة رجل یسعی (ترجمہ: ایک آدمی شہر کے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا)، اس کا دعویٰ ہے کہ وہ رجل یسعی میں ہوں۔

احمد نور کابلی

قادیان کے نبی خیز قطعہ سے ایک اور شخص مدعی نبوت ظاہر ہوا ہے اس کا نام احمد نور کابلی ہے۔ یہ شخص مبروص ہے اور اس نے پنساری کی دوکان کھول رکھی ہے بنفشہ وگاؤزبان بیچتے بیچتے ''نبی'' بن گیا۔ اس کے ایک پیرو عبدالرحمن ساکن ہولا گنج نہرہ کان پور نے اس کا ایک اعلان مطبع احمد المطابع کان پور سے طبع کرا کر شائع کیا ہے جو بجنسہ نقل کیا جاتا ہے۔

اعلان

اے اللہ تعالیٰ کے ماننے والو! اور رسولوں کے ماننے والو! اے تمام آدم علیہ السلام کی اولاد۔ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت خبر دیتا ہوں کہ میں اللہ کی طرف سے مامور ہو گیا ہوں دنیا کے واسطے رسول اور نبی مامور من اللہ ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کا ویسا ہی رسول ہوں جیسے ابراہیم علیہ السلام، جیسے موسیٰ علیہ السلام، جیسے عیسیٰ علیہ السلام جیسے محمد ﷺ جیسے مسیح علیہ السلام مرزا صاحب! میری آمد تمام انبیاء کی آمد ہے۔ میں تمام انبیاء کا مظہر ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کا مظہر ہوں۔ میرے ساتھ وہ خدا جس نے تمام انبیاء کے ساتھ کلام کیا ہے کلام کرتا ہے اُس

نے آرڈر دیا ہے کہ میری رضا کی خاطر خبر دو کہ اگر اللہ سے محبت کرتے ہو، تو میری بات مان لو، میری تابعداری کرو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ محبت کریگا۔ میں نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے خبر دی، جو مانیگا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کا وارث بنے گا۔ باقی اللہ تعالیٰ کا انعام جس کو وہ پسند کرتا ہے۔

اعلان کرنیوالے اللہ تعالیٰ کے رسول احمد نور کابلی احمدی اللہ تعالیٰ کے تمام نبیوں کے ماننے والے

میں ایمان کا درخت ہوں جیسا کہ تمام انبیاء اور جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام اور جیسے موسیٰ علیہ السلام جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام جیسے کہ محمد ﷺ اور جیسا کہ مسیح علیہ السلام الغرض تمام انبیاء ایمان کے درخت ہیں۔ سب کے ماننے سے ایمان کا پھل ملتا ہے، خدا تعالیٰ کا قرب ملتا ہے۔ اور جنت ملتی ہے، میں بھی اسی طرح ایمان کا درخت ہوں، میرا انکار اسی طرح زہر قاتل ہے جیسا تمام انبیاء کا انکار زہر قاتل ہے۔

احمد نور کابلی احمدی اللہ کا رسول مقام قادیان پنجاب، میری آواز پر لبیک کرنا اللہ تعالیٰ کی آواز پر لبیک کرنا ہے، وہ آدمی لبیک کرنیوالا اپنے گھر بیٹھا ہوا خدا تعالیٰ کے فضل کا وارث بن سکتا ہے جیسا کہ ہر ایک نبی کا ماننے والا اپنے گھر قبول کرنے سے اللہ تعالیٰ کے فضل کا وارث بنتا ہے اور میرا نہ ماننے والا اپنے گھر میں خدا تعالیٰ کو ناراض کرتا اور باغی بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آواز سے غافل اور غفلت کرنے والا ہو جاتا ہے۔ میں مجنون نہیں ہوں۔ مجنون کے ساتھ اللہ کا کلام نہیں ہوتا اور اس کو اللہ تعالیٰ رسول کے نام سے، ہادی کے نام سے اور نبی کے نام سے نہیں پکارتا ہے۔ دنیا کے لوگو اللہ کی رضا لو، اللہ کو ناراض مت کرو۔

معراجکے

ایک شخص مسمّٰی نبی بخش مرزائی ساکن معراجکے ضلع سیالکوٹ نبوّت کا مدعی ہے۔ اس نے اعلان کیا تھا کہ میں نبی ہوں۔ میرے والدین نے میرا نام نبی بخش اسی لئے رکھا تھا اور میرے مولد و مسکن کا نام ”معراج کے“ ہیں۔ کسی ظریف الطبع نے جس کا نام خدا بخش تھا، اس کے جواب میں اعلان کیا کہ میں نے نبی بخش کو نبی نہیں بنایا اس لئے وہ اپنے دعوئی میں جھوٹا ہے۔

سمبڑیالی

اس فرقہ کا پیشوا محمد سعید مرزائی سمبڑیال ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا ہے۔ مرزا غلام احمد نے کہا تھا سیأتی قمر الانبیاء، محمد سعید کہتا ہے کہ میں قمر الانبیاء ہوں۔ اس کو گلھڑوں کی بیماری ہے یعنی ٹھوڑی کے نیچے گردن پر نہایت بدنما ورم ہے اس کا دعوی ہے کہ یہ مُہر نبوّت ہے۔

علاوہ ازیں اُمت مرزائیہ میں اور کئی مدعیانِ نبوّت پیدا ہو گئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ مرزا کے خاص مرید مولوی محمد فضل چنگوی نے حال ہی میں دعوئی نبوّت کیا ہے۔ غلام حیدر جہلمی، محکم الدین پپیالوی، محمد زمان سندھی وغیرہ کاذب مدعیان نبوّت پہلے مرزائی تھے، درسگاہ مرزا سے اُنہوں نے افتراء علی اللّٰہ کا سبق سیکھا۔ حیرت ہے کہ مرزائی جبکہ اجرائے نبوّت کے قائل ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ان مدعیانِ نبوّت کو راستباز تسلیم نہیں کرتے۔

مرزائیوں کی تعداد

مرزائیوں کی عادت ہے کہ جہاں کسی ناواقف سے گفتگو کا موقع ملے اپنی کثرت تعداد کا ذکر شاندار الفاظ میں کرتے ہیں۔ مرزائیوں کی تعداد بھی ایک چیستان اور معمہ بنی ہوئی ہے۔ مرزائیوں کے اقوال اس قدر مختلف اور متضاد ہیں کہ صحیح اندازہ کرنا دشوار ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب اپنی آخری تصنیف پیغامِ صلح میں لکھتے ہیں کہ اس وقت میرے ماننے والوں کی تعداد چار لاکھ ہے۔ ان کے ایک مرید عبدالعزیز بھڈانوی نے اپنی کتاب ''کوکب دُرّی'' میں پانچ لاکھ بیان کی ہے۔ مقدمہ اخبار مباہلہ میں مرزائیوں نے اپنی تعداد دس لاکھ بیان کی تھی مگر کوکب دُرّی کا مصنف لکھتا ہے کہ ۱۹۳۰ء میں ''احمدیوں'' کی تعداد بیس لاکھ ہے۔ مناظرہ بھیرہ میں مولوی مبارک احمد مرزائی نے مجمع عام میں اعلان کیا تھا کہ سلسلہ مرزائیہ میں اِس وقت پچاس لاکھ آدمی موجود ہیں، مولوی مذکور نے اپنی تحریر بنام مولانا ابولقاسم صاحب میں بھی مرزائیوں کی تعداد پچاس لاکھ بیان کی ہے مگر مرزا محمود صاحب اپنے خطبہ مندرجہ اخبار الفضل ۲۷/جون ۱۹۳۱ء میں بیان کرتے ہیں کہ:

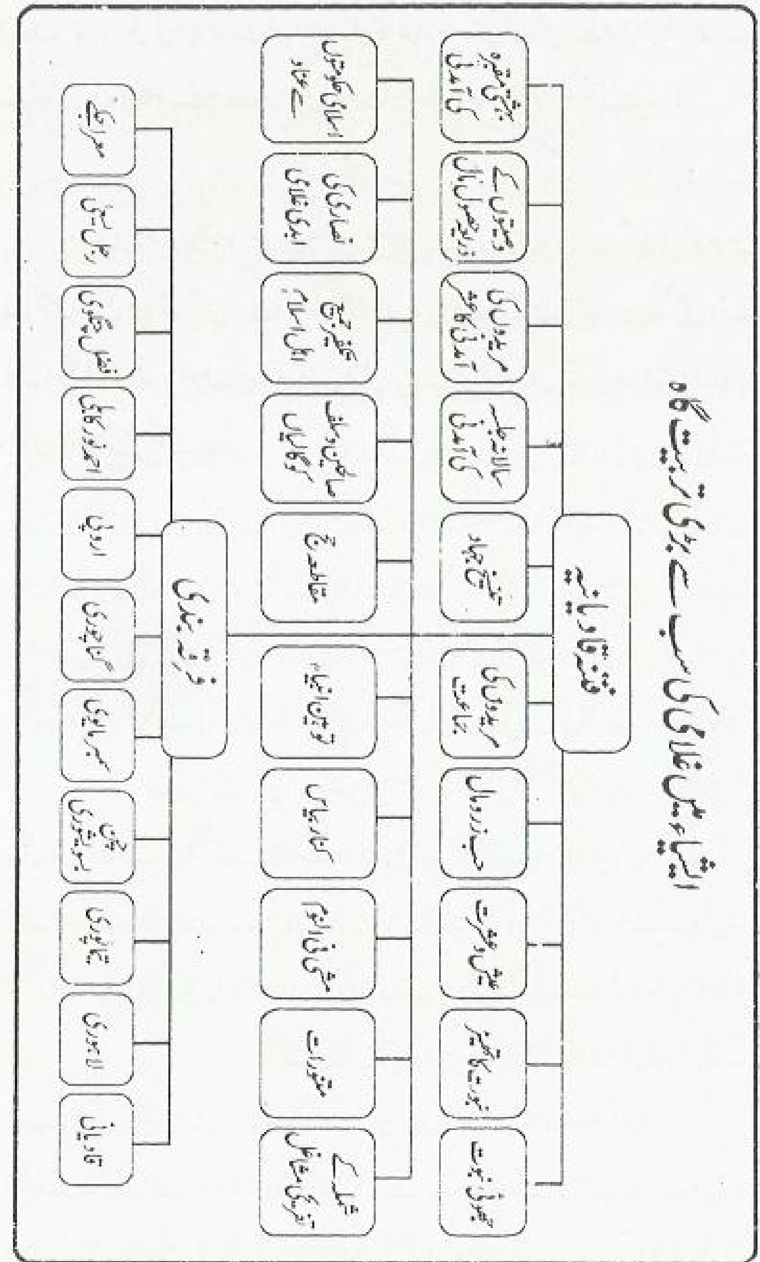
''آپ لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ آپ اپنی تعداد کے لحاظ سے مخالفین کے مقابل میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں، پنجاب میں ہماری جماعت سب سے زیادہ ہے۔ پنجاب میں ۵۵ ہزار احمدی قرار دیئے گئے، قادیان میں پانچ ہزار دو سَو احمدی ہیں، بٹالہ کی ساری تحصیل کے کل احمدی (مرزائی) ۸ ہزار مردم شماری میں لکھے گئے''۔

مرزا محمود صاحب کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ مرزائیوں کی سب سے بڑی تعداد پنجاب میں ہے اور وہ سب سے بڑی تعداد بھی ۵۵ ہزار سے زیادہ نہیں۔ یہ تعداد بھی مرزائیوں کی بیان کردہ ہے ورنہ دراصل تعداد اس سے بھی کم ہے۔ اب قارئین مولوی

مبارک احمد مرزائی کی ایمانداری اور استبازی کا اندازہ کرلیں اور اسی سے مرزا غلام احمد سے لے کر اس کے ہر چھوٹے بڑے مرید کی راست پسندی کا حال معلوم ہوسکتا ہے۔

خلاصہ

اخبار زمیندار لاہور مورخہ ۶ نومبر ۱۹۳۲ء میں سرور شاہ صاحب گیلانی کا مرتبہ ایک نقشہ شائع ہوا تھا جس سے مرزائی تعلیم اور مرزائیت کے نتائج نہایت واضح ہوتے تھے۔ وہ نقشہ کسی قدر تصرف کیساتھ درج ذیل ہے۔ اس نقشہ میں کتاب ھذا میں مندرجہ حوالوں کا خلاصہ مل سکتا ہے۔



"حصہ چہارم"

ضلع شاہ پور میں مرزائیوں کا دورہ

حزب الانصار بھیرہ کی مساعی جمیلہ سے مرزائیت کی تحریک مردہ ہورہی تھی، اربابِ قادیان نے اس کے احیاء کے لئے پوری سرگرمی سے کام کرنے کا فیصلہ کیا۔ انجمن مرزائیہ سرگودہانے ضلع بھر میں تبلیغ کا ایک پروگرام بنایا اور قادیان سے دو مبلغ مولوی احمد خان و مولوی عبداللہ اعجاز ضلع کا دورہ کرنے کیلئے منتخب ہوئے۔ قادیانیوں کا ارادہ تھا کہ دوماہ مسلسل دورہ کرکے ہر جگہ مقامی علماء کو دعوت مناظرہ دیکر پریشان کیا جائے، وہ جانتے تھے کہ علمائے کرام قادیانی مذہب کی حقیقت سے قطعاً ناواقف ہیں اس لئے وہ مناظرہ پر آمادہ نہ ہونگے اور اگر اسلام کی عزت کے تحفظ کیلئے مقابلہ پر آمادہ بھی ہوئے تو مرزائی عقائد و مرزائی علم کلام سے ناواقفیت، ان کے لئے سدِّ راہ ثابت ہوگی۔ حزب الانصار نے وقت کی اہم ضرورت کا احساس کرکے مرزائی مبلغین کے کامل تعاقب اور مقابلہ کا فیصلہ کیا۔ مالی مشکلات نے کارکنان کو پریشان کر رکھا تھا اور مزید مصارف کیلئے کہیں سے روپیہ حاصل ہونیکی امید نہ تھی مگر تحفظ اسلام کی غرض سے محض خدا کے بھروسہ پر ایک تبلیغی وفد مرتب کیا گیا تاکہ وہ ضلع بھر میں ہر جگہ مرزائیوں کے تعاقب اور ہر جگہ مناظرہ کی دعوت قبول کرنے کا کام سرانجام دیں۔ اس وفد کے ارکان مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب، مولانا محمد شفیع صاحب، خاکسار مؤلف کتاب ھذا، مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبلغ حزب الانصار قرار پائے علاوہ ازیں دیگر کئی حضرات نے دورہ میں ساتھ رہ کر ممنون فرمایا۔ یکم ستمبر ۱۹۳۲ء لیکر ۱۰/اکتوبر ۱۹۳۲ء تک مرزائیوں کا تعاقب جاری رہا۔ اس عرصہ میں ان کے ساتھ دس

معرکے پیش آئے۔ ہر معرکہ میں مسلمانوں کو خداوند کریم نے فتوحات عطا فرمائیں۔

پہلا معرکہ ...... میانی

بھیرہ سے جانب مشرق ۹ میل کے فاصلہ پر قصبہ نمک میانی آباد ہے جہاں کے مفتی غلام مرتضیٰ صاحب نے مولوی نورالدین قادیانی کو لاہور میں لاجواب کیا تھا اور مناظرہ ہریا میں شمس قادیانی کی گت بنائی تھی۔ مفتی صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد مرزائی چوہے اپنے بلوں سے نکل آئے اور انہوں نے میدان خالی دیکھ کر اپنا اثر و اقتدار جمانا چاہا۔ چنانچہ مورخہ ۳۱؍ اگست ۱۹۳۲ء شام کی گاڑی سے قادیانی مبلغین وہاں پہنچے۔ دوسرے دن صبح حزب الانصار کے وفد کے اراکین بھی میانی جا پہنچے۔ مرزائیوں پر بدحواسی طاری ہوگئی۔ مسلمانوں میں اس قدر بیداری پیدا ہوئی کہ انہیں توقع نہ تھی۔ مسلمانانِ میانی نے علمائے کرام کا شاندار استقبال کیا اور بمقام چنگی شاہ جلسہ کے لئے پنڈال بنایا گیا تھا۔ میانی کے مرزائی کئی دن سے مسلمانوں کو مناظرہ کا چیلنج دے رہے تھے اسلئے علمائے اسلام نے مرزائیوں کا چیلنج قبول کر کے انہیں تصفیہ شرائط کیلئے پیغام بھیجا مگر مرزائی عبداللہ و احمد خان نے مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا اس پر مورخہ یکم و ۲؍ ستمبر ۱۹۳۲ء ہر دو روز صبح سے لیکر شام تک مسلمانوں کے شاندار جلسے منعقد ہوئے جن میں مرزائیت کے پرخچے اڑائے گئے اور دعاوی مرزا و الہامات مرزا کی حقیقت کھولی گئی۔ مرزائیوں کو مناظرہ کی دعوت پر دعوت دی گئی مگر انہیں مقابلہ میں آنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ ان کے جلسہ میں حاضرین کی تعداد دس یا بارہ سے زیادہ نہ ہوسکی۔ یہ حالت دیکھ کر انہوں نے قادیان میں تاریں دیں اور ان حالات میں تبلیغی دورہ کے التوا کی خواہش ظاہر کی مگر مرزا محمود نے اپنے مبلغین کا حوصلہ قائم رکھنے کیلئے بہترین مناظر و مبلغ بھیجنے کا وعدہ کیا۔ قادیانی مبلغین مورخہ ۲؍ ستمبر کو میانی سے

بھیرہ پہنچے۔ علمائے اسلام بھی شام کی گاڑی میں میانی سے روانہ ہو کر شاندار جلوس کے ساتھ بھیرہ میں وارد ہوئے۔

دوسرا معرکہ...... بھیرہ

دریائے جہلم کے کنارے شہر بھیرہ ایک قدیم تاریخی قصبہ ہے۔ سکندر اعظم کا یہاں سے گذر ہوا۔ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدین نے اس کی دیواروں پر بروزِ شمشیر رایت اسلام نصب کیا۔ بابر نے اپنے تزک میں اس شہر کا ذکر نہایت عمدہ الفاظ میں کیا ہے۔ جہانگیر نے کابل جاتے ہوئے اس جگہ اقامت اختیار کی تھی اور یہاں کے علماء و مشائخ و فقراء کو داد و دہش سے مالا مال کیا تھا۔ سکھوں کے عہد میں یہ قصبہ اہل ہنود کے قبضہ میں تھا اور مسلمانوں کی حالت نہایت ہی کمزور تھی۔ شیر شاہ سوری کی تعمیر کردہ جامع مسجد کھنڈرات کا ڈھیر ہوگئی تھی اور سکھوں نے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی مگر سید العلماء والمحدثین استاذ الکل حضرت مولانا احمد دین بگوی رحمۃ اللہ علیہ کے قدوم میمنت لزوم سے اسی بھیرہ سے علوم دینی کے چشمے جاری ہوئے ہر طرف علم کی نہریں جاری ہوئیں، ہزارہا اشخاص اس چشمۂ علم سے سیراب ہوئے، سرزمین پنجاب اسی خطہ کی بدولت دوبارہ منور ہوئی، مسلمانوں کی حالت نے پلٹا کھایا، ابرِ رحمت نے آبیاری کی، حضرت مرحوم کی باطنی توجہ اور ہمت سے جامع مسجد کی شاندار عمارت تعمیر ہوئی اور ہر گھر میں دینی چرچا ہونے لگا، مولانا غلام قادر صاحب بھیروی، مولانا غلام رسول صاحب اور زبدۃ العارفین حضرت قبلہ مولانا عبدالعزیز بگوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عمریں خدمت اسلام میں بسر کیں مگر جہاں گل ہوتے ہیں وہاں خار بھی ہوتا ہے۔ افسوس یہی شہر حکیم نورالدین کی بدولت دنیا بھر میں بدنام ہوا اور نورالدین کے اثر سے جو لوگ غیر مقلد ہوچکے تھے، وہ مرزائی بن گئے، مرزائیوں کے

نزدیک قادیان کے بعد بھیرہ، ایک مقدس شہر ہے اور وہ لوگ اسے ''مدینۃ خلیفۃ المسیح'' کہا کرتے ہیں۔ مرزائی ایک ماہ سے اپنے مبلغین کی آمد کی خبر سنا کر اپنے خیال میں لوگوں کو خوف زدہ کر رہے تھے، اعلانیہ کہا جاتا تھا کہ ہمارے شیر آرہے ہیں، کسی کی ہمت ہو تو ان کے مقابلہ پر آئے مگر علمائے اسلام کے ورود اور میانی میں حسرت ناک ناکامی کی خبر سن کر گھبراہٹ کا عالم طاری ہوگیا۔ قادیان میں تاریں دی گئیں۔ ۲رستمبر کا دن انہوں نے کرب واضطراب میں کاٹا۔ انہیں جلسہ کرنے کا بھی حوصلہ نہ ہوا۔ دوسرے دن صبح کی گاڑی میں قادیان سے مرزائی مبلغین کا نیا قافلہ بسرکردگی مولوی محمد سلیم پہنچ گیا اور مرزائیوں کی جان میں جان آئی اور انہوں نے اپنے جلسہ کا اعلان نہایت زورشور سے کیا، منادی کرنے والے کے ہاتھ میں تلوار تھی اور اس کا رویہ نہایت اشتعال انگیز تھا۔ اس منادی میں کھلے لفظوں کے ساتھ علمائے کرام کو دعوت مناظرہ دی گئی۔

مرزائیوں کیساتھ خط وکتابت

مرزائیوں نے ندائے حق کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا جس میں علمائے اسلام پر ناجائز الزام لگائے گئے۔ اس کے جواب میں ''دعوتِ حق'' کے عنوان سے سیکرٹری جماعت اسلامیہ کی طرف اشتہار شائع ہوا بعدازاں مرزائیوں کی طرف سے حسب ذیل تحریر موصول ہوئی۔

جناب مولوی ظہور احمد صاحب۔ السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ مشمولہ رقعہ ہذا اطلاعاً آپکی خدمت میں اتمام حجت کے لئے ارسال کیا جاتا ہے۔

(۳/۹/۱۹۳۲، سیکریٹری انجمن احمدیہ محمد الدین کریم)

باسمہٖ سبحانہ

صاحبان! عرصہ دراز سے علماء حنفیہ کی طرف سے جماعت احمدیہ پر ناجائز حملے کئے جارہے ہیں۔ اتفاق سے آج کل علماء جماعت احمدیہ میں چند مبلغین تبلیغی جلسہ کے لئے بھیرہ میں آئے ہیں اس لئے ہم تمام متلاشیان حق کو عموماً اور بھیرہ کے صاحب وقار اصحاب کی خدمت میں خصوصاً اپیل کرتے ہیں کہ وہ حفظِ امن کی باقاعدہ طور پر ذمہ داری اُٹھا کر مولوی ظہور احمد صاحب بگوی یا ان کے کسی نمائندہ کو تبادلہ خیالات کیلئے میدانِ عمل میں لائیں بعدازاں شیخیاں مارنی فضول ہونگی۔ مورخہ ۳/۹/۱۹۳۲
۴/ماہ ستمبر حال کی شام تک فیصلہ ہونا لازمی ہوگا۔

نوٹ:۔ مندرجہ بالا مضمون کی شہر بھیرہ میں منادی کرائی جارہی ہے۔

(پرسل اسسٹنٹ جنرل سیکریٹری انجمن احمدیہ بھیرہ)

اس کے جواب میں سیکریٹری صاحب تبلیغ جماعت اسلامیہ کی طرف سے حسب ذیل تحریر مرزائیوں کو بھیجی گئی۔

اتمامِ حجت

بنام سیکرٹری صاحب انجمن احمدیہ بھیرہ

السّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ جناب کی طرف سے ایک اشتہار بعنوان شاندار جلسہ شائع ہوا ہے اور سیکریٹری تبلیغ احمدیہ نے ندائے حق کے نام سے اشتہار شائع کیا ہے ابھی ابھی ایک اشتہار منجانب سیکریٹری انجمن انصار اللہ احمدیہ موصول ہوا ہے، ان ہرسہ اشتہارات میں غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ اور اگر مگر اور خوشنما الفاظ کی آڑ میں مناظرہ کرنے سے انکار واقرار اور فرار کیلئے راہیں محفوظ رکھی گئی ہیں اس لئے بذریعہ تحریر ہذا، جناب

کو چیلنج دیا جاتا ہے کہ اگر ہمت ہے تو اپنے علماء کو شیرانِ اسلام یعنی علمائے اسلام کے سامنے لانے کی جرأت کریں اور صاف لفظوں میں مناظرہ پر آمادگی کا اعلان کردیں اور مقام و شرائط کے تصفیہ کے لئے اپنے دو معتبر اشخاص نامزد کردیں اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ کے فرار کی حقیقت عالم میں آشکار ہوجائیگی چونکہ آپکی طرف سے زبانی چیلنج مناظرہ اہل اسلام کو مدت سے مل رہا ہے اسلئے حفظِ امن کا انتظام وغیرہ بھی آپ کے ذمہ ہوگا۔

(عبدالرحمٰن سیکریٹری تبلیغ جماعت اسلامیہ جامع مسجد بھیرہ)

اُسی روز حضرت مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب کی طرف سے حسب ذیل اشتہار شائع ہوکر شہر کی دیواروں پر چسپاں ہوگیا۔

مرزائیت کی موت

جملہ مرزائیوں کو اور خصوصاً مرزائیان بھیرہ کو واضح ہو کہ میں نے ستمبر ۲۸ء کے ''العدل'' میں ایک مکتوب مفتوح بنام مرزا محمود احمد صاحب قادیانی شائع کیا تھا کہ میں مرزا کے انعامی اشتہار در بارہ لفظ ''توفی'' کی دوسری شق کے مطابق ثابت کردوں گا کہ اس کے معنی جسم مع روح کو باہیت کذائی وصورت مجموعی اپنے قبضہ میں لے لینے کے ہیں۔ آپ میرے ساتھ منصفانہ شرائط طے کرنے کے بعد فیصلہ کرلیں۔ لیکن مرزائیت کے علمبردار نے کوئی جواب نہ دیا اس کے بعد مختلف مواقع پر مرزائی مولویوں کو مناظروں میں فیصلہ کی دعوت دی گئی مگر صدائے برنخواست مارچ ۳۲ء کے رسالہ شمس الاسلام میں مکرر بعنوان ''اتمامِ حجت'' اس مضمون کو مشتہر کیا گیا لیکن مرزائیوں کی طرف سے کوئی آمادگی نہ ہوئی العدل اور شمس الاسلام کے پرچے بذریعہ رجسٹری خلیفہ قادیان کے پاس بھیجے گئے پھر بھی انہیں مقابلہ کا حوصلہ نہ ہوا حق کا رعب ان کے دلوں پر مسلط ہو چکا ہے لہٰذا ان میں

جرأت نہیں ہے کہ اس فیصلہ پر آمادہ ہوں جملہ مرزائیوں کو لازم ہے کہ اپنے خلیفہ کو اس فیصلہ پر آمادہ کریں ورنہ سمجھ لیں کہ مرزائیت مرگئی لہٰذا اس کی تجہیز و تکفین کر کے میرے ہاتھ پر توبہ کرلیں۔ حجت تمام ہوچکی۔ خدا کے حضور میں تمہارے پاس کوئی عذر نہ ہوگا اگر تمہارے مولوی جو قادیان سے آئے ہیں فیصلہ پر آمادہ ہوں تو فوراً بذریعہ تار اپنے خلیفہ سے اپنی نیابت کی تصدیق کرائیں اور خلیفہ صاحب لکھدیں کہ ان علماء کا ساختہ پرداختہ، میرا ساختہ پرداختہ ہے، ان کی فتح، میری فتح اور ان کی شکست، میری شکست ہے۔

(ابوالقاسم محمد حسین عفی عنہ، مولوی فاضل از کولوتارڑ حال وارد بھیرہ)

نوٹ: یہ چیلنج لفظ توفی سے متعلق ہے۔ سیکرٹری تبلیغ اسلامیہ کی طرف سے جو چیلنج مناظرہ کا دیا گیا تھا اس کے لئے نیابت کی سند کی ضرورت نہیں اس کے لئے ہم ہر طرح سے تیار ہیں۔

مرزائیوں نے اس کے جواب میں حیلہ سازی اور ٹال مٹول سے کام لینا چاہا اور علمائے اسلام کو مسجد مرزائیہ میں شرائط کے تصفیہ کے لئے مدعو کیا مگر اپنی طرف سے دو نمائندگان منتخب نہ کئے اس حالت میں حسب ذیل خط سیکرٹری تبلیغ جماعت اسلامیہ کی طرف سے انہیں بھیجا گیا۔

بخدمت جناب جنرل سیکرٹری صاحب انجمن احمدیہ بھیرہ

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ جناب کا رقعہ موصول ہوا۔ جواباً التماس ہے کہ آپ نے اپنی طرف سے معتبر اشخاص نامزد نہ کر کے خواہ مخواہ معاملہ کو تاخیر میں ڈالنا چاہا۔ آج بوقت منادی آپ کی جماعت کے افراد کا تلواروں اور سنگینوں سے مسلح ہو کر اشتعال انگیز الفاظ کہنا، نہایت شرمناک وخطرناک حرکت ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ اپنی

جماعت کو ایسی مفسدانہ حرکات سے باز رکھیں ورنہ اس کے نتائج کے آپ ہر طرح ذمہ دار ہونگے۔ اگر آپ واقعی تحقیق حق کے خواہشمند ہیں تو اپنی طرف سے دو نمائندوں کے اسماء سے مطلع فرمائیں۔ ہماری طرف سے مولوی محمد قاسم صاحب و مولانا مولوی ظہور احمد صاحب تصفیہ شرائط کیلئے منتخب کئے گئے ہیں۔ ان کا ساختہ پرداختہ ہم سب کو منظور ہوگا۔ مسجد احمدیہ بحالات موجود، بہت غیر موزون مقام ہے، کسی غیر جانبدار مقام کا تعین کر کے اطلاع دیں۔ (عبدالرحمن سیکرٹری تبلیغ جماعت اسلامیہ بھیرہ ۳ ستمبر ۳۲ء)

دوسرے دن صبح آٹھ بجے مسٹر ایم، ڈی کریم صاحب مرزائی مع اپنے چند ہمراہیوں کے مقام کا تصفیہ کرنے کے لئے جامع مسجد پہنچے اور آخر کار انہوں نے میاں محمد رحیم صاحب درویشانہ پراچہ کا بنگلہ واقع محلّہ پراچگان بھیرہ میں گیارہ بجے دن پہنچ کر شرائط کا تصفیہ کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ عین گیارہ بجے دن، خاکسار مع مولانا مولوی محمد قاسم صاحب مقام مقررہ پر پہنچ گیا مگر مرزائیوں کی طرف سے صرف ایم۔ ڈی کریم صاحب پہنچے اور ان کے ساتھ ہی بابو محمد امین پراچہ مرزائی محلہ پراچگان کے سربرآوردہ معزز اشخاص کو ہمراہ لیکر پہنچا۔ تمام پراچوں نے بالاتفاق درخواست کی کہ مناظرہ میں فساد کا احتمال ہے اور مسلمانوں کے آئندہ امن وچین کی زندگی پر اس کا بُرا اثر پڑیگا۔ اس لئے مناظرہ کو ملتوی کیا جائے۔ بابو محمد امین پورے جوش وخروش سے ان کی وکالت کر رہا تھا، خاکسار نے کہا کہ قادیانیوں نے جو چیلنج دیا ہے اُس کے قبول کرنے کے لئے ہم مجبور ہیں اس لئے اگر ایم ڈی۔ کریم صاحب ان کی طرف سے اس چیلنج کو واپس لے لیں تو میں بخوشی التواء مناظرہ پر رضامند ہو سکتا ہوں۔ اس پر ایم۔ ڈی کریم صاحب نے میرے اس بیان کی تردید کی اور کہا کہ چیلنج جماعت اسلامیہ کی طرف سے دیا گیا ہے اور جماعت احمدیہ کا اس میں کوئی قصور نہیں اس پر

ایم۔ ڈی کریم کی تحریر (جس کی نقل پہلے درج ہو چکی ہے)، اُسے دکھائی گئی جس پر اس نے غیر متعلق سلسلۂ گفتگو شروع کر دیا۔ خاکسار نے کہا کہ ایم۔ ڈی کریم صاحب صرف یہ لفظ لکھ دیں کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے چیلنج نہیں دیا گیا مگر اُس نے اس سے بھی انکار کر دیا اور اپنی طویل تقریر میں علمائے اسلام پر تفرقہ اندازی وفرقہ بندی کا الزام عائد کیا اور رسالہ شمس الاسلام میں حیات مسیح علیہ السلام وتردید مرزا میں شائع شدہ مضامین کا حوالہ دیا جس کے جواب میں خاکسار نے تمام معززین کے سامنے حسب ذیل تجویز پیش کیں:

اہل اسلام کی طرف سے میں ذمہ لیتا ہوں کہ آئندہ بھیرہ میں کوئی جلسہ ایسا نہ ہوگا اور کسی جگہ کوئی ایسی تقریر نہ ہوگی جس میں حیات مسیح علیہ السلام، ختم نبوت یا تکذیب مرزا کا ذکر ہو۔ نیز رسالہ شمس الاسلام میں بھی آئندہ ایسے مسائل پر کبھی بحث نہ ہوگی۔

بشرطیکہ

ایم، ڈی کریم صاحب تمام مرزائیوں کی طرف سے اس بات کا ذمہ لیں کہ وہ کبھی بھیرہ میں کوئی جلسہ ایسا نہ کرینگے جس میں وفات مسیح علیہ السلام، اجرائے نبوت یا صداقتِ دعاوی مرزا کے متعلق تقاریر ہوں اور کوئی مرزائی آئندہ ان مسائل پر کسی سے جھگڑا نہ کرے گا نیز مرزا کے اخبارات ورسائل بھی ان اختلافی مسائل کے تذکرہ سے پاک رہیں گے۔

خاکسار کی اس تجویز کو معززین قصبہ نے بے حد پسند کیا مگر ایم، ڈی کریم صاحب نہایت گھبرائے اور کہنے لگے کہ ہم سے ایسا کبھی نہ ہوگا ہم اپنے عقائد کی ضرور تبلیغ کرینگے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ زہر کا اثر دور کرنیکے لئے تریاق کا ہونا ضروری ہے۔ اسلئے ہم مجبور ہیں کہ مدافعانہ کارروائی کے ذریعہ مرزائیوں کی زہریلی تبلیغ کے اثر سے مسلمانوں کو

محفوظ رکھیں۔ اس گفتگو سے فریب خوردہ اشخاص پر مرزائیوں کی اتحاد پسندی کی حقیقت ظاہر ہوگئی اور مرزائیوں کیساتھ شرائطِ مناظرہ طے کرنے کے لئے حکیم شاہ محمد صاحب رئیس اعظم شیخوپورہ کا مکان تجویز ہوا جہاں بعد دوپہر ۳ بجے خاکسار اور مولانا محمد قاسم صاحب نے مرزائیوں کے نمائندوں ایم، ڈی کریم اور مولوی عبداللہ اعجز کا انتظار کیا۔ ۳:۳۰ ساڑھے تین بجے مرزائیوں کے نمائندے وہاں پہنچے اور شرائط مناظرہ طے کرنے کیلئے گفتگو شروع ہوئی۔

عبداللہ نے نہایت ہی اشتعال انگیز، دل آزار، اور گستاخانہ رویہ اختیار کیا۔ اگر ایم ڈی کریم صاحب مصلحت اندیشی سے کام نہ لیتے تو یقیناً یہ تمام گفتگو بے نتیجہ رہتی۔ اس عرصہ میں مرزائیوں نے اپنے مناظر مولوی محمد سلیم کو بھی بلالیا اور چار گھنٹہ کی مسلسل بحث کے بعد حسب ذیل شرائط پر فریقین کے نمائندوں نے دستخط کردیئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡم

شرائطِ مناظرہ مابین جماعتِ اسلامیہ، احمدیہ وجماعت اسلامیہ۔ بھیرہ۔

۱.....مناظرہ تقریری ہوگا۔

۲.....موضوع مناظرہ

(۱) حیاتِ مسیح ناصری علیہ السلام

(۲) ختم نبوت

(۳) صداقت دعویٰ نبوت مرزا غلام احمد صاحب

۳..... پہلے ہر دو مناظروں میں مدعی جماعتِ اسلامیہ ہوگی۔ تیسرے مناظرہ میں مدعی

جماعت اسلامیہ احمدیہ ہوگی۔

۴..... ہر مناظرہ کے لئے کل وقت تین تین گھنٹہ ہوگا۔ پہلی تقریریں نصف نصف گھنٹہ بقیہ تقاریر آخر تک پندرہ پندرہ منٹ ہونگی۔ اگر ضرورت پیش آجائے تو ہر ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد دس منٹ کا وقفہ دیا جائیگا۔

۵..... ہر ایک طرف سے ایک ایک صدر ہوگا جو اپنے اپنے فریق کے حفظِ امن کا ذمہ دار ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ وہ مناظرین سے شرائط کی پابندی کرائے۔

دلائل صرف قرآن مجید واحادیث صحیحہ سے پیش ہوں گے۔ اقوال مرزا صاحب، جماعتِ احمدیہ کے لئے حجت ہوں گے اور اقوال امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ جماعتِ اسلامیہ کے خلاف، احمدی مناظر اپنی تائید میں پیش کرسکتا ہے۔

۶..... پہلا مناظرہ بروز دوشنبہ بتاریخ ۹/۵ ستمبر ۳۲ء صبح آٹھ بجے سے گیارہ بجے تک ہوگا۔ دوسرا اسی دن ۳:۳۰ بجے شروع ہوگا۔ نمازِ عصر کے لئے نصف گھنٹہ کا وقفہ ساڑھے پانچ بجے دیا جائے گا۔ تیسرا مناظرہ ۶ ستمبر ۳۲ء صبح ۸ بجے سے ۱۱ بجے تک ہوگا۔

۷..... خلافِ تہذیب وکلماتِ توہین درشانِ بزرگاں سے اجتناب کرنا، ہر مناظر کا فرض ہوگا۔

۸..... آخری تقریر کے اختتام تک فریقین کے اصحاب ذمہ دار کا ٹھہرنا لازمی ہوگا۔

۹..... اپنی آخری تقریر میں کوئی مناظر نئی بات پیش کرنیکا مجاز نہ ہوگا۔

ظہور احمد بگوی۔ منجانب جماعت اسلامیہ، بھیرہ 4.9.32

بقلم محمد عبداللہ اعجاز (مولوی فاضل) منجانب: جماعت احمدیہ بھیرہ۔ 4.9.32

محمد قاسم۔ منجانب جماعت اسلامیہ بھیرہ 4.9.32 بقلم خود ایم ڈی کریم احمدی۔

شرائط کی توضیح

۱.....مرزائیوں نے اصرار کیا کہ ہماری جماعت کا نام جماعتِ اسلامیہ احمدیہ ہے اس لئے اُن کے زعم کی بنا پر ان کی جماعت کا نام جماعتِ اسلامیہ احمدیہ تحریر کیا گیا مگر افسوس ہے کہ محمد سلیم قادیانی نے اسی روز بعد نمازِ مغرب اپنے جلسہ میں اعلان کیا کہ علمائے اسلام نے ہمارا اہل اسلام میں سے ہونا تسلیم اور اس طرح مرزائیت کو پہلی ''عظیم الشان فتح'' حاصل ہو چکی ہے۔ مرزائیوں نے اس پر بے انتہا مسرت کا اظہار کیا

ع ''بریں عقل و دانش بباید گریست''

علمائے اسلام کو اس واقعہ سے عبرت حاصل کر کے مرزائیوں کیساتھ خط و کتابت کرتے ہوئے احتیاط سے کام لینا چاہئے۔

۲.....مرزا غلام احمد قادیانی سے پہلے سرسید احمد خاں علی گڑھی نے حیاتِ مسیح علیہ السلام کا انکار کیا تھا اور اپنی کتابوں میں وضاحت کیساتھ اس اسلامی عقیدہ کی تردید میں زورِ قلم صرف کر دیا تھا۔ بہاء اللہ ایرانی نے بھی وفاتِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ اختیار کر کے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ مرزا صاحب نے سرسید اور بہاء اللہ ایرانی کی کتابوں کا مطالعہ کر کے اُن کے پیش کردہ دلائل کو ترتیب دے کر وفاتِ مسیح علیہ السلام ثابت کرنیکی سعی کی اور بہاء اللہ کے نقش قدم پر چل کر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو اگر فوت شدہ تسلیم کیا جائے تب بھی مسیحیت کے وہ دعویدار بہاء اللہ اور مرزا غلام احمد میں باہمی سرکشی باقی رہ جاتی ہے۔ وفاتِ مسیح کے اثبات سے مرزا کی صداقت کا کوئی تعلق نہیں۔ مرزا کی شخصیت کو بے نقاب ہونے سے بچانے کیلئے اس مسئلہ سے سپر کا کام لیا جاتا ہے۔ مرزائی ہمیشہ توفی، رفع، توفیتنی وغیرہ الفاظ کی آڑ لے کر اور قرآن کی آیات سے مغالطہ دیکر اصل حقیقت پر پردہ ڈالنے کے عادی ہیں حالانکہ مسیح علیہ السلام کی حیات و ممات سے مرزا کے دعاویٰ کا کوئی تعلق

نہیں۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب مسلمان نہ تھے بلکہ وہ انسانیت کے عام معیار پر بھی پورے نہیں اترتے۔ مسیح موعود کیلئے کم از کم مسلمان ہونا ضروری ہے۔ مرزائیوں کا فرض ہے کہ وہ پہلے مسلمان ثابت کریں اس کے بعد مہدویت و مسیحیت وغیرہ کے دعاوی پیش کریں۔

بھیرہ میں مرزائیوں سے کہا گیا تھا کہ طول کلام سے بچنے کے لئے صرف دعاویٰ مرزا پر مختصر مناظرہ ہو جائے اور اگر مرزا صاحب کو آپ راستباز اور صادق ثابت کر دیں تو اجراء نبوت اور وفاتِ مسیح علیہ السلام تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا مگر انہوں نے اس سے صاف انکار کر دیا اور حیات و ممات مسیح علیہ السلام کو ہی موضوع مناظرہ قرار دینے پر اصرار کیا۔ بالآخر حیاتِ مسیح علیہ السلام، ختمِ نبوت اور صداقتِ دعاویٰ مرزا ہر سہ امور پر مناظرہ ہونا قرار پایا۔

۳.....مرزائیوں نے تحریری مناظرہ پر اصرار کیا مگر اس سے عوام الناس کماحقہ مستفید نہ ہو سکتے تھے اس لئے بحث و مباحثہ کے بعد عبداللہ اعجاز سے طے پایا کہ رسالہ شمس الاسلام بھیرہ کیساتھ تحریری مناظرہ کے لئے اپنے کسی جریدہ کو آمادہ کرینگے اور عبداللہ صاحب نے رسالہ شمس الاسلام میں شائع شدہ مضامین کی تردید کا ذمہ لیا مگر انہوں نے آج تک اپنے وعدے کا ایفا نہیں کیا اور مناظرے کے بعد مبارک احمد صدر جماعتِ احمدیہ نے اس طریقہ سے تحریری مناظرہ کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

۴.....اہلسنت والجماعت عقائد کے بارے میں قرآن مجید و احادیث صحیحہ کو اصل قرار دیتے ہیں۔ عقائد کیلئے صحیح معیار قرآن مجید اور حدیث صحیح کے بغیر کوئی اور قرار دینا، کھلی گمراہی اور ضلالت ہے۔ ہمارے نزدیک بزرگ وہ ہے جسکا عقیدہ صحیح ہو مگر مرزائی ہم سے منوانا چاہتے تھے کہ عقیدہ صحیح وہ ہے جو کسی بزرگ کا ہو۔ ہم حیران تھے کہ استدلال کے طور پر اقوال بزرگان پیش کرنے سے مرزائیوں کا کیا مقصد ہے مگر حالات و واقعات نے بتا دیا کہ

بزرگان کے عام لفظ سے فائدہ حاصل کر کے نتھو، پھتو اور مکوڑی شاہ وگنڈا شاہ کے اقوال پیش کر کے اور بعض مسلمہ بزرگ ہستیوں کے اقوال کو توڑ موڑ کر اور بعض صوفیاء کرام کے شطحیات پیش کر کے یہ جماعت عوام کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے حالانکہ عقائد کے بارے میں قرآن وحدیث صحیح کے سوا اور کسی چیز کا ذکر ہماری کتب عقائد میں نہیں ہے۔ عقیدہ وہی صحیح ہوسکتا ہے جو کسی معصوم کا ہو۔ ہم اولیاء اللہ کو معصوم قرار نہیں دیتے اور شطحیات کی بناء پر کوئی عقیدہ قائم کرنا مرزائیوں کا ہی کام ہوسکتا ہے۔ امام الصوفیاء حضرت مجدد الفِ ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کا کشف حجت نہیں بلکہ فرمایا ''ما رانص درکار است نہ فص''، بعض بزرگانِ دین سے حالتِ سکر میں بعض کلمات سرزد ہوئے مگر ہوش میں آنے کے بعد فرمایا کہ جب ہم ایسے الفاظ کہیں تو ہمیں روک دیا کرو۔

فقہ میں امام ابوحنیفہ اور تصوف میں صوفیائے کرام اور منطق میں شیخ الرئیس وغیرہ کے اقوال پیش ہوسکتے ہیں مگر عقائد کے بارے میں کسی کا قول اہلسنت پر حجت نہیں ہوسکتا، جب تک اس قول کی تائید ہمیں قرآن اور حدیثِ صحیح سے نہ ملے۔ مرزائیوں نے تین گھنٹہ اسی بحث میں ضائع کردیئے۔ وہ چاہتے تھے کہ قرآن وحدیث اور اقوال بزرگاں ہر سہ سے استدلال کرنے کا موقع مل سکے مگر انہیں کہا گیا کہ اگر تم تحریر کردو کہ ''قرآن وحدیث ہمارے دعاوی کے اثبات کیلئے کافی نہیں ہیں تو ہم تمہاری یہ استدعا قبول کرسکتے ہیں'' مگر ایسا لکھنا ان کے لئے پیام موت ثابت ہو رہا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ حنفیوں کے لئے اپنے امام کا قول حجت ہے۔ ہم نے کہا کہ فقہ میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہم مقلد ہیں مگر عقائد کے بارے میں آپ اُنکا کوئی قول کسی قرآنی یا حدیثی دلیل کی تائید میں پیش کریں تو ہم تسلیم کرنیکے لئے تیار ہیں۔ مرزائیوں نے کہا کہ اقوال بزرگان تمہیں منظور نہیں تو تم کو اقوال مرزا پیش کرنے کا بھی حق نہیں ہوسکتا۔ خاکسار نے اُن کی غلط فہمی رفع کرنیکے لئے کہا کہ ''آپ اگر تحریر کردیں کہ مرزا صاحب صرف بزرگ تھے نبی نہ تھے تو

ہم اقرار کرتے ہیں کہ ان کی کتب سے کوئی حوالہ پیش نہ کرینگے اور اگر وہ نبی تھے تو نبی کا قول اپنی امت پر حجت ہوتا ہے اس لئے آپ کو اُن کے اقوال تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہ ہونا چاہئے''۔ اس پر مرزائی مبہوت ہوگئے

۵..... آخری شرط میں مرزائیوں کے پیش کردہ الفاظ یہ تھے:

''آخری تقریر کے اختتام سے پہلے فریقین میں سے جو فریق اُٹھکر چلا جائے گا وہ شکست خوردہ سمجھا جائیگا'' مگر اس سے پہلے مناظرہ ''مجوکا'' میں اس شرط کی حقیقت آشکار ہو چکی تھی مسلمانوں کے مجمع میں سے کچھ دیہاتی جو دور دراز سے آئے تھے اپنے گھروں کو واپس جانے کے لئے بے قرار تھے، سورج غروب ہونے والا تھا مگر مرزائیوں کا یہ اصرار تھا کہ اگر آپ کی جماعت کا ایک آدمی بھی چلا گیا تو آپ کی شکست سمجھی جائیگی۔ صدر جلسہ حضرت علامہ معین الدین اجمیری نے بار بار کہا کہ یہ لوگ ثالث کی حیثیت رکھتے ہیں اور فریق سے حضرت علمائے کرام ہی مراد ہوسکتے ہیں مگر مرزائیوں نے کہا کہ شرط میں ذمہ دار کا لفظ موجود نہیں ہم نے بھیرہ میں سابقہ تجربہ کی بناء پر ''ذمہ دار اصحاب'' کے الفاظ اس شرط میں درج کرالیے۔

۵ ستمبر کی صبح

۵ ستمبر ۱۹۳۲ء صبح آٹھ بجے سے پہلے اہل اسلام میدانِ مناظرہ میں پہنچ گئے۔ وہاں ہیڈ کانسٹیبل صاحب ایک پروانہ لئے ہوئے پہنچے جس میں مناظرہ کے التوا کا حکم درج تھا۔ میرے استفسار پر ایم، ڈی کریم صاحب اور تمام مجمع کے سامنے ہیڈ کانسٹیبل صاحب نے اعلان کیا کہ احمدی صاحبان ہمارے پاس صبح سویرے یہ استدعا لیکر گئے تھے کہ ہمیں نقضِ امن کا خطرہ ہے۔ اس لئے پولیس اپنی کارروائی کیلئے مجبور ہے۔ مرزائیوں میں باہمی تو تو میں میں شروع ہوگئی۔ ایم، ڈی صاحب کا رنگ فق ہوگیا اور مجمع بادل نخواستہ منتشر ہوگیا اور

ذمہ دار حضرات کا ایک وفد سب انسپکٹر صاحب سے ملا اور انہوں نے حالات سے مطلع ہو کر مناظرے کی اجازت دیدی اور اس طرح مرزائی اپنی سازش میں ناکام رہے۔

پہلا مناظرہ

۵ رستمبر ۱۹۳۲ء بعد نماز ظہر ساڑھے تین بجے حضرت سبحان شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کے سامنے بنگلہ حضرت پیر انور امیر شاہ صاحب کے چبوترہ پر ہر دو فریق کے لئے اسٹیج تیار کئے گئے اور سامعین کیلئے وسیع میدان موجود تھا مگر مرزائیون نے چبوترہ سے نیچے میدان میں اپنا اسٹیج منتقل کرلیا۔ اس طرح اُن کا زیر نظر ہو جانا نیک علامت سمجھی گئی مرزائیوں کی طرف سے صدر، حافظ مبارک احمد صاحب، پروفیسر مدرسہ احمدیہ قادیان، منتخب ہوئے اور اہل اسلام نے خاکسار کو صدر منتخب کیا۔ حافظ مبارک احمد صاحب نے کھڑے ہو کر کہا:

مبارک احمد: اہلسنت کی طرف سے مناظرہ کون کریگا؟

خاکسار: ہماری طرف سے حضرت مولانا ابوالقاسم صاحب مناظر ہونگے۔

مبارک احمد: ہماری دیرینہ آرزو تھی کہ مولوی ظہور احمد صاحب کے ساتھ ہوتا کیونکہ انکی علمی حیثیت مسلمانوں میں مسلّمہ ہے اور ان کے ساتھ مناظرہ کرنے سے حق و باطل میں امتیاز ہو جاتا مگر کیا وجہ ہے کہ مولوی صاحب مناظرہ سے گریز کر رہے ہیں؟

خاکسار: ہماری بھی یہ دیرینہ آرزو تھی کہ میاں محمود احمد صاحب کیساتھ مناظرہ ہوتا کیونکہ وہ جماعتِ قادیان کے مسلّمہ خلیفہ ہیں۔ ان کے ساتھ مناظرہ کرنے سے احقاق حق میں مدد ملتی۔ کیا آپ اُنکو میدانِ مناظرہ میں لا سکتے ہیں؟

مبارک احمد: (نہایت غصہ کی حالت میں) آپ کو کیا حق ہے کہ پچاس لاکھ[1] احمدیوں کے مسلّمہ خلیفہ کو اپنے مقابلہ میں بلائیں؟

[1] مبارک احمد نے اپنی تقریر و تحریر میں مرزائیوں کی تعداد دو مناظرہ بھیرہ میں پچاس لاکھ بتائی ہے مرزائیوں کی صحیح مقدار کے متعلق گذشتہ صفحات پر لکھا جا چکا ہے۔ قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مرزائی مناظر جھوٹ بولنے میں کیسے مشاق ہوتے ہیں۔

خاکسار: آقائے نامدار، فخر موجودات، سید المرسلین ﷺ کے غلاموں کی خاکِ پا ہونیکی حیثیت سے میرا رتبہ اس قدر بلند ہے کہ مرزا محمود بھی میرے مقابلہ میں کھڑا ہونیکی جرأت نہیں کر سکتا۔ ابوجہل کو قتل کرنیوالے دو کم سن لڑکے تھے، رستم ایرانی کو قتل کرنے والا ایک بدوی تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ امتِ اسلامیہ کا ہر فرد کفر کے علمبرداروں کے لئے پیام موت ثابت ہو سکتا ہے۔

اس پر مبارک احمد صاحب نے کچھ کہنا چاہا مگر ان کے مرزائی دوستوں نے انہیں خاموشی کی تلقین کی اور تین بجکر چالیس منٹ پر حضرت مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب نے حیاتِ مسیح علیہ السلام پر تقریر شروع کی۔ مولانا کی تقریر اس قدر واضح، مدلل اور دلچسپ تھی کہ تمام حاضرین فرطِ مسرت سے جھوم رہے تھے۔ مولانا کی چھ تقریریں ہوئیں اور مرزائی مناظر مولوی محمد سلیم کی پانچ ہوئیں۔ تمام تقاریر کا خلاصہ اسی کتاب میں بطورِ ضمیمہ درج ہے۔ محمد سلیم قادیانی کی آخری تقریر میں آندھی کا طوفان آیا مگر خدائے فضل و کرم سے اسلامی اسٹیج اس کے اثر سے محفوظ رہا۔ مرزائیوں کے چہرے گرد آلود ہو گئے اور اُن کے مناظر کا منہ مٹی سے بھر گیا، ان کا سائبان اکھڑ گیا، ان پر بدحواسی کا عالم طاری تھا۔ حاضرین نے جنگِ خندق والا سماں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ ۷ بجے شام مرزائی اپنی سر و سینہ اور منہ سے گرد جھاڑتے ہوئے گھروں کو سدھارے۔ مرزائیوں نے تمام رات دعا اور عبادت میں گذاری تھی اور صدقہ و خیرات سے بھی کام لیا مگر آج کی واضح شکست اور اُن کے مایۂ ناز مسئلہ کی حقیقت واضح ہونے پر اُن کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ مسجد مرزائیہ میں مغرب و عشاء کی اذان بھی دینے کی توفیق نہ ہوئی اور تمام رات نہایت کرب و اضطراب سے بسر کی۔ حاضرین پر مرزائی مذہب کی حقیقت واضح ہوگئی۔ عیسیٰ علیہ السلام کی حیات، قرآن و حدیث اور مسلمات مرزائیہ سے مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب نے اس قدر وضاحت

سے ثابت کی کہ ان کے دلائل کا مرزائی مناظر کوئی جواب نہ دے سکا۔ مناظرہ کے اختتام پر ایم، ڈی کریم اسسٹنٹ سیکرٹری انجمن مرزائیہ بھیرہ نے اقرار کیا کہ حیات مسیح ثابت کرنے میں مولانا کو زبردست کامیابی ہوئی ہے اور اس نے مولانا کو اس کامیابی پر مبارک باد دی۔

دورانِ مناظرہ صدر جماعتِ مرزائیہ نے لفظِ مرزائی کے استعمال سے اسلامی مناظر کو روکنا چاہا مگر مولانا نے فرمایا کہ تم مرزائی ہو۔ تمہارے نبی کا نام خدا نے الہام میں مرزا بتایا ہے، اسے الہام ہوا تھا ''سنفرغ لک یامرزا''۔ مرزائی مناظر قرآن کی آیات غلط پڑھتا تھا اور اس کی آخری تقریر نہایت ہی مہمل تھی۔ بدحواسی کے آثار اس کے چہرہ پر رونما تھے خدائی قہر کا نشان یعنی آندھی، مٹی سے اسکے منہ کو پُر کرنے میں مصروف تھی، چہرہ خاک آلود تھا۔ مرزائی مناظر نے ریشمین پگڑی سر پر باندھ رکھی تھی اور داڑھی کٹی ہوئی تھی۔ اس کا رویہ نہایت ہی دل آزار تھا۔ اس نے صاف الفاظ میں کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کیا بلا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ توہین سن کر قریب تھا کہ مجمع جوش غضب سے بے قابو ہو جاتا مگر خاکسار نے لوگوں کو صبر وتحمل کی تلقین کی۔

دوسرا مناظرہ

مورخہ ۶ ستمبر صبح ساڑھے آٹھ بجے ختم نبوت پر مناظرہ کا آغاز ہوا۔ اسلامی مناظر مولانا ابوالقاسم صاحب نے ۱۸ آیات قرآنیہ، دس احادیث صحیحہ اور دو اقوال مرزا سے ثابت کیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ مرزائی مناظر کی امداد کیلئے اسی روز ملک عبدالرحمٰن خادم قادیان سے پہنچ گیا تھا۔ مرزائی چاہتے تھے کہ کسی طرف کوئی فرار کا راستہ نکالیں مگر مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی نے دلائل کے زبردست شکنجہ میں انہیں جکڑے رکھا۔

مبارک احمد نے دعویٰ کیا کہ میں نحوِ مجسم ہوں۔ یہ سن کر مولانا مولوی اسمٰعیل صاحب دامانی کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ تمام مرزائی مولوی مل کر اس عبارت کی ترکیب کردیں ورنہ دعویٰ علم سے مجمع کے سامنے توبہ کریں جاء رجل علی باب نحوی فقرع الباب فخرج الصبی فقال اباک ابوک ابیک قال لالولی۔ تمام مرزائی اس کے جواب سے عاجز آگئے اور اپنا سامان سروں پر اٹھاتے ہوئے اپنے گھروں کو چل دیئے۔

تیسرا اور آخری مناظرہ

مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۳۲ء بعد نماز ظہر مرزائیوں کی طرف سے آخری اور فیصلہ کن مناظرہ ''دعاوی مرزا'' کے متعلق تھا۔ اس میں مرزائی مدعی تھے۔ اس لئے پہلی اور آخری تقریر کا حق انہیں حاصل تھا۔ محمد سلیم صاحب کی کمر ہمت ٹوٹ چکی تھی اور مرزائیوں نے ملک عبدالرحمٰن خادم گجراتی کو اپنی طرف سے مناظر مقرر کیا۔ اہل اسلام کی طرف سے حضرت مولانا ابوالقاسم محمد حسین صاحب نے حسب سابق نہایت قابلیت سے حق نمائندگی ادا کیا۔ عبدالرحمٰن خادم نے فحش کلامی، دریدہ دہنی اور گندہ مذاقی کا ثبوت دیا اور حقائق کا منہ چڑانے اور جی بھر کر گالیاں دینے سے اپنی شکست کا بدلہ لینا چاہا۔ اُسے کئی دفعہ روکا گیا مگر وہ اپنی عادت سے مجبور تھا۔ اس نے تمام سامعین کو جن میں معززین بھی موجود تھے، بھانڈ اور میراثی کہہ دیا۔ اس پر مجمع میں اشتعال پیدا ہوا اور ہیڈ کانسٹیبل پولیس نے عبدالرحمٰن گجراتی کو ان الفاظ کے واپس لینے پر مجبور کیا۔ یہ آخری مناظرہ مرزائیت کے لئے پیام موت ثابت ہوا۔ حق کا نور چمکا اور باطل بھاگ نکلا۔ مناظرہ کے اختتام پر فقیر آزاد بھیروی نے خوش الحانی سے اپنی فی البدیہہ[1] نظم سنائی جس کے پہلے دوشعر یہ تھے: شعر

[1] نظم اور مولوی محمد ازہر صاحب ازہر بھیروی و مولوی عبدالمجید صاحب مجید کی نظمیں طبع ہو چکی ہیں اور مولوی محمد ازہر صاحب تاجر کتب بھیرہ کی دوکان سے بقیمت ۱/ ملتی ہے۔

ہو مبارک موموناں نوں آج خوش ایام دی — ہےلاتھ سب برکت خدادی تے خدادی نام دی

لاکھ مرزائی کرن توڑے پئے ڈھنگ بازیاں — بجھ نہیں سکدی کدی نوری شمع اسلام دی

علمائے اسلام شاندار جلوس کے ساتھ جامع مسجد پہنچے اور مرزائی کرسیاں سر پر رکھے ہوئے گھروں کو سدھارے۔

شہر بھیرہ کے اندر پیر و جواں بلکہ ہر بچہ کا دل بھی جذبہ مسرت سے لبریز تھا۔ کئی روز تک حق کی عظیم الشان فتح اور باطل کی نمایاں ہزیمت کا تذکرہ ہر مسلم وغیر مسلم کے وردِ زبان رہا۔

لوگ مرزائیوں کی ڈھٹائی و بے حیائی اور اُن کی ضد پر حیران تھے۔ مرزائیوں کی کثیر تعداد تذبذب کا شکار ہو چکی تھی۔ اس لئے دوسرے روز مرزائیوں نے جلسہ کیا۔ جس میں محمد سلیم وعبدالرحمن نے اپنی جماعت کو ثابت قدم رکھنے کیلئے کذب بیانی، تدلیس وتلبیس سے کام لیا اور بزرگانِ دین کی طرف غلط حوالے واقوال منسوب کئے اور علمائے کرام کے خلاف سب وشتم سے کام لیا۔

اس کے باوجود ایک مرزائی فضل داد صاحب کو مرزائیت سے توبہ کرنیکی توفیق ہوئی اور اُس نے حسب ذیل اشتہار طبع کرا کر تقسیم کیا۔

میں کیوں مرزائیت سے تائب ہوا

عرصہ سے کفر وضلالت کے گڑھے میں پڑا ہوا صراط مستقیم کا متلاشی تھا، جب دیکھتا تھا کہ روحانی موت قریب آ رہی ہے اور قادیانی بھول بھلیّوں سے نکلنا دشوار نظر آ رہا ہے تو تائیدایزدی شامل حال ہوئی اور خضر راہ نے دستگیری کی، کہ سرزمین بھیرہ میں عظیم الشان مناظرہ ہوا اور مولانا محمد حسین صاحب فاتح قادیان کی بصیرت افروز اور قادیانیت

شکن تقریر نے میرے دل کے قفل کو کھول دیا اور میں نے اس کے بعد کھلے بندوں اعلان کرنے مصمم ارادہ کر لیا تاکہ اور بھائیوں کو بھی ہدایت ہو لیکن مرزائی پسو میرے پیچھے پڑ گئے اور ہر جائز و ناجائز طریقہ سے مجھے اسلام قبول کرنے سے باز رکھا۔

میں یہ سمجھتا تھا کہ جب تک مرزائیت کا جوا اُتار نہ پھینکوں گا شفاعت محمد ﷺ سے محروم رہوں گا۔

پس میں نے بغیر کسی لالچ کے محض خوفِ خدا اور رسول کی وجہ سے جامع مسجد میں جا کر صراط مستقیم اختیار کیا۔

مرزائیوں کے مغالطے کو دور کرنے کیلئے اصل کارڈ بیعت کی نقل پیش کرتا ہوں۔

نقل مطابق اصل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آپ کی درخواست بیعت موصول ہوئی، خلیفۃ المسیح الثانی نے اُسے قبول فرما کر آپ کی استقامت کے لئے دینی، دنیاوی بہتری کے لئے دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ آپ اس پر عمل کریں احمدیوں سے میل جول رکھیں ان شاء اللہ رشتہ بھی مل جائے گا۔

دستخط:

پرائیوٹ سیکرٹری المشتہر فضل داد (عفی اللہ عنہ)

مناظرۂ بھیرہ پر غیر مسلم اصحاب کی آراء

میں تصدیق کرتا ہوں کہ مناظرہ جو کہ احمدی صاحبان کی طرف سے بھیرہ میں مورخہ ۳۲۔۹۔۶، ۳۲۔۹۔۷ کو مولوی صاحب محمد سلیم احمدی اور مولوی محمد حسین صاحب جماعتِ اہلسنّت کی طرف سے مقرّر رتھے، ذیل کے مضامین پر ہوا:

۱......حیات وممات مسیح علیہ السلام

۲......ختم نبوت

۳......صداقتِ مرزا

بہ دلائل ثابت کیا اور مولوی سلیم صاحب کو ان دلائل کے توڑنے کی جرأت نہ ہوسکی۔ ((پادری) سندرداس۔ بھیرہ)

احمدی، سنی مناظرہ

مؤرخہ ۵ اور ۶ ستمبر کو پیر صاحب کے متبرک روضہ پر علمائے سُنی اور احمدی صاحبان کے درمیان چند مذہبی مسائل پر مناظرہ منعقد ہوا۔ حاضرین کی تعداد کئی ہزار اشخاص پر مشتمل تھی۔ جن میں ہندو، سکھ، عیسائی وغیرہ ہر فرقہ کے اصحاب شامل تھے۔

مضمون مباحثہ

۱......حضرتِ مسیح کی موت

۲...... مسئلہ نبوت

۳...... اورصداقت مرزا

احمدی صاحبان کی طرف سے قادیان وغیرہ سے پانچ یا چھ مولوی بغرضِ شمولیت

تشریف لائے تھے اور سنی صاحبان کی طرف سے مولوی ظہور احمد صدرِ مناظرہ کے علاوہ مولوی محمد حسین و دیگر حضرات مضامین پر بحث کر رہے تھے۔ چونکہ بندہ عربی زبان سے ناواقف تھا اس لئے تمام دلائل کو کما حقہ سمجھنے سے قاصر رہا۔

البتہ مولوی محمد حسین صاحب جو سنی حضرات کی طرف سے سوالات کا جواب دے رہے تھے۔ اپنا حق نہایت قابلیت سے ادا کر رہے تھے۔ میرے خیال میں تمام سوالات اور اعتراضات کا پُر دلائل، پُر تاثیر اور پُر تہذیب پیرایہ سے جوابات دے رہے تھے۔ مجھے ان کے جوابات سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک نہایت ہی فاضل ایڈوکیٹ ہائی کورٹ بنچ کے سامنے بحث کر رہے ہیں۔ بھیرہ پبلک پر ان کے دلائل کا گہرا اثر ہوا۔

میں نے مناظرہ میں چند شرمناک، قابل اعتراض واقعات کو دیکھا جن کو بطور غیر جانبدار شاہد ہونے کے اور اپنے مسلمان بھائیوں کا ہم وطن ہونے کے دل سے محسوس کرتا ہوں اور ان کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں سب سے زیادہ قابل اعتراض بات پیر احسن شاہ صاحب کے متبرک روضہ پر لٹھ بند پولیس کی نمائش تھی، جو ہر وقت موجود رہتی تھی۔

میرے استفسار پر ایک پولیس کے آدمی نے بتایا کہ کسی احمدی نے درخوست پر ان کو طلب کیا ہے، میں نے مولوی دلپذیر، ماسٹر خادم حسین و دیگر احمدیوں نے خاص طور پر دریافت کیا لیکن مجھے جواب دیا گیا کہ یہ ہمارے خادم ہیں ان سے مذہبی مجالس میں ان کا آنا کیا حرج ہے۔ سوال کا دوسرا حصہ کہ پیر صاحب کے روضہ پر یہ ناواجب ہے، اس کا جواب خاموشی میں تھا۔ الغرض ہمارے مذہبی تبادلہ، خیالات میں پولیس کی مداخلت اور ان کا ہماری متبرک درگاہوں میں میرے خیال میں نہایت قابل اعتراض ہے۔ جس کا مجھے اپنے احمدی بھائیوں سے (اگر واقعی درخواست انکی طرف سے تھی یا ان کے ایما پر

بلائی گئی تھی) موزوں شکایت ہے، مجھے امید ہے یا تو وہ اپنے مذہبی تبادلۂ خیالات میں ضرور ان باتوں کا خیال رکھیں گے یا وہ ایسی مجالس کو بند کردینگے، جو بغیر پولیس کے ڈنڈے کے سرانجام نہ پاسکیں، ایسے قوموں پر پولیس کی امداد اپنے دلائل کی کمزوری کا اعتراف ہے۔

۲..... میرا دوسرا اعتراض احمدیوں کے مولوی صاحب کے چند کلمات پر ہے، جن میں انہوں نے بھیرہ کی مہذب پبلک کو لفظ میراثی اور بھنڈ سے مخاطب کیا اور باوجود ہمارے اعتراض کے واپس لینے سے انکار کردیا، مولوی محمد حسین صاحب نہایت تہذیب اور شرافت سے بھیرہ پبلک کو دونوں دن مخاطب کرتے رہے اور آداب مجلس کو پوری طرح ملحوظ رکھا لیکن میرے احمدی بھائیوں میں یہ کمی دیکھ کر مجھے بہت افسوس ہوا میرے خیال میں آئندہ ان باتوں کا ضرور خیال رکھا جائیگا۔ الراقم جوندہ رام بی۔اے، ایل ایل بی اسٹوڈنٹ۔بھیرہ

مرزائیوں کی شرمناک کذب بیانی

مسلمانانِ بھیرہ مرزائیوں کے صحیفہ ''الدجل'' قادیان کے منتظر تھے، اس واضح و بین شکست کو فتح قرار دینے میں مرزائیوں کے دلائل کا نہایت بے تابی سے انتظار کیا جارہا تھا، الدجل نے کامل ڈیڑھ ماہ خاموشی سے کام لیا اور مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ ابھی مرزائیوں میں کسی قدر شرم وحیا کا جوہر موجود ہے، مگر ۲۰ر اکتوبر ۱۹۳۲ء کے الفضل میں ''احمدیت کی عظیم الشان فتح'' کے عنوان سے بھیرہ کے مناظرہ کا حال پڑھ کر لوگوں کے غیض وغضب کی انتہا نہ رہی عوام الناس حیران تھے کہ اس قدر سیاہ جھوٹ سے کام لینا مرزائیوں کا ہی کام ہوسکتا ہے، صحیفہ ''الدجل'' میں دجالیت کا مظاہرہ حسب ذیل طریقہ سے کیا گیا۔

۱..... ''پہلی شکست غیر احمدیوں کو یہ ہوئی کہ انہوں نے اس بات سے انکار کردیا کہ علماءِ سلف اہلِ سنت والجماعت کی کتب اور ان کی تحریریں ان کے خلاف پیش ہوسکیں، گویا اپنے

بزرگوں کی تحریروں سے انکار کردیا۔''

حالانکہ ''الدجل'' کے اِن الفاظ ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزائی قرآن وحدیثِ صحیح سے اپنے دعاوی کو ثابت کرنے سے عاجز تھے اور گمنام وبعض غیر معروف اشخاص کو بزرگ ظاہر کرکے ان کے اقوال پیش کرکے عوام کو مغالطہ دینا چاہئے تھے، مرزائی مناظر محمد سلیم نے سلانوالی کے مناظرہ میں ایک بزرگ سردار گنڈا سنگھ کے اشعار بطور استدلال وفات مسیح پر پیش کئے تھے اور مرزائیوں کی حدیث کی کتاب سیرۃ المہدی میں ان کے کئی معتبر راوی سردار جھنڈا سنگھ جیسے ہیں مرزائیوں کی اصلی غرض یہ تھی کہ غیر معتبر کتب سے بعض اقوال بیان کرکے اُن کتب کے معتبر ہونے یا ان اشخاص کے بزرگ ہونے کے غیر متعلق بحثوں میں ہی وقت ضائع ہوجائے مگر اُن کا یہ دجل وزور بھیرہ کے مناظرہ میں کامیاب نہ ہوسکا اور قرآن وحدیث کے دائرہ کے اندر رکھ کران کے لئے موت کا سامان فراہم کیا گیا، بھیرہ میں طے شدہ شرائط کی تلخی انہیں ہمیشہ یاد رہے گی، خوشاب، سرگودہ، سلانوالی، چک نمبر۳۳ غرض کسی جگہ بھی انہوں نے شرائط بھیرہ پر مناظرہ کرنا گوارا نہ کیا اور ان شاءاللہ کسی جگہ بھی اُنہیں ان شرائط کے ماتحت مناظرہ کرنے کا حوصلہ نہیں ہوسکتا۔ قرآن وحدیث سے انہیں کوئی دلیل نہیں مل سکتی۔

آگے چل کر لکھتا ہے کہ:

۲..... ''ہم نے چیلنج دیا کہ اگر فریق مخالف قرآن کریم میں حضرت عیسیٰؑ کے واقعہ کے ساتھ آسمان کا لفظ اور لفظ جسد عنصری اور زندگی کا ثابت کردے تو مقرر شدہ انعام لے، یہ مطالبہ آخر تک کیا گیا، لیکن فریقِ مخالف اس کی تردید نہ کرسکا۔''

حیاتِ مسیح علیہ السلام کا اثبات قرآن سے سمجھانے کا تعلق جہاں تک زبان سے

ہے وہاں تک تو اسلامی مناظر نے کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہیں کیا، مگر قلندر کے بندر کی طرح سر ہلا کر بار بار یہ کہنا کہ ''میں نہ مانوں'' اس کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں، اس کا بہترین جواب ہم ان کو کہاں دے سکتے تھے یا قبر کے اندر منکر ونکیر سے مرزائیوں کو مل سکے گا۔ مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی کے دلائل اسی کتاب میں درج کئے گئے ہیں۔ قارئین خود فیصلہ فرمالیں کہ مولانا نے اس سوال کا جواب کس خوبی سے دیا اور ''الدجل'' کا یہ بیان کس قدر کذب وافتراء سے مملو ہے۔

۳..... پھر لکھتا ہے کہ:

''اس دفعہ ایک نیا رنگ تھا جو اثبات حیاتِ مسیح میں فریق مخالف نے اختیار کیا کہ سارا دار مدار کتب مسیح موعود پر رکھا۔''

اس میں شک نہیں کہ اسلامی مناظر نے کتب مرزا کے حوالوں سے ثابت کیا کہ قرآن دانی کا دعوی کرنے کے بعد بھی مرزا حیاتِ مسیح کا معتقد رہا اور مرزا کا دعوی ہے کہ اس نے اس عقیدہ میں تبدیلی قرآن کی بنا پر نہیں کی، بلکہ اس تبدیل کی بنا الہام ووحی بیان کی ہے، اسلامی مناظر نے اس سے ثابت کیا کہ قرآن مجید میں کسی جگہ وفاتِ مسیح کا ذکر نہیں ورنہ مرزا صاحب ضرور ہی وفات مسیح علیہ السلام کے قائل پہلے سے ہی ہوتے، مولانا کے اس اچھوتے طرز استدلال سے مرزائی مناظر اپنا رٹا ہوا سبق بھول گیا اور اسے سخت پریشانی لاحق ہوئی، مگر مولانا نے اس کے علاوہ بھی متعدد آیاتِ قرآنیہ واحادیث سے اپنا دعوی ثابت کیا جس کا جواب مرزائی مناظر سے بن نہ سکا۔

۴..... الدجل لکھتا ہے کہ

''اس پہلے مناظرہ کا پبلک پر ایک خاص اثر تھا اور پبلک نے غیر احمدی مناظر کی ناکامی کو

محسوس کرلیا۔''

خاص اثر ہونے میں شک نہیں، مگر وہ خاص اثر ہی تھا جس کی بنا پر آپ کی جماعت اسسٹنٹ سیکرٹری ایم، ڈی کریم صاحب نے صاف الفاظ میں اسلامی مناظر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ''میں آپکے طرز استدلال سے بہت محظوظ ہوا، آپ دلائل دینے اور اپنا دعوی ثابت کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں اس پر میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں، مگر فی الحال میرا نام ظاہر نہ کیا جائے۔''

ایم ڈی کریم صاحب اگر اس سے انکار کریں تو مؤکد بعذاب حلفیہ اشتہار شائع کریں مگر امید نہیں کہ انہیں ایسا کرنے کی ہمت ہو سکے۔

۵..... ''الدجل'' لکھتا ہے کہ:

''ختم نبوت کے مناظرہ میں دوسرے دن مولوی محمد حسین کے چیلنج کے جواب میں کہ توفی کے متعلق ایک ہزار روپیہ چیلنج پورا کرنے کو تیار ہوں۔ اُن کے چیلنج کو منظور کرلیا گیا اور نقد ایک ہزار روپیہ پیش کیا گیا''۔ (لعنة الله على الكاذبين)

مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب کا مطالبہ تھا کہ مرزائی مناظر میاں محمود احمد سے سندِ نمائندگی حاصل کر کے مسئلہ توفی کے متعلق شرائط مناظرہ طے کریں، مگر مسئلہ حیاتِ مسیح علیہ السلام پر مناظرہ ہوجانے کے بعد ختم نبوت کے مسئلہ پر مناظرہ کرتے ہوئے مرزائی مناظر نے جیب سے کچھ کاغذ نکال کر کہا تھا کہ یہ ایک ہزار روپیہ موجود ہے۔ مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب نے اسی وقت فرمایا کہ کسی غیر جانبدار آدمی کے پاس رکھو۔ مگر فوراً ہی مرزائی مناظر نے وہ کاغذ جیب میں ڈال لئے۔ پبلک کو معلوم بھی نہ ہو سکا کہ ان کاغذات میں کیا چیز لپٹی ہوئی تھی۔ دراصل اسلامی مناظر کا منشا ایک ہزار روپیہ

حاصل کرنے کا نہ تھا، بلکہ بانی مذہب مرزائیت کی تحدی کو توڑنا چاہتے تھے اور اس کے لئے ضروری تھے کہ ان کا مدمقابل میاں محمود احمد خلف وخلیفہ مرزا کا مصدقہ نمائندہ ہو، مگر مرزائیوں نے آخری دم تک اِن شرائط کو قبول نہ کیا نیز حیاتِ مسیح کے مناظرہ میں مرزائیوں نے اس چیلنج کا کوئی جواب نہ دیا اور ختم نبوت کی بحث میں اِس غیر متعلق امر کا ذکر کر کے خلطِ مبحث سے کام لینا چاہا۔

۶...... ''الدجل'' لکھتا ہے کہ:

''ختم نبوت کے متعلق 'فریق مخالف نے ادھر اُدھر کی باتوں میں ڈالا اور کوئی دلیل ختم نبوت کے متعلق پیش نہ کی۔''

اس کے جواب میں ہم چیلنج دیتے ہیں کہ ۱۸ آیاتِ قرآنیہ اور ۱۰ احادیث، اور ۲ اقوالِ مرزا کل تیس ۳۰ دلائل جو ختم نبوت پر مولانا نے پیش کئے تھے ان کا جواب مرزائی دنیا مل کر بھی قیامت تک نہیں دے سکتی۔

۷..... الدجل دعوی کرتا ہے کہ:

''ہماری طرف سے اسلامی مناظر کی انتہائی بدتہذیبی کا شرافت ومتانت کیساتھ جواب دیا گیا۔''

مرزائی لغت میں شرافت ومتانت سے مراد فحش کلامی ہوگی، معزز حاضرین کو میراثی اور بھانڈ کہنا اور منہ چڑانا اور مرزائی مناظر کی قابلِ نفرت حرکات سے تمام سامعین بیزار ہو رہے تھے۔ شہر بھیرہ کے ایک ہندو لالہ جوندہ رام صاحب بھاٹیہ بی۔اے کی شہادت اس بارے میں قابل غور ہے۔

۸...... ''الدجل'' کہتا ہے کہ:

''اس مناظرہ کا ہی اثر تھا کہ کئی لوگ ہماری مسجد احمدیہ میں آکر ہمارے مبلغین سے گفت و

شنید عقائد احمدیت کے متعلق کرتے رہے اور کئی لوگوں نے کتب احمدیہ کے پڑھنے کا وعدہ کیا ہے''۔

ان الفاظ کو دراصل اس طریقہ سے قلمبند کرنا چاہیئے تھا:

''اس مناظرہ کا ہی اثر تھا کہ شہر بھیرہ کا بچہ بچہ ہمارے بڑے بڑے مبلغین سے بحث کرنے پر تیار ہو چکا ہے۔ نوجوانوں نے ہمارے مبلغین کو ہر جگہ پریشان کیا۔ چھوٹے بچوں نے گلی وکوچہ میں اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی۔ اور کئی لوگوں نے ہمارے مذہب کی تردید کیلئے ہماری کتابوں کا مطالعہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔''

''الدجل'' کی ایک بدحواسی قابل داد ہے لکھتا ہے کہ مناظرہ ۱۵ ستمبر کو ہوا۔ حالانکہ مناظرہ ۵، ۶ ستمبر کو ہوا تھا۔

مرزائیوں سے خط وکتابت

مناظرہ کے بعد یاددہانی کی غرض سے مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی نے شیخ مبارک احمد مرزائی کو لفظ توفی کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے خط [۱] لکھا۔ جس کے جواب میں مرزائیوں نے مرزا محمود احمد کی سند نمائندگی حاصل کرنے سے انکار کیا اور لکھا کہ مولانا ابوالقاسم صاحب عالم اسلام کے علماء سے سند نمائندگی حاصل کر لیں۔ اس کے بعد ہم سے سند نمائندگی دکھانے کا مطالبہ کریں۔ اس کے جواب میں مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب نے حسب ذیل آخری خط مبارک احمد کے نام بھیجا جس کے جواب میں انہوں نے کامل خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔

از بھیرہ۔ ۸ر ستمبر ۳۲ء

[۱] مرزائیوں نے کسی طرح بھی تحریری مناظرہ کی یہ صورت قبول نہ کی۔ اور اگر اب بھی مرزائیوں کو ہمت ہو تو تحریری مناظرہ پر اپنا کسی جریدہ کو آمادہ کریں۔ افسوس ہے کہ مولوی اعجاز نے وعدہ کا ایفا نہ کیا۔ ورنہ دنیا پر حق و باطل آشکارا ہو جاتا۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی مولوی مبارک احمد صاحب!

السلام علی من اتبع الھدیٰ ! آپ کا رقعہ میرے رقعہ کے جواب میں پہنچا، آپ وقت کو ضائع نہ فرمائیں، براہِ مہربانی پہلے آپ مرزا صاحب کے چیلنج کو ملاحظہ فرمائیں اوراس کے مطابق عمل کریں اس چیلنج میں کہیں بھی یہ نہ پائیں گے کہ جواب دینے والا روئے زمین کے مسلمانوں کا یا کسی مرکزی جماعت کا نمائندہ ہو، پھر آپ کا یہ شرط زیادہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟

باقی رہا یہ امر کہ میں نے جناب کو سند نیابت نمائندگی حاصل کرنے کی کیوں تکلیف دی ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ میں نے جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے چیلنج کا جواب دینا ہے نہ آپ کے کسی احمدی کا۔ اگر آپ کی تعدی اصالتاً ہوتی تو سند نمائندگی ونیابت کی ضرورت نہ تھی، لیکن جبکہ آپ مرزا صاحب کی طرف نیابت کے طور مقابلہ میں آنے والے ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ اس صورت میں سند نیابت از بس ضروری ولازم ہے ورنہ بصورت دیگر ممکن بلکہ اغلب ہے کہ جناب مرزا محمود احمد صاحب خلف وخلیفہ جناب مرزا صاحب فرمائیں کہ یہ فیصلہ ہمیں منظور نہیں ہے۔ پس آپ اس صورت میں ''ماں نہ ماں میں تیرا مہمان'' کا مصداق قرار پاتے ہیں، لہذا سند نیابت حاصل کرنا از بس ضروری ہے ورنہ فیصلہ ناطق نہیں ہوسکتا اور جب کہ آپکو سند نیابت کے حصول کا پُورا اعتماد ہے، تو آپ اس سے پہلوتہی کیوں کرتے ہیں اور اس میں آپ کا کیا نقصان ہے؟

براہِ مہربانی تضیع اوقات اور ٹال مٹول چھوڑ کر تحریر فرمائیں کہ میں سند نیابت حاصل کرونگا، بعدہٗ آج ہی بقیہ شرائط طے کر کے تیار ہوجائیں۔ سند نیابت آجانے پر گفتگو شروع ہوجائیگی، ان شاء اللہ تعالی۔ اور اگر آپ اس ضروری شرط سے بھی پہلوتہی کریں اور سیدھی راہ پر نہ آئیں تو پھر فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے سے خاموشی بہتر ہے، میری طرف سے اتمام حجت ہوچکی۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ ﷺ (ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی)

مرزائیوں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا، مرزائیوں کو تحریری مناظرہ کا بہت شوق تھا مگر انہوں نے اس سے بھی انکار کردیا۔ خاکسار کی حافظ مبارک احمد کے ساتھ تحریری مناظرہ کے متعلق حسب ذیل خط وکتابت ہوئی۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

نحمدہٗ ونصلّی علی رسُولہ الکریم

جناب مولوی مبارک احمد صاحب!

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ! جناب کی جماعت تحریری مناظرہ کرنے کی خواہشمند تھی۔ اس کیلئے میں نے آپ کے نمائندوں ایم، ڈی۔ کریم صاحب اور مولوی محمد عبداللہ صاحب اعجاز کو لکھا تھا کہ رسالہ شمس الاسلام کے صفحات اس کے لئے وقف ہوسکتے ہیں۔ جناب کے ہر سوال پر اعتراض یا ہر مضمون کا حامل المتن جواب رسالہ میں شائع ہوا کریگا بشرطیکہ جناب بھی اپنے کسی مدیر جریدہ کو اس پر آمادہ کرسکیں کہ وہ ہمارے مضامین یا اعتراضات کا حامل المتن جواب شائع کرنے کا حتمی وعدہ کرے، عام پبلک پر اس طرح حق

واضح ہو جائیگا، مولوی اعجاز صاحب نے اس چیلنج کو قبول کر لیا تھا، اب آپ کا فرض ہے کہ اس وعدہ کا ایفاء کریں اور بہت جلدی کسی مرزائی اخبار کے مدیر کی تحریر میرے پاس بھجوادیں۔ تاکہ اس سے تبادلہ کیا جا سکے، اور ماہ اکتوبر سے تحریری مناظرہ شروع کر دیا جائے، اگر آپ کی جماعت نے ایسا نہ کیا تو ثابت ہو جائیگا کہ تحریری مناظرہ سے صرف تضیع اوقات مقصود تھا، ورنہ آپ کو تحقیق حق مطلوب نہیں۔ آپ کا یہ گریز بھی مشتہر کر دیا جائیگا۔

ظہور احمد بگوی

مدیر جریدہ شمس الاسلام وصدر جماعت تبلیغ اسلامیہ بھیرہ

مرزائیوں کے نام حسب ذیل آخری تحریر غیرت دلانے کے لئے بھیجی گئی مگر اس پر بھی ان کو آمادگی کی جرأت نہ ہوسکی۔ از جامع مسجد بھیرہ

بسم اللہ الرحمن الرّحیم ۔

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

۸ر ستمبر ۳۲ء

جناب مولوی مبارک احمد صاحب:

السلام علی من اتبع الهدیٰ! جناب کا رقعہ کل ملا، پڑھ کر تعجب ہوا، آپ اپنے اخبارات کے صفحات کو باطل سے ہی مملو دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور اپنے لغو، لایعنی اور مغالطوں سے بھرپور تحریروں کے سوا اور کسی مضمون کا شائع ہونا آپ کو منظور نہیں ہے، اس سے ثابت ہوا کہ جماعت مرزائیہ صرف خرافات کیوجہ سے ان اخبارات کی خریدار ہے، تحقیق حق سے انہیں غرض نہیں، حق کے اندراج سے آپکو قیمتیں کم ہونے کا خطرہ لاحق ہورہا

ہے شمس الاسلام کے سامنے شپرہ چشموں کا ٹھہرنا ناممکن ہے۔ اپنے شمس الاسلام کے مضامین کو پادر ہوا لکھا ہے۔ حالانکہ   شعر

نہ شمم نہ شپ کہ حدیثِ خواب گویم   چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

شمس الاسلام کی ظلمت شکن کرنیں مرزائی ظلمت وضلالت کی گھٹاؤں کیلئے پیغام موت ثابت ہو رہی ہیں، ہمت ہے تو اپنے قادیانی چیتھڑوں اور رسوائے عالم جرائد کو سامنے لانیکی جرأت کریں، آپ کبھی بھی نہ لاسکیں گے اور یہ ایک پیشین گوئی ہے، جو پوری ہو کر رہے گی۔

ظہور احمد بگوی

(صدر جماعت اسلامیہ بھیرہ)

تیسرا معرکہ...... خوشاب

بھیرہ میں شرمناک ہزیمت حاصل کرنے کے بعد مرزائی مبلغین مولوی احمد خاں وعبداللہ اعجاز رات کی تاریکی میں بھیرہ سے فرار ہو کر جھاوریاں چلے گئے، حزب الانصار کے کارکنوں کو ان کے فرار کا علم نہ ہوسکا، جھاوریاں میں مسلمانانِ قصبہ نے ان کی تقریر سننے سے انکار کر دیا، وہاں سے مرزائی وفد مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۳۲ء کو خوشاب میں وارد ہوا، خوشاب بھیرہ سے شمال مغربی جانب ۳۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے مسلمانانِ خوشاب کی درخواست پر حزب الانصار کا تبلیغی وفد ۱۰ ستمبر کی صبح کو بھیرہ سے روانہ ہو کر اسی روز دن کے گیارہ بجے خوشاب پہنچا، ریلوے اسٹیشن پر مولانا محمد شفیع صاحب کی سرکردگی میں مسلمانانِ خوشاب نے شاندار استقبال کیا اور جلوس کی شکل میں علمائے کرام کو فرودگاہ پر پہنچایا گیا، مرزائیوں کی امداد کیلئے قادیان سے مولوی غلام رسول آف راجیکی بھی اسی گاڑی سے وارد خوشاب ہوا، مگر

اسلامی قافلہ کا رعب مرزائیوں پر غالب ہو چکا تھا۔ انہوں نے خلیفہ قادیان سے بذریعہ تار مزید کمک طلب کی۔

مؤرخہ ۱۰، ۱۱ ستمبر ہر دو روز عیدگاہ میں شاندار اسلامی جلسے منعقد ہوتے رہے۔ جن میں مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب، خاکسار، اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب میانوی، مولانا محمد شفیع صاحب، مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دامانی کی مرزائیت شکن تقریریں ہوئیں۔ مرزائیوں کے جلسے ناکام رہے اور انھیں مناظرہ کا چیلنج قبول کرنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ مورخہ ۱۱ ستمبر ۳۲ء ملک عبدالرحمٰن خادم گجراتی مرزائیوں کی امداد کیلئے قادیان سے پہنچ گیا۔ شرائط مناظرہ کے تصفیہ کے لئے مجلس منعقد ہوئی، بھیرہ میں طے شدہ شرائط پر مرزائیوں نے مناظرہ کرنا گوارا نہ کیا اور ملک عبدالرحمٰن خادم نے خاکسار کیساتھ گفتگو کرنے یا شرائط مناظرہ طے کرنے سے صاف انکار کر دیا، مرزائیوں نے کئی گھنٹہ شرائط مناظرہ طے کرنے میں صرف کر دیئے۔ ۵ گھنٹے کی مسلسل بحث وتمحیص کے بعد بالآخر حسب ذیل شرائط طے ہوئیں۔

شرائط مناظرہ

۱.....موضوع مناظرہ :

(۱) حیات مسیح علیہ السلام

(۲) ختم نبوت

(۳) صداقت مرزا صاحب

۲.....پہلے ہر دو مناظرہ میں مدعی جماعتِ اسلامیہ ہوگی، آخری مناظرہ میں مدعی جماعتِ احمدیہ ہوگی۔

۳.....دلائل قرآن کریم واحادیثِ صحیحہ بحوالہ کتب حدیث پیش ہوں گی۔ نیز اجماع امت بقول مستند بلفظہ اجماع حجت ہوگا۔ نیز اقوالِ جناب مرزا صاحب جماعتِ احمدیہ پر حجت ہوں گی۔

۴.....دلائل خاص کے مقابلہ پر دلیل خاص پیش ہوگی اور اس کی خاص تائید میں عام دلیل بھی پیش ہو سکے گی۔

۵.....ہر ایک مسئلہ پر مناظرہ پونے تین تین گھنٹہ ہوگا۔ جس کے درمیان میں (۱۰) دس منٹ کا وقفہ ہوگا۔ اگر نماز کا وقت درمیان میں آئے تو آدھ گھنٹہ وقفہ ہوگا۔ لیکن یہ وقت مناظرہ میں شامل نہ ہوگا۔ پہلی ہر دو تقاریر نصف نصف گھنٹہ اور بعد کی تقاریر پندرہ پندرہ منٹ ہونگی۔

۶.....ہر ایک دلیل پر جو مناظر اثباتِ دعویٰ کے لئے پیش کرے مستقل بحث ہوگی خلطِ ادلہ نہ ہوگا۔ تاکہ حاضرین بخوبی قوتِ دلیل کا موازنہ کر سکیں۔

۷.....خلافِ تہذیب وتوہین آمیز کلمات ایک دوسرے کے خلاف کوئی مناظر استعمال نہ کرے گا اور ہر مناظر دوسرے کے متعلق ذاتیات کی بحث سے پرہیز کرے گا۔

۸.....ہر ایک فریق کی طرف سے ایک صدر ہوگا جو حفظ امن کا ذمہ دار ہوگا اور مناظر کو پابند شرائط کرے گا۔

۹.....آخری تقریر میں مناظر کوئی نئی بات پیش نہ کر سکے گا۔

۱۰.....پہلی وآخری تقریر مدعی کی ہوگی۔

منجانب: جماعت احمدیہ خوشاب تحصیل ایضاً ضلع سرگودہا عمر خطاب احمدی سیکرٹری تبلیغ حال خوشاب

تصفیہ شرائط کی خبر سن کر تمام شہر میں مسرت وخوشی کے نعرے بلند کئے گئے، حق

باطل کے امتیاز کی توقع پیدا ہوگئی مگر مرزائیوں کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ ملک عبدالرحمٰن اور اس کے رفقاء نے عمر خطاب کو لعنت و ملامت کی اور انہوں نے ان شرائط کو بھیرہ والی شرطوں سے بھی زیادہ تباہ کن سمجھا، تمام رات مسلمانانِ خوشاب نے اسٹیج و جلسہ گاہ کی آرائش وتزئین میں صَرف کی مگر مرزائی اپنے بستروں پر بے چینی سے کروٹیں بدلتے ہوئے فرار کے حیلے تراشتے رہے۔ صبح سویرے مرزائی نمائندے تھانہ دار صاحب کے ہاں پہنچے اور وہاں مناظرہ بند کرنے کی درخواست دی، اور بیان کیا کہ ہمیں نقضِ امن کا اندیشہ ہے، لہٰذا مناظرہ بند ہونا چاہئے۔ مؤرخہ ۱۳؍ستمبر ساڑھے ۷ بجے صبح کو شیرانِ اسلام عالیشان سایہ بان کے نیچے میدانِ مناظرہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ ہزار ہا اشخاص دور دراز مقاموں سے جمع ہوئے مرزائیوں کا رنگ زرد، حواس گم تھے۔ عین وقت پر سب انسپکٹر صاحب پولیس نے جلسہ گاہ میں آکر مناظرہ روک دیا، اور ہجوم کو منتشر ہونے کا حکم دیا۔ سب انسپکٹر صاحب نے کہا کہ مرزائی مناظرہ نہیں کرنا چاہتے، انہوں نے اپنی حفاظت طلب کی ہے اس لئے سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ حکیم حافظ چن پیر احمد صاحب و سیٹھ عبدالرسول صاحب میونسپل کمشنر نے اہل اسلام کی طرف سے پانچ پانچ ہزار روپیہ کی ضمانتیں داخل کرنے پر رضامندی ظاہر کی اور مرزائیوں کو حفظِ امن کا یقین دلانے کیلئے ہر ممکن کوشش کی مگر مرزائی مناظر جلسہ گاہ سے چلے گئے۔ اور انہوں نے فرار ہی میں اپنی مصلحت دیکھی، اور تانگہ پر سوار ہو کر مجوکہ کی طرف چل دیئے۔

رات کو جامع عیدگاہ میں اہل اسلام نے شاندار فتح منائی، علماءِ کرام کی بصیرت افروز تقریریں ہوئیں شعراء نے مبارکباد کے قصیدے پڑھے، مرزائیوں کے اس واضح فرار سے ان کے مذہب کی حقیقت ظاہر ہوگئی۔ والحمد للہ علی ذلک۔

چوتھا معرکہ...... مجوکہ

خوشاب سے چالیس میل کے فاصلہ پر دریائے جہلم کے دائیں کنارہ پر مجوکہ آباد ہے، سردارانِ مجوکہ کسی زمانہ میں علاقۂ تھل کے رؤسا میں شمار ہوتے تھے، مجوکہ کی آبادی، زراعت پیشہ ہے۔ پچیس سال ہوئے ایک غیر مقلد مولوی نے وہاں اپنے چند متبعین پیدا کئے علیحدہ مسجد تیار کرائی اور احناف کو مشرک قرار دیا۔ چند سال کے بعد مجوکہ کے غیر مقلدین نے کل جدیدٍ لذیذٌ پر عمل پیرا ہو کر مذہب مرزائیت قبول کر لیا، تحصیل خوشاب میں مجوکہ مرزائیوں کا گڑھ سمجھا جاتا ہے، آبادی کا تہائی حصہ مرزائی ہو چکا ہے۔

فروری ۳۲ء میں وہاں ایک فیصلہ کن مناظرہ ہوا تھا جس میں مرزائیوں کو شاندار شکست ہوئی تھی، اور ۷ مرزائی تائب ہوئے تھے۔ مناظرہ کے بعد وہاں مرزائیت کا سدباب ہو چکا ہے، خوشاب سے فرار ہو کر مورخہ ۱۳؍ستمبر ۳۲ء کو مرزائیوں کا قافلہ تانگہ داری کے ذریعہ شام کو مجوکہ پہنچا، اسلامی وفد سے خلاصی پانے کی خوشی میں مرزائیوں نے رات آرام سے بسر کی، مولوی محمد سلیم بھی قادیان سے وہاں پہنچ گیا۔

خوشاب میں رات کے ایک بجے جشنِ فتح سے فارغ ہو کر مجاہدین اسلام کا قافلہ بذریعہ کشتی عازم مجوکہ ہوا، دریا میں پانی کم تھا اس لئے کشتی کی رفتار سست رہی کشتی میں خاکسار کے ہمراہ مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب و ابوسعید مولانا محمد شفیع صاحب خوشابی، مولوی عبدالرحمٰن میانوی، سیٹھ عبدالرسول صاحب میونسپل کمشنر خوشاب و دیگر سوار تھے۔ سفر کی دلنواز اور عجیب کیفیت بیان کرنے سے قلم عاجز ہے۔ صبح کی نماز دریا کے کنارے خوشاب سے دس میل کے فاصلہ پر ادا کی گئی جھر کہ سے گذرنے کے بعد خورشید کی سنہری کرنوں کی ضوریزی نے پانی میں اپنا عکس ڈال کر کشتی والوں کے صبر و استقامت کا

امتحان لینا چاہا ہوا بندتھی، گرمی کی شدت ناقابلِ برداشت تھی، دن کے ۱۱ بجے موضع ششی کے کنارہ پر چند منٹ آرام کیا، خدا کے فضل سے جنگل میں کھانے کا انتظام ہوگیا، کھانا کھانے کے بعد کشتی پر سوار ہوکر چپو چلانے کی مشق کی۔ مرزائیوں کے جلسہ کی کامیابی کا خیال ہمارے لئے دھوپ سے زیادہ تکلیف دہ تھا علماء کرام خصوصاً مولانا محمد شفیع صاحب کئی گھنٹے اپنے ہاتھ سے چپو چلاتے رہے بوقتِ عصر موضع جوڑہ کے قریب ایک پرندہ دیکھا گیا جس نے ایک بہت بڑی مچھلی کو دم سے پکڑ کر کنارہ پر پھینک دیا کشتی کے قریب پہنچنے پر پرندہ اڑ گیا مچھلی کو دادِ خدا سمجھ کر مجاہدین اسلام نے کشتی میں رکھ لیا۔ کشتی سے اتر کر نمازِ مغرب مجوکہ سے دومیل کے فاصلہ پر ادا کی گئی یہ فاصلہ پیدل طے کیا گیا۔

مجوکہ میں مرزائیوں کا جلسہ ہورہا تھا۔ مولوی محمد سلیم قادیانی پرجوش لہجہ میں تقریر کررہا تھا، مجوکہ کے مرزائی وہاں کے مسلمانوں کو مناظرہ کا چیلنج دے رہے تھے، ۹ بجے شام نعرہائے تکبیر کے ساتھ مجاہدین اسلام مجوکہ میں وارد ہوئے، مرزائی لیکچرار کی آواز پست ہوگئی، مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ اسی وقت مسجد کی چھت پر خاکسار نے تقریر کی مرزائی لیکچرار نے اپنی تقریر بند کردی۔ خاکسار نے مرزائیوں کو ثابت قدم رہنے کی تاکید کی اور ان کے چیلنج کو قبول کرکے مناظرہ پر آمادگی ظاہر کی اہل قصبہ کو کہا کہ صبح مرزائیوں کو بھاگنے کا موقع نہ دینا اور انہیں مجبور کرو کہ بغیر مناظرہ کئے یہاں سے ہرگز نہ جائیں۔

مؤرخہ ۱۵؍ستمبر ۳۲ء بعد نماز صبح مسمی رمضان مرزائی مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے بیان کیا کہ ہمارے مولوی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہدی کے زمانہ میں کسوف وخسوف ہوگا اور وہ چودھویں صدی میں ہوگا ان احادیث کی موجودگی سے مرزا صاحب کے دعاوی تسلیم کرنے میں کیا عذر

ہوسکتا ہے۔ ہر دو نشان مرزا صاحب کے زمانے میں پورے ہوئے ہیں اور آج تک کوئی اور مدعی مہدویت ظاہر نہیں ہوا۔ مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب نے حسب ذیل تحریر لکھ کر رمضان مذکور کو دی اور اُسے کہا کہ اس کا جواب ان سے تحریر کرا کے لے آؤ۔

باسمہٖ سبحانہ

۱..... دار قطنی میں روایت خسوف وکسوف کی ہے وہ نبی کریم ﷺ کی حدیث نہیں ہے۔

۲..... چودھویں صدی میں مسیح آئے گا اور وہ مہدی ہوگا یہ بھی حدیث نہیں ہے۔

۳..... مرزا غلام احمد اپنی کتاب چشمۂ معرفت جلد دوم ص ۱۰ پر لکھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کان فی الهند نبیًا اَسْوَدُ اللَّوْن اِسْمُهٗ کاهنا یہ بھی حدیث نہیں ہے۔

مرزائی صاحبان ان کا حدیث ہونا ثابت فرمائیں، اور کسی حدیث صحیح مرفوع متصل سے بیان کریں یا کسی حدیث کی کتاب ملتزم الصحۃ سے یہ حدیث دکھائیں۔

ابوالقاسم محمد حسین عفی عنہ مجوکہ۔ ۱۵؍ستمبر ۳۲ء

اس کا جواب جو مرزائیوں کی طرف سے موصول ہوا، وہ بلفظہٖ نقل کیا جاتا ہے۔ اس سے قارئین مرزائیوں کی حق پسندی کا اندازہ کرسکتے ہیں:

۱..... ماں بہن وغیرہ محرمات ابدیہ کے ساتھ اپنی مرضی سے نکاح جائز ہے۔

۲..... حیوان سے بدفعلی یا مردہ سے بدفعلی کرنے والے پر ضروری نہیں کہ وہ غسل کرے اور اس کا روزہ بھی نہیں ٹوٹتا۔

۳..... استمتاع بالید (جلق) سے انسان گنہ گار نہیں ہوتا۔ یہ تین عقائد صحاح ستہ یعنی حدیث کی کسی صحیح کتاب سے بسند صحیح ومرفوع سے فرمانِ نبی کریم ﷺ ثابت کرو ورنہ خدا سے ڈرو۔

جب کہ تین مندرجہ امور کا آپ جواب دے دیں گے تو آپ کے سوالوں کا اس الزامی جواب کے علاوہ بھی دے دیا جائے گا ...... محمد نذیر

قادیانی مولوی فاضلوں کی ذہنیت کا اظہار اس تحریر کے ہر لفظ سے ہوتا ہے جلسۂ عام میں یہ تحریر سنائی گئی۔ لوگوں میں اشتعال پیدا ہوا مگر انہیں صبر وسکوت سے کام لینے کی تاکید کی گئی اور مرزائیوں کو جواب تحریر کیا گیا کہ ''اِن ہر سہ مسائل کے جائز کہنے والے کو ہم کافر اور ملعون سمجھتے ہیں اس لئے ہم سے جواز کی سند طلب کرنے سے آپکا کیا مطلب ہے؟'' مرزائیوں نے اس کے بعد کامل خاموشی اختیار کر لی۔ گاؤں کے باہر درختوں کے سائے میں علمائے اسلام نے مرزائیت کو سراسر باطل ثابت کیا اور مجوکہ کے مرزائیوں کو انصاف سے کام لینے کی اور حق قبول کرنے کی دعوت دی۔ دو مرزائی طیش میں آکر کھڑے ہوئے انہوں نے خاکسار کو کہا کہ بھاگ نہ جانا ہمارے مولوی مناظرہ کے لئے آرہے ہیں ایک گھنٹہ کے انتظار کے بعد مرزائی مبلغین سامان اٹھائے ہوئے کھیتوں کے کنارہ پر نمودار ہوئے، محمد سلیم، محمد نذیر، عبداللہ اعجاز، احمد خان وغیرہم کو دیکھ کر مجاہدین اسلام نے سمجھا کہ مناظرہ کرنے کیلئے آرہے ہیں مگر مرزائی مبلغین خاموشی سے سر جھکائے ہوئے موضع نتھوکا کی طرف چلدیئے اور آہستہ آہستہ نظروں سے غائب ہوگئے۔

جَآءَ الحقّ وَزَهَقَ البَاطِل انَّ البَاطِلَ کانَ زهوقا

ظَفَرَ الْمُسلم وهَرِبَ المرزَا ان المرزاکان کذوبا

اسلامی جلسہ نماز مغرب تک قائم رہا، اور رات کو بھی مولانا محمد شفیع صاحب کی ختم نبوت پر معرکۃ الآراء تقریر ہوئی۔

پانچواں معرکہ ...... سلانوالی

مجوکہ سے مرزائیوں کا قافلہ نتھوکا وساہیوال سے ہوتا ہوا سلانوالی پہنچا۔ مجاہدین اسلام نے ان کا تعاقب جاری رکھا اور ان کے قدم کسی جگہ جمنے نہ دیئے۔ ساہیوال جاتے ہوئے سیال شریف میں حضرت مخدوم العالم قبلہ حافظ مولانا مولوی محمد قمر الدین صاحب سجادہ نشین ادام اللہ تعالی برکاتھم کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا، حضرت ممدوح حزب الانصار کے اس قابل فخر کارنامے سے بہت خوش ہوئے اور مجاہدین کی کامیابی کیلئے دعا فرمائی۔

ضلع شاہ پور میں سلانوالی ایک نو آباد منڈی ہے، مولوی محمد دلپذیر صاحب مرزائی کالڑکا ڈاکٹر منظور احمد کے ذریعے سے وہاں مرزائیت کا کافی اثر پھیل چکا ہے، مرزائی مفروروں نے وہاں پہنچ کر جلسے کے انعقاد کا اعلان کر دیا مقامی مرزائیوں نے وہاں کی انجمن محمدیہ کو مناظرہ کا چیلنج بھی دے دیا اور اپنے جلسہ کا اعلان کر دیا۔ کارکنان انجمن محمدیہ انتہائی پریشانی کے عالم میں اس ناگہانی مصیبت کا علاج سوچ رہے تھے رات کے دس بجے مجاہدین اسلام بذریعۂ لاری وہاں پہنچے اور جاتے ہی شہر میں منادی کرائی گئی کہ مرزائیوں کا فرض ہے کہ بغیر مناظرہ کئے ہرگز یہاں سے کسی جگہ نہ جائیں، مرزائیوں کی تمام تجاویز خاک میں مل گئیں ان کی امیدوں کا سرسبز باغ پامال ہو گیا ان کی طبیعتیں سرد ہو گئیں۔ دوسرے دن مرزائیوں سے حسب ذیل خط وکتابت ہوئی۔

خط وکتابت

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب جماعت احمدیہ سلانوالی!

السَّلام علی من اتبع الھُدیٰ! قادیانی مبلغین ہمارے ساتھ خوشاب میں مناظرہ کے شرائط طے کر کے آخری وقت پر بغیر مناظرہ کئے مجوکہ کی طرف چلے گئے تھے۔ مجوکہ میں بھی انہوں نے مناظرہ نہیں کیا بلکہ وہاں جو تین سوال ان پر کئے گئے تھے ان کا جواب ہمیں موصول نہیں ہوا اس لئے اگر آپ تحقیق واظہار حق کے خواہشمند ہوں تو اپنے مبلغین کو ہمارے مجوکہ والے سوالات کا جواب دینے پر آمادہ کریں نیز خوشاب میں طے شدہ شرائط پر سلانوالی میں مناظرہ کرنے پر تیار کریں۔

امید ہے کہ جناب ہمارا اور اپنا قیمتی وقت فضول خط وکتابت میں ضائع نہ فرمائیں گے ہماری اس تحریر کے جواب میں ہمارے مجوکہ میں پیش کردہ سوالات کے جوابات اور مناظرہ پر آمادگی کی تحریر اپنے مبلغین سے بھجوادیں گے۔ وما علینا الا البلاغ

ظہور احمد بگوی عفی عنہٗ، ۱۷/ ستمبر ۳۳ء

اس خط کے جواب میں ڈاکٹر منظور احمد نے مناظرہ پر آمادگی ظاہر کی جس کے جواب میں حسب ذیل خط ہماری طرف سے بھیجا گیا۔

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب جماعت احمدیہ سلانوالی!

السلام علی من اتبع الھدیٰ! مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ اپنے مولویوں کو بھیرہ کی شرائط پر یا خوشاب کی شرطوں پر مناظرہ کرنے کیلئے آمادہ کرنا چاہتے ہیں، اگر مناظرہ ہوا تو ہماری کئی دن کی آرزو پوری ہوگی، آپ نے نقل شرائط طلب کی ہے، خوشاب میں طے شدہ شرائط کی نقل ارسال خدمت ہے، مہربانی کر کے آج ہی وقت اور مقام کا تصفیہ

فرما کر ممنون فرمائیں، نیز جناب نے ہمارے پیش کردہ سوالات کا جواب اپنے مبلغین سے نہیں دلوایا، شاید آپ کو علم نہ ہو، مجوکہ میں حسب ذیل سوالات بھیجے گئے تھے۔

۱..... مہدی کے زمانہ میں کسوف وخسوف کا نشان رمضان میں ہونا حدیث نہیں ہے۔

۲..... چودھویں صدی میں مسیح ومہدی پیدا ہوگا، حدیث نہیں ہے۔

۳..... کان فی الھند نبیا اسود اللون اسمہ کاھنا حدیث نہیں ہے۔ مرزائی صاحبان ان کا حدیث ہونا ثابت کریں بسند صحیح مرفوع متصل یا کسی حدیث کی کتاب ملتزم الصحۃ سے دکھائیں۔

مہربانی کر کے ان کے جوابات بھی مناظرہ سے پہلے تحریر کر کے بھجوادیں، اس میں صرف چند منٹ صرف ہوں گے۔

ظہور احمد عفی عنہ، صدر تبلیغ جماعت اسلامیہ ضلع شاہ پور از سلانوالی ۱۷/ ستمبر ۳۳ء

اس خط کے جواب میں ڈاکٹر منظور احمد نے خوشاب میں طے شدہ شرائط پر مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا اور لیت ولعل سے کام لینا چاہا۔ مجبور ہو کر انہیں یہ آخری خط بھی بھیجا گیا۔

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب جماعتِ احمدیہ سلانوالی!

السلام علی من اتبع الھدیٰ! آپ نے مناظرہ سے پہلو تہی کر کے افسوسناک روش اختیار کر رکھی ہے۔ تحقیق حق کی غرض سے میں خدا اور رسول کا واسطہ دیکر آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ فضول باتوں کو چھوڑ کر کل کے دن مناظرہ کا انتظام کریں، اگر بھیرہ یا خوشاب میں طے شدہ شرائط سے آپ کو انکار ہو تو پھر وقت اور مقام مقرر

فرمائیں خاکسار آپ کے پاس حاضر ہو کر تصفیۂ شرائط کے متعلق گفتگو کرنا چاہتا ہے، شاید اس ملاقات کا نتیجہ اچھا نکل آئے۔

جواب جلد دیں

جماعتِ اسلامیہ کی طرف سے خاکسار اور مولانا محمد شفیع صاحب نمائندے ہوں گے، آپ بھی اپنی جماعت کی طرف سے دو نمائندوں کا انتخاب کر کے ان کے اسماء سے مطلع فرمائیں، کسی تیسرے شخص کو بولنے کا حق نہ ہوگا۔ ظہور احمد بگوی، مورخہ ۱۷ر ستمبر ۳۳ء

مورخہ ۱۷ر ستمبر ۱۹۳۳ء ڈاکٹر منظور احمد صاحب کے مکان پر تین گھنٹہ بحث و تمحیص کے بعد حسبِ ذیل شرائط طے ہوئیں۔

شرائط مناظرہ

۱..... مضامین مناظرہ

(۱) حیاتِ مسیح ناصر علیہ السلام

(۲) ختمِ نبوت بمعنی امکانِ نبوت

(۳) ختمِ نبوت بمعنی انقطاعِ نبوت

(۴) صداقتِ حضرت مرزا صاحب

۲..... پہلے اور تیسرے مضمون میں مدعی جماعتِ اسلامیہ حنفیہ ہوگی اور دوسرے اور چوتھے مضمون میں مدعی جماعتِ اسلامیہ احمدیہ ہوگی۔

۳..... ہر مضمون پر پونے تین گھنٹہ وقت ہوگا پہلی دو تقریریں نصف، نصف گھنٹہ کی اور باقی سب تقریریں پندرہ منٹ کی ہوں گی، آخری تقریر پندرہ منٹ کی مدعی کی ہوگی۔

۴..... پہلی اور آخری تقریر مدعی کی ہوگی۔

۵..... ہر مناظرہ کے دوران میں دس منٹ کا وقفہ ہوگا، اور اگر دوران مناظرہ میں نماز کا وقت آجائے تو نصف گھنٹہ لیکن یہ وقت اور اس کے .... پریذیڈنٹوں اور مناظروں وغیرہ کی تکرار میں صرف ہوگا، وقت مناظرہ میں شامل نہیں کیا جائیگا بلکہ منہا کر دیا جائیگا، اور اس طرح سے مناظرے کا وقت پونے تین گھنٹہ پورا کیا جائے گا۔

۶..... استناد قرآن مجید و احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے ہوگا، اور تحریرات حضرت مرزا صاحب جماعت احمدیہ پر حجت ہونگی۔

۷..... دلیل خاص کے مقابلہ میں دلیل خاص پیش کرنی ہوگی اور اس کے بعد اُس کی تائید میں دلیل عام بھی پیش کی جائیگی۔

۸..... فریقین کے مناظر نہایت تہذیب، متانت، شائستگی اور شرافت سے گفتگو کرینگے۔

۹..... کوئی مناظر دوسرے مناظر کی تقریر کے دوران میں نہ بولے گا، ہاں حوالہ مانگ سکتا ہے، لیکن دوسرے مناظر کی پیش کردہ باتوں کا جواب وہ اپنے وقت ہی میں دے سکے گا۔ مناظر اور پریزیڈنٹ کے سوا کسی کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔

۱۰..... حفظِ امن وغیرہ کے متعلق جو شرائط ہیں ان کا تصفیہ مقامی ذمہ دار نمائندگان کل صبح کرینگے۔

۱۱..... مدعی اپنی آخری تقریر میں کوئی بات نئی نہ پیش کر سکے گا۔

۱۲..... فریقین کی طرف سے ایک ایک پریزیڈنٹ ہوگا، جن کا کام فریقین سے صرف شرائط کی پابندی کرانا ہوگا۔

احقر ملک عبدالرحمٰن خادم بی۔اے گجراتی نمائندہ جماعت اسلامیہ احمدیہ سلانوالی ۳۲۔۹۔۱۷

محمد سلیم عفی عنہ (مولوی فاضل) نمائندہ جماعت احمدیہ اسلامیہ سلانوالی ۳۲-۹-۱۷!
ظہور احمد بگوی کان اللہ لہ۔ ابوسعید محمد شفیع عفی عنہ نمائندہ جماعتِ اسلامیہ حنفیہ (سلانوالی)

کیفیت مناظرہ

مورخہ ۱۸، ۱۹، ۲۰ ستمبر ہر دو روز مرزائیوں کے ساتھ فیصلہ کن مناظرہ ہوا، حق و باطل میں امتیاز پیدا ہو کر رہا، آفتابِ صداقت کے طلوع سے کذب وافترا کی تاریکیاں دور ہو کر رہیں، حیاتِ مسیح علیہ السلام پر مولانا ابوالقاسم محمد حسین صاحب کے دلائل کا کوئی معقول جواب مرزائی مناظر محمد سلیم نہ دے سکا، اجراء نبوت پر ملک عبدالرحمٰن خادم مدعی تھا، اسلامی مناظر مولانا ابوسعید محمد شفیع صاحب نے اس کے دلائل کے پرخچے اڑا دیئے۔ مورخہ ۱۹ ستمبر بعد دوپہر ختم نبوت پر مولانا ابوالقاسم صاحب کے ساتھ محمد سلیم کا مناظرہ ہوا، مرزائی مناظر نے خلطِ مبحث اور خلاف ورزی شرائط سے کام لینا چاہا، مرزائی صدر ملک عبدالرحمٰن خادم فحش کلامی پر اُتر آیا، اُس نے معزز حاضرین کو غلیظ اور گندی گالیاں دیں، ملک عباس خان ہیڈ کانسٹیبل پولیس نے مداخلت کر کے امن قائم کر دیا، ورنہ لوگوں کا مشتعل ہو جانا یقینی تھا، ہیڈ کانسٹیبل صاحب نے ملک عبدالرحمٰن کو شرافت اور انسانیت کا واسطہ دیا اور اُسے بدزبانی سے باز رہنے کا مشورہ دیا،

مورخہ ۲۰ ستمبر کو صبح ۹ بجے دعاوی مرزا پر مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی کیساتھ ملک عبدالرحمٰن کا مناظرہ ہوا، اس میں مرزائی مناظر کو شرمناک ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا، مرزائی مولوی فاضلوں کی علمیت بے نقاب ہوگئی، مولانا ابوالقاسم صاحب نے مرزا غلام احمد کی کتاب سے انا مھلکو بَعْلِھا پڑھا، محمد سلیم وغیرہ نے شور مچایا کہ لام کو مکسور پڑھنا جائز نہیں، اس پر ان کو چیلنج دیا گیا اس جگہ بَعْلِھَا جائز ثابت کردیں، مرزائی یہ سن کر مبہوت ہوگئے اور کوئی جواب نہ دے سکے، خادم مرزائی قرآن مجید کی آیات صحیح نہ پڑھ سکا،

اس مناظرہ نے مرزائیوں کا رہا سہا وقار خاک میں ملا دیا، فریقین کے دلائل اسی کتاب میں دوسری جگہ درج ہیں، قارئین وہاں مرزائیوں کے دلائل کا بودا پن معلوم فرمائیں۔
الحمدللہ کہ نواح سلانوالی میں مرزائیت کا خاتمہ ہوگیا، اور ان کی ترقی کی رفتار رک گئی۔

چھٹا معرکہ ...... سرگودھا

سلانوالی میں مجاہدین اسلام نے مرزائیوں کی نقل وحرکت کی نگرانی نہایت سعی و اہتمام سے کی، مورخہ ۲۱ ستمبر ۳۲ء کی صبح کو مرزائی مبلغین ریلوے اسٹیشن پر پہنچے، اور سرگودہ کا ٹکٹ خرید کر ٹرین پر سوار ہوگئے، مجاہدین اسلام بھی اسی ٹرین پر سرگودھا کے ٹکٹ خرید کر روانہ ہوئے، راستہ میں اسٹیشن پر مرزائیوں کی نگرانی کی گئی، سرگودھا کے ریلوے اسٹیشن پر مرزائیوں نے اپنا سامان اتارا، مجاہدین اسلام بھی پلیٹ فارم پر گاڑی کی روانگی کا انتظام کرتے رہے، گاڑی کے وِسل دینے پر مجاہدین اسلام پلیٹ فارم سے باہر چلے گئے، گاڑی آہستہ چلنے لگی، مرزائی مولوی میدان خالی دیکھ دوڑ کے گاڑی کے پائیدانوں پر کھڑے ہوگئے، ان کا سامان ریلوے پلیٹ فارم سرگودھا پر پڑا رہا۔ مجاہدین اسلام نے بصد حسرت و یاس اس منظر کو دیکھا اور کف افسوس ملتے ہوئے شہر سرگودھا کی جامع مسجد میں ڈیرہ لگا دیا۔

سرگودھا سے مرزائی چک نمبر ۹ شمالی تحصیل بھلوالی میں گئے۔ اور وہاں مرزائیت کی علی الاعلان تبلیغ کی، عبدالرحمٰن خادم قادیان چلا گیا، اور بقایا قافلہ مورخہ ۲۳ ستمبر کو واپس سرگودھا میں وارد ہوا، سرگودھا میں ان کے جلسہ کا اعلان بذریعہ اشتہارات ہو چکا تھا، اس لئے ان کی واپسی ضروری تھی۔ ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵ تاریخوں میں روزانہ گول چوک میں مسلمانوں کے شاندار جلسے منعقد ہوتے رہے، مرزائی مبلغین کو کھلے میدان میں جلسے منعقد کرنے کا حوصلہ نہ ہوا، ان کے جلسوں میں حاضرین کی تعداد ۲۰، ۲۵ سے زیادہ نہ ہوسکی،

جماعتِ اسلامیہ سرگودھا نے انہیں مناظرہ کا چیلنج دیا مگر مرزائیوں نے تقریری مناظرہ سے صاف انکار کردیا۔

انہوں نے نقضِ امن کا اندیشہ بھی ظاہر کیا، اہل اسلام کی طرف سے حافظ محمد سعید صاحب مستند مدرسہ طیبہ دہلی نے پانچ ہزار روپیہ کی نقد ضمانت پیش کرنے پر آمادگی ظاہر کی مگر مرزائیوں نے فرار ہی میں اپنی بہتری سمجھی، مرزائی جانتے تھے کہ سرگودھا کی تعلیم یافتہ پبلک میں مناظرہ کے بعد ان کا تمام اثر واقتدار زائل ہو جائیگا، اس لئے انہیں مناظرہ کرنے کا حوصلہ نہ ہوا، علمائے اسلام کی تقریروں نے مسلمانانِ سرگودھا میں بیداری کی حیرت انگیز روح پھونک دی اور سیکڑوں مذبذب راہ راست پر آگئے۔ الحمدُلِلّٰہ علٰی ذلک

مورخہ ۲۵ ستمبر کو صبح ۹ بجے سے بارہ بجے تک کمپنی باغ سرگودھا میں شاندار جشن فتح منایا گیا، جس میں شرفاء ومعززین کی کثیر تعداد موجود تھی، مولانا ابوالقاسم محمد حسین صاحب کی حیات مسیح علیہ السلام کے اثبات میں معرکۃ الاراء تقریر ہوئی، خاکسار نے تمام خط وکتابت کا خلاصہ سنا کر لوگوں سے فیصلہ طلب کیا، تمام حاضرین نے مرزائیوں کے واضح فرار اور ان کے مفسد ودجال ہونے کا اقرار کیا، مرزائیت مردہ باد، اسلام زندہ باد اور اللہ اکبر، کے غلغلہ انداز نعروں کے درمیان جلسہ برخواست ہوا۔

خط وکتابت کا خلاصہ

سیکرٹری جماعت مرزائیہ کے نام پہلا خط

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب انجمن احمدیہ سرگودھا!

السلام علی من اتبع الھدی! جناب کی جماعت کے مبلغین کل سے شہر سرگودھا میں اپنے عقائد کی اشاعت کر رہے ہیں، اس سے پہلے آپ کی جماعت کے ممتاز رکن حافظ عبدالعلی صاحب نے مسلمانوں کو اپنے مولوی منگوانے کا چیلنج دیا تھا، آج صبح کے

جلسہ میں بھی آپ نے مناظرہ پر آمادگی کا اظہار کیا ہے، اس لئے قلمی ہے کہ کل صبح بتاریخ ۲۵ ستمبر ۱۹۳۲ء بروز اتوار ۸ بجے اپنے مبلغین کو مناظرہ کرنے پر آمادہ کر کے اطلاع دیں، مناظرہ کمپنی باغ میں ہونا مناسب ہوگا۔ شرائط جو بھیرہ یا خوشاب میں طے ہوئی تھیں ان پر ہی مناظرہ کرلیا جائے، تاکہ تصفیہ شرائط میں وقت ضائع نہ ہو اگر آپ نے دوبارہ تصفیہ شرائط پر زور دیا، یا کسی قسم کے حیلے تلاش کیے تو مناظرہ سے صریح فرار سمجھا جائیگا۔

مناسب یہ تھا کہ بحالات موجودہ آپ کی جماعت اپنی تفرقہ انداز پالیسی سے مجتنب رہتی، لیکن آپ کی جماعتی تبلیغ کا مؤثر جواب دینے پر اہل اسلام مجبور ہو چکے ہیں۔

حکیم محمد مظہر، سیکرٹری جماعتِ اسلامیہ سرگودھا، ۳۲-۹-۲۴

مرزائیوں کا جواب

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب جماعت اسلامیہ سرگودھا

السلام علی من اتبع الھدی! آپ کی چٹھی بتاریخ آج مورخہ ۲۴ ستمبر ۳۲ء کو بوقت ساڑھے ۴ بجے شام کے جبکہ ہمارے آج کے جلسہ کا وقت تھا موصول ہوئی، جواباً عرض ہے کہ حافظ عبدالعلی صاحب کے بیان کے متعلق ہمیں کوئی علم نہیں، اور نہ ہی آج تک کی کسی تقریر میں مناظرہ کے لئے ہماری طرف سے کوئی چیلنج دیا گیا ہے اور آپ کی یہ چٹھی بھی ہمیں ایسے تنگ وقت میں پہنچی ہے، کہ جس کے بعد ہمارے جلسے کا صرف ایک ہی دن بموجب پروگرام کے باقی رہ جاتا ہے، جس کا نتیجہ ہمیں یہی نظر آرہا ہے، کہ آپ ایسے تنگ وقت میں اس قسم کی چٹھی بھیج کر شرائط وغیرہ کی الجھنوں میں باقی ماندہ وقت صرف سے مناظرہ سے بچنے کی پیش بندی کر رہے ہیں۔

لیکن باوجود اس کے ہم آپ کے چیلنج مناظرہ کو اس شرط پر منظور کرتے ہیں کہ

مناظرہ تحریری ہو، جو بعد میں اسی ترتیب سے پبلک کو سنایا جائے، سب سے پہلی اور بنیادی شرط اس مناظرہ کی یہ ہوگی کہ مناظرہ تحریری ہو۔ محمد عبداللہ، سیکرٹری انجمن احمدیہ سرگودھا

دوسرا خط

بخدمت جناب سیکرٹری جماعتِ احمدیہ سرگودہا

السلام علی من اتبع الھدیٰ! آپ کی چٹھی ہماری تحریر کے جواب میں ۲۴ر ستمبر رات کے ۹ بجے موصول ہوئی، جناب نے شاید ہماری تحریر کا بغور مطالعہ نہیں کیا، شرائط وغیرہ کی الجھنوں سے بچنے کے لئے بھیرہ یا خوشاب میں طے شدہ شرائط پر ہی مناظرہ کرنے پر ہم نے آمادگی ظاہر کی تھی، آپ کے مبلغین اور ہمارے علماء کرام وہی ہیں جو بھیرہ میں تھے، اس لئے شرائط کے متعلق جو تصفیہ ان کا باہمی بھیرہ میں ہوا تھا وہی کافی ہے، آپ اپنی چٹھی کے آخر میں شرائط کا تصفیہ کرنے کی دعوت دے کر خود نئی الجھنیں پیدا کر رہے ہیں، اس طرح مناظرہ سے پہلوتہی کرنا چاہتے ہیں، اگر آپ مناظرہ پر آمادہ ہوں تو آج بمقام کمپنی باغ ۸:۳۰ بجے صبح بھیرہ یا خوشاب والی شرائط پر مناظرہ کرنے کے لئے اپنے علماء کو لائیں، وقت اور مقام کے متعلق اگر کوئی بات بحث طلب ہو، تو حامل رقعہٴ ہذا سید ولایت شاہ صاحب ہماری طرف سے مختار اور مجاز ہیں، اگر آپ ایسا نہ کریں تو آپ کی مرضی۔

وما علینا الا البلاغ۔

ولایت شاہ بقلم خود برائے سیکرٹری جماعت اسلامیہ سرگودھا ۲۵-۹-۳۲

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب جماعتِ اسلامیہ سرگودھا!

السلام علی من اتبع الھدیٰ! میری شب گذشتہ کے ساڑھے ۸ بجے لکھی ہوئی چٹھی کا جواب آج صبح ساڑھے ۸ بجے موصول ہوا، جبکہ ہمارے جلسہ کا وقت تھا، آپ نے اس میں میرے متعلق شکایت کی ہے کہ میں نے آپ کی تحریر کا بغور مطالعہ نہیں کیا، لیکن

مجھے تعجب ہے کہ آپ نے میرے خط کو سرسری نظر سے بھی نہیں دیکھا، کیونکہ میں نے اپنی چٹھی میں پہلی اور بنیادی شرط یہ رکھی تھی، کہ مناظرہ تحریری ہو جو بعد میں بصورتِ تقریر پبلک کو سنا دیا جائے، لیکن آپ نے اس ضروری امر کا اپنی چٹھی میں ذکر تک نہیں کیا، اور بغیر اس ضروری امر کو منظور کرنے کے وقت اور مقام کا فیصلہ کرنے تک آ پہنچے، اگر آپ نے پہلے میرے خط کی طرف توجہ کی نہیں تو میں اب آپ کو کھول کر لکھ دیتا ہوں کہ ہمیں آپ کا چیلنج مناظرہ منظور ہے بلکہ ہم دوہرا مناظرہ منظور کر رہے ہیں، ایسی حالت میں خواہ مخواہ آپ ہمارے ذمہ عذر رکھ کر اپنے لئے راہ فرار اختیار کر رہے ہیں، اگر اس مناظرہ میں آپ کو کوئی مشکل یا تکلیف نظر آتی ہے تو ہمارے لئے بھی وہ مشکل مساوی صورت میں موجود ہے، باقی شرائط کے متعلق میں اس قدر عرض کر دیتا ہوں کہ اگر آپ کو تحریری وتقریری مناظر منظور ہے تو باقی شرائط سلانوالی کے مناظرہ والے ہمیں منظور ہیں جو کہ بھیرہ اور خوشاب کے بعد ہوا ہے، مناظرین بھی وہی ہیں، اس واسطے سلانوالی کے مناظرہ والی شرائط کی منظوری میں آپ کو کوئی عذر یا حیلہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

خاکسار محمد عبداللہ سیکرٹری انجمن احمدیہ سرگودھا بتاریخ ۲۵-۹-۳۲ بوقت ساڑھے ۹ بجے دن

مرزائیوں کی یہ چٹھی جلسہٴ عام میں پڑھ کر سنائی گئی، مسلمانان سرگودھا نے تحریری مناظرہ اور اس میں وقت کی ضائع ہونے اور مناظرہ کے طوالت پکڑنے کا اندیشہ ظاہر کیا اس لئے مرزائیوں کو حسب ذیل تحریر بھیجی گئی۔

تیسرا خط

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب انجمن احمدیہ سرگودھا!

السلام علی من اتبع الھدیٰ! شکر ہے کہ جناب نے مناظرہ پر آمادگی ظاہر

کی ہے، اب دیر نہ فرمائیں فوراً اپنے علماء کو لے کر کمپنی باغ پہنچ جائیں، ہم بالکل تیار ہیں، باقی سلانوالی کے شرائط میں کسی قسم کی تبدیلی کرنا بحث کا دروازہ کھول دے گا، ہمیں سلانوالی والی تمام شرطیں منظور ہیں، کسی قسم کا عذر نہیں، آپ بھی تحریری کی نئی قید نہ بڑھائیں، اگرچہ وہ شرائط ہمارے لئے نامنصفانہ تھیں مگر ہمیں منظور ہیں۔ ۳۲-۹-۲۵

ولایت شاہ بقلم خود برائے سیکرٹری جماعتِ اسلامیہ۔ سرگودہا

مرزائیوں کا جواب

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب جماعتِ اسلامیہ سرگودھا!

السلام علی من اتبع الهدیٰ! آپ کی چٹھی موصول ہوئی، ہم نے تو اپنے پہلے ہی خط میں آپ کے چیلنج مناظرہ کو منظور کر لیا تھا، مگر اس شرط پر کہ مناظرہ تحریری ہو، جو بعد میں اسی ترتیب سے پبلک کو سنا دیا جائے ماسوائے اس کے ہم نے اپنی طرف سے کوئی انجمن مزید شرائط کے متعلق نہیں ڈالی، بلکہ وقت کی تنگی اور جلدی تصفیہ کرنے کی خاطر سلانوالی والے طے شدہ شرائط کو ہی منظور کر لیا تھا، لیکن آپ نے اب تک ہماری بنیادی ضروری شرط کو منظور نہیں کیا، حالانکہ یہ شرط جانبین کیواسطے یکساں واجب العمل تھی، اور اس کے وجوہات بھی عرض کئے جا چکے ہیں، لیکن آپ نہ تو اس کو منظور ہی کر رہے ہیں اور نہ ہی انکار کی وجہ پیش کر سکے ہیں گویا لفظی آمادگی تک ہی آپ کا جواب محدود ہے لیکن عملی قدم مناظرہ کی آمادگی کا نہ اٹھایا، مختصر یہ کہ اگر آپ بواپسی تحریری مناظرہ کی منظوری کا دوحرفی جواب لکھ بھیجیں تو پھر یہ معلوم قریباً طے شدہ سمجھا جا سکتا ہے، ورنہ دوسرے معنوں میں آپ کا فرار سمجھا جائیگا۔

خاکسار محمد عبداللہ سیکرٹری انجمن احمدیہ۔ سرگودھا ۳۲-۹-۲۵

چوتھا خط

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن، سرگودھا!

السلام علی من اتبع الهدیٰ! افسوس آپ فضول خط وکتابت میں وقت ضائع کر رہے ہیں، آپ دوحرفی جواب دیں کہ آپ تقریری مناظرہ کرنا چاہتے ہیں کہ نہیں؟ سرگودھا کی پبلک فضول چھٹا بازی یعنی تحریری مناظرہ کی اجازت نہیں دیتی، اگر آپ نے جواب نہ دیا تو آپ کا صریح وبین فرار سمجھا جائیگا۔ (۳۲-۹-۲۵)

ولایت شاہ بقلم خود برائے سیکرٹری جماعتِ اسلامیہ سرگودھا

پانچواں خط

بخدمت جناب سیکرٹری انجمن احمدیہ سرگودھا!

السلام علی من اتبع الهدیٰ! ۱۹۳۱ء اپریل میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب پروفیسر جامعہ احمد قادیان نے میرے ساتھ تحریری مناظرہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا، اور اخبار فاروق قادیان کے مدیر کو رسالہ شمس الاسلام بھیرہ میں مطبوعہ مضامین کے جواب لکھنے پر آمادہ کرنے کا ذمہ لیا تھا، چنانچہ آٹھ ماہ رسالہ مولوی صاحب مذکور کے نام جاری بھی رہا، مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا، بعد ازاں للیانی کے ایک مرزائی پٹواری نے بھی اخبار فاروق کے مدیر کو اس پر آمادہ کرنے کا ذمہ لیا، مگر ''صدائے برنخواست''، بھیرہ میں بھی آپ کے مولویوں خصوصاً مولوی مبارک احمد صاحب کو تحریری مناظرہ کا چیلنج دیا گیا تھا مگر انہوں نے انکار کر دیا، ان کی تحریر یہاں میرے پاس موجود ہے، تعجب ہے کہ اب آپ پھر تحریری مناظرہ پر اصرار کر رہے ہیں پہلے اپنے مولویوں سے مشورہ کر لیں، جو صورت میں نے عرض کی ہے وہ فیصلہ کن ہے، اس وقت صرف تقریری مناظرہ ہو جائے سرگودھا کی پبلک حق وباطل کا فیصلہ کریگی، بعد ازاں آپ اخبار فاروق یا الفضل کے مدیر کو تحریری مناظرہ پر آمادہ کر کے اطلاع دیں،

آپ کے مضامین ''رسالہ شمس الاسلام'' میں بلا معاوضہ شائع ہوا کرینگے، بشرطیکہ ان مضامین کے جوابات آپ کی جماعت کا کوئی اخبار مکمل شائع کرنے کا ذمہ لے، پرچوں کی تعداد مقرر کرلیں، اور اگر آپ چاہیں تو جلسہ کر کے پبلک میں وہ مضامین سنائے بھی جاسکتے ہیں، اس طریقہ سے کثیر التعداد قارئین فائدہ حاصل کرسکیں گے، اس سے بہتر کوئی طریقہ تحقیق حق کا نہیں ہوسکتا، مگر افسوس ہے کہ آپ نہ تحریری مناظرہ کرنا چاہتے ہیں نہ تقریری۔

وَمَا عَلَینَا اِلَّا البَلَاغ۔

ظہور احمد بگوی (مدیر شمس الاسلام، ۲۵_۹_۳۲)

آخری اتمام حجت

بخدمت جناب سیکرٹری صاحب جماعتِ احمدیہ سرگودھا!

السلام علی من اتبع الھدیٰ! آپ کا رقعہ پانچ بجے شام ملا، میں نے صرف دو حرفی جواب طلب کیا تھا، آپ نے خوشنما الفاظ کی آڑ لے کر راہ فرار اختیار کیا ہے، ہمیں پہلے بھی یقین تھا کہ آپ اپنے علماء کو میدان مناظرہ میں نہ لاسکیں گے، حق کے سامنے انہیں کھڑے ہونے کی جرأت نہیں، کیا اب ان کی زبانیں گونگی ہوچکیں، کیا اب تقریری مناظرہ کرنے کی ہمت نہیں رہی، کیا بھیرہ، خوشاب، سلانوالی میں شاندار شکست حاصل کر کے تجربہ کار ہوچکے ہیں، کیا بھیرہ وغیرہ میں انہیں ہوش نہ تھا، ہمیں صرف سرگودھا کی پبلک کی تسلی درکار ہے، جس کے لئے تحریری مناظرہ میں تضیع اوقات ہمیں گوارا نہیں، کتب و رسائل مطبوعہ موجود ہیں، ہر شخص مطالعہ کرسکتا ہے، اگر تحریری مناظرہ کا طبع کرانا مقصود ہو تو مناظرہ ہریا کافی ہے، افسوس کیا یہی صداقت تھی جس کا پرچار کرنے کے لئے آپ نے اپنے مبلغین کو بلایا ہے آپ کا فرض تھا کہ میدان میں آکر اپنی صداقت ثابت کرتے، مگر اب آپ کی شکست اور فرار اور مغلوبیت دنیا پر آشکارا ہوچکی ہے، اب آپ کا آئندہ مسلمانوں کو خطاب

کرنے کا کوئی حق نہ ہوگا، اور اب آپ کی کسی لغو تحریر کا جواب نہ دیا جائے گا۔

ولایت شاہ بقلم خود برائے سیکرٹری جماعتِ اسلامیہ سرگودھا

ساتواں معرکہ...... چک نمبر ۳۷ جنوبی

ہماری آخری تحریر کا جواب دیئے بغیر مرزائی مبلغین مورخہ ۲۵ ستمبر کی شام کو سرگودھا سے بذریعہ موٹر لاری روانہ ہوگئے، مجاہدین اسلام کا قافلہ بھی ان کے تعاقب میں روانہ ہوا، مرزائیوں نے چک نمبر ۳۷ جنوبی میں جاکر قیام کیا، اور وہاں اپنے تبلیغی جلسہ کا اعلان کردیا، ۲۶ ستمبر کو مجاہدین اسلام کے ورود سے مسلمانانِ چک کے حوصلے بڑھ گئے، اور مرزائیوں کو سخت پریشانی لاحق ہوئی، باشندگانِ دیہہ نے مجاہدین اسلام سے مشورہ کئے بغیر مرزائیوں کی نامنصفانہ شرائط منظور کر کے مناظرہ کا فیصلہ کرلیا، مرزائیوں نے سادہ لوح مسلمانوں سے اپنے حسب منشاء شرطیں طے کرالیں، مولوی لال حسین صاحب اختر سابق مبلغ جماعتِ مرزائیہ لاہور، اور مولوی احمد دین صاحب گکھڑوی مسلمانانِ علاقہ کی درخواست پر پہنچ گئے، اور اسلامی کیمپ میں تازہ کمک سے مرزائیوں کے رہے سہے حوصلے بھی جاتے رہے، مگر دیہات کی سادہ لوح آبادی اور حاضرین تعلیم یافتہ کی عدم موجودگی سے ان کی ڈھارس بندھی رہی، حیرت ہے کہ سرگودھا جیسے تعلیم یافتہ شہر میں ان کی زبانیں گونگی رہیں، مگر دیہات میں تقریری مناظرہ کرنے پر آمادہ ہوگئے، مرزائی جانتے تھے کہ طبقۂ جہلاء میں ان کی ذلت و رسوائی پوری طرح آشکارا نہ ہوگی۔

شرائط مناظرہ

جو نمائندگانِ ہر دو جماعت جن کے دستخط نیچے ثبت ہیں فیصل ہوئے، جن پر کاربند ہونا ہر ایک جماعت کا فرض ہوگا، جو جماعت اس فیصلہ پر کاربند نہ ہوگی وہ شکست خوردہ

سمجھی جائیگی ،مضامینِ مناظرہ حسب ذیل ہوں گی۔

۱......حیات ووفاتِ مسیح ناصری　　مدعی جماعۃ حنفیہ

۲......اجرائے نبوت بعداز آنحضرت ﷺ مدعی جماعۃ احمدیہ

۳......ختم نبوت......　　مدعی جماعۃ حنفیہ

۴......صداقت مسیح موعود......　　مدعی جماعۃ احمدیہ

ہرایک مدعی کی پہلی و آخری تقریر بموجب پروگرام ہوگی، ہرایک جماعت کی طرف سے ایک ایک اپنا پریذیڈنٹ ہوگا، جوانتظام جلسہ کا ذمہ دار ہوگا، کہ اختتام جلسہ تک کسی قسم کی کوئی تالی، تمسخر یانعرہ یا جلوس وغیرہ کسی قسم کی کوئی کارروائی ناجائز نہیں کی جائیگی، اوراہل جلسہ خاموشی سے تااختتام جلسہ، جلسہ گاہ میں بیٹھے رہیں گے اور جلسہ ختم ہونے کے بعد جلسہ گاہ سے خاموشی کیساتھ چلے جائیں گے اگر کوئی ایسی حرکت کریگا تو جلسہ گاہ سے فوراً نکالا جائے گا۔صداقت مسیح موعود کے مناظرہ کے وقت علاوہ اپنے اپنے پریذیڈنٹ کے چوہدری منظور حسن وچوہدری خوشی محمد چک نمبر ۳۶ جنوبی کواس بات کا اختیار دیا جاتا ہے کہ اگر کوئی فریق دوسرے کے مسلمہ پیشوا و بزرگ کے حق میں کوئی ناواجب وتوہین آمیز کلمات کہے تو ہردواشخاص کواختیار ہوگا کہ اس کی تقریر کوفوراً روک دے، ہرایک فریق احادیثِ صحیحہ آنحضرت ﷺ واقوال بزرگان سلفِ مسلمہ فریقین وکتب مرزا صاحب سے اپنے اپنے دعویٰ وجواب دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرسکتے ہیں، اگر فریق مخالف حوالہ کتب طلب کرے تو کرسکتا ہے، پروگرام حسب ذیل ہوگا:

مورخہ ۳۲-۹-۲۷ حیات وممات مسیح ناصر اڑھائی بجے شام سے شروع ہوکر ساڑھے پانچ بجے شام تک تین گھنٹہ۔

مورخہ ۳۲-۹-۲۷ اجرائے نبوت بعداز آنحضرت ﷺ آٹھ بجے شام سے گیارہ بجے رات تک تین گھنٹہ۔

مورخہ ۳۲-۹-۲۸ ختمِ نبوت آٹھ بجے صبح سے گیارہ بجے دن تک تین گھنٹہ

مورخہ ۳۲-۹-۲۸ صداقتِ مسیح موعوددو بجےشام سے پانچ بجے شام تین گھنٹہ

دستخط: نمائندہ جماعتِ احمدیہ شاہ محمد، چک نمبر ۳۳

دستخط: نمائندہ جماعتِ حنفیہ ولیداز بقلم خود

تنبیہ: ان شرائط میں چارصدر تجویز کیے گئے تھے، اور سادہ لوح حنفیوں نے ''صداقتِ مسیح موعود'' جیسے الفاظ پردستخط کردیئے، ہمارے نزدیک حضرت مسیح ابن مریم ناصری علیہ السلام کے سوا اور کوئی مسیح موعود نہیں ہے، مسیح موعود کوئی شرعی اصطلاح نہیں، استدلال میں اقوالِ بزرگانِ سلف مسلمہ فریقین تسلیم کرنا مسلمانوں کی خطرناک وشدید غلطی ہے، مرزائیوں کو اس میں فراڈ کا موقعہ ملتا ہے، عقائد کے بارے میں سوائے قرآن وحدیث اور کسی کا قول ہم پر حجت نہیں ہوسکتا۔ غیر معتبر اقوال وغیر معتبر اشخاص کی تصانیف مرزائی نقل کرکے بحث کو طوالت دینے کے عادی ہیں اور سامعین کو خلطِ ادلہ سے دھوکہ دیتے ہیں۔ اس لئے مناظرین اسلام کا فرض ہے کہ مرزائیوں کی چالبازی اور دھوکادہی سے بچیں، مسلمانوں کو چاہئے کہ کسی جگہ بھی اسلامی مناظرین کے مشورہ کئے بغیر شرائط طے نہ کیا کریں۔

کیفیت مناظرہ

مورخہ ۲۷رستمبر ۳۲ء بعدنماز ظہر تین بجے حیاتِ مسیح علیہ السلام پر مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب کا مولوی محمد سلیم قادیانی سے مناظرہ ہوا، حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث معراج مسند امام احمد کے حوالے سے پیش کی گئی اس حدیث کا کوئی جواب نہ دے سکے پر محمد سلیم نے کہا کہ یہ روایت عبداللہ[1] بن مسعود سے مروی ہے اس لئے غیر معتبر ہے، عبداللہ بن مسعود غیر معتبر اور جھوٹا اور مفتری تھا۔ (نعوذ باللہ من هذه الهفوات) مسلمانوں کے تمام مجمع میں غیظ و غضب کی لہر دوڑ گئی، رسول اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابی کی شان میں یہ گستاخی مسلمانوں کے لئے ناقابلِ برداشت تھی، مگر افسوس کہ شرائط کے مطابق مرزائی صدر نے اپنے مناظر کو اس دریدہ دہنی سے نہ روکا مسلمانوں کے قلوب مجروح ہو گئے آج تک کسی شیعہ کو بھی ایسی تبرا بازی کی مجمع عام میں ہمت نہیں ہوئی، اہلسنت والجماعت کے فیصلے کے مطابق صحابہ تمام جرح وغیرہ سے پاک و بری اور راوی ہونے کے لحاظ سے ثقہ اور عادل ہیں صحابہ پر جرح وغیرہ کر کے دراصل مرزائیوں نے تمام احادیث کا انکار کر دیا۔

مؤرخہ ۲۸ر ستمبر ۱۹۳۲ء صبح نو بجے سے بارہ بجے تک مولوی احمد دین صاحب گکھڑوی کے ساتھ مولوی محمد نذیر ملتانی کا اجراء نبوت پر مناظرہ ہوا مولوی احمد دین صاحب کے ظرافت آمیز طرز بیان سے لوگ بہت محظوظ ہوئے مولوی صاحب نے مرزائیوں کے دلائل کا نہایت عمدگی سے رد کیا جسکا اثر یہ ہوا کہ مرزائیوں نے دوسرے وقت میں ختم نبوت پر مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا۔

بعد دوپہر تین بجے مولانا لال حسین صاحب اختر کا محمد سلیم قادیانی کیساتھ دعاوی

---

[1] صحابہ کرام میں چار حضرات ایسے ہیں جنہیں عبادلہ کہا جاتا ہے۔ ان چاروں کی جلالت شان دنیا پر آفتاب کی طرح روشن ہے۔ ان کی وجہ سے دنیا میں حدیث، تفسیر اور فقہ کے علوم پھیلے حضرت عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر رضوان اللہ علیہم۔ انکا وجود اسلام کے لئے باعث فخر ہے۔ عبداللہ بن مسعود آنحضرت کے خاص خدام میں سے تھے۔ فقہ حنفی کا دارومدار تمام تر آپ کی روایات پر ہے۔

برقِ آسمانی

مرزا پر زبردست مناظر ہوا، قادیانی مناظر اختر صاحب کے ۳۶ اعتراضات کا آخرِ وقت تک کوئی جواب نہ دے سکا۔

مرزائیوں کی اِس شاندار ہزیمت کا تمام علاقہ پر نہایت اچھا اثر ہوا، کئی مذبذب تائب ہو گئے، بعد نماز عصر مسجد میں جشن فتح منایا گیا۔

خاکسار اور مولوی لال حسین صاحب کی مرزائیت شکن تقریریں ہوئیں رات کو بھی مولوی عبدالرحمٰن صاحب میانوی کا وعظ ہوا، ان تقریروں نے مرزائیت کے زہریلے جراثیم کیلئے تریاق کا کام کیا۔

رات کے وقت شیخ محمد دین صاحب رئیس سرگودھا نے مرزائیوں کے پاس جا کر انہیں سرگودھا کی دعوت دی شیخ صاحب نے کہا کہ سرگودھا میں ایک ایسے مناظرہ کی اشد ضرورت ہے تاکہ وہاں کے لوگ حق و باطل میں امتیاز کر سکیں شیخ صاحب نے مبلغ ایک سو روپیہ قادیانی مناظرین کو بطورِ سفر خرچ دینا قبول کر لیا، مگر مرزائیوں نے سرگودھا میں مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا، اور اسلامی مناظرین کو قادیان میں مناظرہ کرنے کی دعوت دی، خاکسار نے یہ دعوت ان کی قبول کر لی اور شرائط و تاریخ کا فیصلہ کرنا چاہا مگر محمد سلیم نے آئیں بائیں شائیں میں ٹال دیا اور کہا کہ اپنے خلیفہ کی منظوری کے بغیر ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔

آٹھواں معرکہ...... مڈھ رانجھا

مرزائیوں کی طرف سے مورخہ ۲۹، ۳۰ ستمبر کی تاریخوں میں بمقام چھنی رہان جلسہ کرنے کا اعلان مطبوعہ اشتہاروں کے ذریعہ ہو چکا تھا، مگر اسلامی مجاہدین کی ہیبت ان کے دلوں پر ایسی مستولی ہوئی کہ چھنی کا پروگرام منسوخ کر کے واپس سرگودھا کی طرف چل

دیئے۔ مورخہ ۲۹ ستمبر کی صبح کو ان کی موٹر سرگودھا کی سڑک پر جاتے ہوئے دیکھ کر مجاہدین اسلام حیران رہ گئے، بالآخر مجاہدین اسلام بھی موٹر میں سوار ہو کر ان کے تعاقب میں سرگودھا پہنچے، سرگودھا میں مرزائی مبلغین غائب ہوگئے، محمد سلیم صاحب اسی روز قادیان چلے گئے اور محمد نذیر احمد خان، عبداللہ اعجاز وغیرہ دوسرے روز مڈہ رانجھا کی طرف روانہ ہوگئے۔

چھنی رہان کے مرزائیوں کے اشتہار کی نقل درج ذیل ہے:

از چھنی تاجہ رہاں

بحوالہ اشتہارات تبلیغی جلسہ واقعہ ۳۰ ستمبر و یکم اکتوبر ۱۹۳۲ء عرض ہے کہ چونکہ بعض امورات ایسے پیش آگئے ہیں کہ اندیشہ فساد کا نظر آتا ہے، اور ہماری برادری کے حالات ناپسندیدہ معلوم ہوئے ہیں اس لئے کوئی جلسہ تبلیغی بمقام چھنی تاجہ رہاں نہ ہوگا، جس صاحب کو مناظرہ کرنے یا سننے کا شوق ہو وہ چک نمبر ۳۷ جاسکتا ہے، یا تقاریر سننا ہوں تو مڈہ رانجھا جہاں جلسہ ہوگا یکم اور دوم اکتوبر ۳۲ء کو جاسکتے ہیں۔ ۳۲-۹-۲۳

خاکسار حسین خاں رہاں بقلم خود از چھنی تاجہ رہاں

مرزائیوں کی حرکت مذبوحی

حزب الانصار کی پے در پے فتوحات اور مرزائیوں کی متواتر ہزیمتوں سے مرزائیوں کے گھروں میں سرگودھا سے قادیان تک صفِ ماتم بچھ گئی دلائل سے غلبہ نہ پا کر مرزائی اوچھے اور کمینہ ہتھیاروں پر اتر آئے مرزائیان سرگودھا نے سپرنٹنڈنٹ کے پاس جا کر شکایت۔ کی خلیفہ محمود نے اپنی وفاداری کا راگ گا کر اور جہاد حرام قرار دینے کی اجرت طلب کر کے گورنمنٹ سے مدد مانگی ایک ماہ کے دورہ میں کسی جگہ مرزائیوں کا بال تک بیکا نہ

ہوا، مگر مڈہ رانجھا میں نقض امن کا اندیشہ ظاہر کر کے سپرنٹنڈنٹ پولیس کو ضروری کارروائی کرنے پر مجبور کیا سپرنٹنڈنٹ پولیس نے سب انسپکٹر پولیس متعینہ تھانہ مڈھ کو خاکسار کی گرفتاری کے لئے احکام بھیج دیئے میاں خدابخش صاحب رئیس و نمبردار جلہ مخدوم یہ خبر سن کر بذریعہ موٹر سرگودھا پہنچے، انہوں نے مجاہدین اسلام کو مڈھ رانجھا جانے سے روکا اور کہا کہ ہم اپنے علمائے کرام کی توہین برداشت نہیں کر سکتے سب انسپکٹر پولیس افسرانِ بالا کے احکام کی تعمیل کیلئے مجبور ہوگا۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ مڈھ رانجھا کا دورہ ملتوی کیا جائے۔

مجاہدین اسلام نے مجلس شوریٰ مرتب کی۔ قرآن مجید سے تفاؤل کیا گیا تو یہ آیت نکلی: اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ . فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ . اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (پارہ۴-ع۹) ترجمہ: ”یہ ایسے لوگ ہیں کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ ان لوگوں نے تمہارے لئے سامان جمع کیا ہے۔ سو تم کو اُن سے اندیشہ کرنا چاہئے تو اس نے ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیا اور کہہ دیا کہ ہم کو حق تعالیٰ کافی ہے اور وہی سب کام سپرد کرنے کیلئے اچھا ہے، پس یہ لوگ خدا کی نعمت اور فضل سے بھرے ہوئے واپس آئے کہ ان کو کوئی ناگواری ذرا پیش نہیں آئی، اور وہ لوگ رضائے حق کے تابع رہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے، اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ یہ شیطان ہے کہ اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے سو تم اُن سے مت ڈرنا، اور مجھ ہی سے ڈرنا، اگر تم ایمان والے ہو۔“

ان آیات کا ایک ایک لفظ مجاہدینِ اسلام کے لئے مسرت وشادمانی کا پیغام ثابت ہوا، ہمتیں بندھ گئیں، عزم راسخ ہوگیا، مورخہ ۳۰ ستمبر بعد نماز ظہر سرگودھا سے موٹر پر سوار ہوکر قریباً ۳۰ میل کا سفر کرکے عصر کے وقت مڈھ رانجھا میں مجاہدین اسلام کا ورود ہوا مرزائیوں کے کیمپ میں کھلبلی پڑگئی لوگ خاکسار کی گرفتاری کے منتظر تھے مسلمانوں کے چہروں پر خوف وہراس نمایاں تھا۔

تائید غیبی کا ظہور

سب انسپکٹر صاحب پولیس کے پاس جو حکم پہنچا تھا اس میں یہ الفاظ لکھے تھے کہ ’’ظہور احمد جو احمدی ہے اس کو مڈھ رانجھا پہنچتے ہی گرفتار کرلیا جائے‘‘۔ چونکہ موجودہ زمانے میں مرزائی فرقہ احمدی کہلاتا ہے اس لئے پولیس کو مرزائیوں کے کیمپ میں ظہور احمد کی تلاش رہی کوئی ظہور احمد احمدی وہاں نہ پہنچا اس لئے پولیس اس کو تلاش میں ناکام رہی مرزائی اپنی تجاویز میں ناکام رہے اور خادم اسلام کی توہین کا نظارہ دیکھنے کی حسرت ان کے دل میں ہی رہی اور قرآن کریم کی پیشگوئی پوری ہوکر رہی۔

مڈھ میں مرزائیت کا استیصال

مورخہ یکم اکتوبر کو بعد نماز ظہر کھلے میدان میں شاندار اسلامی جلسہ منعقد ہوا مولوی عبدالرحمن صاحب میانوی، ابوالقاسم مولانا محمد حسین صاحب ومولانا محمد شفیع صاحب کی زبردست معرکہ آرا تقریروں نے مرزائیت کی بیخ کنی کردی۔ رات کو بھی جلسہ ہوا مڈھ کے ذمہ دار حضرات نے حفظ امن کا ذمہ لے کر مرزائیوں کو مناظرہ کی دعوت دی انہیں ہر طرح اطمینان دلاکر ان کی پیش کردہ شرائط بھی تسلیم کرلی گئیں مگر مرزائیوں کو مناظرہ کا نام لینے کا

بھی حوصلہ نہ ہوا۔

مڈھ چونکہ مرزائیوں کا اس ضلع میں آخری مقام تھا اس لئے وفد اسلامی کے اراکین نے بھی اپنے اپنے گھروں کو جانا چاہا مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب مڈھ رانجھا سے ہی رخصت ہوگئے۔ مڈھ رانجھا سے واپسی پر ایک شب جلہ مخدوم میں قیام ہوا۔ وہاں سے سرگودھا پہنچ کر مولانا محمد شفیع صاحب خوشاب چلے گئے خاکسار مع مولوی عبدالرحمن صاحب سرگودھا سے بھلوال پہنچا۔

معرکۂ نہم ...... کوٹ مومن

بھلوال میں سنا گیا کہ مرزائی مبلغین کوٹ مومن میں پہنچنے والے ہیں۔ خاکسار مع مولوی عبدالرحمن صاحب تانگہ پر سوار ہوکر کوٹ مومن پہنچا۔ ہمارے جانے کے ایک گھنٹہ بعد مولوی محمد نذیر وغیرہ مرزائی مبلغین وہاں پہنچے خاکسار کے ورود کا ذکر سن کر فوراً قصبہ سے باہر نکل کر اڈے پر پہنچے۔ سب اسسٹنٹ سرجن صاحب انچارج شفاخانہ کوٹ مومن ودیگر حضرات نے انہیں قیام کرنے اور تقریر کرنے کی دعوت دی۔ مگر مرزائیوں نے وہاں قیام کرنا گوارا نہ کیا فوراً تانگہ پر سوار ہوکر بھلوال کی طرف چل دیئے۔

مورخہ ۴ راکتوبر ۳۲ء کوٹ مومن میں بعد نماز ظہر جامع مسجد مین اسلامی جلسہ منعقد ہوا۔ خاکسار نے ختم نبوت، حیات مسیح علیہ السلام، اور دعاوی مرزا پر مدلل تقریر کی مولوی عبدالرحمن صاحب میانوی نے بھی وعظ فرمایا مسلمانان کوٹ مومن پر مرزائیوں کی واضح فرار کی حقیقت ظاہر ہوگئی۔ الحمد للہ علی ذلک

دسواں معرکہ ...... چک ۹ شمالی

بھلوال سے مرزائی مبلغین ریلوے ٹرین پر سوار ہوکر کسی نامعلوم مقام کی طرف

چل دیئے۔ خاکسار بھی سوامہینہ کی غیر حاضری کے بعد بھیرہ پہنچا، بھیرہ میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ چک ۹ شمالی میں مرزائیت ترقی پذیر ہے، سرگودھا میں مجاہدین اسلام کو دھوکہ دے کر مرزائی مورخہ ۲۲ رستمبر ۳۲ء کو چک میں پہنچے تھے، ان کی تبلیغ سے چار اشخاص مرزائی مذہب قبول کرنے پر آمادہ ہوگئے تھے، یہ خبر سن کر مورخہ ۸ اکتوبر کو بھیرہ سے روانہ ہوکر وہاں پہنچا، دو روز متواتر تقریریں ہوئیں، مرزائیوں کا ایک مبلغ وہاں رہتا ہے اس نے بیماری کا بہانہ کرکے گھر سے باہر نکلنا گوارا نہ کیا۔ الحمدللہ کہ چاروں اشخاص نے مرزائیت سے توبہ کی اور کئی مذبذب راہ راست پر آگئے اور مرزائیوں کا اثر اس علاقہ سے جاتا رہا۔

ضلع شاہ پور میں مرزائیت کا استیصال

الحمدللہ کہ حزب الانصار کے عاجز و درماندہ کارکنوں کی مساعی جمیلہ بارآور ثابت ہوئیں اور ضلع بھر میں مرزائیوں کے اس بینظیر تعاقب نے مرزائیوں کے حوصلے پست کردیئے ہیں حزب الانصار کے اس قابل فخر کارنامہ اور تاریخی حیثیت رکھنے والے اقدام عمل پر تمام ملک میں مسرت کا اظہار کیا گیا۔ اخبارات نے اطلاعات کو نہایت فراخ دلی سے شائع کیا۔ سینکڑوں خطوط مبارک باد کے موصول ہوئے حضرت استاذ العلماء مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی شیخ الجامعہ عباسیہ ریاست بہاولپور کا حسب ذیل نوازشنامہ موصول ہوا۔

از بہاولپور مہر منزل محلّہ گنج ۳۰ ستمبر ۳۲ء

''ایں کار از تو آید مرداں چنیں کنند''

مکرمی و معظمی جناب مولانا ظہور احمد صاحب دام مجدھم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ...... مزاج گرامی

آپ کے مساعی جمیلہ جو طائفہ طاغیہ قادیانی کے برخلاف آپ نے مبذول

فرمائی ہیں اخباروں میں پڑھ کر نہایت خوشی ہوئی۔ بالخصوص تعاقب جناب نے اس جماعت کا کیا اور کہیں بھی انہیں اطمینان سے بیٹھنے نہ دیا یہ کام اپنی نظیر آپ ہیں اس قسم کی کوششیں ہی اس جماعت کو نیچا دکھاسکتی ہیں۔ الحمدللہ اس کامیابی پر میں جناب کو دلی مبارکباد عرض کرتا ہوں قبول فرما کر متشکر فرمائیں۔ والسلام

غلام محمد گھوٹوی۔ حال ساکن بہاولپور

اس قسم کے خطوط علمائے کرام و رؤسائے عظام کی طرف سے موصول ہوئے ضلع شاہ پور سے فارغ ہونے کے بعد حزب الانصار کے کارکنوں نے ضلع سے باہر فتنۂ مرزائیت کے انسداد کیلئے کام کرنے کا پروگرام بنایا چنانچہ بیسیوں مقامات پر تبلیغ کی گئی اور کئی مناظرے بھی ہو چکے ہیں بعد کی کارروائیوں کا خلاصہ بھی کتاب ھذا میں درج کیا جاتا ہے۔

گیارہواں معرکہ ...... کلکتہ

بنگال میں مرزائیوں کی تبلیغی سرگرمیاں کئی سال سے جاری ہیں ان کی انجمن کا صدر دفتر بمقام کلکتہ بینٹنگ اسٹریٹ میں واقع ہے شہر کلکتہ میں عرصہ سے مرزائیت کی تبلیغ ہورہی ہے، البرٹ ہال میں ان کے کئی تبلیغی جلسے منعقد ہوچکے ہیں کئی سادہ لوح اشخاص ان کے دام تزویر میں پھنس چکے ہیں۔

خاکسار مورخہ ۱۱ ر مارچ کو وہاں پہنچا اور ۲۴ ر مارچ کو ناخدا کی مسجد جامع میں ختم نبوت پر تقریر کی مرزائیوں کے ساتھ چار مرتبہ تبادلۂ خیالات کا موقع ملا۔

۱...... مولوی فضل کریم مبلغ بنگال کیساتھ لیکھرام کی پیشگوئی کے متعلق گفتگو ہوئی فضل کریم کا دعویٰ تھا کہ لیکھرام کے متعلق مرزا صاحب کی پیشگوئی پوری ہوئی ہے۔ خاکسار نے مرزا صاحب کے الہام کے مطابق پیشگوئی کا پورا نہ ہونا ثابت کردیا۔ پیشگوئی کے الفاظ یہ تھے

"له نصب و عذاب عجل له جسد خوار" اور مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ لیکھر ام پر چھ سال کے اندر خارق عادت عذاب نازل ہوگا جو انسانی ہاتھ سے بالا ہوگا اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہوگا مگر لیکھر ام پر ایسا کوئی عذاب نہیں آیا جس کو خارق عادت انسانی ہاتھ سے بالا اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھنے والا کہا جاسکے۔ سرحد و پنجاب میں سینکڑوں قتل کے واقعات ہوتے رہتے ہیں اور کئی ایسے واقعات ہیں جن میں قاتلوں کی سراغ رسانی میں پولیس ناکام رہتی ہے آخر فضل کریم صاحب لاجواب ہوکر تشریف لے گئے۔

۲...... دولت احمد صاحب پلیڈر مبلغ جماعتِ مرزائیہ کیساتھ حیاتِ مسیح علیہ السلام پر ایک گھنٹہ گفتگو ہوئی جس میں پلیڈر صاحب میرے پیش کردہ دلائل کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ اور ان دلائل پر غور کرنے کا وعدہ کر کے چلے گئے۔

۳...... مسٹر دوست محمد صاحب گپ سیکریٹری جماعتِ مرزائیہ کلکتہ کیساتھ اڑھائی گھنٹہ دعاوی مرزا کے متعلق گفتگو ہوئی دوست محمد صاحب نے آیت "لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا...... الآیۃ پیش کی۔ خاکسار نے ثابت کیا کہ یہ آیت نبی کریم ﷺ کے لئے خاص ہے، نیز جھوٹے مدعیوں کے لئے دوسرے مقام پر قرآن مجید میں بیان کیا ہے۔ موت کے بعد فرشتے انہیں کہتے ہیں ﴿اليوم تجزون عذاب الهون﴾ اسی گفتگو کے نتیجے میں چار اشخاص مرزائیت سے تائب ہوئے۔

۴...... مسٹر عبدالسبحان صاحب مالک فرم ظہور علی اینڈ کو، کے ساتھ تین گھنٹہ دعاوی مرزا پر گفتگو ہوئی الحمدللہ کہ صاحب ممدوح کی حق پسند طبیعت نے میرے پیش کردہ دلائل کی صداقت کو تسلیم کرلیا اور آپ نے مرزائیت سے بیزاری کا اعلان کردیا۔

علاوہ ازیں خاکسار نے ایک ٹریکٹ "مرزائیت کی حقیقت" تالیف کیا جو کہ ایک ہزار کی تعداد میں طبع کرا کر حزب الانصار کی شاخ کلکتہ نے مفت تقسیم کیا اس ٹریکٹ کے

انگریزی و بنگالی زبان میں ترجمے کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

بارہواں معرکہ...... ممبو (ملک برہما)

ملک برہما میں پنجاب کے مرزائی ملازمت پیشہ اشخاص کے ذریعہ مرزائیت کی تبلیغ ہوتی رہتی ہے برہما میں مرزائیوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے مگر تبلیغی لحاظ سے ان کی جماعت کو نمایاں اقتدار حاصل ہو رہا ہے۔ خاکسار کے ساتھ مورخہ ۹، ۱۰، اپریل ۳۳ء، بمقام ممبو مولوی سید عبداللطیف مبلغ جماعتِ مرزائیہ رنگون کا فیصلہ کن مناظرہ ہوا جس میں عبداللطیف صاحب قبل اختتام مناظرہ کتابیں بغل میں دبا کر بھاگ نکلے اور ممبو کے علاقہ میں مرزائیت کا اثر زائل ہوگیا۔

شرائط مناظرہ (مقام ممبو، ملک برما جامع مسجد ممبو)

۱...... موضوع مناظرہ

(۱) حیاتِ مسیح علیہ السلام، اس میں مدعی غیر احمدی صاحبان ہونگے۔

(۲) ختم نبوت بعد خاتم النبیین ﷺ اس میں مدعی غیر احمدی صاحبان ہونگے۔

(۳) صداقتِ دعاوی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس میں مدعی احمدی صاحبان ہونگے۔

۲...... اوقات:

مورخہ ۹/اپریل ۱۹۳۳ء صبح آٹھ بجے سے گیارہ بجے تک اور بعد دوپہر دو بجے سے پانچ بجے تک، مورخہ ۱۱/اپریل ۱۹۳۳ء صبح آٹھ بجے سے لے کر گیارہ بجے تک۔

ہر مناظرہ کے لئے وقت تین گھنٹہ دس منٹ ہوگا، کل تقریریں سات ہوں گی جن میں چار مدعی کی اور تین مجیب کی۔ پہلی اور آخری تقریر مدعی کی ہوگی۔

۳...... کوئی مناظر اپنی آخری تقریر میں کوئی نئی بات نہ پیش کرسکے گا اگر کوئی بات نئی پیش کی تو

فریق ثانی کو جواب دینے کا موقع دیا جائیگا۔

۴......استدلال صرف قرآن مجید سے ہوگا اور کسی کتاب یا کسی شخص کا قول پیش نہ ہو سکے گا۔ اگر کوئی مناظر سوائے قرآن مجید کے کوئی حوالہ پیش کرے گا تو اس کی شکست سمجھی جائیگی۔

۵......فریقین کے مسلمہ صدر جلسہ جناب بابو علی محمد صاحب ہوں گے ان کا فرض ہوگا کہ فریقین سے شرائط کی پابندی کرائیں۔

۶......کوئی مناظر ایک دوسرے کے خلاف کوئی خلافِ تہذیب لفظ نہ استعمال کرے گا۔

۷......دلائل کی تفہیم کے لئے علم عربیہ اور لغتِ عربیہ کا لحاظ رکھا جائے گا اور خاص دلیل کے مقابلہ میں خاص دلیل اور عام دلیل کے مقابلہ میں عام دلیل پیش ہو سکیں گی۔

سید محمد لطیف منجانب: جماعتِ احمدیہ۔ ممبو ۳۳-۴-۸

کیفیت مناظرہ

مورخہ ۹؍اپریل ۱۹۳۳ء صبح آٹھ بجے بمقام جامع مسجد مناظرہ کا آغاز ہوا خاکسار نے ۱۳؍آیاتِ قرآنیہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت کی مرزائی مناظر نے اپنے فرسودہ اعتراضات کو دہرایا مگر خاکسار کی جوابی تقریر نے اس کا ناطقہ بند کر دیا۔

بعد نماز ظہر ۳ بجے ختم نبوت پر مناظرہ ہوا خاکسار نے ۲۳ آیاتِ قرآنِ مجید سے ثابت کیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی کو عہدہ نبوت نہیں مل سکتا اور کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا اس مناظرہ میں مرزائی مناظر مبہوت ہوگیا اور وہ کسی ایک دلیل کا بھی جواب نہ دے سکا۔

مورخہ ۱۰؍اپریل ۳۳ء دعاوی مرزا پر مناظرہ ہوا عبداللطیف نے مرزا غلام احمد کی صداقت ثابت کرنے کے لئے ایڑی سے لیکر چوٹی تک زور لگایا مرزا کو بشارت اِسمہٗ احمد کا مصداق ظاہر کیا۔ ''لبثت فیکم عمرا من قبلہ'' الایہ اور ''لو تقول علینا

(الایہ) کو مدعیان نبوت کی صداقت کے لئے معیار ثابت کرنا چاہا۔

خاکسار نے جوابی تقریر میں مرزائی مناظر کے بودے استدلال کی قلعی کھول دی اور چودہ آیاتِ قرآنیہ سے جھوٹے ملہموں کی نشانیاں بیان کر کے مرزا کا کاذب ہونا ثابت کر دیا اور پچیس ۱؎ ایسے مطالبات پیش کئے جن کا جواب مرزائی مناظر سے بن نہ سکا اور اختتام مناظرہ سے قبل میدانِ مناظر سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوگیا۔

تیراہواں معرکہ......اینا جاؤں (برما)

مسلمانانِ مگوئی کی درخواست پر خاکسار ممبو سے روانہ ہو کر ۱۳؍اپریل کو مگوئی پہنچا مگوئی میں مرزائیت کے ابطال اور ختم نبوت پر اڑھائی گھنٹہ تقریر ہوئی وہاں سے سیٹھ عبداللہ صاحب بملا آف اولا کمپنی کی دعوت پر ''اینا جاؤں'' جانے کا موقع ملا۔ عبداللطیف ممبو سے بھاگ کر وہاں پناہ گزیں ہوا تھا اینا جاؤں میں عبداللطیف نے ظاہر کیا کہ مجھے ممبو میں فتح و نصرت حاصل ہوئی ہے اس لئے اس کی مزید سرکوبی ضروری سمجھی گئی۔

مورخہ ۱۵؍ستمبر ۱۹۳۳ء سید علی شاہ صاحب رئیس کے مکان پر معززین و شرفاء کی موجودگی میں عبداللطیف صاحب سے ملاقات ہوئی اور اُن سے یوں گفتگو کا آغاز ہوا:

خاکسار: سنا ہے کہ آپ نے یہاں آکر بیان کیا ہے کہ مجھے ممبو میں فتح و نصرت حاصل ہوئی ہے؟

عبداللطیف: نہیں، ہرگز نہیں۔ میں نے کسی سے نہیں کہا۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب ایلوی: نہیں! تم نے کہا ہے اور تمہارے کہنے کے گواہ موجود ہیں۔

۱؎ تمام دلائل کا خلاصہ اس کتاب کے جلد دوم میں درج کیا گیا ہے۔ قارئین وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

خاکسار: (مولوی محمد ابراہیم صاحب سے) مولوی صاحب آپ کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔ عبداللطیف شریف آدمی ہیں اس قدر غلط بیانی اور کذب وافترا کا اظہار ان سے نہیں ہوسکتا ممبو اور اینا جاؤں میں صرف ۴۰ میل کا فاصلہ ہے اس قدر سفید جھوٹ کی انہیں کیسے جرأت ہوسکتی تھی۔ عبداللطیف صاحب جیسے باحیا انسان سے ایسی توقع نہیں ہوسکتی۔ یہ ایسے باحیا ہیں کہ انہوں نے مناظرہ میں لاجواب ہوکر دوسرے مرزائیوں کی طرح بے حیائی سے کھڑا رہنا پسند نہ کیا اور میدان سے چلے آئے۔

عبداللطیف: آپ کچھ بھی کہیں میں نے یہاں آکر کسی سے اپنی کامیابی کا ذکر نہیں کیا۔

خاکسار: آپ کر بھی کیسے سکتے تھے آپ کی فطری شرافت ایسی شرمناک کذب بیانی سے مانع تھی۔

تمام حاضرین پر اس گفتگو کا نہایت عمدہ اثر ہوا اور عبداللطیف صاحب کا رنگ زرد ہوگیا حواس باختہ ہوگئے جن لوگوں کے سامنے انہوں نے لاف زنی کی تھی۔ ان سے آنکھ ملانے کی جرأت نہ ہوسکتی تھی۔

سید علی صاحب رئیس وسیٹھ عبداللہ صاحب کی تحریک پر اینا جاؤں میں بمقام اولا ہال ایک مناظرہ قرار پایا جس کے لئے حسب ذیل شرائط طے ہوئیں۔

مناظرہ انا جاؤں مابین جماعت اسلامیہ وجماعت مرزائیہ

مورخہ ۱۵؍اپریل ۱۹۳۳ء بمقام اولا ہال اینا جاؤں

شرائط مناظرہ

۱..... مناظرہ کل مورخہ ۱۶؍اپریل ۱۹۳۳ء بروز اتوار صبح آٹھ بجے سے پونے بارہ بجے تک

ہوگا۔

۲..... موضوع مناظرہ: صداقتِ دعاوی مرزا غلام احمد قادیانی۔ اس میں مدعی جماعتِ مرزائیہ ہوگی۔

۳..... تقسیم اوقات: مدعی کی تقریر آخری وپہلی ہوگی اپنی آخری تقریر میں کوئی مناظر نئی بات پیش نہ کرسکے گا۔ اگر وہ پیش کرے تو جواب کیلئے بھی دوسرے مناظر کو وقت دیا جائیگا جو فریق اختتام مناظرہ سے قبل میدان سے چلا جائیگا اُس کی شکست سمجھی جائیگی۔ دورانِ تقریر میں کسی کو بولنے کا حق نہ ہوگا۔ ایک مناظر دوسرے مناظر سے حوالہ طلب کرسکتا ہے اور شرائط کی پابندی کی طرف پریذیڈنٹ کو توجہ دلانے کا اُسے حق حاصل ہوگا۔ پہلی ہر دو تقریریں پندرہ منٹ کی ہوں گی۔ بعد کی دو تقریریں نصف نصف گھنٹہ۔ بعد کی تقریریں پندرہ پندرہ منٹ کی ہوں گی۔ کل نو تقریریں ہوں گی۔

۴..... استدلال کے متعلق قرآن وحدیث صحیح کے سوا مولوی عبداللطیف صاحب کا اصرار تھا کہ اقوال بزرگانِ سلف بھی حجت سمجھے جائیں۔ خاکسار نے کہا کہ اہلسنت کی کتب اصول عقائد میں سوائے قرآن وحدیث کے عقائد کے بارے میں اور کسی چیز کا ذکر موجود نہیں۔

عبداللطیف: کیا آپ بزرگوں کو نہیں مانتے؟

خاکسار: ہم تمام اولیاء اللہ کو مانتے ہیں مگر ماننے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم ان کے ہر امر میں مقلد سمجھے جائیں ہم حضرت امام شافعی امام احمد وامام مالک رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی جلالتِ شان کے معترف ہیں مگر مسائل واحکام میں ان کے فتووں پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ اس طرح خاندانِ چشت کے متوسلین تمام سلاسل کے بزرگوں کو اپنا ہادی ورہنما سمجھتے ہیں۔ مگر اپنے طریقہ اور اپنے شیخ کے بتائے ہوئے وظائف واعمال پر ہی عمل کیا کرتے ہیں۔ ہم اس شخص کو بزرگ سمجھتے ہیں جس کا عقیدہ صحیح ہو مگر آپ ہم سے تسلیم کرانا چاہتے ہیں کہ عقیدہ

صحیح وہ ہے جو کسی ایسے شخص کا ہو جس کو بعض افرادِ امت بزرگ مانیں۔

عبداللطیف: میں چاہتا ہوں کہ قرآن مجید و حدیثِ صحیح کا وہی مطلب بیان کیا جائے جس کو آج سے پہلے بزرگانِ دین نے سمجھا ہو۔

خاکسار: چشمِ ماروشن و دلِ ما شاد۔ قرآن مجید کی جو آیت بھی پیش کی جائے اس کا وہی ترجمہ صحیح سمجھا جائیگا جو آج سے پہلے کسی بزرگ نے کیا ہو۔

عبداللطیف: میں ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ قرآن مجید کا غلط ترجمہ کر کے حاضرین کو دھوکہ دیا کرتے ہیں کیا آپ سے پہلے اور کسی نے قرآن مجید کو نہیں سمجھا؟

خاکسار: آپ کا ارشاد صحیح ہے لہٰذا شرائط میں یہ الفاظ لکھ دیئے جائیں کہ آج سے پہلے جن بزرگوں نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا ہے ان میں جو اُردو لفظ ترجمہ کے لکھے ہوئے ہوں وہ دونوں مناظروں کو آیات پیش کرتے وقت بیان کرنے ہوں گے۔

عبداللطیف: مجھے یہ ہرگز منظور نہیں ترجمہ سب نے غلط کیا ہے۔

خاکسار: کیا آپ سے پہلے کسی نے قرآن مجید کو نہیں سمجھا؟ کیا وجہ ہے کہ اب آپ بزرگانِ دین سے منحرف ہو رہے ہیں؟

عبداللطیف: دو لفظی جواب دیں اگر آپ مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو اقوال بزرگان ضرور پیش ہوں گے۔ اگر آپ کو یہ منظور نہ ہو تو میں مناظرہ کرنا نہیں چاہتا۔

خاکسار: آپ جس جس بزرگ کا قول پیش کرنا چاہتے ہوں اُن کے اسماء تحریر کرا دیں نیز جن کتب سے ان بزرگوں کے اقوال نقل ہوں گے وہ بھی تحریر کرا دیں ورنہ نتھو شاہ و پکوڑے شاہ کے اقوال پیش کر کے آپ حاضرین کو دھوکہ دے سکتے ہیں۔ لہٰذا مناظرہ سے پہلے دو باتوں کا فیصلہ ہو جانا ضروری ہے۔

۱۔ یہ بزرگ کون کون ہیں؟ ۲۔ کتب معتبرہ کونسی ہیں؟

عبداللطیف: مجھے لمبی گفتگو سے نفرت ہے اقوالِ بزرگان کا لفظ لکھ دینا ہی کافی ہے۔

خاکسار: میں آپ کا کوئی عذر باقی نہیں رہنے دوں گا آپ کو اختیار ہے کہ قرآن مجید، حدیثِ صحیح کے علاوہ اپنے دلائل کی تائید میں ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ میں سے کسی صحابی کا فرمان، ائمہ مجتہدین میں سے کسی امام کا اجتہاد، اہلسنت کے مفسرین میں سے کسی مفسر کی تفسیر اور سلاسل اربعہ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کے مشائخ میں سے کسی شیخ کا قول پیش کر سکتے ہیں۔

عبداللطیف: مجھے یہ تحدید گوارا نہیں میرے لئے صرف یہ نام کافی نہیں ہیں اقوال بزرگان کا لفظ شرائط میں رہنا چاہیے۔

اس موقع پر سید علی شاہ صاحب رئیس نے فرمایا کہ شرائط کی بحث فی الحال ملتوی رکھی جائے اور میری تسلی و اطمینان کیلئے صداقتِ مرزا صاحب اسی وقت ڈیڑھ گھنٹہ مناظرہ رہے تا کہ احقاقِ حق ہو سکے۔ خاکسار نے اسی وقت مناظرہ پر آمادگی ظاہر کی جناب مرزا احمد بیگ صاحب رئیس و تاجر مگوئی صدر جلسہ قرار پائے، پندرہ پندرہ منٹ تقریر کیلئے مقرر ہوئے۔ ڈیڑھ گھنٹہ کی مختصر گفتگو نے حاضرین پر مرزائی مذہب کی حقیقت کھول دی، مرزا احمد بیگ صاحب اپنے غصہ کو ضبط نہ کر سکے، انہوں نے عبداللطیف کو کہا کہ اگر اثباتِ دعویٰ کیلئے تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو پیش کرو، ورنہ ہمارا اور اپنا وقت ضائع نہ کرو، عبداللطیف اپنی ہر تقریر میں اپنے ایک دعوے کی تائید میں دوسرا دعویٰ اور دوسرے دعوے کی تائید میں تیسرا دعویٰ پیش کرتا گیا۔ خاکسار نے اس کی تمام تقاریر میں ۲۶ دعاوی شمار کیے مگر اپنے کسی دعوے کی تائید میں ایک دلیل بھی پیش نہ کر سکا۔ بعد ازاں پبلک کیلئے اولا ہال میں مناظرہ قرار پایا۔ خاکسار نے عبداللطیف کی تمام شرائط تسلیم کر لیں شام کو سید علی شاہ صاحب کو رقعہ

بھیجا گیا کہ عبداللطیف کو کل صبح دس بجے اولا ہال میں پیش کریں اس کی تمام شرائط منظور ہیں۔رات کے گیارہ بجے سید علی شاہ صاحب کا رقعہ موصول ہوا جو بجنسہ درج ذیل ہے۔

جناب عبداللہ صاحب السلام علیکم۔

آپ کا رقعہ موصول ہوا مولوی محمد لطیف صاحب تو رفو چکر ہوگئے بڑی خوشی کی بات ہوئی کہ مولانا صاحب یہاں پر تشریف لائے اور ہم سب پر حالات ظاہر ہوگئے۔ میں ان شاءاللہ نو یا ساڑھے نو بجے حاضر ہوں گا۔ کیونکہ اتوار کے دن مجھے فرصت بہت کم ہوتی ہے بڑی خوشی کی بات ہے کہ مولانا کا لیکچر ہوگا جس سے مسلمانوں کو ہدایت ہوجائیگی۔ امید ہے کہ مولوی صاحب یہاں پر دو تین روز ٹھہرینگے اور قادیانیوں کے جال میں پھنسنے سے لوگ بچ جائیں گے۔ یہ بات مجھے پسند ہوئی جب مولوی صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب مسلمان بھی ہیں پہلے یہ ثابت کرنا ہوگا۔ ازحد آداب آپکا دعاگو سید علی شاہ

دوسرے دن بمقام اولا ہال شاندار جلسہ منعقد ہوا جس میں ختم نبوت وصداقتِ اسلام پر خاکسار کی اڑھائی گھنٹہ تقریر ہوئی۔

چودھواں معرکہ......لکھانوالی ضلع سیالکوٹ

یہ مناظرہ ۱۳/۱۴ اپریل کو خاکسار کی عدم موجودگی میں ہوا۔حزب الانصار کی طرف سے مولانا محمد نصیرالدین صاحب بگوی ومولوی عبدالرحمٰن صاحب میانوی نے مناظرہ کے جملہ انتظامات کئے لکھانوالی کے علاقہ میں مرزائیوں کی تبلیغی سرگرمیاں زوروں پر تھیں کئی اشخاص صراط مستقیم سے مذبذب ہوچکے تھے مولانا محمد مسعود صاحب الہزی نے صدارت کے فرائض سرانجام دیئے۔ حیات مسیح علیہ السلام پر مولانا حافظ محمد شفیع صاحب سنکھتروی کا دل محمد قادیانی کیساتھ مناظرہ ہوا۔ دل محمد مسلمانوں کے دلائل کا جواب میں

کامیاب نہ ہوسکا۔ مولانا کے زبردست دلائل نے انکا ناطقہ بند کردیا۔ دعاوی مرزا پر مولانا ابوالقاسم محمد حسین صاحب کا مولوی علی محمد قادیانی کیساتھ فیصلہ کن مناظرہ ہوا سب انسپکٹر صاحب پولیس وتحصیلدار صاحب انتظام کے لئے جلسہ گاہ میں موجود تھے مولانا نے مبلغ پانچ روپیہ تحصیلدار صاحب کے حوالہ کردیا اور کہا کہ مرزائی مناظر رسول اللہ ﷺ کا فرمان کسی صحیح حدیث سے دکھادے کہ مہدی کے زمانہ میں کسوف وخسوف ہوگا تو یہ انعام اس کے حوالہ کردیا جائے۔ دل محمد نے دارقطنی سے محمد ابن علی کا قول پیش کیا تحصیلدار صاحب نے دریافت کیا کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا قول ہے؟ اس پر مرزائی مناظر مبہوت ہوگیا۔ مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی صاحب نے مرزائیوں کے تمام دلائل توڑ کر رکھ دئے اور مناظرہ کا اختتام نہایت خیروخوبی کے ساتھ ہوا۔

لکھانوالی میں مولانا ابوسعید محمد شفیع صاحب خوشابی، مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دامانی، مولوی محمد مسعود صاحب الھزوی، ومولانا نصیرالدین صاحب بگوی، ومولوی عبدالرحمٰن صاحب میانوی کی زبردست تقاریر نے مرزائیت کا خاتمہ کردیا ہے اب اس علاقہ میں مرزائیوں کا دجل وزور کامیاب نہیں ہوسکتا۔

لکھانوالی کے مناظرہ کا تمام اہتمام ومصارف وغیرہ کا ذمہ چوہدری خدابخش صاحب پٹواری نے کیا تھا جس کے لئے جملہ مسلمانان علاقہ کو شکرگذار ہونا چاہئے۔

پندرھواں معرکہ...... میعادی تحصیل نارووال

مورخہ ۱۴،۱۵ مئی ۱۹۳۳ء بمقام میعادی تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ خاکسار کی صدارت میں مرزائیوں کے ساتھ شاندار مناظرہ ہوا مرزائیوں کی طرف سے مولوی ظہور الحسن ومولوی عبدالغفور ومولوی دل محمد نے مناظرہ کیا مولوی غلام رسول آف راجیکے بھی ان

کی امداد کے لئے وہاں موجود تھا، ہر سہ (۳) مسائل پر دو روز مناظرہ ہوا۔ اسلامی مناظر مولانا حافظ محمد شفیع صاحب سنکھتر وی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور مرزائے قادیانی کا کاذب و مفتری ہونا ثابت کیا مولوی غلام رسول صاحب مجاہد موضع گلہ بہاراں نے مسئلہ ختم نبوت پر مرزائی مناظر دل محمد کو لاجواب و ساکت کیا مرزائی معلمین کو قادیان میں بے حیائی و ڈھٹائی کی تعلیم دی جاتی ہے اور وہ اس فن میں کامل ماہر ہو جاتے ہیں ورنہ اگر ان میں حیا کا مادہ موجود ہوتا تو کبھی مناظروں میں شامل نہ ہوتے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برقِ آسمانی برخرمنِ قادیانی

(سنِ تصنیف: 1932ء)

جلد دوم

جس میں دوران مناظرہ فریقین کی جانب سے پیش کردہ دلائل، اسلامی مناظروں کے دلائل پر مرزائیوں کے اعتراضات، نیز مرزائیوں کے پیش کردہ دلائل اور جو جوابات اسلامی مناظروں نے دیئے تھے، ان کا خلاصہ درج کیا گیا ہے۔

تصنیفِ لطیف

مناظر الاسلام

حضرت علامہ ظہور احمد بگوی

باب اوّل

حیاتِ مسیح علیہ السلام

پہلی دلیل

اسلامی مناظر: وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا.

(پارہ ۶ ع ۱) ترجمہ: ”اور (یہود کے) اس کہنے کی وجہ سے کہ قتل کیا مسیح عیسیٰ علیہ السلام مریم کے بیٹے کو جو رسول تھا، اللہ کا (حالانکہ انہوں نے) نہ ان کو قتل کیا، اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا، لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیال میں ہیں ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اور انہوں نے ان کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست حکمت والا ہیں۔“

اول: ان آیات میں خداوند کریم نے یہود کے عقائد باطلہ کا رد فرماتے ہوئے ان کے زعم قتل مسیح کا رد فرمایا، اور قتل مسیح علیہ السلام کے بجائے رفع مسیح علیہ السلام کا اثبات کیا، رفع اجسام میں حقیقی طور پر اوپر کی طرف انتقال مکانی مراد ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے رَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ (سورہ یوسف) نیز ﴿ماقتلوہ وماصلبوہ﴾، و ﴿ما قتلوہ یقینا﴾ میں ہر سہ ضمیریں منصوب متصل ہیں ان کا مرجع المسیح ہے۔ جس پر بزعم یہود قتل کا وقوع ہوا ہے اور یہ امر واضح ہے کہ قتل کے قابل زندہ انسان ہوتا ہے نہ فقط روح یا جسم۔ پس رفع جس چیز

کا ہوا وہ المسیح یعنی وہ زندہ انسان کے روح وجسم میں یہود بذریعہ قتل جدائی کرنا چاہتے تھے پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسدہ العصری اٹھائے گئے، مرزائیوں کو یہ تسلیم ہے کہ جس چیز کا رفع ہوا، وہ آسمان کی طرف ہوا جیسے مرزا صاحب ازالہ اوہام ص۱۱۴۵ پر لکھتے ہیں،'' صریح اور بدیہی طور پر سیاق وسباق قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہونے کے بعد ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی''۔ پس جب ہم نے ثابت کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسم مع الروح ہوا، اس لئے مرزا صاحب کی تصدیق واقرار کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان کیطرف اٹھائے گئے۔

مرزائی مناظر: بل رفعه اللّٰہ الیه میں رفع روحانی مراد ہے خدائے تعالیٰ جب کسی کا رفع کرتے ہیں تو اس سے رفع روحانی مراد ہوتا ہے جیسے یرفع اللّٰہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات اور فی بیوتٍ اذن اللّٰہ ان تُرفَع میں درجات کا رفع مراد ہے، کیا اینٹوں سمیت مکان اٹھایا جاتا ہے؟ کیا سب ایماندار آسمان پر اٹھائے جاتے ہیں؟ لسان العرب میں ہے: وفی اسماء اللّٰہ الرافع الذی یرفع المومنین بالاسعاد والاولیاء بالتقریب اس کے سوا اور کوئی معنی خدا تعالیٰ کے نام رافع کے نہیں جبکہ مفعول ذی روح انسان ہوا اور رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہو پس مسیح کے لئے بھی رفع روحانی ثابت ہوتا ہے۔

اسلامی مناظر: تاج العروس شرح قاموس ص ۳۵۹ ج ۵ مصری میں مذکور ہے کہ امام راغب نے مفردات میں لکھا ہے کہ لفظ رفع جب ایسے اجسام میں مستعمل ہو کہ وہ اجسام زمین پر

موجود ہوں تو اس وقت رفع سے مراد زمین سے اٹھالینا ہوگا، جیسا کہ بنی اسرائیل پر کوہ طور زمین سے اٹھا کر کھڑا کیا گیا: ورفعنا فوقکم الطور تاکہ وہ شرارت سے باز آجائیں قرآن مجید میں دوسری جگہ ہے رفع السموٰت بغیر عمد کہ'' آسمان بغیر ستونوں کے کھڑا کر دیا''۔ اور اگر لفظ رفع تعمیرات میں مستعمل ہو تو اس وقت تطویل بناء مراد ہوگی جیسے کہ: اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت اور اگر اس کا متعلق ذکر یا درجہ ہو تو اس وقت اس سے رفع مراتب مراد ہوگا جیسے: ورفعنا لک ذکرک اور دوسری جگہ پر ہے: رفعنا بعضھم فوق بعض درجات یعنی بعض کو بعض پر فضیلت۔ اس سے ظاہر ہے کہ جس جگہ لفظ رفع کا مورد اور مفعول جسمانی شے ہو، تو اس جگہ یقیناً رفع جسمانی مراد ہوگا اور اگر اس کا مفعول ذکر یا درجہ یا منزلہ ہو تو اس وقت رفع مرتبہ مراد ہوگا۔ رفع روحانی یا عزت کی موت اس کا پتہ لغت عرب میں نہیں ملتا قرآن مجید یا حدیث نبی کریم ﷺ میں یہ لفظ جب کبھی جسمانیات میں مستعمل ہوا ہے تو بلا کسی قرینۂ صارفہ کے اس سے رفع جسمانی مراد لیا گیا ہے آپ کے پیش کردہ نظائر بھی ہمارے مخالف نہیں رفعنا ہ مکانا علیا میں خود مکان عالی قرینہ ہے: یرفع اللّٰہ الذین امنوا...... الآیۃ میں خود بلندی درجات کا ذکر ہے، فی بیوت اذن اللّٰہ میں بیوت کا لفظ موجود ہے آپ کوئی ایسی آیت دکھائیں جو قرائن سے خالی ہو اور جسم کا رافع اللّٰہ تعالیٰ ہو، اور اس سے رفع روحانی مراد ہو، آپ قیامت تک کوئی ایسی آیت پیش نہ کر سکیں گے، جس سے آپ کا مدعا ثابت ہو، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ثم رفعت الی سدرۃ المنتھی (صحیح بخاری جلد۱) اس میں رفع کا فاعل اللّٰہ تعالیٰ ہے اور مفعول ذی روح انسان ہے، اور اس سے مراد جسمانی رفع ہے۔

دوسری دلیل

اسلامی مناظر: ماقتلوہ یقینا کی وجہ سے بل رفعه الله الیه میں کلمہ ''بل'' لایا گیا ہے زبان عرب میں لفظ بل جب نفی کے بعد آتا ہے، تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ مضمون سابق جس کی نفی کی گئی ہے اس کے خلاف مضمون ''بل'' کے بعد بیان کیا گیا ہے، اور اٹھالینا قتل کے منافی جب ہی ہوسکتا ہے کہ جب زندہ مع جسم اٹھالینا مراد لیا جائے ورنہ مرتبہ کا بلند کرنا جیسا کہ مرزائی کہتے ہیں قتل کے منافی ہرگز نہیں بلکہ قتل فی سبیل اللہ تو بلندی رتبہ کا بہترین ذریعہ ہے اور کئی انبیاء راہ خدا میں قتل ہوئے جیسے قرآن مجید میں ہے ﴿وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ اور وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ﴾ (پارہ ۶ سورۃ النساء) پس قتل ہونا شان نبوت کے خلاف نہیں بلکہ قتل کے ذریعہ مراتب بلند ہوتے ہیں اس آیت میں جو کلمہ بل ہے اس کو کلام عرب میں بل ابطالیہ کہتے ہیں جو صفت مثبتہ اور صفت مبطلہ کے درمیان واقع ہوا ہے، صفت مبطلہ قتل المسیح اور صفت مثبتہ رفع المسیح ہے اور بل ابطالیہ میں ضروری ہے کہ صفت مبطلہ اور صفت مثبتہ کے درمیان تنافی وضدیت ہو جیسے قرآن مجید میں ہے، وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ اس جگہ ولدیت اور عبودیت میں تنافی وضدیت ہے اب اگر رفع المسیح کے معنی روحانی رفع کے لئے جائیں تو مطلق تنافی اور ضدیت نہیں رہتی کیونکہ شہداء یعنی خدا کے راہ میں مقتولین کی روحیں بھی عزت واحترام کے ساتھ آسمان کیطرف اٹھائی جاتیں ہیں، پس قتل اور روحانی رفع کا جمع ہونا ممکن ہے اس لئے تنافی وضدیت جب ہی متصور ہوگی کہ عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان کی طرف اٹھایا جانا تسلیم کیا جائے آج تک کسی مناظرہ میں بھی کوئی مرزائی مناظر اس دلیل کا کوئی جواب پیش نہیں کرسکا۔

تیسری دلیل

اسلامی مناظر: وماقتلوہ یقینا بل رفعه الله الیه میں قصر قلب ہے، قصر قلب میں بموجب تحقیق اہل معانی یہ ضروری ہے کہ ایک وصف دوسرے وصف کو ملزوم نہ ہو، تاکہ مخاطب کا اعتقاد برعکس متکلم متصور ہو اور یہ بات نہایت صاف طور پر ظاہر ہے کہ جو مقتول بارگاہ خداوندی میں مقرب ہو اس کے قتل کے ساتھ رفع روحانی لازم ہے پس بقاعدہ قصر قلب اس جگہ رفع روحانی مراد لینا کسی طرح جائز نہیں اور اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان کی طرف اٹھایا جانا ثابت ہوتا ہے۔

مرزائی مناظرین نے ہر جگہ اس دلیل کے جواب میں خاموشی سے کام لیا اور کوئی غلط جواب بھی پیش نہ کرسکے۔

چوتھی دلیل

اسلامی مناظر: قرآن مجید اہل کتاب کے باہمی تنازعات کا فیصلہ کرتا ہے، حق کی تائید اور باطل کی تردید کرتا ہے، وہ تفصیل لکل شی ہے یہود ونصاریٰ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی کے متعلق اختلاف تھا قرآن کے نزول کا ایک مقصد لیحکم بینهم ہے (پارہ ۳ ع ۱۱) قرآن مجید نے اس اختلاف کا فیصلہ فرمادیا ہے یہودیوں کا دعویٰ تھا انا قتلنا المسیح ......الایۃ، ہم نے مسیح کو قتل کردیا، اور عیسائیوں کا دعویٰ تھا، کہ مسیح [1] زندہ آسمان پر اٹھایا گیا

[1] عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ مسیح نے سولی پر جان دیدی (یوحنا ۱۹۔۳۰) اور اس کے بعد تیسرے دن قبر سے جی اٹھا۔ اور اپنے شاگردوں کے سامنے زندہ آسمان پر اٹھایا گیا (لوقا ۲۴۔۵۱) قرآن مجید نے ماصلبوہ کے ذریعہ واقعہ صلیب کی نفی کی ماقتلوہ، فرما کر یہود کے دعویٰ کا ابطال کیا اور رفعه الله الیه فرما کر زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کی تائید فرمائی اسی طرح عیسائیوں کے مسئلہ کفارہ کی بھی تردید فرمائی۔ صلیب دیئے جانے کا انکار کرکے عیسائیوں کے بنیادی مسئلہ کفارہ کا رد فرمایا مگر مرزائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دی گئی مگر وہ وہاں مرے نہ تھے۔ بلکہ غش مردہ ہوگئے تھے مرزائیوں کا عقیدہ قرآن حدیث شہادت بائبل اور اہل کتاب کے عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔ مرزا صاحب توضیح مرام ص ۲ پر لکھتے ہیں کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں کسی قدر اختلاف کے ساتھ یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان کے طرف اٹھائے گئے۔

قرآن مجید نے ماقتلوہ یقینا فرما کر یہود کے عقیدہ کی بطالت ظاہر فرمائی اگر نصاریٰ کا عقیدہ بھی باطل ہوتا تو قرآن مجید میں اس کی واضح تردید ہوتی مگر قرآن نے بل رفعه الله اليه فرما کر ان کے عقیدہ کی تائید کردی اس سے ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔

مرزائیوں نے اس دلیل کا بھی کسی مناظرہ میں کوئی جواب نہیں دیا۔

پانچویں دلیل

اسلامی مناظر: رفع اس وقت ہوا کہ جب یہود قتل کرنا چاہتے تھے، قتل مسیح کی بجائے قرآن سے رفع مسیح ثابت ہے، اگر رفع کے معنی عزت کی موت یا رفع روحانی لئے جائیں تو یہود سچے قرار دیئے جاسکتے ہیں اور معاذ اللہ کلام خدا کی سچائی ثابت نہیں ہوتی موت کا سامان وہی تھا جو یہودیوں نے تیار کر رکھا تھا اس سے یہودیوں کا دعویٰ قتل مسیح ثابت ہوتا ہے۔ پس رفع سے مراد عزت کی موت لینا کسی طرح ناجائز نہیں۔ مرزائی اس کے جواب میں بھی ساکت وصامت رہے۔

چھٹی دلیل

اسلامی مناظر: قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (سورۃ مائدۃ پارہ۶ع۲) ترجمہ: کہہ دیجئے کہ کون اختیار

---

[1] مرزائی کہتے ہیں کہ انجیل کے مطابق صلیبی موت سے مرنے والا لعنتی ہے حالانکہ انجیل میں صرف یہ ہے کہ ''اگر کسی نے گناہ کیا جس سے اس کا قتل واجب ہے اور وہ مارا جائے۔ اور تو اسے درخت پر لٹکائے۔ تو اس کی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے۔ بلکہ تو اسی دن اسے گاڑ دے۔ کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے۔ وہ خدا کا ملعون ہے۔ (استثنا ۲۱۔۲۲) اس میں صرف مجرم کا ذکر ہے۔ بے گناہ مصلوب کے لئے لعنتی ہونے کا حکم موجود نہیں۔ مرزائیوں کی تفسیر کے مطابق یہود کا یہ دعویٰ تھا۔ کہ ہم نے مسیح کو لعنتی موت مارا ہے۔ مگر مسیح کے ملعون ہونے کے نصاریٰ بھی قائل ہیں۔ (گلتیوں ۳،۱۳) اس میں دونوں گروہ متفق ہیں۔ ان میں اختلاف صرف حضرت عیسیٰ کے زندہ آسمان کی طرف اٹھائے جانے کا تھا۔ اس مقدمہ میں قرآن نے نصاریٰ کی تائید کی۔ اور باقی مسائل میں دونوں کے باطل عقائد کی تردید کر دی۔ (مولف)

رکھتا ہے، اللہ کے کام میں اگر چاہے کہ ہلاک کردے مسیح ابن مریم کو اور (جیسے کہ ہلاک کردیا) اس کی ماں کو اور وہ ان تمام لوگوں کو جو کہ زمین میں ہیں۔

عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام خود خدا ہیں، اس عقیدہ الوہیت کی تردید کے لئے حضور علیہ السلام سے کہا گیا ہے کہ آپ ان کو سمجھا دیجئے کہ اگر خدا تمام باشندگان زمین کو اور مسیح علیہ السلام کو مار ڈالے تو کون اس کا کچھ بگاڑ سکتا ہے اور جب حضرت مسیح کی والدہ کو موت خدا نے دی تھی تو اس وقت حضرت مسیح علیہ السلام نے خدا کا کیا بگاڑ لیا تھا۔

مراد یہ ہے کہ اگر آپ خدا ہوتے تو ضرور مقابلہ کرتے اس آیت سے یہ تو یقیناً ثابت ہو گیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو حضرت مسیح علیہ السلام اس وقت ضرور زندہ تھے ورنہ یہ دھمکی درست نہیں رہتی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی بجائے اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابھی تک خداوند کریم نے حضرت مسیح علیہ السلام کے مارنے کا ارادہ بھی نہیں کیا اگر حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہوتے تو قرآن مجید میں الوہیت کو باطل ثابت کرنے کیلئے صاف درج ہوتا کہ مسیح کو ہم نے ہلاک کر دیا ہے مگر اس جگہ ان اراد اگر خدا ارادہ ہلاکت کا کرے کے الفاظ سے حیوۃ مسیح علیہ السلام ثابت ہے۔

مرزائی مناظر: اسی آیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کی ماں کا بھی ذکر ہے لہذا اماں کو بھی زندہ مانو نیز من فی الارض جمیعا کے مطابق مولوی صاحب کے دادا اور والد کو بھی زندہ مانو گویا ابھی تک خدا نے کسی کی ہلاکت کا ارادہ ہی نہیں کیا بلکہ آپ کے قول کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کے علاوہ ان کی والدہ اور تمام انسانوں کا زندہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ اس کا غلط ہونا ظاہر ہے نیز حرف شرط ان اس جگہ بمعنی اذ ہے جو فعل کو ماضی بنا دیتا ہے۔

اسلامی مناظر: حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ ان کی والدہ کو بھی زندہ مان لینے سے عقائد

اسلامیہ میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا ہمیں ان سے کوئی عداوت نہیں۔ لیکن اس آیت میں قَدْ اَھْلَکَ اُمَّۃً فعل محذوف ہے اس کے نظائر قرآن مجید میں بکثرت ملتے ہیں جیسے کَذٰلِکَ یُوْحِیْٓ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ میں اوحی فعل محذوف ہے ورنہ پہلوں کی طرف وحی اسی وقت نہیں ہوتی تھی اور وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ کے درمیان وَاغْسِلُوْا فعل محذوف ہے۔ وَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَکُمْ وَشُرَکَآءَکُمْ میں دراصل وادعوا شرکاء کم یعنی وادعوا فعل محذوف ہے۔ اوضح المسالک میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا کے مطابق تمام باشندگان روئے زمین کو اکٹھا ہلاک کرنے کا خدا نے اب تک ارادہ نہیں کیا۔ آپ نے جمیعا کے لفظ پر غور نہیں کیا ان اگرچہ قد کا معنی دے سکتا ہے اور اذا کا معنی نہیں دیتا مگر یہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوسکتا کہ آیت کا بھی یہ معنی ہے کہ مسیح مرگئے اور ماں سمیت سارے مرگئے، کیونکہ ایک وقت معاً سب کا مرجانا کسی تاریخ سے ثابت نہیں۔

ساتویں دلیل

اسلامی مناظر: مَامُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ نہیں ہیں محمد ﷺ مگر پیغمبر تحقیق گذرے ہیں پہلے آپ سے کئی پیغمبر۔ (آل عمران پارہ۴) مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (پارہ۶) نہیں ہیں مسیح ابن مریم مگر پیغمبر گذرے ہیں آپ سے پہلے کئی پیغمبر۔

ان آیات میں صرف اسماء کا اختلاف ہے جس طرح پہلی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ بوقت نزول آیت محمد ﷺ زندہ تھے اسی طرح دوسری آیت کے نزول کے وقت

حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام زندہ موجود تھے ورنہ اگر دوسری آیت سے وفات مسیح ثابت کی جائے تو پہلی آیت کا نزول بھی بعد وفات نبی کریم ﷺ ماننا پڑیگا۔

مرزائی مناظر: آیت: ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل کے نزول کے وقت نبی کریم ﷺ زندہ تھے اس لئے آپ کی زندگی ثابت ہوتی ہے۔ مگر دوسری آیت کے نزول کے وقت مسیح علیہ السلام کو زندہ ماننے کی آپ کے پاس کونسی دلیل ہے۔ ان آیات سے مسیح کی وفات ثابت ہوتی ہے کیونکہ الرسل میں الف لام استغراق کا ہے، اور خلت کا معنی ہے مرگئے پس اس کا ترجمہ یہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ سے پہلے رسول فوت ہوچکے تھے۔

اسلامی مناظر: آپ میری تقریر کو نہیں سمجھے اور نہ ہی طرز استدلال پر غور کیا ہے میں نے بمقتضائے عربیت یہ بات ثابت کی ہے کہ جیسا کہ ما محمد الا رسول ......الایۃ کے نزول کے وقت حضور علیہ السلام کا زندہ ہونا ضروری ہے ایسا ہی ما المسیح ابن مریم ......الایۃ کے نازل ہونے کے وقت حضرت مسیح علیہ السلام کا زندہ ہونا ضروری ہے کیونکہ دونوں آیتوں میں صرف اسماء مختلف ہیں ''خلت'' کے معنی فوت ہوگئے کرنا اور الف لام کو استغراقی بنانا۔ مرزا صاحب کی تصریح کے برخلاف ہے مرزا صاحب نے ''جنگ مقدس'' میں اس کے معنی یوں کئے ہیں ''اس سے پہلے رسول بھی آتے رہے ہیں'' نیز مولوی نورالدین صاحب نے جو مرزائیوں میں علم وفضل کے لحاظ سے سب سے افضل تھے، انہوں نے عیسائیوں کے مقابلہ میں اس کا ترجمہ کیا ہے ''پہلے اس سے بہت رسول آچکے''۔ (فصل الخطاب)

اخبار بدر ۲۲ مئی ۱۹۱۳ء ص۱۴ پر مولوی نورالدین خلیفہ مرزا کا ارشاد ہے کہ لفظ جمع کا ہو تو اس سے مراد کلھم اجمعون نہیں ہوگا جب تک کہ تصریح نہ ہو، بلکہ مراد بعض سے ہوتی ہے۔

آٹھویں دلیل

اسلامی مناظر: ویکلم الناس فی المهد و کهلا (سورۃ آل عمران پارہ ۳ ع ۱۲) خداوند کریم فرماتا ہے! کہ مسیح لوگوں سے گہوارہ اور سن کہولت (بڑی عمر میں) کلام کریں گے۔ کلام مجید فصاحت و بلاغت سے مملو ہے اس میں کوئی بات ایسی درج نہیں جو بے معنی ہو کہولت میں کلام کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہمیشہ ہر شخص چھوٹی اور بڑی عمر میں کلام کیا کرتا ہے اس میں حضرت مسیح علیہ السلام کیلئے کوئی خاص فضیلت پائی نہیں جاتی۔ قرآن میں تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سن کہولت کا کلام بھی اسی طرح کا خارق عادت ہوگا جس طرح گہوارہ کا کلام تھا قالوا کیف نکلم من کان فی المهد صبیا یہود نے حضرت مسیح کی حالت شیر خوارگی میں کلام کرنا تسلیم نہیں کیا تھا اور حضرت مریم علیہا السلام سے کہا تھا کہ ہم گہوارہ میں شیر خوار بچے سے کیسے کلام کریں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گہوارہ سے جواب دیا تھا قال انی عبد الله......الایۃ جس طرح کلام مہد بطور اعجاز تھا اسی طرح آخری زمانہ میں آسمان سے نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام خرق عادت میں داخل ہوگا۔ جس طرح یہود نے مہد میں بچے کے کلام پر اظہار تعجب کیا تھا اسی طرح زمانہ حال کے متبعین یہود کہتے ہیں کہ مسیح اتنے سو سال کیسے زندہ رہ سکتا ہے اور اتنے سو سال کے بعد نازل ہو کر دنیا میں کیا کام کر سکتا ہے۔ بقول قائلین وفات مسیح ۳۳ سال میں واقعہ صلیبی پیش آیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا رفع سن کہولت سے پہلے ہوا۔ لہٰذا اس آیت سے حیات مسیح علیہ السلام ثابت ہے ورنہ مرزائی ان کے بڑھاپے کا کلام بھی دکھائیں۔

مرزائی مناظر: مجمع البحار میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سن کہولت گذار چکے ہیں۔ اس لئے آپ کا دعویٰ باطل ہے۔

اسلامی مناظر: آپ نے مجمع البحار کی عبارت پڑھنے میں خیانت کی ہے مجمع البحار میں ہے ﴿ویکلم الناس فی المهد﴾ آیة ﴿وکهلاً﴾ بالوحی والرسالة اواذا نزل من السماء فی صورة ابن ثلث و ثلثین (مجمع البحار ص ۲۳۶) اگر آپ کے نزدیک ۳۰ سال کی زندگی کہولت کی ہے تو آپ ان کا اعجازی کلام اس عمر میں ثابت کریں۔

نویں دلیل

اسلامی مناظر: وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ (پارہ ۶ ع ۱) ترجمہ: اور نہیں ہوگا کوئی اہل کتاب (یہود) میں سے مگر ایمان لے آئے گا اس (عیسیٰ) پر پہلے اس (عیسیٰ) کی موت کے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

''نباشد ہیچ کس از اہل کتاب الا البتہ ایمان آورد بعیسیٰ پیش از مردن عیسیٰ''۔

یہ آیت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر روشن دلیل ہے کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا جب اس وقت کے تمام اہل کتاب ان کی زندگی میں ان پر ایمان لائیں گے۔ چونکہ ابھی تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ تو نازل ہوئے ہیں اور نہ سب یہود آپ کی رسالت پر ایمان لائے ہیں۔ اس لئے آپ کی وفات بھی واقع نہیں ہوئی کیونکہ اس آیت میں صریح طور پر آپ کی موت سے پہلے ان امور کا واقع ہونا ضروری ہے۔ ''لیومنن'' میں نون تاکیدی ہے، اور نون تاکید مضارع کو استقبال کیساتھ خاص کر دیتا ہے، اور ضمیر بہ اور موتہ ہر دو کا مرجع عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں کیونکہ سیاق کلام اسی کو چاہتا ہے اگر موتہ کی ضمیر کا مرجع کتابی کا اقرار کر دیا جائے تو جو ایمان نزع کی حالت میں لایا جائے وہ شریعت میں معتبر نہیں ہوتا لہٰذا ہر دو ضمیروں کا مرجع عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہی ہو سکتے ہیں۔

---

(۱) مرزا صاحب کے خلیفہ اول مولوی نور الدین نے کتاب فصل الخطاب میں اس آیت کے یہی معنی کئے ہیں۔

مرزائی مناظر: بیضاوی میں قرأت قبل موتھم کا ذکر ہے، جس میں ثابت ہے کہ کتابی کی موت مراد ہے، نون تاکید سے ہمیشہ استقبال مراد لینا جائز نہیں۔ ﴿والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا﴾ کا آپ کیا ترجمہ کرینگے کیا خدا کے راستہ میں کوشش کرنے والے کسی آئندہ زمانے میں ہدایت یافتہ بنیں گے۔ نیز قیامت سے پہلے تمام لوگوں کا مسلمان ہو جانا عقلاً ونقلاً ممکن نہیں قرآن مجید میں ہے: ﴿واغرینابینھم العداوۃ والبغضاء الیٰ یوم القیامۃ﴾ اس سے ثابت ہے کہ قیامت تک یہود ونصاریٰ باہم دشمن رہیں گے، نیز ضمیر موته کا مرجع حضرت عیسیٰ کو قرار دینا صحیح نہیں۔

اسلامی مناظر: موتھم والی قرأت شاذہ ہے جو قرأۃ متواترہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس آیت کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے کہ ”جو بھی اہل کتاب ہیں اپنی موت سے پہلے ان کو پورا انکشاف ہو جاتا ہے اور تصدیق کرتے ہیں کہ واقعی حضرت مسیح علیہ السلام نبی برحق تھے اور وہ زندہ ہیں اور پھر اخیر زمانہ میں نازل ہو کر اسلام کی خدمت کرینگے اور کسی یہودی یا مجوسی کو نہیں چھوڑینگے“۔ (درمنثور) لہٰذا اس قرأت سے بھی مرزائیوں کا مدعا پورا نہیں ہوتا اور آیت والذین جاھدوا..... الایۃ میں الذین حرف موصولات سے ہے جو متضمن شرط ہے، اور جزا ہمیشہ متاخر ہوتی ہے۔ لہٰذا نون تاکید کا معنی اپنے محل پر واقع ہے۔ یہودی باہمی عداوت کا الی یوم القیمۃ سے مراد طویل زمانہ ہے ورنہ یہ آیت متعارض ہوگی ھو الذی ارسل رسوله بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کله. مرزا صاحب چشمۂ معرفت ص ۸۲ پر فرماتے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبۂ اسلام مسیح موعود کے وقت میں ہوگا۔

نیز ایمان اور عداوت باہمی میں منافات نہیں ہے۔ دونوں باہم جمع ہو سکتے ہیں۔ جیسے مرزائیوں کے دونوں گروہوں لاہوری وقادیانیوں میں باہمی عداوت موجود ہے، مگر مرزا پر

دونوں گروہ ایمان رکھتے ہیں، تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۱۲ پر ہے: وقال ابن جریر حد ثنی یعقوب حدثنا ابورجاء عن الحسن وان من اھل الکتاب الا لیومنن به قبل موته قال قبل موت عیسیٰ واللّٰه انه لحی الان عند اللّٰه ولکن اذ انزل امنوا به اجمعون۔ پس رئیس المفسرین حضرت حسن کا یہ فیصلہ قطعی ہے۔

دسویں دلیل

اسلامی مناظر: وانه لعلم للساعة فلا تمترن بھا (پارہ ۲۵ ع ۱۱) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی علامت ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیه اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں، ”ہر آئینہ عیسیٰ نشان ست قیامت راپس شبہ سکینہ در قیامت“ ابن کثیر نے اس کے معنی یہی کئے ہیں۔ لہٰذا اس آیت سے عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا ثابت ہے۔

مرزائی مناظر: (سلیم) اس آیت میں ضمیر کا مرجع قرآن ہے نہ کہ مسیح۔ حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ قرآن قیامت کی نشانی ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ جیسا جوانان بہشت کا سردار جو ترجمہ کرے اس کے مقابلہ کوئی ترجمہ مقبول نہیں ہو سکتا۔

اسلامی مناظر: (مولانا ابوالقاسم صاحب) آپ نے مجمع عام میں جھوٹ بولا ہے اور حاضرین کو سخت مغالطہ دیا ہے۔ حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہما کا قول آپ کبھی دکھا نہ سکیں گے آپ کے نزدیک جہاں حسن کا لفظ آئے، اس سے مراد اگر امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما ہی ہو سکتے ہیں تو سنو ابن کثیر میں حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حدثنا الحسن انه یعنی عیسیٰ حی الاٰن یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام اب تک زندہ ہیں، اب آپ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا فرمان تسلیم کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے۔

گیارہویں دلیل

ویعلمه الکتاب والحکمة والتوراة والانجیل (پارہ۳ ع۱۳) ترجمہ ''اور سکھائے گا (خدا) اس (عیسیٰ) کو کتاب اور حکمت تورات اور انجیل۔''

اس آیت میں خداوند کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الکتاب والحکمة اور التوراة والانجیل سکھانے کا وعدہ کیا ہے انجیل تو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، واتینه الانجیل۔ اسلئے انجیل کا صحیح مطلب ومفہوم سکھلانا ضروری تھا۔ تا ایسا نہ ہو کہ کسی آیت کے مفہوم ومطلب کے سمجھنے میں مسیح کو دقت ہو۔ تورات حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کی نازل شدہ تھی۔ وہ اس لئے سکھلانا ضروری ہوا کہ وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا اور نبی اسرائیل کے پاس کتاب تورات تھی۔ مگر وہ غلط معنی کرتے اور یحرفون الکلم عن مواضعه کے عادی تھے اور ناحق پر جھگڑا کرنے والے تھے۔ پس اگر اللہ تعالیٰ مسیح علیہ السلام کو تورات نہ سکھاتا تو یہودی آپ کی کوئی بات تسلیم نہ کرتے اور مسیح علیہ السلام ان سے بحث میں مغلوب ہو جاتے۔ تیسری چیز جس کا علم حضرت مسیح علیہ السلام کو دیا گیا وہ الکتاب والحکمة ہے قرآن مجید میں جہاں بھی یہ لفظ اکٹھا آیا ہے اس سے مراد قرآن اور بیان قرآن یعنی تفہیم قرآن مجید یا تفسیر قرآن وغیرہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ خداوند کریم حضرت مسیح علیہ السلام کو قرآن مجید اور اس کی تفسیر کی خود تعلیم دیگا۔ اور وہ اس میں کسی کے شاگرد نہ ہوں گے نیز حضرت مسیح کا نزول قرآن تک زندہ ہونا اس آیت سے ثابت ہوتا ہے ورنہ اگر نزول قرآن سے پہلے انہیں علم دیا گیا ہوتو ماننا پڑیگا کہ قرآن حضرت مسیح علیہ السلام پر نازل ہوا تھا اللہ تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن مجید سکھلانا اب اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے اور قرآن مجید پر عمل کرینگے۔

مرزائی مناظر: اذ اخذ الله میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمة سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء کو کتاب وحکمت عطا کی گئی لہٰذا اس سے قرآن مراد لینا جائز نہیں۔

۲..... فقد اتینا ابراهیم الکتاب والحکمة واٰتیناهم ملکاً عظیما سے ثابت ہے کہ ا ل ابرهیم کو الکتاب والحکمة دی گئی حالانکہ قرآن صرف مسلمانوں کے لئے ہے۔

۳..... کسی مفسر نے آپ کے معنی کی تائید نہیں کی جلالین میں الکتاب سے مراد الخط ہے۔

اسلامی مناظر: اذ اخذ الله میثاق النبیین..... الایة میں ''الکتاب والحکمة'' کا ذکر نہیں نیز من تبعیضہ ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر نبی کو کتاب وحکمت کا کچھ نہ کچھ علم دیا گیا ہے۔ فقد اتینا ال ابراهیم ... الایة میں آل ابراہیم سے مراد اہل اسلام ہیں، کیونکہ ماقبل ومابعد مسلمانوں کا ذکر ہے اور اہل کتاب کے حسد کرنے کا بیان ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ ایسے حاسدوں کو جلانے کے لئے ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے آل ابراہیم کو ''الکتاب والحکمة'' اور ملک عظیم عطا کیا ہے، حضور ﷺ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھے اس لئے خداوند کریم نے اہل کتاب کو جتلایا کہ محمد ﷺ بھی آل ابراہیم میں ہیں پھر اس لئے بھی آل ابراہیم کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعاء کی تھی کہ یارب مکے والوں میں ایسا رسول پیدا کر جو ان کو الکتاب والحکمة سکھلائے یہاں اللہ تعالیٰ نے ال ابراهیم کو الکتاب والحکمة دینے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہونے کا ذکر فرمایا ہے، اس سے اگلی آیت میں ہے، فمنهم من امن به ومنهم من صد عنه یعنی بعض اہل کتاب تو اس الکتاب والحکمة پر ایمان لے آئے ہیں اور بعض خود بھی ایمان نہیں لاتے اور دوسرے لوگوں کو بھی روکتے ہیں اگر الکتاب والحکمة سے صحائف

سابقہ مراد لئے جائیں تو اہل کتاب تو ان کو مانتے ہیں پھر ان میں روکنے کو کیا مطلب ہوسکتا ہے۔مرزائے قادیان کے خاص مرید مولوی محمد علی لاہوری نے اپنی تفسیر بیان القرآن حصہ اول ص ۵۱۹ پر اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے۔''یہاں آل ابراھیم کو یعنی مسلمانوں کو دو چیزیں دینے کا ذکر کیا، کتاب اور حکمت اور ملک عظیم''۔

تفاسیر کے صدہا حوالے پیش کئے جائیں آپ تسلیم نہیں کرتے۔کیا تفاسیر کو صحیح تسلیم کرتے ہو،اسی جلالین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا ذکر موجود ہے،افسوس کہ مطلب کی بات لیکر باقی تمام امور کا انکار کردیتے ہیں تمام تفاسیر میں مفسرین کرام کا حیٰوۃ مسیح علیہ السلام پر اتفاق ہے مگر آپ ان تفاسیر کو تسلیم نہیں کرتے،قرآن مجید میں ''الکتاب والحکمۃ'' سے قرآن و بیان قرآن مراد ہے۔

بارہویں دلیل

اسلامی مناظر: قال سبحانہ تعالیٰ. لن یستنکف المسیح ان یکون عبداللّٰہ (پارہ ۶ سورۃ نساء) ترجمہ: ''مسیح ہرگز خدا کا بندہ ہونے سے انکار نہیں کریگا''۔اس آیت میں ''یستنکف'' مضارع کا صیغہ ہے اس پر بموجب قواعد عربیت حرف لنؔ ہونے سے ان کے معنی مستقبل کے لئے خاص ہوچکے ہیں،یعنی زمانہ آئندہ میں ایک وقت ایسا آنے والا ہے جب مسیح اپنے عبد اور بندہ ہونیکا اظہار کریگا اس وقت دنیا میں مسیح کو معبود قرار دیا جاتا ہے اگر حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہوگئے تھے،تو قرآن میں اس کا ذکر بصیغہ ماضی ہونا چاہئے تھا مگر یہاں استقبال کے معنوں میں خاص ہے اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس آیت کے نزول کے وقت زندہ تھے اور احادیث کے بموجب آخری زمانہ میں نازل ہوکر خدا کی عبودیت کا اقرار کرینگے۔

نوٹ: یہ دلیل میعادی کے مناظرہ میں مولانا محمد شفیع صاحب سنکھتروی نے پیش کی تھی،مگر مرزائی مناظر نے آخری وقت تک اس کا کوئی جواب نہ دیا۔

تیرھویں دلیل

اسلامی مناظر: قال سبحانہ تعالیٰ: ﴿وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ﴾ (پارہ۳ سورۃ ال عمران) اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ مسیح علیہ السلام دنیا و آخرت میں ذی وجاہت ہیں اور خدا کے مقرب فرشتوں میں داخل ہیں۔فتح البیان اور تفسیر ابی السعود میں اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملکوتی زندگی یعنی آسمان پر زندہ موجود ہونا ثابت کیا گیا ہے آپ کی پہلی زندگی میں آپ کو سلطنت نہیں ملی اس لئے ماننا پڑیگا کہ آپ زندگی ہی میں بعد نزول صاحب سلطنت ہونگے۔قرآن مجید میں مقربین سے مراد فرشتے ہیں حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش چونکہ نفخ جبرائیل سے ہوئی تھی،اس لئے آپ کو ملائکہ سے نسبت حاصل ہے۔

چودھویں دلیل

اسلامی مناظر: قال سبحانہ تعالی ﴿وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيٓ اِسْرَآئِيلَ عَنكَ اِذْ جِئْتَهُم بِالْبَيِّنٰتِ﴾ (سورۃ مائدۃ پارہ ۷،ع ۵) ترجمہ:''اور جبکہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے باز رکھا جب تم ان کے پاس دلیلیں لے کر آئے تھے۔''

خداوند کریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے انعامات کا ذکر فرماتے ہوئے بنی اسرائیل کے شر سے ان کو محفوظ رکھنے کا بھی ذکر فرماتا ہے۔مرزائیوں کی تفسیر کے مطابق یہودیوں نے حضرت مسیح کو پکڑ کر ذلیل و رسوا کیا اور پھانسی پر لٹکا دیا حالانکہ اس جگہ خداوند

کریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہودیوں کے شر کرنے کا ذکر فرما رہا ہے مرزائیوں کے عقائد کے مطابق پھر یہودیوں کو روک کونسی ہوئی یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء اور یہودیوں کے شر سے محفوظ رہنے کی زبردست دلیل ہے۔

نوٹ: یہ دلیل بھی بمقام ممبو پیش کی گئی تھی مگر مرزائی مناظر اس کا کوئی جواب نہ دے سکا۔

پندرھویں دلیل

اسلامی مناظر: قال سبحانہ وتعالیٰ ﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ٥﴾ (پارہ۳ سورہ آل عمران) ترجمہ: ''تدبیر کی انہوں نے اور تدبیر کی اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔''

اس آیت میں خداوند کریم نے یہود کی تدبیر (توہین، صلیب وقتل مسیح) کے مقابلہ میں فرمایا کہ ہم نے بھی تدبیر کی۔ قواعد عربیہ میں یہ بات مسلم ہو چکی ہے کہ جملہ خبریہ فعلیہ یا اسمیہ بحکم نکرہ ہوتا ہے اور اسی وجہ سے جملہ نکرہ کی صفت میں واقع ہوتا ہے ورنہ اگر معرفہ کے حکم میں ہوتا تو نکرہ کی صفت واقع ہونا ممکن نہ تھا نیز باجماع اہل عربیہ جملہ خبریہ حال واقع ہوسکتا ہے۔ جس کیلئے نکرہ ہونا شرط ہے لہٰذا جملہ مکروا و جملہ مکر اللّٰہ کا بحکم نکرہ ہونا ثابت ہوا، اور قواعد عربیہ میں بھی ثابت ہو چکا ہے کہ جب نکرہ کا نکرہ اعادہ کیا جائے تو ثانیہ کے غیر اولیٰ مراد ہوتا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی تدبیر ان کی تدبیر کے بالکل مغائر تھی اور مغائرت جب ہی ہوسکتی ہے کہ جب تدبیر الٰہی سے رفع جسمانی مراد ہو۔ ورنہ تدبیر الٰہی بقول مرزائیاں بمعنی رفع روحانی یا رفع عزت تدبیر قتل اور صلیب کے بالکل منافی نہیں۔ نیز مکر کے معنی تدبیر خفی کے ہیں اور ظاہر ہے کہ قتل اور صلیب یا بقول مرزائیاں صلیب سے اتار لینا کوئی خفی تدبیر نہیں۔ مخفی تدبیر سوائے رفع جسمانی کے کچھ نہیں ہوسکتی، نیز حق تعالیٰ

نے اپنی صفت اس مقام پر ''خیر الماکرین'' ذکر فرمائی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے حق تعالیٰ کی تدبیر سب سے بہتر تھی۔ اور صلیب سے اتار لینا یہ کوئی عمدہ تدبیر نہیں اس کو تو یہود بھی کر سکتے تھے حق تعالیٰ کا ''خیرا لماکرین'' کی صفت کو مقام حمد میں ذکر فرمایا ہے اس طرف مشیر ہے کہ یہ ایک نرالی تدبیر ہے اور ظاہر ہے کہ رفع جسمانی سے زائد اور کوئی نرالی تدبیر نہیں ہوسکتی۔ اگر مرزائیوں، یہودیوں یا عیسائیوں کی طرح مانا جائے تو خدا کی حکمت عملی کا ثبوت نہیں ملتا۔

نوٹ: ممبو (برما) میں یہ دلیل پیش کی گئی تھی مرزائی مناظر مبہوت ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

سولھویں دلیل

اسلامی مناظر: مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا (پارہ۵ ع۱۴) ترجمہ: جوکوئی رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کریگا بعد اس کے کہ اس پر ہدایت ظاہر ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا رستے کی پیروی کریگا ہم اُسے اُسی طرف پھیرے رکھیں گے۔ جس طرف وہ پھرا اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت بری بازگشت ہے۔ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے طریقہ کی مخالفت کرنے والے گروہ کی ایک علامت یہ بیان کی گئی ہے، وہ سبیل المومنین کے سوا کسی اور راستہ پر چلے گا ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم میں بتایا گیا ہے، مرزا صاحب کو تسلیم ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے لے کر تیرہ سو سال تک کسی شخص نے بھی امت محمدیہ ﷺ میں سے وفات مسیح کا اقرار نہیں کیا، تمام امت محمدیہ ﷺ کا حیات مسیح پر اجماع رہا ہے، جیسا کہ سترھویں دلیل کے ضمن میں ان کی کتب کے حوالوں سے ثابت کیا گیا

ہے۔پس حیات مسیح کے خلاف عقیدہ رکھنے والے اس آیت کے مطابق گمراہ اور جہنمی ہیں۔

مرزائی مناظر: ابن حزم اور امام مالک وفات مسیح کے قائل تھے، حیات مسیح علیہ السلام پر اجماع امت کبھی نہیں ہوا، یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔

اسلامی مناظر: آپ کا کوئی حق نہیں کہ اس مسئلہ پر اجماع امت سے انکار کریں، مرزا صاحب اپنی کتاب التبلیغ ص ۵۵۲ پر اس کو تسلیم کر چکے ہیں، اس لئے مرزا صاحب کے قول کے مقابلہ میں آپ کا قول معتبر نہیں ہوسکتا، نیز ابن حزم حیات مسیح کے قائل تھے، ابن حزم اپنی کتاب کتاب الفصل جلد ۴ ص ۱۸۰ میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کا اقرار کرتے ہیں نیز حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور تمام مالکی حیات مسیح کے قائل ہیں، حضرت امام مالک کی طرف کوئی قول اگر وفات مسیح کا منقول ہو، تو اس کی سند پیش کرو، ورنہ ایسی بے دلیل باتوں سے آپ کا مدعا ثابت نہیں ہوسکتا۔

سترھویں دلیل

اسلامی مناظر: مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حسب ذیل بیانات قابل غور ہیں:

۱..... قریباً تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے، کہ احادیث کی رو سے ضرور ایک شخص آنے والا ہے، جس کا نام عیسیٰ ابن مریم ہوگا، جس قدر طریق متفرقہ کے رو سے احادیث نبویہ اس بارے میں مدون ہوچکی ہیں، ان سب کو یکجا نظر کے ساتھ دیکھنے سے اس تواتر کی قوت اور طاقت ثابت ہوتی ہے۔ (شہادۃ القرآن ص ۲)

۲..... مسلمانوں اور عیسائیوں کا کسی قدر اختلاف کے ساتھ یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اسی عنصری وجود سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ (توضیح مرام ص ۲)

۳..... بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کیساتھ

آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے، وہ دو نبی ہیں، ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے، دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں، ان دونوں نبیوں کی نسبت عہد قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کررہے ہیں، کہ وہ دونوں آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور پھر کسی زمانہ میں زمین پر اتریں گے۔ اور تم ان کو آسمان سے آتے دیکھو گے، ان ہی کتابوں سے کسی قدر ملتے جلتے الفاظ احادیث نبویہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ (توضیح مرام ص ۳)

۴..... تبلیغ ص ۵۵۲، ص ۵۵۳ پر لکھتے ہیں کہ مجھے الہام کیا گیا کہ: ان لنزول فی اصل مفهومه حق ولکن ما فهم المسلمون مراده لان الله اراد اخفائه فغلب قضائه ومکره وابتلائه علی الافهام فصرف وجوههم عن الحقیقة الروحانیة الی الخیالات الجسمانیة وکانوا بها قانعین وبقی هذا الخبر مکتوبا مستورا عندهم کالحب فی السنبلة قرنا بعد قرن حتی جاء زماننا فکشف الله حقیقة علینا فاخبرنی ربی ان النزول روحانی لاجسمانی۔

ترجمہ: نزول اپنے اصل مفہوم میں حق ہے لیکن مسلمانوں نے اس کی مراد کو نہیں سمجھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اخفا کا ارادہ کیا پس اس کی تدبیر ابتلا وقضا فہموں پر غالب رہی اس نے انکے دلوں کو حقیقت روحانی سے خیالات جسمانی کی طرف پھیر دیا اور وہ اسی پر قانع رہی اور یہ خبر لکھی ہوئی ان کے پاس خوشہ کے اندر دانہ کی طرح مخفی رہی، کئی زمانوں تک حتی کہ ہمارا زمانہ آیا پس اللہ نے ہم پر حقیقت کھولدی اور مجھے میرے رب نے خبر دی کہ نزول روحانی ہے جسمانی نہیں۔

۵..... هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشینگوئی ہے، اور جس غلبہ

کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے، وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئیگا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے، تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائیگا۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۴۹۸)

۶...... وہ زمانہ بھی آنے والا ہے، کہ جب خدا تعالیٰ مجرمین کے لئے شدت اور غضب اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائیگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا میں اُتریںگے۔

(براہین احمد حصہ چہارم ص ۵۰۵)

۷...... پھر میں قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بےخبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد ومد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جمارہا، جب بارہ برس گذر گئے تب وہ وقت آگیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے، تب تواتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے، کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔ (اعجاز احمدی ص ۷)

مندرجہ بالا عبارتوں پر غور کرنے سے حسب ذیل نتائج واضح ہوتے ہیں:

(الف) نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے لیکر مرزا کے زمانے تک تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ یہ رہا، کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، اور ان کا یہ عقیدہ انہی احادیث کی بنا پر تھا جنہیں تواتر کا درجہ حاصل تھا، بائبل اور اخبار سے بھی اس عقیدہ کی تائید ہوتی ہے۔ (ملاحظہ ہو ۳،۲،۱)

(ب) حیاتِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ خداوند کریم نے مسلمانوں کے دلوں میں مستحکم کیا، کیونکہ اس کا ارادہ اخفاء کا تھا، اس کی قضا میں تدبیر غالب رہی، اس نے ان کے دلوں کو حقیقت روحانی کی طرف سے پھیر کر رفع جسمانی کی طرف کردیا، اور مرزا صاحب کے زمانہ تک یہ حقیقت خوشہ کے اندر مخفی رہی۔ پھر مرزا صاحب کو الہام کے ذریعہ وفات مسیح کی

حقیقت سے مطلع کیا گیا۔ (ملاحظہ ہو ۴)

(ج) مرزا صاحب بھی ملہم ہونے کے بعد بارہ سال تک یعنی (۵۲) باون سال کی عمر تک مسلمانوں کے عقیدہ کے پابند رہے بلکہ قرآن مجید کی آیات سے بھی سمجھے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، اور مرزا صاحب تو حیات مسیح علیہ السلام کا استدلال قرآن سے دنیا کے سامنے پیش کرتے رہے، پھر (۵۲) باون سال کی عمر میں ان کو تواتر سے الہام ہوا جسکی بنا پر انہوں نے عقیدہ تبدیل کرلیا۔ (ملاحظہ ہو ۵،۶،۷)

لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن وحدیث، آثار صحابہ، اقوال سلف صالحین، اجماع امت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت ہوتی ہے اسی لئے تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ رہا، اور مرزا صاحب بھی قرآن وحدیث وآثار صحابہ، اقوال سلف صالحین اور اجماع امت کے ماتحت اسی عقیدہ کے پابند رہے، عالم قرآن ہوکر بھی انہیں قرآن سے بھی یہی عقیدہ صحیح معلوم ہوا، لہٰذا مرزائیوں کا کوئی حق نہیں کہ وفات مسیح علیہ السلام پر کوئی آیت، کوئی حدیث یا کوئی قول پیش کریں، مرزا صاحب کو اقرار ہے کہ انہوں نے یہ عقیدہ صرف اپنے الہام کی بنا پر تبدیل کیا ہے اس کے سوا تبدیلی عقیدہ کسی اور چیز پر مبنی نہیں ہے، اور مرزا صاحب کا الہام ان کے مریدوں کے لئے حجت ہوسکتا ہے، مگر مسلمانوں کے لئے ان کا الہام حجت نہیں، جو آیات مرزائی پیش کیا کرتے ہیں یہ پہلے بھی موجود تھیں اگر ان کا تعلق کسی قسم کے وفات مسیح علیہ السلام سے ہوتا تو مرزا صاحب الرحمن علّم القران کا الہام پاکر قرآن مجید کی آیت کو حیات مسیح علیہ السلام کے لئے بطور دلیل پیش نہ کرتے۔

مرزائی مناظر: آپ کے لئے مرزا صاحب کی عبارتوں کا پیش کرنا مفید نہیں ہوسکتا مرزا

۱؎ مولوی نورالدین قادیانی بھی جب قرآن اور حدیث پر عامل تھے۔ ان کا عقیدہ حیوٰۃ مسیح علیہ السلام کا تھا۔ (ملاحظہ ہو فصل الخطاب حصہ دوم ۳۲)

صاحب لکھتے ہیں کہ پہلے میں مسلمانوں کے رسمی عقیدہ کا پابند تھا، آپ کا یہ عقیدہ الہام سے پہلے تھا الہام کے بعد وہ عقیدہ منسوخ ہوگیا، نبی کریم ﷺ پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، لیکن جب وحی آگئی تو بیت اللہ کی طرف پڑھنے لگے، اسی طرح مرزا صاحب بھی الہام کے پابند تھے، مرزا صاحب الہام کے بعد بھی جو بارہ برس تک حیات مسیح کو مانتے رہے یہ سمجھ کی غلطی تھی اور ملہم الہام کے سمجھنے میں غلطی کرسکتا ہے، براہین احمدیہ دعویٰ نبوت سے پہلے کی ہے، اس کے بعد مرزا صاحب کو الہام ہوا۔

اسلامی مناظر: آپ نے تسلیم کرلیا ہے، کہ قرآن، حدیث آثار صحابہ، اقوال سلف صالحین اور اجماع امت کی موجودگی میں مرزا صاحب حیات مسیح علیہ السلام کے قائل رہے اور ان کے ذریعہ انہیں وفات مسیح کا علم نہ ہوسکا۔ پس میرا مقصد یہی ہے۔ شکر ہے کہ آپ نے تسلیم کرلیا کہ مرزا صاحب کے عقیدہ کی تبدیلی قرآن یا حدیث کی بنا پر نہیں، بلکہ الہام کی بنا پر ہوئی پس مابہ النزاع امر صرف یہی رہا، کہ مرزا صاحب دعوی الہام میں سچے تھے، یا کاذب؟ نبی کریم ﷺ کامل و مکمل شریعت لے کر آئے تھے، آپ نے سابقہ شرائع کو منسوخ کردیا، سابقہ شریعتوں میں نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی جاتی تھی، فول وجھک شطر المسجد الحرام کی آیت نازل ہونے سے سابقہ احکام منسوخ ہوگئے آپ نے یہ مثال دیکر ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب ناسخ شریعت محمدیہ ﷺ تھے، جو امر شریعت محمدیہ ﷺ سے ثابت تھا، وہ ان کے الہام سے بدل گیا، دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا نسخ عقائد و اخبار میں بھی ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام پہلے زندہ تھے، اور مرزا صاحب پر الہام کے وقت فوت ہوگئے تھے، تیسرا امر یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وہ نمازیں جن میں بیت المقدس کو قبلہ بنایا گیا تھا، درست تھیں، اسی طرح آپ کو ماننا پڑیگا، کہ مرزا صاحب کا عقیدہ الہام سے پہلے

مسیح تھا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود تھے، اس کے بعد اگر ان کی وفات ہوئی تو اس کا بار ثبوت آپ کے ذمہ ہے، بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا عملیات میں سے ہے، عقائد میں سے نہیں، ان میں تبدیلی ہوسکتی ہے، نیز مرزا صاحب کے نزدیک حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ مشرکانہ ہے۔ (دافع البلاء ص۱۵) مگر بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شرک نہ تھا، لہٰذا یہ مثال بالکل بے محل ہے، براہین احمدیہ کی تصنیف کے وقت بقول خود مرزا قادیانی خدا کے نزدیک رسول اللہ تھے۔ (ایام الصلح اردو ص۷۵)

مرزا صاحب کا اپنا قول ہے کہ وہ انبیاء کی اپنی ہستی کچھ نہیں ہوتی، بلکہ وہ اس طرح بالکل خدا کے تصرف ہوتے ہیں جیسا کہ ایک کل انسان کے تصرف میں ہوتی ہے...... انبیاء نہیں بولتے جب تک خدا ان کو نہ بولائے، اور کوئی کام نہیں کرتے جب تک خدا ان سے نہ کرائے...... ان سے وہ طاقت سلب کی جاتی ہے۔ جس سے خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی انسان کرتا ہے، وہ خدا کے ہاتھ میں ایسے ہوتے جیسے مردہ۔ (ریویو جلد ۱، ص۷۵)

اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب نے جو کچھ براہین احمدیہ میں لکھا تھا، وہ خدا کی مرضی کے مطابق تھا، اس میں اجتہادی غلطی کا اثر نہیں ہوسکتا نیز براہین احمدیہ کی تصنیف سے پہلے مرزا صاحب کو الہام ہوا تھا، ''الرحمن علم القران'' یعنی خدا نے تمام علوم قرآن کا علم انہیں عطا کیا تھا، وہ بقول خود مؤلف نے ملہم و مامور ہوکر بغرض اصلاح تالیف کی۔

(اشتہار براہین احمدیہ ملحقہ آئینہ کمالات)

پھر یہ کتاب بقول مرزا صاحب آنحضرت ﷺ کے دربار میں پیش ہوکر منظور ہوئی، اور اس کا نام عالم رؤیا میں قطبی رکھا گیا اس مناسبت سے کہ یہ کتاب قطب ستارے کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے (انتہی ملخصا) (حاشیہ براہین احمدیہ ص۲۴۸، ۲۴۹) نیز بقول مرزا صاحب

علی رضی اللہ عنہ نے انہیں کتاب تفسیر دی تھی۔

پس مرزا صاحب نے بقول مرزائیاں خدا سے علم قرآن سیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کتاب تفسیر لے کر ملہم، ماموراور رسول اللہ ہو کر، براہین احمدیہ کو تالیف کیا، اور بعد تالیف یہ کتاب حضرت محمد ﷺ کے دربار میں پیش ہو کر منظور ہو چکی، اس کا نام قطبی رکھا گیا، کیونکہ اس میں مندرجہ مسائل ایسے تھے جو قطبی ستارے کی طرف غیر متزلزل اور مستحکم تھے، پس تعجب ہے کہ حیٰوۃ مسیح علیہ السلام جیسا مشرکانہ عقیدہ اس میں کیسے باقی رہا، اور اس مشرکانہ عقیدہ کی تائید میں قرآن مجید سے آیات بھی نقل ہوئیں اور وہ آیات (جواب مرزائی وفات مسیح پر پیش کرتے ہیں) مرزا صاحب کی نگاہ سے غائب رہیں۔

مرزائیوں کے دو راستے ہیں، یا تو تسلیم کرلیں کہ مرزائی صاحب اپنے دعاوی الہام، علم قرآن وغیرہ میں کاذب تھے، یا حیٰوۃ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ قرآن مجید کی رو سے صحیح تسلیم کرلیں، کیونکہ اس عقیدہ پر قرآن، اور آنحضرت ﷺ کی تصدیق حاصل ہو چکی ہے، اور وہ اسماء اسی کتاب میں درج ہیں، جو بموجب الہام قطبی ستارے کی طرح ہیں۔

مرزا صاحب بارہ سال تک بقول خود مشرک رہے، حالانکہ لکھتے ہیں۔ ”یہ کیونکر ہوسکتا ہے، کہ جبکہ ان انبیاء کے آنے کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو خدا کے احکام پر چلاویں، تو گویا خدا کے احکام کو عملدر آمد میں لانے والے ہوتے ہیں، اس لئے اگر وہ خود ہی خلاف ورزی کریں تو وہ عملدر آمد کرنے والے نہ رہے، یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ نبی نہ رہے، وہ خدا تعالیٰ کے مظہر اور اس کے افعال اقوال کے مظہر ہوتے ہیں، پس خدا تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کی طرف منسوب نہیں ہوسکتے۔“ (ریویو جلد اول ص ۱۷)

آپ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب رسمی عقیدہ کے طور پر حیات مسیح علیہ السلام کے قائل

رہے، یہ بھی دو وجہ سے باطل ہے۔

اول: اس لئے کہ مرزا صاحب نے براہین میں اپنا یہ عقیدہ ایک الہام کے ضمن میں بیان کیا ہے، اور اس الہام کا مفاد یہ بتایا ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سیاسی حیثیت سے ان منکروں کی سرکوبی کے لئے دوبارہ تشریف لائیں گے۔

دوم: اس لئے کہ مرزا صاحب نے رسمی عقیدے کے طور پر لکھدیا، تو جب یہ کتاب بقول مرزا صاحب آنحضرت کے دربار میں قبولیت حاصل کررہی تھی، کیا اس وقت یہ تمام بیانات جن میں حضرت مسیح کی حیات اور رفع آسمانی اور نزول ثانی مرقوم تھے، ان کا اخراج عمل میں آیا تھا اور ان بیانات کی موجودگی میں یہ کتاب آنحضرت ﷺ سے تصدیق حاصل کر چکی ہے۔

اٹھارویں دلیل

مرزائی مناظر: قال سبحانہ وتعالیٰ: ﴿وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِ﴾ (پارہ۱۴ رکوع۱۴) ترجمہ: اور ہم نے اُتاری آپ پر کتاب اسی واسطے کہ کھول کر سنادیں اُن کو کہ جس میں جھگڑ رہے ہیں۔

﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ﴾ (پارہ۱۴ ع۱۴) ترجمہ: اتارا ہم نے آپکی طرف قرآن تاکہ آپ بیان کردیں لوگوں کو جو کچھ نازل کیا گیا ان کی طرف۔

خداوند تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو دنیا میں اس لئے بھیجا، تاکہ ہر گمراہی و بدعت کا قلع قمع فرمادیں، قرآن مجید کی آیات کے مطالب واضح کرکے سمجھائیں، اس لئے ناممکن تھا نبی کریم ﷺ کوئی ایسی بات فرماتے جس سے کسی قسم کی غلط فہمی یا گمراہی پر چلنے کا خطرہ ہوسکتا، نبی کریم ﷺ کو قرآن مجید میں مومنین کے لئے ﴿حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ﴾ اور ﴿رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ فرمایا گیا ہے۔ حضور ﷺ اپنی امت پر رفیق وشفیق تھے، اور ﴿عَلَّمَکَ مَالَمْ

تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾ کی آیت حضور علیہ السلام کے وسعت علم پر دال ہے۔ نبی کریم ﷺ نے صدہا احادیث میں فرمایا کہ مسیح ابن مریم نازل ہوگا۔ احادیث میں مسیح ابن مریم، عیسیٰ ابن مریم یا ابن مریم تین الفاظ موجود ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ ایک دفعہ بھی غلام احمد ابن چراغ بی بی نہیں فرمایا، اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے تھے، تو کیا وجہ ہے کہ کسی ضعیف سے ضعیف حدیث بلکہ کسی موضوع حدیث میں بھی کسی صحابی کا یہ سوال ''کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں؟ نزول مسیح سے کیا مراد ہے'' منقول نہیں ہے۔ صحابہ کرام جو دین کے معاملہ میں بہت محتاط تھے، کیا وجہ ہے، کہ تمام عمر سنتے رہے، کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام آخری زمانہ میں نازل ہونگے، اور کسی موقعہ پر انہیں اسکی حقیقت معلوم کرنے کا اشتیاق پیدا نہ ہوا، اس سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ اور تمام صحابہ کرام کا عقیدہ یہی تھا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، اور وہی آخری زمانہ میں تشریف لائیں گے، دین ایک معمہ نہیں ہے، نبی کریم ﷺ نے امت کے سامنے معمے پیش نہیں کئے، بلکہ کھول کھول کر تمام مسائل بیان فرمائے ہیں۔

نوٹ: کسی مرزائی مناظر نے اس سوال کا جواب نہیں دیا۔

انیسویں دلیل

اسلامی مناظر: علم معانی کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ ''لا استعارة فی الاعلام'' اعلام میں استعارہ نہیں ہوتا۔ لفظ مسیح علم (Proper noun) ہے۔ بموجب علم معانی اس سے استعارہ مراد لینا کسی طرح جائز نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے احادیث میں مسیح ابن مریم عیسیٰ ابن مریم یا ابن مریم کے آنے کی خبر دی ہے۔ لہٰذا مسیح ابن مریم سے کسی دوسرے شخص کو مراد لینا جائز نہیں۔ غلام احمد ابن چراغ بی بی مراد نہیں ہوسکتا۔ مختصر المعانی میں ہے: لاتکون

الاستعارة علما من انها تقتضی ادخال المشبه فی جنس المشبه به الا اذا تضمن العلم نوع وصفية. اس کے حاشیہ دسوقی میں ہے: المتضمن نوع وصفية هو ان يكون مدلوله مشهورا بوصف بحيث متى اطلق ذلك العلم فهم منه ذلك الوصف فلما كان العلم المذكور بهذه الحالة جعل كانه موضوع لذات المستلزمة.

بیسویں دلیل

عن الحسن قال قال رسول الله ﷺ لليهود ان عيسى لم يمت وانه راجع اليكم قبل يوم القيمة (ابن کثیر ص۲۳۰، ج۲ و ابن جریر)

روایت ہے حضرت حسن سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں سے کہ تحقیق عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے ہیں، اور وہ ضرور قیامت سے پہلے تمہاری طرف آنے والے ہیں،

مناظر مرزائی: یہ حدیث نہیں، مرسل ہے۔

اسلامی مناظر: ابن کثیر اور ابن جریر جیسے جلیل القدر مفسرین نے اسکو نقل کیا ہے اور اس پر جرح نہیں کی۔ تہذیب التہذیب میں ہے کہ مرسلات حسن سب صحیح ہیں۔

اکیسویں دلیل

اسلامی مناظر: عن الربيع قال النبى ﷺ ألستم تعلمون ان ربنا حى لايموت وان عيسى ياتى عليه الفناء (ابن جریر و ابن ابی حاتم) ترجمہ: حضرت ربیع سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے (نجران کے) عیسائیوں سے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب زندہ ہے، وہ مریگا نہیں، اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئیگی۔

نجران کے عیسائی حضور ﷺ سے مدینہ پاک میں مناظرہ کو آئے تھے، تو حضور

نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدائی کی تردید میں بیان فرمایا تھا کہ خدا تو زندہ ہے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فنا آئیگی، تو پھر کیسے خدا ہوئے؟ مطلب یہ ہے کہ آپ ابھی زندہ ہیں اور پھر مرینگے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے ہوتے تو نبی کریم ﷺ الوہیت مسیح کے ابطال کے لئے مرجانے کا ذکر فرماتے، اس سے ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام اس وقت زندہ تھے، اور مُردوں میں داخل نہ تھے۔

مرزائی مناظر: یہ حدیث مرسل ہے، اور قابل حجت نہیں۔

اسلامی مناظر: اس حدیث کا قابل استناد یا قابل حجت نہ ہونا کسی دلیل سے ثابت کرو، ورنہ صرف آپ کے کہنے سے ایسی حدیث جس کو مفسرین نے صدہا احادیث میں سند صحیح کیساتھ درج کیا ہے، وہ مجروح نہیں ہوسکتی۔

بائیسویں دلیل

اسلامی مناظر: قال سبحانہ وتعالیٰ: ﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ (سورۃ آل عمران) ترجمہ: جس وقت کہا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ میں تجھ کو بھر لونگا، اور اٹھا لونگا، اپنی طرف پاک کرونگا کافروں سے اور جنہوں نے تیری پیروی کی انہیں ان پر جنہوں نے انکار کیا فوقیت دینے والا ہوں قیامت کے دن تک۔

یہ آیت اس بات پر زبردست اور محکم دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں کیونکہ آیت میں لفظ عیسیٰ سے مراد نہ فقط جسم ہے اور نہ ہی فقط روح۔ بلکہ جسم مع الروح یعنی زندہ عیسیٰ علیہ السلام۔ ہر چہار ضمیروں کے خطاب کے مخاطب وہی ایک عیسیٰ زندہ بعینہ ہے، کیونکہ ضمیر خطاب معرفہ ہے اور بوجہ

تقدیم عطف وتاخیر ربط اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ چاروں واقعات:

۱.....''توفی''۔

۲.....''رفع''۔

۳.....تطہیر۔

۴.....غلبہ تابعین۔

قیامت سے پہلے پہلے بعینہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ کے ساتھ ہوجائیں گے، اور صیغہ اسم فاعل آئندہ زمانہ کیلئے بکثرت استعمال ہوتا ہے جیسے قرآن میں ہے: وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۵ا (سورۃ کہف) یعنی ہم یقیناً اسے جو اس (زمین) پر ہے ہموار میدان سبزہ سے خالی بنانے والے ہیں۔ اور مرزا صاحب کو بھی اس آیت ﴿يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ﴾ کا الہام ہوا تھا۔ (براہین احمدیہ ص ۵۱۹) حالانکہ مرزا صاحب اس الہام کے بعد بھی زندہ رہے اور مرزا صاحب براہین احمدیہ ص ۵۱۹ کے حاشیہ پر اس کا ترجمہ لکھتے ہیں، اے عیسیٰ میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا۔ اور دوسری جگہ اسی براہین میں اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں اے موسیٰ میں تجھ کو کامل اجر بخشوں گا۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے، کہ توفی کی تین نوعیں ہیں۔ ایک موت، دوسری نوم، تیسری اصعا دالی السماء یعنی آسمان پر اُٹھانا۔ اس جگہ پر آسمان پر اٹھانا مراد ہے۔

توفی کے حقیقی معنی ایک چیز کو پورا پورا لینا، اخذ الشیء وافیا، استیفاء شیء یا اتمام شیء ہے۔ جس جگہ بھی موت کے معنی لئے گئے ہیں وہ بطور کنایہ کے ہیں۔ قرآن میں جس جگہ بھی ''توفی'' کا لفظ موت کے معنوں میں آیا ہے، وہاں قرینہ موجود

ہے۔ توفی ایک جنس ہے۔ لہٰذا اس کے تعین اورازالۂ الہام کے لئے کسی قرینہ کی حاجت ہوگی (سلم العلوم) اور پہلی دلیل کے ضمن میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی ہوا، اس جگہ خداوند کریم نے رفع مع توفی ذکر فرمایا ہے۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر ص ۶۸۵ جلد دوم پر فرماتے ہیں:

ان التوفی اخذ الشیٔ وافیا ولما علم اللّٰہ تعالیٰ ان الناس من یخطیٔ بباله ان الذی رفعه اللّٰه تعالیٰ هو روحه ولاجسده وذکر هذا الکلام لیدل علیه السلام رفع الی السماء بتمامه وبروحه وبجسده۔ یعنی توفی کے معنی کسی شے کو بجمیع اجزائه لے لینے کے ہیں۔ چونکہ حق تعالیٰ کو معلوم ہے کہ بعض لوگوں (جیسے مرزائیوں) کو یہ وسوسہ پیش آئیگا کہ حق تعالیٰ نے صرف روح کو اٹھایا اور بدن کو نہیں، اس لئے ﴿مُتَوَفِّیْکَ﴾ فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ بروحہ بجسدہ آسمان پر اُٹھائے گئے۔

آگے چل کر امام ممدوح اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ شبہ کیا جائے تو جب توفی اور رفع جسمانی کا ایک ہی مصداق ہے، اور دونوں شے واحد ہیں، تو ﴿رَافِعُکَ﴾ ذکر کرنا تکرار ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ ''توفی'' ایک جنس کا مرتبہ ہے، تاوقتیکہ اس کے ساتھ کوئی قید منضم نہ کی جائے، اس وقت تک اس کی مراد نہیں معلوم ہوسکتی۔ اس لئے غور کیا گیا کہ وہ کونسی قید ہے کہ جو اس جنس کے ساتھ منضم ہوسکتی ہے، معلوم ہوا کہ قبض روح مع الارسال اور قبض روح مع الامساک اور اصعاد الی السماء۔ اول کا نام نوم ہے اور ثانی کا نام موت ہے اور ثالث کا نام رفع جسمانی ہے۔ چونکہ تینوں نوع اسی ایک جنس توفی کے تحت درج تھیں اس لئے ایک نوع متعین کرنے کے لئے لفظ ﴿رَافِعُکَ﴾ آیت قرآنی میں اضافہ کیا گیا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ توفی کی کونسی نوع مراد ہے۔ اگر

توفی سے مراد نوم لی جائے تو اس کے معنی یہ ہوسکتے ہیں کہ اے عیسیٰ ہم تمہیں سلادیں گے اور آسمان کی طرف اٹھالیں گے۔

جیسا کہ تفسیر معالم التنزیل اور درمنثور میں ہے کہ بوقت رفع حضرت عیسیٰ علیہ السلام حالت نیند میں تھے۔ علامہ زمخشری نے اساس البلاغۃ جلد دوم ص ۳۰۴ مطبوعہ مصر اور تاج العروس شرح قاموس جلد ۱۰ ص ۳۹۴ پر ہے کہ توفی سے مراد موت لینا معنی مجازی ہے: ومن المجاز ادرکته الوفاة اور معنی مجازی مراد لینا وہاں جائز ہے جہاں حقیقت متعذر ہو۔ مجازی طرف جب ہی رجوع کیا جاتا ہے کہ جب معنی حقیقی کا ارادہ ناجائز اور ممتنع ہو جائے، ورنہ جب تک حقیقت پر عمل ممکن ہوگا، اس وقت تک مجاز کی طرف ہرگز رجوع نہیں کیا جائیگا۔ (سلم العلوم)

شرح عقائد نسفی میں ہے: النصوص تحمل علی ظواهرها وصرف النصوص عن ظواهرها الحاد. ظاہر نص سے بلاکسی دلیل قطعی کے عدول کرنا ناجائز اور حرام ہے، بلکہ الحاد اور زندقہ ہے، لہٰذا اس آیت میں توفی کے حقیقی معنی لئے جائیں گے اور موت کے معنی میں اس جگہ یہ لفظ استعمال نہیں ہوسکتا۔

پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ خداوند کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسدہ عنصری زندہ آسمان پر اٹھالیا، اور قرآن میں رفع اور التوفی سے ان کے رفع جسمانی کو ظاہر فرمایا۔

مرزائی مناظر: ۱..... مرزا صاحب نے براہین میں ﴿مُتَوَفِّیْکَ﴾ کے جو معنی کئے ہیں، وہ مامور و مرسل ہونے اور وفات مسیح علیہ السلام کے الہام سے پہلے کے ہیں، لہٰذا آپ انہیں ہمارے سامنے پیش نہیں کر سکتے۔

۲.....مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں اعلان کیا تھا، کہ اللہ فاعل ہو اور مفعول ذی روح ہو باب تفعل ہو، اور وہاں نوم کا قرینہ موجود نہ ہو، تو جو شخص لفظ ''توفی'' سے موت کے سوا کوئی اور معنی قرآن یا لغت عربیہ سے ثابت کردیگا، اس کو ایک ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائے گا، اس چیلنج کو کئی سال گزر چکے ہیں، آج تک کسی کو یہ انعام حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا، آپ میں بھی ہمت ہے تو یہ انعام حاصل کریں۔

۳..... رئیس المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ نے ''مُتَوَفِّیْکَ'' کے معنی ''ممیتک'' کئے ہیں۔ (دیکھو تعلیقات بخاری) پس حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ کے مقابلہ میں کسی کی تفسیر معتبر نہیں ہوسکتی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کیلئے دعا کی تھی اور صحیح بخاری اصح الکتاب ہے اس میں یہ قول موجود ہے۔

۴.....بعض مفسرین مثلاً ابن کثیر و فتح البیان وغیرہ نے بحث آیۃ ﴿مُتَوَفِّیْکَ﴾ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین گھنٹہ یا سات گھنٹہ مر گئے تھے۔

اسلامی مناظر: ۱..... پہلے یہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ براہین کی تصنیف کے وقت مرزا صاحب ملہم مامور اور مجدد ہونے کے مدّعی تھے اور ''الرحمن علم القران'' کا انہیں الہام ہوچکا تھا مگر آپ کے اطمینان کیلئے سراج منیر ص ۵۲۱ حاشیہ کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ سراج منیر لکھنے کے وقت مرزا صاحب مدّعی رسالت اور حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کے قائل تھے۔ حاشیہ مذکور پر اس الہام ''یعیسیٰ انی متوفیک'' کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''الہام کے یہ معنی ہیں کہ میں تجھے ایسی ذلیل اور لعنتی موتوں سے بچاؤں گا''۔ پس ثابت ہوا کہ ''متوفیک'' کے معنی موت سے بچانے کے ہیں پس مرزائیوں کا کوئی حق نہیں کہ اس جگہ ''توفی'' کے معنی موت مراد لیں۔

۲.....(مولانا ابوالقاسم محمد حسین صاحب نے جواب دیا کہ) سالہا سال سے میں مرزائے قادیان کی اس تحدی کو توڑنے کے لئے آمادہ ہوں۔ مرزائیوں کو چیلنج دئے گئے مرزا محمود کو رجسٹری کرکے خط لکھا گیا ''العدل'' میں مکتوب مفتوح شائع کیا۔

رسالہ شمس الاسلام میں اتمام حجت کیلئے کھلا چیلنج دیا۔ ہر مناظرہ میں اعلان کیا جاتا ہے، مگر مرزائی حلقوں میں موت کا سناٹا طاری ہے۔ کسی جانب سے کوئی آواز نہیں آتی۔ ہر مناظرہ میں للکار کر کہا جاتا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو تحدی کرنے والے کے خلف و خلیفہ مرزا محمود کی سند نمائندگی و نیابت حاصل کرکے بعد تصفیہ شرائط میرے ساتھ فیصلہ کرو۔ مگر کیا وجہ ہے کہ طوطے کی طرح ہر جگہ ایک ہی سبق رٹنا آپ نے اپنا شعار بنالیا ہے عوام الناس کے سامنے اس چیلنج کا ذکر کرکے ان کو مغالطہ دینا آپ کا شیوہ ہوچکا ہے۔ مرزائیو! مرد میدان ہو۔ اگر کچھ شرم و حیا ہے تو اس چیلنج کا کبھی نام نہ لو یا اگر ہمت ہے تو میرے ساتھ آخری فیصلہ کرلو۔

نوٹ: مناظروں میں کسی جگہ مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی کے چیلنج کو قبول کرنیکی مرزائیوں کو ہمت نہ ہوئی۔ اشتہار بھی طبع کرا کر تمام پنجاب میں تقسیم کئے گئے۔ ۱۹۳۲ء کے جلسہ قادیان پر کئی سو اشتہارات تقسیم ہوئے مگر مرزائی ساکت و صامت رہے۔

۳..... حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں۔ طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۲۶ پر حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ سے روایت ہے: ان اللّٰہ رفعہ بجسدہ وانہ حی وسیرجع الی الدنیا فیکون فیھا ملکاً فیموت کما یموت الناس. ''اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جسم کے ساتھ اٹھالیا۔ اور وہ یقیناً زندہ ہیں۔ اور دنیا میں پھر آئیں گے۔ اور اس میں بادشاہی کریں گے پھر عام آدمیوں کی

طرح وفات پائیں گے''۔

ایسی ہی صحیح روایت تفسیر روح المعانی ص ۵۶، تفسیر ابی السعود، جلد ۱، ص ۶۸۹۔ تفسیر فتح البیان جلد ۱، ص ۳۸۸ پر موجود ہے۔

پس مرزائیوں کا فرض ہے کہ رئیس المفسرین کی تفسیر کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل ہو جائیں۔ ''ممیتک'' والی تفسیر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔ حافظ ابن جریر طبری نے اس قول کو جلد ۳، ص ۱۸۴ پر نقل کیا ہے۔ اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرنیوالے راوی کا نام طلحہ ہے۔ جسکی نسبت (جس کے متعلق) میزان الاعتدال ص ۲۲۷، ج ۲ میں، تہذیب التہذیب ص ۳۳۹، ج ۷ میں ضعیف الحدیث لکھا ہے نیز ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث ہونے کے علاوہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کا سماع بھی ثابت نہیں۔ اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھا بھی نہیں۔ پس یہ روایت روایات صحیحہ کے مقابلہ میں پیش نہیں ہو سکتی۔

بخاری کے اصح الکتب ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس کتاب کی احادیث مرفوعہ نہایت صحیح اور قابل اعتماد ہیں اس پر اجماع ہے۔ مگر تعلیقات اور موقوفات کے متعلق یہ اجماع نہیں ہے۔ یہ روایت تعلیقات میں ہے پس یہ اس اجماع سے خارج ہے۔ حافظ ابن صلاح کے مقدمہ علم الحدیث ص ۳۰ میں اس امر کی تصریح موجود ہے۔

۴..... مفسرین کرام نے تردید کی غرض سے عیسائیوں کا یہ قول نقل کیا ہے، جیسے تفسیر فتح البیان کے ص ۴۹، ج ۲ پر اس قول کے بعد درج ہے: ''وفیہ ضعف''. اور تفسیر ابن کثیر ص ۲۲۹ جلد ۲ پر ہے، والنصاری یزعمون ان اللّٰہ تعالیٰ توفاہ سبع ساعات ثم احیاہ۔ یعنی ''نصاری کا یہ گمان ہے کہ حق تعالیٰ نے سات گھنٹہ (مسیح کو) مردہ رکھا اور پھر

زندہ کر کے آسمان پر اٹھالیا۔ اور تفسیر روح المعانی ص ۵۵۶ پر ہے، اس قول کے متعلق ہے کہ انها من زعم النصاری ''یہ نصاری کے گمان میں ہے'' اور ماھو الافتراء وبھتان عظیم ''اور یہ افتراء اور بہتان عظیم ہے'' مفسرین کرام کا اتفاق ہے کہ:

والصحیح کما قال القرطبی: ان اللّٰہ تعالی رفعہ من غیر وفاۃ ولا نوم وھو اختیار الطبری و الروایة الصحیحة عن ابن عباس رضی اللہ عنہ (روح المعانی، ص ۵۶، جلد اول)

''امام قرطبی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر موت اور نیند کے زندہ اٹھالیا''۔ اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا صحیح قول یہی ہے۔

قابل غور یہ امر ہے کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے تھے۔ قتل کا سامان تیار تھا۔ اسی وقت خداوند کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تسلی کے لئے ان سے ''توفی'' و ''رفع'' کا وعدہ فرمایا۔ اب اگر ''توفی'' کے معنی موت کے لئے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہودی مارنے کے درپے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدا سے التجا کی، خدا نے بھی فرمایا کہ میں تمہیں مارنے والا ہوں بتاؤ اس میں کونسی تسلی ہے، اور قرآن میں اس جگہ موت کے معنی کرنے سے کلام میں کونسی خوبی پیدا ہوتی ہے جبکہ محافظ حقیقی بھی مارنے پر آمادہ ہو چکا ہو تو حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے تسلی و اطمینان کا کونسا موقع ہو سکتا تھا؟ پس اس جگہ موت کے معنی لینا قواعد عربیت سیاق و سباق قرآن اور ''رافعک'' کی قید کے ہوتے ہوئے لینا کسی طرح جائز نہیں۔

نیز قرآن میں ''توفی'' کے ساتھ ''رفع'' کا ذکر ہے، اور آیت ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کے مطابق رفع فتنۂ صلیبی کے وقت ہوا۔ اگر اس جگہ ''توفی'' کے معنی موت کے لئے جائیں تو یہود کا قول انا قتلنا المسیح سے ثابت ہوتا ہے موت کا سامان اس

وقت وہی تھا جو یہودیوں نے تیار کر رکھا تھا، اور اگر سوائے قتل کے موت کا اور ذریعہ تسلیم کیا جائے، تب بھی ماننا پڑیگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فتنۂ صلیبی کے وقت فوت ہو گئے تھے۔ اس سے کشمیر کی زندگی کا قصہ باطل ثابت ہوتا ہے۔ مرزائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فتنۂ صلیبی کے بعد کشمیر میں ۸۷ سال زندہ رہنے کے قائل ہیں۔ لہٰذا ان کے عقیدہ کے مطابق بھی اس جگہ ''توفی'' کے معنی موت کے نہیں لئے جاسکتے۔

تیئیسویں دلیل

اسلامی مناظر: قال سبحانہ تعالیٰ: ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ...... الآية﴾ (سورۃ مائدہ) ترجمہ: ''میں ان پر نگہبان رہا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھ کو اٹھا لیا تو پھر تو ہی ان پر مطلع رہا۔ (الخ)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے دن امت کے بارے میں سوال ہوگا، تو یہ ارشاد فرمائیں گے کہ جب تک میں زندہ رہا اس وقت تو میں نگہبان رہا، اور جب تو نے مجھے آسمان میں اٹھا لیا اس وقت آپ ہی نگہبان تھے۔ اس میں لفظ ''توفیتنی'' کا ترجمہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فراگرفتی'' اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''برگرفتی مرا'' کیا ہے۔ تفسیر فتح البیان میں اس کا معنی ''فلما رفعتنی الی السماء'' کیا گیا ہے۔ روح المعانی ص۲۱۴، ج۲ پر مذکور ہے: **فلما توفیتنی ای قبضتنی بالرفع الی السماء**۔ تفسیر خازن کے ص۶۰۸، ج۱ پر مرقوم ہے: **فلما توفیتنی فلما رفعتنی فالمراد به وفاة الرفع لا وفات النوم.** (الخ)

پس اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا ثابت ہے۔

مرزائی مناظر: اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ نبی

کریم ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح کہونگا: **فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم** (صحیح بخاری) میں آنحضرت ﷺ نے اپنے لئے بھی حضرت مسیح کی طرف ''توفیتنی'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح نبی کریم ﷺ کی ''توفی'' ہوئی، اسی طرح مسیح علیہ السلام کی بھی ہوئی۔ رفعِ آسمانی مراد لینا کسی طرح جائز نہیں۔

۲..... آیت ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ مجھے کسی نصاری کا عقیدہ بگڑنے کا علم نہیں۔ بلکہ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں، ورنہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ کا جواب غلط ہوگا۔ کیونکہ بعد نزول وہ نصاریٰ کے عقیدہ سے مطلع ہو چکے ہوں گے۔

نیز اسی آیت سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح کی زندگی میں عیسائی نہیں بگڑے پس اب وجود تثلیث کے ہوتے ہوئے ماننا پڑتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ نہیں ہیں۔

۳..... آیت میں مسیح کی دو زندگیوں کا ذکر ہے، ایک ﴿مَادُمْتُ فِيْهِمْ﴾ اور ایک بعد ''توفی'' جس کے متعلق فرمائیں گے ﴿كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ﴾ تیسری کسی زندگی کا اس آیت میں ذکر نہیں پس اس آیت کے مطابق جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ رہے اپنے حواریوں ہی میں موجود رہے۔ آسمان کی زندگی کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

اسلامی مناظر: ''توفی'' کی بحث بائیسویں دلیل کے ضمن میں ہو چکی ہے اس آیت سے ﴿تَوَفَّيْتَنِيْ﴾ سے مراد ''جبکہ تو نے مجھے مار دیا'' لینا، ازروئے قواعد عربیت جائز نہیں۔ صحیح بخاری کی جو حدیث آپ نے پیش کی اس میں نبی کریم ﷺ نے اپنے قول کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ اور یہ نہیں فرمایا: **فاقول ما قال العبد الصالح**

اس آیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول کا ارشاد ہے کیونکہ آحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے عہد میں اسلام ہی اسلام ہوگا۔ دوسرے مذاہب کا نشان تک نہ ہو گا۔ مرزاصاحب نے براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۴۹۸ پر اس کا یہی مطلب بیان کیا ہے۔

مرزائی مناظر: یہ آیت مرزاصاحب کے حق میں پیشگوئی تھی۔ مرزاصاحب کے ذریعے دنیا کے تمام مذاہب پر اسلام کی فوقیت ظاہر ہوئی۔ دلائل وبراہین اسلام کی صداقت میں جو مرزا صاحب نے لکھے ہیں ان کے ذریعے غلبہ اسلام کو ہوا۔

اسلامی مناظر: مرزاصاحب کے ذریعے جو کچھ اسلام کی فوقیت دنیا پر ظاہر ہوئی اس کی حقیقت ظاہر کرنے کا موقع نہیں۔ آپ کی یہ تفسیر مرزاصاحب کی تفسیر کے خلاف ہے۔ مرزاصاحب نے لکھا ہے کہ ''یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے''۔ بتائے مرزاصاحب کو سیاست ملکی میں کونسا غلبہ حصل ہوا۔ تمام عمر انگریزوں کی غلامی پر فخرونازکرتے رہے۔ اس لئے یہ پیشگوئی مرزاصاحب پر چسپاں نہیں ہوسکتی۔

پچیسویں دلیل

اسلامی مناظر: قال سبحانه وتعالیٰ: ﴿عَسىٰ رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا﴾ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے لئے پیشگوئی موجود ہے۔ یعنی ایک وقت ایسا آئے گا جب کہ مخلوق خدا ظلم وگمراہی کی انتہا کو پہنچ جائے گی۔ اس وقت کے لئے مرزاصاحب براہین احمدیہ ج۴ ص۵۰۵ کے حاشیہ پر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: ''وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خدائے تعالیٰ مجرمین کے لئے شدت اور غضب اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا میں

اتریں گے''۔

مرزائی مناظر: یہ پیشگوئی بھی مرزاصاحب کے ظہور سے پوری ہوچکی ہے۔

اسلامی مناظر: مرزاصاحب کی تصریح کے مطابق مسیح موعود کا جلالیت کے ساتھ آنا ضروری ہے اور اس کے ذریعے دنیا میں شدت، غضب، قہر وسختی کا ہونا ضروری ہے۔ مگر مرزاصاحب کا دعویٰ ہے کہ میں جمالی رنگ میں آیا ہوں۔ پس مرزاصاحب اس کے مصداق نہیں ہو سکتے۔

چھبیسویں دلیل

امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابوداؤد اور ابن جریر نے حدیث نقل کی ہے۔ جس کے متعلق فتح الباری ص۳۵۷، ج۶ میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کی اسناد سب صحیح ہیں وھو ھذا: عن ابی هريرة قال النبی ﷺ الانبياء اخوة العلات امهاتهم شتیٰ ودينهم واحد وانی اولیٰ الناس بعيسیٰ ابن مريم لانه لم يكن نبی بينی وبينه وانه نازل فاذا رأيتموه فاعرفوا رجل مربوع الی الحمرة والبياض عليه ثوبان مخضران كان رأسه يقطر وان لم يصبه بلل فيدق الصليب ويضع الجزئية ويدعوا الناس الیٰ الاسلام ويهلک الله الملل الا الاسلام ويهلک الله فی زمانه المسيح الدجال ثم تقع الامانة علیٰ الارض حتی ترتع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والذباب مع الغنم ويلعب الصبيان مع الحيات لا تضرهم فيمكث اربعين ثم يتوفیٰ ويصلی عليه المسلمون۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں۔ مائیں ان کی مختلف ہیں۔ دین (اصول) سب کا ایک ہے۔ اور میں اور عیسیٰ بہت ہی قریب

ہیں۔ کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ اور وہ ضرور قیامت کے دن نازل ہونگے۔ میانہ قد ہوں گے۔ سرخی اور سفیدی کے مابین ہوں گے اور ان پر دو رنگے ہوئے کپڑے ہوں گے۔ گویا ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے۔ اگر چہ کسی قسم کی تری نہیں پہنچی ہے۔ صلیب کو توڑ دیں گے جزیہ کو اٹھا دیں گے اور سب کو اسلام کی طرف بلائیں گے اور حق تعالیٰ ان کے زمانے میں تمام ملتوں کو منسوخ فرمائے گا۔ پھر روئے زمین پر امن ہو جائے گا۔ حتی کہ شیر اونٹوں کے ساتھ اور چیتے گائے بیل کے ساتھ اور بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ چرنے لگیں گے۔ اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلنے لگیں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال ٹھہریں گے۔ اور اس کے بعد وفات پائیں گے۔ اور مسلمان ان کے جنازے کی نماز پڑھیں گے۔''

ستائیسویں دلیل

اسلامی مناظر: مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ینزل عیسی ابن مریم الی الارض فیتزوج فیولد له ویمکث خمساً واربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسی ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر۔ ترجمہ: ''حضرت عیسیٰ بن مریم زمین پر اتریں گے۔ اور نکاح کریں گے۔ اور ان کی اولاد ہوگی اور پینتالیس سال دنیا میں رہیں گے پھر فوت ہوں گے۔ پس میرے پاس میرے مقبرے میں دفن ہوں گے۔ پس میں اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی قبر سے اٹھیں گے درمیان ابوبکر اور عمر کے''۔

اس حدیث میں صاف صاف مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں

گے۔ جب کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص لاہور جائے گا تو اس وقت وہ شخص لاہور میں وارد شدہ سمجھا نہیں جاتا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر موجود نہیں ہیں اور آخری زمانے میں زمین پر نازل ہوں گے اور کئی سال دنیا میں رہ کر فوت ہوں گے۔ دنیا میں رہ کر نکاح کریں گے۔ صاحب اولاد ہوں گے۔ بعد وفات آنحضرت ﷺ کے روضہ اقدس میں دفن کیے جائیں گے۔ ''ثم یموت'' کے لفظ سے ظاہر ہے کہ ابھی تک عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے۔

ترمذی میں ابوداؤد سے روایت ہے: وقد بقی فی البیت موضع قبر۔ یعنی روضہ نبویہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ اس ثابت ہوا کہ ''فی قبری'' سے موضع قبر یعنی مقبرہ مراد ہے۔

مرزائی مناظر: یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ کون بے غیرت مسلمان ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کا روضہ کھود کر آپ کی نعش مبارک کو ننگا کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دفن کرے گا۔ قبر بمعنی مقبرہ کسی لغت سے ثابت نہیں۔ نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رؤیا میں صرف تین چاندوں کو روضہ میں دفن ہوتے دیکھا (موطا امام مالک) وہاں تین قبریں موجود ہیں۔ چوتھے چاند کا وہاں دفن ہونا اس رؤیا کے خلاف ہوگا۔

علامہ عینی نے لکھا ہے یدفن فی الارض المقدسة اس سے ثابت ہوا کہ علامہ عینی کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت المقدس میں دفن ہوں گے۔ ''الی الارض'' کالفظ آسمان سے اترنے کو مستلزم نہیں ہوسکتا۔ قرآن مجید میں بلعم باعور کی نسبت وارد ہے: ﴿ولکنه اخلد الی الارض﴾ کیا وہ بھی زمین پر تھا؟

اسلامی مناظر: یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی صحت کی تصدیق مرزا صاحب بھی کر چکے ہیں۔

ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳ کے حاشیہ پر اس حدیث کے ایک جملہ "یتزوج یولد له" کو اپنے اوپر چسپاں کرتے ہیں اور اس سے مراد محمدی بیگم سے نکاح اور اس کے بطن سے اولاد حاصل ہونا مراد لیتے ہیں اور اپنے مسیح موعود ہونے کا اسے ایک نشان قرار دیتے ہیں اس لئے مرزائیوں کا کوئی حق نہیں کہ اس حدیث کی صحت پر اعتراض کریں۔

قبر بمعنی مقبرہ مشکوٰۃ شریف کے حاشیہ ملا علی قاری میں درج ہے۔ نیز مرزا صاحب نے بھی ان معنوں کو تسلیم کیا ہے لکھتے ہیں: "ممکن ہے کہ کوئی مثیل مسیح ایسا بھی آجائے جو آنحضرت ﷺ کے روضہ کے پاس مدفون ہو"۔ (ازالہ اوہام کلاں ص ۱۹۶)
اس حوالے سے قبر بمعنی روضہ (مقبرہ) بھی مانا گیا ہے اور پاس دفن بھی مانا گیا ہے۔

"ینزل الیٰ الارض" کے بجائے "اخلد الی الارض" پیش کرنا بے محل ہے "اخلد الی الارض" میں تو "اخلد" خود موجود ہے کہ وہ شخص پہلے ہی زمین پر موجود تھا۔ اسی طرح علامہ عینی کا لکھنا بھی ہمارے خلاف نہیں۔ کیا روضہ نبویہ ارض مقدس نہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو تین چاند دکھائے گئے تھے۔ اس کے مطابق تین چاند ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام روضہ مبارک میں مدفون ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ چاند نہ تھے سورج تھے جس کی ضیاء سے یہ چاند روشن ہوں گے۔ دوسرا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہ کی زندگی میں صرف تین قبریں تیار ہونے والی تھیں اس لئے صرف تین چاند آپ کو دکھائی دیئے۔ چوتھے چاند حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ انکی زندگی میں نازل ہوئے اور نہ ہی دفن ہوئے اس لئے رؤیا میں وہ آپ کو نہ دیکھائے گئے۔

اٹھائیسویں دلیل

عن عبد الله ابن سلام یدفن عیسی ابن مریم مع رسول الله ﷺ وصاحبیه فیکون قبره رابعا (بخاری فی تاریخه) ثم قال مکتوب فی التوراة صفة

محمد ﷺ وعیسی ابن مریم یدفن معهٗ (ترمذی) ترجمہ: "عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں صحابیوں کے ساتھ دفن ہوں گے اور ان کی قبر چوتھی ہوگی"۔ (بخاری شریف)

نیز فرمایا کہ تورات میں محمد ﷺ کی صفت درج ہے کہ عیسیٰ ابن مریم ان کے ساتھ دفن ہوں گے۔ (ترمذی) اس حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ کی قبر روضہ اقدس میں چوتھی ہوگی۔

انتیسویں دلیل

عن عائشة قلت یارسول الله ﷺ انی اری ان اعیش بعدک فتاذن لی ان ادفن الی جنبک فقال انی لک بذلک الموضع ما فیه الا موضع قبری وقبر ابی بکر وعمر وعیسیٰ ابن مریم۔ (احمد، ابن عساکر اور کنز العمال)

ترجمہ: "حضرت عائشہ نے (مرض موت میں) عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کے بعد زندہ رہوں تو مجھے اپنے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت عطا فرمایئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تیرے لئے اس موضع میں جگہ نہیں ہے۔ اس میں صرف میری قبر، ابوبکر، عمر اور عیسیٰ بن مریم کی قبر کی جگہ ہے"۔

تیسویں دلیل

عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ کیف انتم الی انزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۳۰۱)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کیا حال ہوگا تمہارا جب عیسیٰ ابن مریم آسمان سے تم میں نازل ہوں گے اور حالانکہ تمہارا امام تم میں سے موجود ہوگا"۔

یعنی اِدھر دجال ہوگا اور اُدھر امام مہدی جماعت کو کھڑے ہوں گے۔لڑائی تیار ہوگی اور اِس طرف نزول مسیح ہوگا تو یہ ایک عجیب کیفیت ہوگی۔مرزا صاحب نے ''امامکم منکم'' کو ابن مریم پر معطوف بنا کر یوں معنی کیا ہے کہ جب ابن مریم اترے گا اور تمہارا امام جو تم میں سے ہوگا'' اس طرف ترجمہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ عیسیٰ بن مریم مسلمانوں میں پیدا ہوگا مگر معطوف معطوف علیہ دو الگ الگ ہوتے ہیں تو صحیح معنی یوں ہوگا کہ عیسیٰ بن مریم بھی اتریں گے۔اب اگر اترنے کا معنی بقول مرزا صاحب ''پیدا ہونا ہے'' تو مرزا صاحب سے امام مہدی کا پیدا ہونا ضروری ہوگا۔مگر مرزا صاحب امام بھی خود بنتے ہیں۔یہ کہنا کہ یہ عطف تفسیر ہے غلط ہے۔کیونکہ عربی میں عطف تفسیری عطف بیان کو کہتے ہیں۔وہاں حرف عطف ''و'' نہیں ہوتا اور ''و'' تفسیر کے لئے کبھی نہیں آئی۔پس ثابت ہوا کہ محض خیالی تفسیر سے مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔یہ جملہ حالیہ ہے اس کا ترجمہ جو اوپر لکھا گیا ہے وہی صحیح ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم ناصری علیہ السلام نازل ہوں گے۔

اکتیسویں دلیل

اجماع امت سے یہ مسئلہ ثابت ہے۔امت محمدیہ کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بجسدہ العنصری آسمان پر زندہ اٹھائے گئے۔اب تک زندہ ہیں اور آخری زمانہ میں زمین پر نازل ہوں گے۔

تفسیر بحرالمحیط ج۳ ص۴۷۳ پر ہے کہ:قال ابن عطیة واجمعت الامة علیٰ ما تضمنه الحدیث المتواتر ان عیسیٰ فی السماء حی وانه ینزل فی آخر الزمان۔ ترجمہ: تمام امت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ العنصری آسمان پر زندہ موجود ہیں اور قیامت کے قریب نازل ہوں گے جیسا کہ

احادیث متواترہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔

علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی پارہ بائیس ص۳۲ پر اس سوال کے جواب میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ختم نبوت کے بعد کیسے تشریف لا سکتے ہیں؟ فرماتے ہیں:

ولا یقدح ذلک ما اجتمعت الامة واشتهرت فیه الاخبار ولعلّها بلغت مبلغ التواتر المعنوی ونطق به الکتاب علی قول ووجب الایمان به واکفر منکر کالفلاسفة من نزول عیسیٰ علیہ السلام آخر الزمان لانه کان نبیا قبل تحلیٰ نبینا ﷺ بالنبوّة فی هذه النشاة۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں: نزول عیسیٰ من السماء حق کائن۔

شرح عقائد نسفی میں ہے: ونزول عیسیٰ من السماء فهو حق۔

اہل سنت والجماعت کے نزدیک دین کے چار ماخذ ہیں۔کتاب،سنت،اجماع امت اور قیاس ائمہ مجتہدین۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آج تک امت محمدیہ کا اس پر اجماع چلا آرہا ہے۔

بتیسویں دلیل

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لن تهلک امة انا اولها وعیسیٰ ابن مریم اخرها والمهدی اوسطها۔ (احمد وابونعیم) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ وہ امت ہرگز ہلاک نہ ہوگی جس کے اول میں موجود ہوں اور آخر میں عیسیٰ بن مریم اور میرے اور عیسیٰ بن مریم کے درمیان مہدی۔

اس حدیث میں اس امت کے تین محافظ الگ الگ بیان کئے گئے ہیں:

اول: تو خود حضور ﷺ

دوم: عیسیٰ علیہ السلام

تیسرے: امام مہدی علیہ السلام جو پہلے دو کے درمیان آئیں گے۔

اب اگر ایک کو دوسرے میں داخل کریں جیسا کہ مرزائی از روئے بروز کرتے ہیں۔ تو تین ہستیاں الگ الگ نہیں رہ سکتیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ اور آخری زمانہ میں اس امت کی حفاظت کریں گے۔

تینتیسویں دلیل

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ فعند ذلک اخی عیسٰی ابن مریم من السماء. (کنز العمال ج ۷ص ۲۶۸) ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ فرمایا ”نبی کریم ﷺ نے کہ اس حالت میں میرے بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے“۔ اس حدیث میں آسمان سے نزول صاف طور پر مذکور ہے۔

چونتیسویں دلیل

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لیھلن عیسٰی ابن مریم بفج الروحا بالحج او بالعمرۃ او منھما جمیعا۔ (مسلم شریف) ترجمہ: صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فج روحا سے حج یا عمرہ یا دونوں کا احرام باندھیں گے۔ (مسلم)

اس حدیث میں مسیح ابن مریم علیہ السلام کے متعلق بیان کیا گیا کہ وہ حج کریں گے۔ نقلی مسیح (مرزا) نے تمام عمر حج نہیں کیا۔

پینتیسویں دلیل

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لایقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا وما فیھا۔ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ: ”قسم ہے اللہ پاک کی بہت جلد ابن مریم منصف حاکم ہو کر تم میں اتریں گے۔ پھر عیسائیت کی صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کرائیں گے اور جزیہ کو موقوف کریں گے۔ اور مال بکثرت لوگوں کو دیں گے۔ یہاں تک کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔ لوگ ایسے مستغنی اور عابد ہوں گے کہ ایک سجدہ ان کو ساری دنیا کے مال ومتاع سے اچھا معلوم ہوگا“۔

یہ حدیث امام بخاری اور مسلم نے اپنی صحاح میں روایت کی ہے۔ اس میں ابن مریم کے جو نشان بیان کئے گئے ہیں ان میں سے ایک نشان بھی مسیح (کاذب مرزا) میں پایا نہیں جاتا۔

چھتیسویں دلیل

عن جابر بن عبد اللہ فینزل عیسٰی ابن مریم فیقول امیر الناس صل بھم فیقول لا فان بعضکم امام بعض۔ (کنز العمال)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ”عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے تو لوگوں کا امیر انہیں نماز پڑھانے کے لئے کہے گا۔ پس وہ انکار کریں گے اور فرمائیں گے کہ تم میں سے بعض بعض کے امام ہیں“۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امامکم منکم اور" امیر الناس" سے مراد امام مہدی ہیں اور امام مہدی کی موجودگی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔

سینتیسویں دلیل

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ یوشک من عاش منکم ان یلقی عیسیٰ ابن مریم اماما مہدیا حکما عدلا۔ (مسند امام احمد)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا "رسول اللہ ﷺ نے کہ تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ عیسیٰ ابن مریم سے ملاقات کرے گا جو امام ہوگا ہدایت یافتہ، منصف اور عادل۔

اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کریں گے۔ کیونکہ باتفاق محدثین آپ اس وقت تک زندہ تھے۔

اڑتیسویں دلیل

عن ابی ہریرۃ مرفوعا: لیہبطن ابن مریم حکماً عدلاً۔

ترجمہ: یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا ابن مریم حکم اور عدل ہو کر اترے گا۔

اس جگہ "ھبوط" کا لفظ ہے" نزول" کا لفظ نہیں۔ اس میں مرزائیوں کی کوئی دلیل نہیں چلے گی۔ ورنہ یہ ثابت کریں کہ "ھبوط" بمعنی ولادت ہے۔

انتالیسویں دلیل

مرزا صاحب نے اپنی تصانیف سرمۂ چشم آریہ ص ۱۸۳ وص ۱۸۶۔ کشف الغطاء ص ۲۶۔ حاشیہ مسیح ہندوستان میں ص ۱۸، ۱۹۔ تریاق القلوب ص ۵۰۔ چشمہ مسیحی ص ۶ پر انجیل برناباس کی تصدیق کی ہے اور اس کے حوالے دیئے ہیں۔ مرزا قادیانی کی اس مصدقہ انجیل شریف کے فصل ۲۱۵ میں فتنہ صلیبی کا حال اس طرح درج کیا ہے:

اور جبکہ سپاہی یہودا کے ساتھ اس جگہ کے نزدیک پہنچے جس جگہ یسوع تھا، یسوع نے ایک بھاری جماعت کا نزدیک آنا سنا۔ تب اسلئے وہ ڈر کر گھر چلا گیا۔ اور گیاروں شاگرد سو رہے تھے۔ پس جبکہ اللہ نے اپنے بندے کو خطرے میں دیکھا، اپنے سفیروں جبرائیل اور میخائل، رفائیل اور اوایل کو حکم دیا کہ یسوع کو دنیا سے لے لیں۔ تب پاک فرشتے آئے اور یسوع کو دکن کی طرف دکھائی دینے والی کھڑکی سے لے لیا۔ پس وہ اس کو اٹھا لے گئے اور تیسرے آسمان میں ان فرشتوں کی صحبت میں رکھ دیا جو کہ اب تک اللہ کی تسبیح کرتے رہیں گے۔ نیز اس انجیل کے فصل نمبر ۲۱۶ اور ۲۱۷ میں ہے: یہودا اسخریوطی کا مسیح کا ہمشکل بن جانے اور پھانسی دیئے جانے کا ذکر ہے۔

چالیسویں دلیل

عن عبد اللہ ابن مسعود قال لما کان لیلۃ اسریٰ برسول اللہ ﷺ لقی ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ فتذاکروا الساعۃ فبدأو بابراہیم فسألوہ عنہا فلم یکن عندہ منہا علم ثم سألوا موسیٰ فلم یکن عندہ منہا علم فرد الحدیث الی عیسیٰ ابن مریم فقال قد عہد الیّ فیما دون وجبتہا فاما وجبتہا فلا یعلمہا الا اللہ. فذکر خروج الدجال قال فانزل فاقتلہ

(ابن ماجہ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شب معراج کو نبی کریم ﷺ کی ملاقات موسیٰ عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام سے ہوئی۔ قیامت کا تذکرہ ہوا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لاعلمی ظاہر کی۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا گیا۔ انہوں نے بھی لاعلمی ظاہر کی۔ پھر بات حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام پر آئی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ قیامت کے ظہور کا صحیح علم اللہ کو ہی ہے پھر دجال کے خروج کا ذکر کیا اور کہا کہ میں اتر کر

اسے قتل کروں گا۔ (ابن ماجہ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام۔)

اس حدیث میں اس کونسل یا میٹنگ کا ذکر کیا گیا ہے جو شب معراج ان چار اولوالعزم انبیاء، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام اور محمد ﷺ میں ہوئی۔ اس آسمانی چار کونسل کے فیصلہ کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں زمین پر اتر کر دجال کو قتل کریں گے۔ جس مسیح کا ذکر اس حدیث میں ہے وہی آخری زمانہ میں قاتلِ دجال ہے۔ اب اگر مرزائی ثابت کردیں کہ اس وقت مرزا صاحب آسمان پر موجود تھے تو ہم قائل ہو جائیں گے ورنہ اس حدیث سے روز روشن کی طرح آسمان پر مسیح ابن مریم علیہ السلام کی زندگی اور آخری زمانہ میں زمین پر نزول ثابت ہے۔

مرزائی مناظر: یہ ابن مسعود کا قول ہے حدیث نہیں ہے۔ ابن مسعود نے ہرگز نہیں کہا کہ میں نے یہ ذکر رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ پس یہ حدیث قابلِ حجت نہیں۔

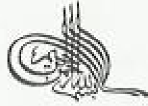
اسلامی مناظر: یہ حدیث مرفوع اور صحیح ہے۔ صحابی نے واقعہ معراج کا ذکر کیا ہے۔ معراج میں وہ ہمراہ نہ تھے۔ یقیناً انہوں نے جو کچھ بھی نبی کریم ﷺ سے سنا ہے وہی بیان کیا ہوگا۔ مگر آپ کا شک مٹانے کے لئے مسند امام احمد سے یہ حدیث پیش کی جاتی ہے۔ مسند امام احمد ابن حنبل میں یہ حدیث اس طرح درج ہے:

عن ابن مسعود عن رسول اللہ ﷺ قال قال...... الخ

یعنی عبداللہ ابن مسعود نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔

مرزائی مناظر: (محمد سلیم بمقام چک نمبر ۳۵ جنوبی) یہ حدیث عبداللہ ابن مسعود کا بکواس ہے۔ وہ غیر معتبر راوی ہے۔ ہم اس کی روایت نہیں مانتے۔

نوٹ: حاضرین کی طرف سے پیہم لعنت وملامت پر محمد سلیم نے یہ الفاظ واپس لئے۔



فدائے ملت مولانا

سیّد حبیب (مدیر سیاست، لاہور)

○ حالاتِ زندگی

○ ردِّ قادیانیت

حالات زندگی :

مولانا سید حبیب اللہ شاہ بن سید سعد اللہ شاہ کی ولادت ۵ ستمبر ۱۸۹۱ء کو جلالپور جٹاں ضلع گجرات (پنجاب) میں ہوئی۔ مشن ہائی اسکول وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ سے میٹرک کیا۔ مختلف اساتذہ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ پہلی عالمی جنگ سے پہلے شمس العلماء مولوی سید محمد ممتاز علی (۱۸۶۰ء-۱۹۳۵ء) کے دارالاشاعت پنجاب لاہور سے بطور کلرک ملازمت کا آغاز کیا اور پھر ماہنامہ ''پھول'' اور ''تہذیب'' کے ایڈیٹر رہے۔ بعد ازاں مشہور کشمیری مورخ منشی محمد دین فوق (۱۸۷۷ء-۱۹۴۵ء) کے ساتھ ''کشمیری میگزین'' سے وابستہ ہوگئے۔ اس کے بعد فوج کے کسی محکمے میں بھرتی ہوکر شنگھائی (چین) چلے گئے۔ ۱۹۱۷ء میں فوج کی ملازمت سے سبکدوش ہوکر کلکتے پہنچے اور اخبار ''رسالت'' میں ملازمت اختیار کر لی۔ بعد ازاں اپنا ذاتی اخبار ''ترمذی'' کے نام سے جاری کیا۔ اس وقت صورت حال یہ تھی کہ پنجاب میں گورنر سر مائیکل اڈوائر (۱۸۶۴ء-۱۹۴۰ء) کی سخت گیری کے باعث اخبارات بند ہو چکے تھے اور یہاں کے لوگوں کو جنگ کی خبروں کے لئے دوسرے صوبوں کے اخبارات دیکھنے پڑتے تھے۔ اس طرح ''ترمذی'' بھی لاہور میں بکنے لگا۔ ''ترمذی'' کے پنجاب میں داخلے پر پابندی لگی تو ''رہبر'' جاری کیا۔ اس کا داخلہ بند ہوا تو ''نقاش'' نکال لیا۔ اس کے بعد لاہور آ کر ۱۹۱۹ء میں روزنامہ ''سیاست'' نکالا جو ۱۹۳۷ء تک باقاعدگی کے ساتھ اشاعت پذیر ہوتا رہا۔

فدائے ملت سید حبیب صحافی بھی تھے اور قومی رضا کار بھی۔ چنانچہ جب کوئی تحریک اٹھتی تو اس میں آپ کا جو کردار ہوتا، اس کی عکاسی ان کے اخبار ''سیاست'' میں ہوتی۔ آپ کو مشائخ عظام خصوصاً امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء-۱۹۵۱ء)

کا تعاون و سرپرستی حاصل تھی۔ آپ اعلیٰ درجے کے اخبار نویس، بہت اچھے مقرر اور اسلامی تاریخ سے خوب واقف تھے۔ شعر و شاعری سے بھی اچھا خاصا لگاؤ تھا۔ زندگی کا بیشتر حصہ لاہور میں گزرا۔ نہایت محنتی، جفاکش، باہمت، دوستوں کے مخلص دوست اور دشمنوں کے سخت دشمن تھے۔ بڑے سے بڑے آفیسر اور لیڈر سے ٹکرا جانے میں تامل نہ کرتے تھے۔

رد قادیانیت :

روزنامہ سیاست کے مالک ہونے کی وجہ سے ابتداءً یہ موقف قائم کر لیا تھا کہ کسی بھی مذہبی فرقہ کے متعلق مواد کو اس روزنامے میں شامل نہیں کریں گے۔ تحریک قادیانیت کے مقدمے میں اس کی وجہ خود بیان فرماتے ہیں کہ :

''مدیر و مالکان سیاست بفضلہ تعالیٰ حنفی المذہب سنی مسلمان ہیں۔ اور وہابی، چکڑالوی، قادیانی یا دوسرے ایسے فرقوں سے انہیں دور کا تعلق بھی نہیں۔ اسلئے کہ یہ تفریق اتحاد ملت کے لیے مضر ہے، نہ صرف یہ بلکہ فتنہ ارتداد کے زمانہ میں اور مظلومیٔ حجاز کے موقع پر وہابی گروہ کی سینہ زوریوں کے خلاف ''سیاست'' دین حقہ کی ایسی خدمت بجالایا کہ اپنے بیگانے کے منہ سے صدائے آفریں بلند ہوئی لیکن اس کے ساتھ ہی سیاست یہ بھی خوب سمجھتا ہے کہ اس کا حلقہ عمل سیاسیات سے زیادہ نسبت رکھتا ہے''۔ لہٰذا یہ فرقہ وار جھگڑوں میں بادل ناخواستہ کم سے کم دخل دیکر جلد سے جلد ان سے اجتناب کرتا ہے''۔

پھر اپنے اس موقف سے برخواست ہو کر اسی روزنامے میں ایک بے نظیر قسط وار سلسلہ شروع کیا جس نے قادیانیوں کو لاجواب کر کے رکھ دیا۔ موقف میں تبدیلی کے محرکات اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:

''لیکن ایک روز میں حسب معمول صبح دفتر میں پہنچا۔ اپنا اخبار دیکھا تو اس میں چیختے

ہوئے عنوانات سے مرزائیوں کے خلاف ایک مضمون دیکھا۔ جو دلیل سے بالکل خالی تھا تحقیقات پر معلوم ہوا کہ ایک رات قبل دفتر میں مرزائیت کے متعلق کچھ بحث ہوئی۔ مولوی آزاد سبحانی صاحب نے جو انجمن حمایت اسلام کے جلسہ کے سلسلے میں لاہور میں عارضی طور پر مقیم اور دفتر ''سیاست'' میں ازارہ کرم فروکش ہیں۔ اس مبحث پر کچھ لکھنے کا ذمہ لیا اور مولوی محمد اسحاق صاحب مدیر سیاست نے انہیں اجازت دی۔ انہوں نے رواروی میں مضمون لکھ کر ان کے حوالہ کر دیا جو مدیر صاحب نے شائع کر دیا۔

ان حالات میں مولوی آزاد صاحب کا مرزائی گروہ کے متعلق بہتر مضمون سپرد قلم کرنے سے معذور ہونا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ لیکن یہ مضمون ایک قادیانی صاحب کیلئے اس بات کا بہانہ بن گیا کہ وہ مجھے آکر مرزائیت کا پیام دیں میری اور ان کی ملاقات اکبری دروازہ کے باہر ہوئی۔ اور ان کی باتوں کے جواب میں مجھے ناچار عرض کرنا پڑا کہ تحریک قادیان کے بطلان کے دلائل ایسے واضح ہیں کہ میری سمجھ ہی میں یہ نہیں آسکتا کہ کوئی شخص کیسے اس تحریک پر ایمان لا سکتا ہے۔ اس پر وہ چمکے اور فرمایا کہ تم دلیل پیش کرو۔ میں نے عرض کیا کہ سر بازار بحث کرنے سے معذور ہوں۔ ''سیاست'' میں میرے دلائل مطالعہ فرمائیے گا۔ وہ مجھے قسم دے گئے کہ ضرور کچھ لکھو۔ میں اسی وقت لوٹ کر دفتر میں آیا۔ اور ''سیاست'' میں ایک خذرہ لکھا جس میں بے دلیل مضمون کی اشاعت پر اظہار افسوس کرنے کے بعد مبحث پر ایک سلسلہ لکھنے کا وعدہ کیا تھا اور یہ سلسلہ اسی عہد کے ایفا میں سپرد قلم ہوا''۔

کتاب تحریک قادیانی کے مقدمے میں مصنف مرحوم نے اس کتاب میں موجود دلائل کا خلاصہ اس طرح پیش کیا ہے جو انہی کے الفاظ میں پیش خدمت ہے:

''اس خیال سے کہ ناظرین کرام کو میرے استدلال کے سمجھنے میں آسانی ہو، میں ان

دلائل کو جو تحریک قادیان کے متعلق میں نے پیش کئے ہیں ایک جگہ جمع کئے دیتا ہوں۔ باقی تفصیلات ہیں جو ان دلائل کے ثبوت میں سپرد قلم ہوئیں۔ یہ دلائل ملاحظہ فرمائیے :

پہلی دلیل: مرزا صاحب کی تحریر مبتذل اور پیش پا افتادہ اغلاط سے پُر ہے۔ لہذا یہ الہامی عبارت نہیں ہو سکتی۔ جس کو خدا کی زبان کہتے ہیں۔

دوسری دلیل: میرا ایمان ہے کہ حضور شافع المذنبین کے دین کی تجدید کے لیے اگر کوئی مرسل آئے تو وہ جس طرح مجنون، کاہن اور ساحر نہیں ہو سکتا، اسی طرح شاعر بھی نہیں ہو سکتا اور مرزا صاحب شاعر تھے مگر کلام شاعری کے لحاظ سے ناقص ہے۔

تیسری دلیل: مرزا صاحب کے دعاوی کی کثرت وندرت اور انکے تنوع کا یہ حال ہے کہ انسان ان کی فہرست ہی کو دیکھ کر پریشان ہو جاتا ہے۔

چوتھی دلیل: مرزا صاحب فرزند خدا ہونے کے مدعی ہیں اور یہ عقیدہ اسلام کے خلاف ہے۔

پانچویں دلیل: مرزا صاحب کا ایک دعویٰ الوہیت کا بھی ہے یعنی آپکو خود خدا ہونے کا دعویٰ ہے یہ بھی تعلیم اسلام کے خلاف ہے۔

چھٹی دلیل: میرے عقیدہ کے مطابق احمد مجتبےٰ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ مرزائی صاحبان بھی حضور ممدوح کی شان میں خاتم النبیین کے الفاظ استعمال کرتے ہیں مگر مجھے علی وجہ شہادت علم ہے کہ خاتم النبیین کا جو مفہوم عام مسلمانوں کے ذہن میں موجود ہے۔ وہ احمدی جماعت کے مفہوم ذہنی سے کوسوں دور ہے۔

ساتویں دلیل: تقریباً ہر پیغمبر کے معتقدین مرتد ہوئے۔ لیکن شاید تاریخ عالم میں مرزا صاحب کے سوا کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جس میں کسی نبی پر ایمان لانے والوں میں اپنے نبی

مدیر ریاست سید حبیب

کے دعویٰ نبوت کے متعلق اختلاف ہوا ہو۔ مرزا صاحب واحد مدعی نبوت ہیں جن کے دعاوی نبوت کے متعلق خود ان کے معتقدین میں اختلاف ہے۔

آٹھویں دلیل: مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں اور خدائے تعالیٰ نے نبوت کا دروازہ بند کر دیا ہے۔

نویں دلیل: مرزا صاحب نبوت کے مدعی بھی ہیں اور سے انکار بھی کرتے ہیں۔

دسویں دلیل: مرزا صاحب پر ایسے الہامات ہوئے ہیں جو خود انکی فہم میں نہیں آئے حالانکہ میرے علم ویقین کے مطابق دنیا میں کوئی پیغمبر یا نبی ایسا نہیں گذرا جس پر خدائے تعالیٰ نے اسقدر بے اعتمادی کی ہو کہ اس کو پیام بھیجا ہو اور پھر اسکو پیام کے معنی نہ سمجھائے ہوں۔

گیارہویں دلیل: مرزا صاحب کے ایسے الہامات کی وجہ سے جو خود مرزا صاحب نہیں سمجھ سکے، مدعیان نبوت کاذبہ کے لیے ایک وسیع میدان ہو گیا ہے۔ آئے دن ایک نبی علم نبوت بلند کیا کرے گا اور کہے گا کہ مرزا صاحب کے فلاں الہام کی وضاحت کے لیے مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔

بارہویں دلیل: مرزا صاحب نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہر صدی میں ایک مجدد ہوتا ہے۔ لیکن وہ پہلے بارہ سو سال میں سے کسی مجدد کا نام نہیں بتا سکے۔ حالانکہ ہر پیغمبر نے اپنے سے پہلے گذرے ہوئے انبیاء میں سے بعض کا نام ضرور لیا ہے۔

تیرہویں دلیل: مرزا صاحب نے الہامات کے نام سے قرآن وحدیث کی بعض آیات میں تصرف کیا ہے۔

چودہویں دلیل: مرزا صاحب کی پیشگوئیاں غلط ثابت ہوئیں اور انہوں نے خود

پیشگوئی کی صحت کو معیار نبوت ٹھہرایا ہے۔

پندرہویں دلیل: مرزا صاحب کے بعض افعال واقوال پیغمبر تو کجا عام انسان کی شان کے شایان بھی نہ تھے۔

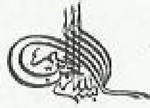
سولہویں دلیل: مرزا صاحب نے کوئی ایسا کام بطور نبی نہیں کیا جو انکے دعویٰ نبوت کو ضروری یا مسلمانوں کے لیے مفید ثابت کرے۔

سترہویں دلیل: مرزا صاحب کی بعض کارروائیوں سے اسلام اور مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا۔

اٹھارہویں دلیل: مرزا صاحب نے کرشن کو نبی ظاہر کر کے خود ان کے اوتار ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور یہ دونوں باتیں تعلیم قرآن حمید کے خلاف ہیں۔

نوٹ: سلسلہ عقیدہ ختم نبوت میں کتاب تحریک قادیانیت سے قبل مصنف کی جانب سے مذکور، تمہیدات شامل نہیں ہیں۔

سید حبیب مرحوم نے تمام زندگی حق و صداقت کا پھریرا لہرایا۔ کئی بار قید و بند کی صعوبتوں سے نبرد آزما ہوئے۔ ہر ظالم و جابر سے ٹکرانے میں ذرہ بھر بھی تامل نہ کیا۔ تمام زندگی لوگوں کی سفارشیں کرنے محتاجوں کی امداد کا جتن کرنے اور مظلوموں کی دادرسی کے لئے افسروں سے جھگڑنے والے اس بے لوث مرد مجاہد نے اپنے لئے غربت کی زندگی ہی کو ترجیح دی۔ ۲۳ فروری ۱۹۵۱ء بمطابق ۱۶ جمادی الاول ۱۳۷۰ھ بروز جمعۃ المبارک آپ اس دنیائے فانی سے دار آخرت کی طرف رحلت فرمائی۔ آپ کی آخری آرامگاہ لاہور کے مشہور و معروف قبرستان میانی صاحب میں ہے۔



تحریکِ قادیان

یہ عقیدہ ہمارے لئے کیوں قابل قبول نہیں؟

(سنِ تصنیف: 1933ء)

تصنیفِ لطیف

فدائے ملت مولانا سیّد حبیب

(مُدیر سیاست، لاہور)

نہایت ضروری گذارش

مسئلہ قادیان پر قلم اٹھانے سے قبل میں دو ایک باتیں لکھ دینا چاہتا ہوں تا کہ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو سکے۔

اول: مجھے اپنی علمی کم مائیگی کا احساس ہے۔ میں بدرجہ مجبوری اس موضوع پر قلم اٹھا رہا ہوں ورنہ یہ کام سیاسی اخبار نویسوں کا نہیں ہے۔ علمائے کرام کا کام ہے جنہیں قرآن پاک اور حدیث شریف وغیرہ پر کامل عبور ہے۔

دوم: مجھے کسی گروہ سے بحث کرنا مقصود نہیں۔ میں صرف یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ میری دانست میں تحریک قادیان کیوں میرے لیے اور مجھ ایسے مسلمانوں کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔

سوم: اس مضمون میں احمدی مرزائی یا قادیانی الفاظ کے استعمال میں کسی خاص اہتمام سے کام نہیں لیا گیا اور نہ ان کے استعمال سے کسی کی ہتک یا دل آزاری ہی مقصود ہے۔ احمدی تو ایسا لفظ ہے جو مرزائی صاحب کے پیرو خود اپنے لیے بصد شوق استعمال کرتے ہیں کہ ان کے پیر طریقت نے یہی نام ان کے لیے تجویز کیا۔ قادیان وہ شہر ہے جسکے متعلق انکے ہادی کا اپنا شعر ہے کہ : شعر

زمین قادیان اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(درثمین اردو صفحہ ۵۲)

لہٰذا کسی صاحب کو قادیان سے نسبت دینا ان کے لیے وجہ دل آزاری نہیں ہو سکتا مجھے اگر کوئی میرے اجداد کی نسبت سے مکی، مدنی، حجازی، عربی یا وطن کی نسبت سے بخاری کشمیری پنجابی، ہندوستانی، یا ایشیائی کہے تو مجھ پر ایسا خطاب ہرگز گراں نہیں گذر سکتا۔

نیز مجھے یہ بھی عرض کرنے دیجئے کہ مرزا صاحب خود کو غلام احمد قادیانی لکھا

کرتے تھے۔ چنانچہ ازالہ اوہام طبع اول کے صفحہ ۸۶ پر اور طبع ثانی کے صفحہ ۹۰ پر آپ لکھتے ہیں کہ: ''میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں''۔

اگرچہ اس حوالہ سے مقصود صرف اس حقیقت کا اظہار ہے کہ مرزا صاحب نے خود اپنے لیے قادیانی کا لفظ پسند فرمایا۔ لہٰذا ان کے کسی مرید کے لیے یہ لفظ نہ صرف ہتک آمیز ہی نہیں ہوسکتا بلکہ وجہ فخر ومباہات ہونا چاہیے۔ تاہم اس موقعہ پر یہ عرض کردینا بھی بے جا نہ ہوگا کہ مرزا صاحب کا یہ خیال صحیح نہ تھا کہ اس وقت کوئی شخص دنیا میں ایسا نہ تھا جو ''غلام احمد قادیانی'' ہو اس لیے کہ ضلع لودیانہ میں موضع قادیان موجود ہے۔ اور ضلع گورداسپور میں تین قادیان ہیں جن میں سے ایک میں مرزا صاحب رہتے تھے اور ایک قادیان میں ''غلام احمد قادیانی'' ایک اور شخص موجود تھا۔ جو قریشی قوم سے تھا اور مرزا صاحب کا ہم عمر تھا اور اگرچہ بعض اشخاص کے لیے مرزا صاحب کا یہی خیال ان کے دعاوی کے رد کرنے کے لیے کافی دلیل ہوسکتا ہے تاہم میں نے اس کو کچھ زیادہ اہمیت نہیں دی۔ اس لیے کہ میرے پاس زیادہ وزن دار اعتراضات موجود ہیں۔ لہٰذا میں نے یہ واقعہ تذکرۃً سپرد قلم کیا ہے۔ اور بس......

رہا مرزائی کا لفظ سو اس کے متعلق عرض ہے کہ بانی تحریک قادیان کی حیات میں ایک سالانہ جلسہ کے موقعہ پر مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے امیر جماعت احمدیہ لاہور کی شان میں کسی نے مرزا صاحب کی موجودگی میں یہ شعر کہا تھا کہ شعر

کیا ہے راز طشت ازبام جس نے عیسویت کا — یہی ہیں وہ یہی ہیں وہ یہی ہیں پکے مرزائی

اور مرزا صاحب آنجہانی نے اس شعر کی داد دی۔ یوں بھی انسان غور کرے تو اپنے مرشد سے کوئی نسبت اس کے لیے وجہ آشفتگی نہیں ہوسکتی۔ عیسائیوں نے عیسائی کے

لفظ کو مسلم سے کمتر جان کر مسلمانوں کیلئے محمدی کا لفظ تجویز کیا۔ لیکن انہیں معلوم نہ تھا کہ ایک سچے مسلمان کے لیے اس سے زیادہ اور کوئی وجہ مسرت وغرور بات ہو نہیں سکتی کہ اسے اس کے مرشد وہادی کے اسم مبارک سے نسبت دی جائے نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہر مسلمان بہ زبان حال وقال فخر ومباہات سے نعرہ بلند کرنے لگا کہ

محمدی ہوں محمدی ہوں محمدی ہوں محمدی ہوں

اور عیسائی اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

چہارم: میری دلی خواہش ہے کہ اس تحریر میں کوئی کلمہ یا فقرہ اشارۃً یا کنایۃً ایسا نہ ہو جو کسی پر گراں گذرے۔ لیکن اگر ایسا ہو تو اسکو میری لغزش تصور کیا جائے اور اگر مجھے اس کی طرف متوجہ کیا گیا تو مجھے عذر تقصیر میں کوئی تامل نہ ہوگا۔

پنجم: میں نے کسی شخص سے اس مضمون کی تدوین میں سوائے ازیں کوئی امداد نہیں لی کہ بعض دوستوں سے کتابیں حاصل کی ہیں۔ استدلال تمام تر میرا اپنا ہے۔ لہٰذا اگر بالفرض دلائل سے میرے استدلال کو کوئی صاحب رد کرسکیں گے تو وہ شکست میری ذاتی شکست ہوگی۔ اس سے میرے ہم عقیدہ یا دوسرے علماء یا عوام پر کوئی اثر نہ ہوگا۔

ششم: حتی المقدور کوشش کی گئی ہے کہ حوالے سچے ہوں اگر کوئی حوالہ غلط ہو یا اس کا مضمون یا کتاب کا صفحہ یا کتاب کا نام صحیح نہ ہو تو اس کو سہو کتابت یا لغزش قلم سمجھا جائے توجہ دلانے پر مجھے اس کی تصحیح شائع کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا......

(سید) حبیب

افتتاح اسباب بفاتحۃ الکتاب

حمد و ثنا ہو تیری کون و مکان والے

الحمد للہ

یارب ہر دو عالم دونوں جہان والے

رب العالمین

بن مانگے دینے والے عرش و قرآن والے

الرحمٰن

گرتے ہیں تیرے در پر سب آن بان والے

بیشک رحیم ہے تو رحمت نشان والے

الرحیم

یوم جزا کے مالک خالق ہمارا تو ہے

ملک یوم الدین

سجدہ ہیں تجھ کو کرتے تیری ہی جستجو ہے

ایاک نعبد

امداد تجھ سے چاہیں سب کا سہارا تو ہے

وایاک نستعین

تیری ہی بارگاہ میں یہ بھی اک آرزو ہے

رستہ دکھادے سیدھا او آسمان والے

اھد نا الصراط المستقیم

وہ راستہ دکھا تو پروردگار عالم

صراط

جس پر چلا کئے ہیں پرہیزگار عالم

الذین

نعمت تھی جن کو ملتی تجھ سے نگار عالم

انعمت علیھم

اور نام جن کا اب تک ہے یادگار عالم

تیری نظر میں ٹھہرے جو عزو شان والے

عاجز حبیب کو تو ان کی نہ راہ چلانا

غیر

مغضوب ہیں جو تیرے اے خالق زمانہ

المغضوب علیھم

گمراہ ہوئے جو تجھ سے اے صاحب یگانہ

ولا الضآلین

ہے عرض تجھ سے اتنی اے قادر و توانا

مقبول یہ دعا ہو او لا مکان والے

امین

(سید) حبیب

قسط اول (۱)

ادعائے نبوت کوئی نئی بات نہیں۔ حضور سرور کائنات فخر موجودات احمد مصطفےٰ محمد مجتبےٰ ﷺ کی شریعت کے ماتحت دعویٰ نبوت کرنے والوں کی ابتدا خود خواجہ دو جہان کے عہد ہی میں شروع ہوئی جو اب تک جاری وساری ہے۔ اور یہ کہنا مشکل ہے کہ کب ختم ہوگی؟ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ علامہ اقبال کا ایک شعر کہ شعر

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز — چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

اس کی صداقت ناقابل انکار ہے مسیلمہ تو مرد تھا۔ حضور ختم رسل (بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ) کے زمانہ میں ایک سے زیادہ عورتوں نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ مسیلمہ اور ایک مدعیہ نبوت عورت کی ناکامی نے دونوں کو متحدہ ہونے پر مجبور کیا، مشاورت ہوئی، دونوں تنہا تھے۔ انکے پیر ومرشد علیہ اللعنہ بھی آ پہنچے۔ شیطنت کے پینگ بڑھے بدکاری دمے خواری کے لطف اڑے اور بی پیغمبرنی صاحبہ مسیلمہ سے روزے اور نماز بطور حق مہر بخشوا کر اور اپنا منہ کالا کر کے گھر کو سدھاریں۔

اس وقت سے لیکر اب تک مسلمانوں کو راہ ہدیٰ سے منحرف کرنے کے لیے کئی خدا کئی اوتار کئی پیغمبر کئی فرزندان خدا اور کئی مہدی اس دنیا میں آ چکے ہیں۔ آغا خاں اپنے مریدوں کے لیے خود خدا ہے۔ اس کے غسل کا وہ پانی جو یورپ کی غلیظ ترین ناپاکیوں کا حامل ہوتا ہے۔ بطور تبرک بٹتا اور سونے کے بھاؤ بکتا ہے۔ ہندوستان اور عرب میں ایسے گروہ موجود ہیں جو کسی داعی ظاہر یا باطن کی آمد کے منتظر بیٹھے ہیں۔ یا جن کی دانست میں اب ہادی آ چکا چنانچہ بلوچستان کے علاقہ مکران میں ایک قوم آباد ہے جس کو ذکری کہتے ہیں۔ اس قوم کا خیال یہ ہے کہ (معاذ اللہ)

۱...... کلمہ محمد رسول اللہ منسوخ ہو چکا اور اب یہ لوگ جو کلمہ پڑھتے ہیں وہ یوں ہے:

لا الہ الا اللہ محمد مہدی رسول اللہ۔

۲...... ان کی دانست میں نماز موقوف ہو چکی ہے۔ یہ لوگ حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے ہیں ایک شخص بلند آواز سے ذکر شروع کرتا ہے اور باقی اسکا ساتھ دیتے ہیں۔

۳...... ان کی رائے میں مہدی آ چکے۔

غرض ان کے معتقدات عجیب وغریب ہیں۔ جن مہدی حضرات یا ان کے پیروؤں کا پتہ چلتا ہے۔ وہ کامیاب مہدی ہیں۔ ناکام مہدیوں کی تعداد کا کوئی اندازہ ہی نہیں۔ مثلاً ضلع گجرات میں ایک گروہ ہے۔ جو ماں کے ساتھ بیٹے، بہن کے ساتھ بھائی اور بیٹی کے ساتھ والد کے تعلقات کی حرمت کا قائل ہی نہیں۔ ان کے مہدی کا حکم ہی یہ ہے کہ اپنی بیوی کو ماں یا بہن کہہ کر پکارو۔

غرض اگر آپ تلاش کریں گے۔ تو آپ کو ہر گلی میں کوئی نہ کوئی ایسا صاحب عزم مل جائے گا۔ جو ملہم من اللہ ہونے کا دعویدار ہوگا۔ اکثر صاحب قلم کامیاب ہوتے ہی پیری اور اس کے بعد ملہم ہونے کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں کلکتہ کے ایک بہت بڑے عالم اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اور اگرچہ وہ دعویٰ مہدیت سے باز آ گئے۔ تاہم اب تک ان کی تحریر کا رنگ وہی ہے۔ جو کسی ایسے ہی شخص کا ہو سکتا جس کو یقین ہو کہ وہ کچھ بھی لکھ رہا ہے۔ کسی قوت فوق العادۃ کے اشارے، حکم یا تائید سے لکھ رہا ہے۔

القصہ اسلام کی گذشتہ ساڑھے تیرہ سو سال کی زندگی میں جس قدر مدعی نبوت یا مہدیت یا مسیحیت پیدا ہوئے۔ ان سب میں سے مرزا صاحب قادیانی بھی ایک ہیں۔ مگر کہتے ہیں کہ یہ بہت کامیاب ثابت ہوئے ہیں حالانکہ یہ سچ نہیں۔ قلت مطالعہ یا عدم

واقفیت اسی اثر کا سبب ہے۔ مدعیان نبوت میں سے مرزا صاحب کامیاب بھی شمار نہیں ہوسکتے۔ ان کو جو کچھ کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کی وجہ ایک اور صرف ایک ہی ہے یعنی یہ پنجاب میں پیدا ہوئے۔ جہاں بے کار علماء کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ انہوں نے ان کی مخالفت کو اپنا پیشہ بنالیا اور یوں ان کا پروپیگنڈہ بڑھ گیا۔ جن علمائے کرام نے دلیل سے اور اظہار حق کے لیے ان کی مناسب مخالفت کی، میں ان کی عزت کرتا ہوں۔ اور ان کے حق میں میرے منہ سے دعائے خیر نکلتی ہے۔ مگر ایسے بزرگوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔

پس مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت، مجددیت، مسیحیت ومہدیت میں کوئی نئی بات نہیں۔ البتہ کرشن کا اوتار بن کر ایک بت پرست وکرشن کو پیغمبر بنا دینا ضرور ایک نرالی بات ہے۔ اور انکی یہ جدت طرازی ان کیلئے ایک شان امتیاز پیدا کرتی ہے اور بس۔

بعثت سرور کونین وصاحب قبلتین ﷺ کے وقت سے لیکر اب تک جن لوگوں نے مہدویت کے دعاوی پیش کئے یا نبوت کے منصب پر قبضہ ثابت کرنے کی سعی کی۔ ان میں سے بعض نہایت کامیاب مدعیان نبوت کا حال بطور مثال سن لیجئے تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ مرزا صاحب کی ظاہری کامیابی مقابلۃً کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی۔ و ھو ھذا۔

ابن تومرت

فتوحات اسلامیہ میں بحوالہ تاریخ کامل وغیرہ لکھا ہے کہ پانچویں صدی کے شروع میں محمد بن تومرت ساکن جبل سوس نے دعویٰ کیا کہ میں سادات حسینی میں سے ہوں، مہدی موعود ہوں۔ اس کے حالات میں مذکور ہے کہ اس نے امام غزالی وغیرہ اکابر علماء سے تحصیل علوم کے بعد رمل ونجوم میں بھی مہارت بہم پہنچائی۔ اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کا علم وفضل اور زہد وتقویٰ دیکھ کر اور اس کی جادو بھری تقریریں سن کر

لاکھوں آدمی اس کے شاگرد ومرید بن گئے۔ اور ایک لشکر لڑنے مرنے والا تیار ہوگیا۔ بادشاہ وقت کو بھی اس نے شکست دی۔ جس کی اس نے پہلے سے پیشگوئی کردی تھی۔

مناسبت معنوی وطبعی کے لحاظ سے عبداللہ ونشریسی اور عبدالمومن وغیرہ اس کے معتمد علیہ قرار پائے۔ عبداللہ ایک بڑا فاضل شخص تھا۔ اس کے علوم وفنون کو ابن تومرت نے کچھ عرصہ تک ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ اس کو ایک مجذوب کی مانند نہایت میلے اور گندے حال میں گونگا بنائے رکھا۔ جب لوگوں میں اس مدعی مہدویت کا خوب چرچا ہوگیا تو اپنی پہلے سے سوچی ہوئی چال چلا یعنی فاضل عبداللہ ونشریسی سے کہا کہ اب اپنا کمال علم وفضل ظاہر کرو۔ چنانچہ اس کی بتائی ہوئی تدبیر کے موافق ایک دن صبح کے وقت عبداللہ نہایت مکلف لباس پہنے اور خوشبوئیں لگائے مسجد کی محراب میں دیکھا گیا۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ فرشتہ نے آسمان سے آکر میرا سینہ شق کیا اور دھو کر قرآن اور موطا وغیرہ کتب آسمانی واحادیث وعلوم سے بھر دیا۔ مکار مہدی موعود اس بات کو سن کر رونے لگا کہ میری جماعت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے آدمی بھی پیدا کئے ہیں جن پر حضرت محمد ﷺ کی طرح فرشتے اترتے ہیں اور جس طرح آنحضرت ﷺ کا سینہ شق کیا گیا تھا۔ اسی طرح اس عاجز کی جماعت کے ایک ذلیل شخص کا سینہ فرشتوں نے شق کر کے قرآن وحدیث اور علوم لدنیہ سے بھر دیا ہے۔ غرض یہ کہ اس حکیم الامۃ ونشریسی کے طفیل اسکو بہت کچھ فروغ حاصل ہوا۔

بعض لوگ اس جھوٹے مہدی کے دعوؤں کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے تھے جن کی فہرست اسم وار اس نے عبداللہ کو دیدی تھی جب عبداللہ کا سینہ شق ہونے اور علوم لدنی اس کو عطا ہونے کا معجزہ تسلیم کرالیا۔ تو اس عبداللہ سے ہی کہلوایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کی شناخت کا بھی نور عطا کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ایسی متبرک ریاست میں دوزخیوں کا رہنا

ٹھیک نہیں۔ لہٰذا ان دوزخیوں کو قتل کر دینا چاہیے۔ میرے اس بیان کی تصدیق کے لیے تین فرشتے آسمان سے نازل ہوئے ہیں۔ جو فلاں کنوئیں میں موجود ہیں (اور خفیہ طریق سے تین مخلص مرید ایک سنسان مقام پر ایک چاہ میں اتار بھی دیئے) حسب الحکم مہدی کاذب ساری جماعت اس چاہ پر پہنچی۔ جہاں مکار مہدی نے اول دو رکعت نماز پڑھی بعد ازاں کنوئیں میں آواز دی کہ

''عبداللہ ونشریسی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دوزخیوں کی شناخت کا علم دے کر حکم دیا ہے کہ دوزخی قتل کر دیئے جائیں کیا یہ سچ ہے؟ چاہ میں سے آواز آئی:

سچ ہے سچ ہے! سچ ہے!''

اس تصدیق کے بعد بدیں خیال کہ یہ عالم تحتانی کے فرشتے اوپر آ کر افشائے راز نہ کر دیں، ان کو عالم بالا پر ہی پہنچا دیا جائے، تو مناسب ہے۔ مہدی موعود نے ونشریسی وغیرہ سے متوجہ ہو کر کہا کہ یہ چاہ اب نزول ملائکہ سے متبرک ہو گیا ہے۔ اس میں نجاست وغیرہ گرنے اور اس سے قہر الٰہی نازل ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے اس کو بند کر دینا مناسب ہے۔ چنانچہ سب کی رائے سے فوراً اس چاہ کو بند کر دیا گیا۔

بعدہ ونشریسی کے بتلانے کے موافق سب مخالف چن چن کر قتل کر دیئے گئے یہ کام کئی دن میں سرانجام ہوا۔ اس طرح مہدی کاذب اپنے مخالفین کا قلع قمع کر کے فتنہ وفساد اور ملک گیری میں مشغول ہوا۔ اور ۲۴ سال تک مدعی مہدویت رہ کر عبدالمومن کو جانشین کر کے مر گیا۔

عبدالمومن

محمد ابن تومرت نے مرنے سے پیشتر اس کو امیر المومنین کا لقب دیکر اپنا جانشین کر دیا تھا۔ اور اس کے حق میں یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ بہت سے ملک فتح کرے گا۔ عبدالمومن چار (۴) برس تک لوگوں کے ساتھ سخاوت واحسان کے سلوک کرتا رہا اور چونکہ جوانمرد اور بہادر تھا اس لیے ملک فتح کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ چنانچہ جس طرف کو گیا اسکی فتح ہوئی اندلس اور عرب کو بھی اس نے فتح کیا ۵۵۱ھ میں اپنے بیٹے محمد کو ولیعہد کر کے اپنے مریدوں سے بیعت کرائی۔ آخر ۳۳ سال تک مہدی کا خلیفہ اور امیر المومنین کہلا کر اور بڑی شان وشوکت سے بادشاہت کر کے ۵۵۸ھ میں مر گیا۔ اور اپنی اولاد کو بادشاہت دے گیا۔ بے شمار مسلمانوں کو قتل کیا اور مدت العمر محمد بن تومرت کی تعلیم مہدویت پھیلاتا رہا۔

ظریف ابوصبیح وصالح بن ظریف

دوسری صدی کے شروع میں اس نے حکومت کی بنیاد قائم کی اور نبوت کا دعویٰ کر کے نیا مذہب اپنی قوم میں رائج کیا اور پانچویں صدی کے آخر تک اس کی اولاد میں سلطنت رہی۔ چنانچہ صالح بن ظریف شروع ہی میں اپنے باپ کا مرید ہوا۔ یہ شخص اپنی قوم میں عالم و دیندار تھا۔ باپ کی طرح اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں مہدی اکبر ہوں اور عیسیٰ بن مریم میرے ہی وقت میں نازل ہوں گے۔ اور میرے پیچھے نماز پڑھیں گے اس نے اپنا نام خاتم الانبیاء بھی رکھا۔ مفصل حال ابن خلدون میں موجود ہے۔

یہ ایک جدید قرآن کے اپنے اوپر نازل ہونے کا دعویدار تھا۔ جس کی سورتیں اس کے مرید نماز میں پڑھتے تھے۔ چند سورتوں کے نام یہ ہیں۔ سورۃ الدیک، سورۃ الحمر، سورۃ الفیل، سورۃ آدم، سورۃ نوح، سورۃ ہاروت وماروت، سورۃ ابلیس، سورۃ غرائب الدنیا وغیرہ

وغیرہ ۔ ۴۷ سال تک نہایت استقلال اور کامیابی سے اپنے مذہب کی اشاعت اور بادشاہت کرتا رہا۔ اس کے بعد اس کے خاندان میں حسب ذیل مشہور بادشاہ ہوئے

نام بادشاہ	مدت سلطنت
الیاس بن صالح	۵۰ سال
یونس بن الیاس	۳۳ سال
ابوغفیر محمد صالح کا پڑپوتا	۲۹ سال
ابوانصار عبداللہ بن ابوغفیر محمد	۴۴ سال

ان لوگوں نے بڑی شان و شوکت سے حکومت کی۔ اور ایسے صاحب اقبال و شوکت وجلال تھے کہ بڑے بڑے بادشاہ اور خلفاء بھی ان سے ڈرتے تھے۔

عبداللہ مہدی صاحب افریقہ

یہ شخص ۲۹۶ھ میں مہدویت کا مدعی ہوا۔ اگلے سال افریقہ میں جا کر وہاں کا فرمانروا ہوگیا اور مہدویت کا زور وشور سے اعلان کیا۔ ۶۳ سال کی عمر پائی اور ۳۲۲ھ میں اپنے بیٹے ابوالقاسم کو ولی عہد کر کے اپنی موت سے مرگیا۔ گویا ۲۷ سال دعوی مہدویت کے ساتھ زندہ رہا۔ اسکی اولاد میں ۵۶۳ھ تک سلطنت رہی اور ۳ فرمانروا اس کے خاندان میں ہوئے۔ (مفصل دیکھو ابن خلدون جلد چہارم اور تاریخ کامل ابن اثیر جلد ہشتم)

ایسے اور بہت سے نام پیش کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن میں مندرجہ بالا مثالوں کو اپنے مقصود کے لیے کافی سمجھتا ہوں۔

قسط دوم (۲)

دعویداران مسیحیت و مہدویت کی جماعت کثیر میں سے صرف تین اشخاص کے حالات اس لیے اوپر درج کیے گئے ہیں کہ مسلمانوں کی موجودہ مفلوک الحال کے مقابلہ میں علمبرداران تحریک قادیان کی ثروت وجاہت وتمکنت بھی ان کی صداقت کی ایک دلیل سی بنائی گئی ہے، اس کا ازالہ ہوسکے۔ اس لیے کہ جن مدعیان نبوت کا مختصر حال اس سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے۔ ان کی شوکت ثروت وتمکنت اور ان کا جاہ وجلال قادیان سے لاکھوں گنا بڑھا ہوا تھا وہ صاحب تخت وتاج وحامل شمشیر وعلم ہوگزرے ہیں لہٰذا ظاہری شان وشوکت سے مرعوب ہونا درست نہیں۔ اس کو خداوند کردگار نے اپنے کلام میں ''متاع قلیل'' کا نام دیا ہے۔ لہٰذا اس سے مرعوب ہونا دانشمندی سے بعید ہے۔

تاہم اس سے مرزا صاحب کے دعاوی کی تکذیب نہیں ہوتی اس کے لیے زیادہ وزنی دلائل کی ضرورت ہے۔ میں جن دلائل کی بنا پر تحریک قادیان سے اتفاق نہیں کرسکتا وہ ملاحظہ فرمائیے۔

پہلی دلیل

قرآن مجید فرقان حمید کے ماننے والوں کو اس حقیقت پر ناز ہے۔ اور اس بات پر مسلمان بجا طور پر فخر ومباہات کا اظہار کرتے ہیں کہ دنیا میں الہامی کتابوں کے ماننے والوں میں صرف مسلمان ہی ایسے ہیں جن کا ایمان ایک ایسی کتاب پر ہے۔ جس میں کوئی تبدیلی نہ اب تک ہوئی ہے، نہ آئندہ ہوگی اور نہ ہوسکتی ہے۔ اور اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ جس طرح اس کتاب کا مصنف لاشریک و بے مثال ہے۔ اسی طرح یہ کتاب بھی عدیل

وبے نظیر ہے اوراس کتاب مقدس کے مقابلہ میں بھی کوئی اور کتاب تصنیف نہیں ہوسکتی۔ پوری کتاب تو بڑی بات ہے قرآن پاک کا اپنا دعویٰ ہے کہ اس کی سورتوں کی طرح کی ایک سورۃ بھی کوئی لکھ نہیں سکتا خواہ لکھنے والا ایک ہو یا دنیا جہان کے تمام عالم و فاضل و عام انسان حیوان فرشتے دیوی اور دیوتا جمع ہوکر بھی ایسی کوشش کیوں نہ کریں۔ اسلام دشمنوں سے گھرا ہوا ہے اس کو غلط ثابت کرنے کے لیے امریکہ اور یورپ کے قارونوں کا روپیہ پانی کی طرح بہہ چکا اور پادریوں نے کوئی کوشش اٹھا نہ رکھی مگر اس کی ایک للکار کا جواب نہ دے سکے۔ وہ للکار کیا ہے: ان كنتم في ريب مما نزلنا علىٰ عبدنا فأتوا بسورة من مثله وادعوا شهداء كم من دون الله ان كنتم صادقين ٥

یعنی محمد رسول اللہ ﷺ پر جو قرآن ہم نازل کر رہے ہیں اس کے بارے میں تم کو کچھ شک ہو تو اگر تم سے ہوسکے تو اس کی ایسی ایک ہی سورۃ تیار کر لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جس کو چاہو اپنی امداد کے لیے بلا لو۔

غور کیجئے ساڑھے تیرہ سو سال میں اس دنیا میں کتنے آدمی آئے اور چلے گئے۔ ہر لمحہ کی آبادی کئی سو کروڑ کی ہے۔ یہ صرف انسانوں کی تعداد ہے۔ غیر انسان مخلوق اس کے علاوہ ہے۔ اتنی بڑی تعداد سے چند آیتیں قرآن پاک کے مقابلہ میں تیار نہ ہوسکیں۔ یہ قرآن پاک کی صرف زبان کا اعجاز ہے۔ دوسری خوبیوں کا تو ذکر ہی کیا۔

پس جس مسلمان کی نگاہوں میں قرآن پاک کی یہ خوبی کھب چکی ہو۔ وہ کسی مدعی الہام کی تائید نہیں کرسکتا۔ جب تک کہ وہ مدعی الہام ایسا بیان اور ایسی زبان نہ لائے جس کا دنیا میں جواب نہ ہو۔

مرزا صاحب کی تحریروں کو میں نے بغور پڑھا ہے میں اس کتاب میں بار ہا اپنی

علمی فرومائیگی کا اعتراف کر چکا ہوں اور پھر اس کا اقرار کرتا ہوں لیکن مجھ ایسا ہیچمدان بھی یہ دیکھ کر پریشان ہوجاتا ہے کہ مرزا صاحب کی تحریر مبتذل اور پیش پاافتادہ اغلاط سے پر ہے۔ ان کی تحریروں میں عربی اور فارسی اور اردو کو استعمال کیا گیا ہے۔ جو لوگ عربی سے آگاہ ہیں (اور میں یہاں دم مارنے کی قدرت نہیں رکھتا) وہ ان کی عربی میں فاش غلطیاں دکھا سکتے ہیں۔ فارسی کا بھی یہی حال ہے لیکن میں اردو کے متعلق وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ سہو کتابت وغیرہ کے لیے ہر ممکن موقعہ دینے کے بعد بھی ان کی تحریر کو نہایت غیر معمولی اغلاط سے مملو پاتا ہوں اور من حیث الکل بھی ان کی تحریر نہ معجز نما ہے اور نہ پرزور مثلاً ان کی کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۳۳ میں انہوں نے (اپنی قلم) کے الفاظ استعمال کر کے تذکیر و تانیث کی ایک نہایت ہی پیش پاافتادہ غلطی کی ہے۔ حقیقۃ الوحی میں صفحہ ۲۵۵ ''پر سرخی کی قلم'' کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور ایک اور موقعہ پر ''ہوش آئی'' کے الفاظ لکھ کر آپ نے اپنی ادبی کمزوری کا بدترین نمونہ پیش کیا ہے۔

میں ہر بات مختصر طور پر بیان کرنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا عبارت کے طویل نمونے مبتذل طرز تحریر کے ثبوت میں پیش کرنا نہیں چاہتا۔ ورنہ مرزا صاحب کی تحریر سے ایسے متعدد نمونے پیش کیے جاسکتے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ ساری تحریر کا معیار ادب بہت ادنیٰ ہے۔ اور ادبی لحاظ سے تحریر کی خوبی کا نمونہ کہیں شاذونادر ہی نظر آتا ہے۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ قرآن پاک کے بے مثال طرز تحریر پر ایمان لانے کے بعد میں یقین نہیں کرسکتا کہ خدائے قرآن مجید نے جب ایک اور نبی تجدید دین محمد کے لیے بھیجا تو خدا (معاذ اللہ) طرز تحریر کو بھول گیا یا عربی کی بجائے اردو کے اختیار کرتے ہی اس کی زبان میں فرق آگیا لیکن یہاں تو عربی بھی غلط ہے۔

شاید کہا جائے کہ ادبی چٹخاروں سے مذہب کو کیا واسطہ؟ لہٰذا میں پھر عرض کروں گا کہ قرآن پاک نے جب ہمارے مذہب کی بنا ہی اس بات پر رکھی ہے کہ زبان کو معیار صداقت قرار دیا اس بات کا دعویٰ کیا کہ اس کی زبان لاجواب ہے تو اب کسی وجہ سے اس کی اہمیت کو گھٹانا قرآن پاک کے ایسے اصول کو نظر انداز کرنا ہے جو خدائے قرآن الحکیم نے مدعیان نبوت کی تکذیب یا تصدیق کے لئے ہمیں عنایت کیا ہے۔

اگر مرزا صاحب کا دعویٰ یہ نہ ہوتا کہ ان کی زبان کا ذمہ دار بھی خود خدا ہے۔ تو شاید اس اعتراض کی اہمیت کچھ کم ہو جاتی لیکن ایسا نہیں ہے۔ مرزا صاحب بہ بانگ دہل کتاب نزول المسیح کے صفحہ ۵۶ پر فرماتے ہیں۔

”یہ بات بھی اس جگہ بیان کر دینے کے لائق ہے کہ میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب میں عربی میں یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے۔“

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۷ پر لکھتے ہیں۔ ”ایسا ہی عربی فقرات کا حال ہے عربی تحریروں کے وقت میں صدہا فقرات وحی متواتر کی طرح دل پر وارد ہوتے ہیں اور یا یہ کہ کوئی فرشتہ ایک کاغذ پر لکھے ہوئے وہ فقرات دکھا دیتا ہے۔“

غرض مرزا صاحب دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی تحریر اعجاز خداوندی کا ایک نمونہ ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی تحریر مبتذل ہوتی ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کی اسی محولہ بالا تحریر سے ظاہر ہے۔ جو اعجاز تحریر کے متعلق نزول المسیح سے لی گئی ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن پاک کے نازل کرنے والے خداوند قدوس نے مرزا صاحب کو مبعوث یا مقرر فرما کر اعجاز تحریر دکھایا تو سوائے ازیں کہ اس کے لیے دعائے ہدایت کی جائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

دوسری دلیل

بعثت خاتم النبیین کے زمانہ میں کفار نے حضرت امی لقب (فداہ امی وابی) پر جو الزام لگائے ان میں آپ کو ساحر کاہن مجنون اور شاعر بھی کہا گیا خداوند محمد ﷺ نے ان سب الزامات کی بڑے زور سے تردید کی۔ اور الزام شاعری کی تردید میں قدرے زیادہ زور سے کام لیا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ حضور شافع المذنبین کے دین کی تجدید کے لیے اگر کوئی مرسل آئے تو وہ جس طرح مجنون کاہن یا ساحر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح شاعر بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ مرزا صاحب نے شاعری کے میدان میں بھی جلوہ نمائی کی ہے۔ مگر ان کی نثر کی طرح ان کی شاعری بھی نہایت مبتذل ہے۔ خواہ وہ شاعری اردو کی ہو یا فارسی کی۔ سارا کلام اس کا نمونہ ہے۔ لہٰذا میں اس دلیل کو طول دینے سے گریز کرتا ہوں۔

قسط سوم (۳)

جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کی سب سے بڑی خوبی سادگی ہے حضور کا دعویٰ ہے کہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے رسول اور نبی ہیں اور اسکے بندے ہیں اور بس۔ ان کے دعویٰ میں کوئی ایچ پیچ نہیں۔ برعکس اس کے مرزا صاحب کی تحریک کے خلاف میری

تیسری دلیل

یہ ہے کہ ان کے دعاوی کی کثرت ندرت اور ان کے تنوع کا یہ حال ہے کہ انسان ان کی فہرست دیکھ کر پریشان ہو جاتا ہے نمونۃً آپ کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے لکھتے ہیں کہ شعر

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا   منم محمد احمد کہ مجتبیٰ باشد

یہ شعر کتاب تریاق القلب کے صفحہ ۳ پر موجود ہے۔ پھر براہین احمدیہ کے حصہ پنجم میں درثمین کے صفحہ ۱۰۰ پر ارشاد ہوتا ہے ؎

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں　　نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

ایسے اشعار کو شاعرانہ تخیل یا تعلّی پر محمول کیا جاسکتا ہے لیکن اس کا کیا علاج ہے کہ آپ کے دعاوی کی فہرست ماشاء اللہ بہت ہی طویل ہے۔ ان کی مختصر سی روداد ملاحظہ فرمائیے۔

۱...... اللہ تعالیٰ ہونے کا دعویٰ

مرزا صاحب اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحات ۵۶۴،۵۶۵ میں لکھتے ہیں کہ ”رأیتنی فی المنام عین اللہ وتیقنت اننی ہو فخلقت السموات والارض وقلت زینا السماء بمصابیح“ ترجمہ: میں نے نیند میں خود کو ہو بہو اللہ دیکھا۔ اور مجھے یقین ہوگیا کہ میں وہی اللہ ہوں پس میں نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور کہا کہ ہم نے آسمان کو ستاروں سے سجایا۔

۲...... اللہ تعالیٰ کے فرزند ہونے کا دعویٰ

حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۸۶ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”انت منی بمنزلۃ ولدی“ ترجمہ: تم میرے بیٹے کی جگہ ہو۔

اور پھر البشریٰ جلد دوم صفحہ ۶۵ پر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خطاب کرکے کہا کہ ”انت منی بمنزلۃ اولادی“

۳...... کرشن ہونے کا دعویٰ

مرزا صاحب نے سیالکوٹ میں لیکچر دیا۔ یہ ۲ نومبر ۱۹۰۴ء کی بات ہے۔ یہ لیکچر قادیان کی جماعت کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اس لیکچر میں آپ نے کرشن ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کے بعد آپ البشریٰ کی جلد اول کے صفحہ ۵۶ پر خود کو

”ہے کرشن جی رودر گوپال“

فرماتے ہیں۔

۴...... اوتار ہونے کا دعویٰ

ہندوؤں کو مخاطب کرکے جناب مرزا صاحب کتاب البشریٰ کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۱۶ پر لکھتے ہیں کہ ”برہمن اوتار (یعنی مرزا صاحب) سے مقابلہ اچھا نہیں۔“

۵...... آریوں کا بادشاہ ہونے کا دعویٰ

کتاب البشریٰ ہی کی جلد اول میں صفحہ ۵۶ پر مرزا صاحب نے آریوں کا بادشاہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

۶...... نبوت کا دعویٰ

یہ بہت اہم دعویٰ ہے اس کے وجود سے مرزائیوں کی ایک جماعت نے انکار کیا ہے۔ یہ طویل بحث کا محتاج ہے یہاں اتنا ہی لکھ دینا کافی ہے۔ آپ نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا جس کے ثبوت میں متعدد حوالے پیش کیے جاسکتے ہیں۔

۷...... ابن مریم ہونے کا دعویٰ

اپنی کتاب آئینہ کمالات کے صفحہ ۳۴ پر مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ

کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''یہ دعویٰ مُلہم من اللہ اور مجدد من اللہ ہونے کے دعویٰ سے کچھ بڑا نہیں ہے'' نیز اس دعویٰ کے الفاظ آپ کی کتاب ازالہ اوہام میں ملتے ہیں جس کے صفحہ ۶۵۸ پر آپ لکھتے ہیں کہ ''نازل ہونے والا ابن مریم یہی ہے کہ جس نے عیسیٰ بن مریم کی طرح اپنے زمانہ میں کسی ایسے شیخ ولد روحانی کو نہ پایا۔ جو اس کی روحانی پیدائش کا موجب ٹھہرتا۔ تب خدا تعالیٰ اس کا متولی ہوا اور تربیت کی کنار میں لیا۔ اور اس اپنے بندہ کا نام ابن مریم رکھا۔''

نیز کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۶۵ پر آپ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو طبع اول)

نیز سیالکوٹ میں مرزا صاحب نے ایک لیکچر دیا تھا جس کا حوالہ میں قبل ازیں دے چکا ہوں۔ اس میں بھی آپ نے یہ دعویٰ کیا چنانچہ مطبوعہ لیکچر کے صفحات ۳۲، ۳۳ پر اس دعویٰ کا ذکر موجود ہے۔

۸...... محمد ہونے کا دعویٰ

لیکن اسی پر اکتفا نہیں۔ خدا اور عیسیٰ ابن مریم ہونے کے مدعی ہونے کے علاوہ آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ خود محمد بھی ہیں۔ چنانچہ آپ اپنی تحریرات موسومہ خطبہ الہامات کے صفحہ ۱۷ پر لکھتے ہیں کہ

''خدا نے مجھ پر اس رسول کا فیض اتارا اور اس کو پورا کیا اور مکمل کیا اور میری طرف اس رسول کا لطف اور جود بھرا یہاں تک کہ میرا وجود اس کا وجود ہو گیا۔''

(اصل عبارت عربی میں ہے میں نے آسانی کے خیال سے اس کا ترجمہ پیش کر دیا ہے)

۹...... ظلی محمد ہونے کا دعویٰ

اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۰۱ پر آپ نے ظلی طور پر محمد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

۱۰...... احمد ہونے کا دعویٰ

آپ نے اپنے احمد ہونے کا دعویٰ پیش کیا۔ جس کی تفصیل یوں ہے کہ قرآن شریف میں ایک آیت شریفہ ہے کہ ''ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد''

مرزا صاحب اپنی کتاب ازالہ اوہام کی طبع اول کے صفحہ ۶۷۳ پر دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ احمد میں ہی ہوں۔

۱۱...... ظلی احمد ہونے کا دعویٰ

تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۰۱ پر آپ نے ظلی احمد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

۱۲...... مسیح موعود ہونے کا دعویٰ

اس کا ثبوت ابن مریم کے دعویٰ کی دلیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۳...... محمد مفلح ہونے کا دعویٰ

بشریٰ نامی کتاب کی جلد دوم کے صفحہ ۹۹ پر لکھا ہے کہ

''حضرت مسیح موعود (یعنی مرزا صاحب) نے فرمایا کہ آج اللہ تعالیٰ نے میرا ایک اور نام رکھا ہے جو پہلے کبھی سنا بھی نہیں۔ تھوڑی سی غنودگی ہوئی اور یہ الہام ہوا کہ تمہارا نام محمد مفلح رکھا گیا ہے۔''

۱۴...... مجدد ہونے کا دعویٰ

آپ کتاب نشان آسمانی صفحہ ۳۴ پر لکھتے ہیں کہ

''اس عاجز کو دعویٰ مجدد ہونے پر اب بفضلہٖ تعالیٰ گیارہواں برس جاتا ہے۔''

اور درثمین فارسی صفحہ ۱۲۲ پر فرماتے ہیں شعر

رسید مژدہ زغیبم کہ من ہماں مردم — کہ اومجدد ایں دین و رہنما باشد

۱۵...... محدث ہونے کا دعویٰ

حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۹ پر آپ لکھتے ہیں کہ میں محدث ہوں۔ نیز توضیح مرام صفحہ ۱۷ تا ۱۹ میں بھی یہ دعویٰ موجود ہے۔

۱۶...... مہدی ہونے کا دعویٰ

معیار الاخبار میں مرزا صاحب صفحہ گیارہ پر لکھتے ہیں۔

''میں مہدی ہوں۔''

۱۷...... جزوی وظلی نبی ہونیکا دعویٰ

تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۰۱ پر آپ نے بروزی نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اسی طرح ظلی اور جزوی نبی ہونے کا دعویٰ آپ نے توضیح مرام کے صفحہ ۱۷ تا ۱۹ پر بھی کیا ہے۔

۱۸...... صور ہونے کا دعویٰ

چشمہ معرفت کا صفحہ ۷۶ ملاحظہ فرمائیے تو اس میں لکھا ہے کہ

''اس جگہ صور کے لفظ سے مراد مسیح موعود ہیں۔''

۱۹......سنگ اسود ہونے کا دعویٰ

البشریٰ جلد اول صفحہ ۴۸ پر لکھا ہے کہ

''ایک شخص نے میرے پاؤں کو بوسہ دیا میں نے کہا کہ سنگ اسود میں ہوں۔''

۲۰...... عجیب ترین دعویٰ

لیکن سب سے عجیب دعویٰ وہ ہے جو البشریٰ جلد دوم کے صفحہ ۱۱۸ پر یوں درج ہے

''امین الملک جے سنگھ بہادر''

دعاوی کی تو انتہا نہیں کہاں تک لکھتا چلا جاؤں۔ اب انسان عقیدہ لائے تو کس دعویٰ پر؟

قسط چہارم (۴)

اختصار کے ساتھ اور شدید انتخاب کے بعد میں نے مرزا صاحب کے بیس دعاوی گنوائے ہیں ان دعاوی میں سے جن کا تعلق اوتار یا کرشن وغیرہ سے ہے۔ ان کے متعلق مجھے جو کچھ عرض کرنا ہے۔ وہ میں کسی آئندہ قسط میں ناظرین کرام کے گوش گزار کروں گا۔ خدا اور فرزند خدا ہونے کے متعلق آپ کے دعاوی ایسے ہیں کہ ان کے خلاف اگر تفصیلی بحث کی جائے تو برسوں یہ سلسلہ جاری رہ سکتا ہے۔ اس لیے کہ توحید باری تعالیٰ اسلام کا اصل الاصول ہے اور قرآن پاک تولید وولادت حق عز اسمہ کے خلاف دلائل سے بھرا پڑا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ مرزا صاحب کے عقیدتمند عوام کو مرزا صاحب کے ان دعاوی سے آگاہ تک نہیں کرتے لوگوں کو ایک مجدد اور خادم دین محمد ﷺ کی بیعت کے لیے دعوت دیجاتی ہے۔ اور جب فریب خوردہ انسان عقل کو کھو بیٹھتا ہے۔ تو اسکے لیے ایسے

خلاف عقل دعاوی کے متعلق ان توضیحات کو تسلیم کر لینا کوئی بڑی بات نہیں ہوتی جو ایک دانش مند کے لیے لایعنی ہوتی ہیں۔ کسی مسلمان سے بلاتکلف و بلا اطلاع پوچھ کر دیکھ لیجئے کہ کیا تم تسلیم کر سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کسی سے پیدا ہوا یا کسی کو اس کی فرزندی کا رتبہ حاصل ہے۔ تو وہ معاذ اللہ کہہ کر ایسے کلمات کے سننے تک سے انکار کر دے گا۔ مگر عقیدت وہ شے ہے کہ جہاں ایک دفعہ یہ جذبہ پیدا ہوا۔ موحد ترین انسان اپنے پیر کی ہر خلاف شرع حرکت کو عین شریعت سمجھتا اور اپنے مرشد کے کفرنواز کلمات کو توحید کی دلیل واضح گردانتا ہے۔

قادیانی کہیں گے اور اس کے سوا اور کہہ بھی کیا سکتے ہیں کہ یہ باتیں راز و نیاز کی ہیں۔ جو شخص فنافی اللہ ہو چکا وہ خود کو فرزند خدا سمجھنے لگے تو کیا۔ لیکن یہ شریعت نہیں۔ حضرت منصور نے دعویٰ ''انا الحق'' کیا۔ تو شریعت نے ان کی کھال کھینچ دی۔ قرآن الحکیم کی تعلیم کی رو سے ایسا دعویٰ خارج از اسلام ہے۔ اور ایک نبی کے لیے وہ گفتگو شایان شان نہیں جو کسی مجذوب کی زبان پر جاری ہو سکتی ہو۔

اور یوں عیسائیوں سے بھی پوچھ لیجئے وہ کہیں گے کہ ''ابتداء میں کلام تھا۔ کلام خدا کے ساتھ تھا کلام خدا تھا۔''

ایک پاکیزہ تثلیث ہے جس میں تولید و ولادت کی آلائش کا ذکر تک نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسی کلام کو کلمہ کہہ کر کہ وہ مسیح کا نام دیتے اور مسیح کو خدا کا فرزند مانتے ہیں اور یوں محولہ بالا اصول ''باپ، بیٹا اور روح القدس'' کی تثلیث میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نہایت وضاحت سے حکم دیا کہ وہ ہرگز ہرگز یہ نہ کہیں کہ ''خدا تین میں سے ایک ہے''۔ (قرآن الحکیم)

بلکہ سورہ اخلاص میں ارشاد ہوتا ہے: لم یلد و لم یولد ۝

یہ کلیہ بیان کر کے ایسے عقائد باطلہ کی ترویج کا دروازہ ہمیشہ کیلئے اور کلیۃً بند کر دیا گیا ہے۔ کسی زمانہ میں جب کہ بیکاری تھی مجھے بھی یہ شوق پیدا ہوا تھا کہ شاعری کے جسم زار کو مجروح تر کیا جائے۔ چنانچہ میرا اپنا ایک شعر ہے شعر

بیکاری میں حبیب بھی شاعری کے لطف　　لیتے ہیں خوب وقت کا ہرجانہ سمجھ کر

اس زمانہ میں تین نظمیں ایسی بھی قلم سے ٹپک پڑیں جو قابل تعریف تھیں۔ ان میں سے ایک الحمد شریف کا ترجمہ ہے۔ جو اس کتاب میں کسی دوسری جگہ درج ہے؟ دوسری علامہ اقبال کے ترانہ کی تخمیس ہے اور تیسری میں قل شریف کا ترجمہ ہے۔ آخری نظم کے دو شعر ہیں شعر

تا کہ رب خود نگوید کس تر یا رب ما　　لم یلد اندر قرآں خود گفتی وصف خویش را
زانکہ از آلائش تولید ہستی پاک تو　　لم یولد شانت شدہ مشہور مولا سو بکو

پہلے شعر میں اب اور رب کے عقائد کا مقابلہ موجود ہے۔ مسیحی عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور بنی نوع انسان کا تعلق اب اور ابن کا ہے۔ یعنی باپ اور اولاد کا۔ لیکن اسلام کا عقیدہ اس کے برعکس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خلقت کا پروردگار یعنی رب ہے۔ اور ان دو عقائد میں بعد المشرقین ہے۔ باپ پیدا کرنے پر بھی قدرت نہیں رکھتا، وہ خالق کا منصب ہے خالق کی اجازت اور اس کے حکم سے باپ نے اولاد پیدا کی۔ لیکن وہ اس کو پال نہیں سکتا پالنے والا پروردگار ہے۔ چنانچہ باپ کی موت اولاد کی پرورش کو ناممکن نہیں بنا دیتی۔ پس باپ ایک آلہ کار ہے۔ جس کا فعل بہت عارضی ہے۔ برعکس ازیں رب وہ خدائے قدوس ہے جو خود باپ کو پال کر اولاد پیدا کرنے کے قابل بنا دیتا ہے۔ اور پھر اس اولاد کی پرورش کرتا ہے پروردگار یا رب کے بغیر زندگی ہی خارج از امکان ہے۔

اسلام کے اس عقیدہ نے مسیحیت پر فتح پائی۔ مگر مرزا صاحب پھر مسیحی عقیدہ کی طرف لوٹ گئے۔ جواز بس اندوہناک ہے۔

کہا جائے گا کہ مرزا صاحب کو خدا کے فرزند ہونے کا جو دعویٰ ہے وہ معنوی ہے، نہ کہ جسمانی۔ اگر بالفرض اس توضیح کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ عیسائی بھی یہ نہیں کہتے کہ خدانخواستہ حضرت مریم اور خداوند تعالیٰ میں جسمانی لحاظ سے زن وشوہر کے تعلقات تھے جس سے حضرت مسیح پیدا ہوئے۔ اور اگر عیسائیوں کے اس دعویٰ کو خداوند اسلام نے گوارا نہیں کیا کہ معنوی لحاظ سے عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے تھے۔ تو مرزا صاحب کے مقابلہ میں کیوں اس کلیہ سے ایک استثنیٰ کو جائز رکھے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب نے عیسائیوں سے آگے بڑھ کر قدم رکھا ہے۔ چنانچہ جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے۔ مگر خدائے تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلا دے گا۔ جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا۔ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔ (تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۱۴۳)

پھر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب سے فرمایا ''انت من ماء نا وھم من فتل''
ترجمہ: اے مرزا تو ہمارے پانی سے ہے اور دوسرے لوگ خشکی سے ہیں۔

(ملاحظہ ہو اربعین جلد ۳ صفحہ ۳۴)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندہ کیا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ باقی لوگ خشکی سے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ البتہ اگر یہاں ماء کے معنی نطفہ کر لیے جائیں تو لغواً صحیح ہوگا مگر بات بدل جائے گی۔

اور ماء سے مراد نطفہ لینا خارج از جواز نہیں۔ اس لیے کہ مرزا صاحب کے مرید خاص قاضی یار محمد صاحب نے اپنے ٹریکٹ موسوم بہ اسلامی قربانی میں ایک ایسا فقرہ لکھا ہے۔ جس میں خدائے تعالیٰ کی معاذ اللہ قوت رجولیت کا ذکر بھی موجود ہے۔ اب غور کیجئے جب رجولیت کا ذکر بھی موجود ہو۔ عورت بننے کا دعویٰ بھی موجود ہو۔ نطفہ کا قصہ بھی موجود ہو تو اس مضمون پر ٹھنڈے دل یا تہذیب سے بحث کیسے اور کیونکر کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس پر بھی اکتفا نہیں۔ مرزا صاحب کشتی نوح کے صفحہ ۴۷ پر لکھتے ہیں کہ

''مریم کی طرح موسیٰ علیہ السلام کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا۔ اور کئی ماہ بعد جو دس ماہ سے زیادہ نہیں بذریعہ الہام مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔''

اور اسی صفحہ پر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ

''پھر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے دردزہ تنہ کھجور کی طرف لے آئی۔''

زبان کے لحاظ سے درد کو مؤنث لکھنا شاید اعجاز خداوندی ہو۔ لیکن تمام مراحل حمل کے موجود ہونے پر دعویٰ فرزند خدا کو معنوی تسلیم کر لینا ایک لقمہ ہے، جس کو مجھ ایسے گنہگار بھی آسانی سے نگل نہیں سکتے۔

قسط پنجم (۵)

پس تحریک قادیان کے خلاف میری
چوتھی دلیل

یہ کہ مرزا صاحب نے فرزند خدا ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ

اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ مخلوق خدا میں سے کسی کو بداہتہً صراحتاً کنایۃً اشارۃً یا استعارۃً خدا کا بیٹا مانا جائے۔ اس معاملہ میں تو اللہ تعالیٰ کو یہ بھی گوارا نہیں کہ اس کے پیغمبر محترم ﷺ کو بھی کوئی مرد اپنا باپ بنائے یا سمجھے اور جب کسی مرد کا رسول خدا کو اپنا باپ سمجھنا بھی خدائے برتر وتوانا کو گوارا نہیں تو خود اللہ تعالیٰ کو باپ کہنے اور سمجھنے والے کے لئے اسلام کے وسیع حلقہ میں داخلہ کی گنجائش کہاں باقی رہ جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ

محمد تم مردوں میں سے کسی ایک کا بھی باپ نہیں ہے بلکہ وہ خدا کا بھیجا ہوا رسول اور خاتم النّبیین ہے۔

پانچویں دلیل

مرزا صاحب کے ان دعاوی پر نظر دوڑایئے جن کو میں نے قسط سوم میں جمع کر دیا ہے ان میں ایک دعویٰ الوہیت کا بھی ہے یعنی آپ کو خود خدا ہونے کا دعویٰ ہے۔ میں اس دعویٰ کے متعلق کچھ لکھ کر عامۃ المسلمین کی فراست و دانش کی ہتک کرنا نہیں چاہتا بلکہ جیسے کہ میں عرض کر چکا ہوں میری سمجھ کے مطابق قرآن پاک کی تعلیم ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ استعارۃً و کنایۃً بھی کسی مخلوق کو خالق تسلیم کیا جائے۔ کیا فنافی اللہ کے بہانہ سے کسی کو اللہ ماننے والے فنافی الرسول کو رسول خدا مان لیں گے اور اگر ایسا ہو تو خدا اور رسول ہونے کے مدعی صاحبان کی تعداد شاید ہزاروں سے بھی متجاوز ہو جائے۔ پس مرزا صاحب کے دعاوی کو تسلیم کرنے سے مجھے اس لیے بھی انکار ہے کہ ان کے دعاوی میں الوہیت کا دعویٰ بھی موجود ہے۔

چھٹی دلیل

میرے عقیدہ کے مطابق احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النّبیین تھے۔ مرزائی صاحبان بھی حضور ممدوح کی شان میں خاتم النّبیین کے الفاظ استعمال کرتے ہیں مگر مجھے علی وجہ شہادت علم ہے کہ خاتم النّبیین کا جو مفہوم عام مسلمانوں کے ذہن میں موجود ہے۔ وہ احمدی جماعت کے مفہوم ذہنی سے کوسوں دور ہے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ خاتم النّبیین کے معنی یہ ہیں کہ سرور کائنات فداہ امی و ابی کے بعد کوئی ظلی بروزی صاحب شریعت یا بغیر شریعت نبی مبعوث نہیں ہوسکتا۔ اسکے برعکس احمدی جماعت مرزا صاحب کی نبوت کے قائل ہے۔ اور خود مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں لہٰذا میرے لیے تحریک قادیان قابل قبول نہیں۔ مجھے علم ہے کہ مرزا صاحب کے وہ مرید جو لاہوری جماعت کے نام سے معروف ہیں۔ اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں کہ مرزا صاحب مدعی نبوت تھے۔ لیکن یہ مسئلہ جداگانہ بحث کا طالب ہے۔ اس موقع پر صرف اتنا عرض کرنا کافی ہے۔ مرزا صاحب کے معتقدین کی اکثریت غالب ان کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کرتی ہے۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ یہ اکثریت خاتم النّبیین کے الفاظ کے وہ معنی تسلیم نہیں کرتی۔ جو عام مسلمانوں کے ذہن میں محفوظ ہیں۔ مجھے علم ہے کہ مرزائی صاحبان خاتم النّبیین کے متعلق لفظی نزاع اور بحث کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں لیکن میں اس جھگڑے کو غیر ضروری سمجھتا ہوں۔ اور اس پر بحث کرنا گناہ جانتا ہوں۔ حضرت امام الاعظم ؒ کا ارشاد ہے کہ کسی مدعی نبوت سے دلیل یا ثبوت طلب کرنا کفر ہے۔ اسلئے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ سائل مفتخر بنی نوع آدم و باعث تخلیق عالم ﷺ کے بعد امکان نبوت کو صحیح سمجھتا ہے۔

خاتم النّبیین کے الفاظ پر اس لیے بھی بحث کرنے کی ضرورت نہیں کہ حضور کے

بعد بعثت انبیاء کے انقطاع کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آج تک کوئی نبی مبعوث ہی نہیں ہوا۔ اور جن اشخاص نے ایسا دعویٰ کیا وہ بہت کچھ عروج پانے کے بعد ایسے ناکام ہوئے کہ ان کا انجام ختم نبوت کی توفیق وتائید کیلئے بجائے خود ایک دلیل بن گیا ہے۔

مرزا صاحب کے معاملہ میں خاتم النّبیین کے مسئلہ پر بحث کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ مرزا صاحب کے دعاوی متعدد ہیں۔ اور اگر ان کے دوسرے دعاوی اور ان کے اپنے پیش کردہ دلائل نبوت سے ان کی تکذیب ہوجائے تو اس سوال پر بحث کرنا غیر ضروری ہوجاتا ہے کہ حضرت مکی مدنی العربی (فداہ امی و ابی) کے بعد کسی نبی کے مبعوث ہونے کا امکان بھی ہے یا نہیں ہیں۔ مرزا صاحب کے دعاوی کے خلاف خاتم النّبیین کے مسئلہ پر بحث کئے بغیر پانچ دلائل پیش کرچکا ہوں اور متعدد مزید دلائل پیش کرنے والا ہوں۔ یہ دلائل ان شاءاللہ ناقابل تردید ہیں۔ لہٰذا میرے لیے یہ ضروری نہیں کہ میں سید المرسلین ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کے مسئلہ پر زیادہ تفصیل سے بحث کروں۔

ساتویں دلیل

تقریباً ہر پیغمبر کے بعض معتقدین مرتد ہوئے لیکن شاید تاریخ عالم میں مرزا صاحب کے سوا اور کوئی ایسی مثال موجود نہیں جس میں کسی نبی کے دعویٰ نبوت کے متعلق اختلاف ہوا ہو مرزا صاحب وہ واحد مدعی نبوت ہیں جن کے ادعائے نبوت کے متعلق خود ان کے معتقدین میں اختلاف ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب کے مریدوں کے دو حصے ہیں ایک حصہ کا نام احمدی جماعت لاہور ہے اور دوسرا گروہ قادیانی کہلا رہا ہے۔ لاہوری جماعت کے عقائد کی فہرست اس جماعت کے امیر مولانا محمد علی کی تصنیف تحریک احمدیت کے آخری

سطر پر موجود ہے اس میں عقیدہ نمبر ۲ کے الفاظ ہیں۔

’’ہم آنحضرت ﷺ کو خاتم النّبیین مانتے ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ (یعنی مرزا صاحب قادیان) جو لکھتے ہیں کہ اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا جو شخص ختم نبوت کا منکر ہوا سے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی۔ ہم نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں۔‘‘

اسی جماعت کے عقیدہ نمبر ۷ میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے فرمایا کہ

’’میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔‘‘

برعکس ازیں جماعت قادیان کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت سے انکار کرنے والا کافر ہے میں ان دو جماعتوں کے اختلاف کی وجہ سے یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوں کہ مرزا صاحب متضاد باتیں فرما گئے۔ لہٰذا ان کی تحریک پر ایمان لانا خارج از بحث ہے انکے تضاد پر ان شاءاللہ تعالیٰ جداگانہ بحث بھی ہوگی۔

قسط ششم (۶)

تحریک قادیان پر مجھے سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اس کو ایک نبی کی تحریک مانا جاتا ہے اور جیسے کہ میں آگے چل کر ثابت کروں گا، مرزا صاحب نے ادعائے نبوت کا ایک ایسا دروازہ کھولدیا ہے جو کبھی بند ہوتا نظر ہی نہیں آتا۔ پس مرزا صاحب کی تحریک کے خلاف میری

آٹھویں دلیل

یہ ہے کہ مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں۔ اور خدائے اسلام نے نبوت کا دروازہ بند کر دیا ہے اسلئے کہ اس نے پیغمبر آخر الزمان ﷺ کو ایک کامل دین دیا۔ اور اس دین کو ایک کتاب میں منضبط کر کے فرمادیا کہ ہم نے اسے (قرآن کو) نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ حضور امی لقب (فداہ روحی) کے بعد اگر کوئی نبی آئے تو کیوں؟ اس کے جواب میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ نبی آئے گا ......

۱...... اسلام کی تنسیخ کے لیے ۲...... اسلام کی تردید کے لیے
۳...... اسلام کی تکمیل کے لیے ۴...... اسلام کی تشریح کے لیے
۵...... اسلام کی تفسیر کے لیے ۶...... اسلام کی تصحیح کے لیے
۷...... اسلام کی تجدید کے لیے

میں ادب سے عرض کروں گا کہ اسلام کی تردید، تنسیخ و تکمیل و تجدید تو خارج از امکان ہے اور نہ مرزا صاحب کا دعویٰ ہی یہ ہے کہ وہ ان اغراض سے آئے۔ لہٰذا ان پر بحث کرنا فضول ہے۔ قرآن اور اسلام مرادف ہیں۔ لہٰذا اسلام یا قرآن کی تشریح اور تفسیر کرنے والوں کو اگر پیغمبر مان لیا جائے تو شاید ایسے پیغمبروں کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہو چکی ہے۔ اور ابھی کروڑوں مفسر اور شارح ان شاء اللہ تعالیٰ پیدا ہو کر رہیں گے۔ پس ثابت ہوا کہ اسلام کو کسی جدید نبی کی ضرورت ہی نہیں۔ لہٰذا مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت ایک ایسا دعویٰ ہے جسکو کوئی سلیم العقل مسلمان تسلیم نہیں کر سکتا۔

اگر چہ میں اس بات کا ذمہ دار نہیں کہ یہ ثابت کروں کہ مرزا صاحب مدعی نبوت تھے یا نہیں لیکن چونکہ امکان ہے کہ جماعت لاہور میری تحریر کے جواب میں کچھ لکھے اور اس

جماعت کو یقیناً میرے دلائل کی مخالفت میں قلم اٹھانے کا حق حاصل ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس مسئلہ کو بھی واضح کر دیا جائے ورنہ اس جماعت کے لوگ اتنا لکھ کر تمام ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں گے۔ سید (حبیب) کا تمام استدلال ہی غلط ہے۔ اس لیے کہ اس نے مرزا صاحب کو مدعی نبوت مان کر بحث کی ہے۔ اور مرزا صاحب سرے سے اس بات کے دعویدار ہی نہ تھے کہ وہ نبی ہیں۔

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ مرزا صاحب وہ واحد شخص ہیں جنہوں نے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا اور ان کے معتقدین میں انکی بعثت کے مقدمے کے متعلق اختلاف ہے لہٰذا یہ کام بہت مشکل ہو جاتا ہے کہ انسان مرزا صاحب کے مقاصد بعثت کے متعلق ان کے مریدوں کے دو گروہوں میں کس گروہ کے استدلال کو صحیح تسلیم کرے۔ اندریں حالات میں مصروف اس بات پر اکتفا کرتا ہوں کہ مرزا صاحب کے ادعائے نبوت وانکار دعویٰ نبوت کے متعلق دونوں قسم کے اقوال جمع کر دوں۔ اس کے بعد یہ فرض احمدی جماعت لاہور اور مرزائی احباب قادیان پر عائد ہو گا کہ وہ اپنے رہنما کے دعویٰ کے متعلق قلم اٹھا کر مقاصد بعثت میں جو تضاد ہے اس کی تاویل کریں۔ جو اصحاب اس بات کے قائل ہیں کہ مرزا صاحب نے نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا وہ ان کے دعاوی نبوت کی تردید میں دلائل پیش کریں اور جو اصحاب ان کے دعویٰ نبوت کے قائل ہوں وہ ان کے انکار کی مدلل تاویل پیش کر کے ممنون فرمائیں۔

مجھے اتنا اور عرض کرنے دیجئے کہ مرزا صاحب کے جو مرید اس بات کے قائل ہیں کہ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت نہیں کیا ان کی تعداد بہت ہی تھوڑی ہے۔ چنانچہ اس خیال کے مرید حضرات کے سردار مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور اپنی کتاب

تحریک احمدیت کے صفحہ ۳۰ پر اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''چنانچہ اسی (یعنی مرزا صاحب مدعی نبوت تھے یا نہیں) بناء پر مارچ ۱۹۱۴ء میں جماعت احمدیہ کے دو گروہ ہو گئے۔ فرق اول یعنی اس فریق کا جو مسلمانوں کی تکفیر کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کے بعد دروازہ نبوت کو کھلا مانتا ہے ہیڈ کوارٹر قادیان رہا، اور دوسرے فریق نے اپنا ہیڈ کوارٹر لاہور میں قائم کیا۔ فریق قادیان کی قیادت اس وقت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ہاتھ میں ہے۔ اور فریق لاہور کی مصنف کتاب ہذا کے ہاتھ میں اور اب یہ دونوں جماعتیں اپنے اپنے طور پر الگ الگ کام کر رہی ہیں اور گو بلحاظ تعداد کثرت فریق قادیان کو حاصل ہے۔ لیکن اثر اور رسوخ کے لحاظ سے عام مسلمانوں میں فریق لاہور غالب ہے۔''

ظاہر ہے کہ مسلمان جب مرزا صاحب کے متعلق یہ فیصلہ کرنے بیٹھیں گے کہ مرزا صاحب مدعی نبوت تھے یا نہیں تو وہ اکثریت کے قول کو اپنے لیے دلیل تسلیم کریں گے اور اقلیت کے معتقدات کو رد کرنے پر مجبور ہوں گے۔

قبل ازیں کہ مرزا صاحب کے اقوال سے یہ واضح کرنے کی کوشش کروں کہ وہ مدعی نبوت تھے میں ان کے ادعائے نبوت سے انکار کرنے والوں کے سردار مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے کی ذاتی تحریروں سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ خود اس بات کے قائل رہ چکے ہیں کہ مرزا صاحب نبی تھے۔ مولوی صاحب اپنے ان اقوال کا مطالعہ کریں اور پھر بتائیں کہ انکے خیالات میں جو تبدیلی ہوئی وہ کب اور کیونکر پیدا ہوئی۔ آپ کے محولہ بالا اقوال درج ذیل ہیں۔

۱..... سلسلہ احمدیہ اسلام کے ساتھ وہی تعلق رکھتا ہے جو عیسائیت کو یہودیت کے ساتھ تھا۔

(ریویو جلد ۵ صفحہ ۱۶۳)

۲..... دنیا میں جتنے بڑے بڑے مذاہب موجود ہیں وہ سب آخری زمانہ میں ایک مصلح، شفیع، مہدی یا مسیح کی آمد کے منتظر ہیں۔ اس انتظار کی بنا ان پیشگوئیوں پر ہے جو خود بانی مذہب کے منہ سے نکلی ہوئی ہیں۔ یہ تمام پیشگوئیاں اس امر میں متفق ہیں کہ پیغمبر آخر الزمان کا نزول ایسے زمانے میں ہوگا جب کہ دنیا پرستی اور طرح طرح کے مفاسد کی افواج ایسے زور و شور سے جمع ہو جائیں گی جس کی نظیر کسی پہلے زمانہ میں نہ گذری ہو۔ اور ہر ایک مذہب بیان کرتا ہے کہ موعود پیغمبر کے نزول کے ساتھ نیکی اور بدی اور خدا پرستی اور دنیا پرستی کے درمیان اس وقت ایک سخت خطرناک جنگ ہوگی اور آخر کار حق پرستی اور راستی کی افواج فتح پائے گی۔ (ریویو جلد ۶ صفحہ ۸۱)

۳..... چونکہ فتنہ ہر چہار اکناف میں پھیل چکا ہے۔ اسلئے یہی وہ آخری زمانہ ہے۔ جس میں موعود نبی کا نزول مقدر تھا۔ (ریویو جلد ۶ صفحہ ۸۳)

۴..... آیت کریمہ میں جن لوگوں کے درمیان اس فارسی الاصل نبی کی بعثت لکھی ہے آخرین کہا گیا ہے اور یہی وہ لفظ ہے جو بجنسہ یا جس کے مترادف الفاظ ان تمام پیشگوئیوں میں لکھے ہوئے ہیں جو مسیح موعود کے متعلق ہیں۔ (ریویو جلد ۶ صفحہ ۹۶)

۵..... پیشگوئی کے بیان میں اوپر یہ ذکر آچکا ہے کہ نبی آخر الزمان کا ایک نام رجل من ابناء فارس بھی ہے (ریویو جلد ۶ صفحہ ۹۰)

۶..... ان ابتدائی اور خارجی امور کے فیصلہ سے اب ہم اس حالت میں ہو گئے ہیں کہ اس نبی آخر الزمان کی تصدیق کو سمجھنے کیلئے اندرونی شہادت پر غور کریں۔ (ریویو جلد ۶ صفحہ ۹۹)

۷..... قرآن شریف اور حدیث نبوی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی دو بعثت یا دو ظہور ہیں۔ اور آپ کے دو ناموں محمد اور احمد ﷺ میں انہی دو بعثتوں کی طرف

اشارہ ہے۔(ریویو جلد ۸ صفحہ ۱۸۴)

۸..... جب ہم کسی شخص کو مدعی نبوت کہیں گے تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ وہ صرف نبوت کا مدعی ہے یا بالفاظ دیگر کامل نبوت کا مدعی ہے۔(النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۲۸۸)

۹..... قرآن شریف نے جو امتیازی نشان سچے اور جھوٹے کے درمیان قائم کیا ہے۔ اس کی رو سے حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کو پرکھو۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ اعتراض کرتے وقت تو عیسائی اور اس سلسلہ کے مخالف بڑی بڑی باریکیاں نکالتے ہیں مگر اس موٹی بات کو نہیں سمجھتے کہ ایک مدعی نبوت میں کسی امتیازی نشان کا پایا جانا ضروری ہے۔ (ریویو جلد ۴ صفحہ ۴۶۳)

۱۰..... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کی صداقت کو پرکھنے کیلئے منہاج نبوت پر اگر کوئی شخص چلے تو ایک لحظہ کیلئے بھی اس کے دل میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ سکتا گذشتہ مذہبی تاریخ پر نظر ڈال کر غور کرو کہ جن لوگوں نے کسی مدعی نبوت کو قبول کیا اور جنہوں نے انکار کیا ان کا انکار کس بناء پر تھا۔ (ریویو جلد ۶ صفحہ ۲۷)

۱۱..... ہر ایک نبی نے جو خدا کی طرف سے آیا ہے دو باتوں پر زور دیا ہے اول یہ کہ لوگ خدا پر ایمان لائیں۔ اور دوسرا یہ کہ اس کی نبوت کو اور اس کے منجانب اللہ ہونے کو تسلیم کریں۔ ان میں اول الذکر امر تو اس کے مشن کا اصل مقصد ہوتا ہے اور ثانی الذکر کا تسلیم کرنا اس واسطے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اس مقصد کے حصول کا ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ خدا پر زندہ ایمان بغیر نبی کے ماننے کے پیدا نہیں ہوسکتا۔ جس طرح آج نادان معترض اعتراض کر رہے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب اپنے آپکو نعوذ باللہ خدا کے برابر ٹھہراتے ہیں۔ اسی طرح عیسائیوں نے بھی ہمارے نبی ﷺ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آپ نے اپنے آپکو نعوذ باللہ خدا کے

برابر بنانا چاہا بعینہ اسی قدیم سنت الٰہی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو بھی مبعوث فرمایا ہے۔(ریویو جلد ۴ صفحہ ۴۶۶)

۱۲..... باقی رہا یہ امر کہ اس دعویٰ میں کہاں تک یہ سلسلہ سچا ہے سو اس کو اسی طریق پر پرکھو جس طریق پر انبیاء سابقین کے نشانات کو پرکھتے ہیں اور کوئی ایسا مطالبہ نہ کرو جو پہلے انبیاء علیہم السلام سے کفار نے کیا۔ پہلے انبیاء سے خدا کی کیا سنت رہی۔ اب بھی وہ اسی سنت کے مطابق کام کر رہا ہے یا نہیں۔ (ریویو جلد ۴ صفحہ ۴۶۹)

لیکن اسی پر اکتفا نہیں ایسے حوالے بیسیوں دیئے جاسکتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے لکھتے ہیں۔

۱۳..... تمام انبیاء علیہم السلام کی زندگی میں ہم یہ نظارہ دیکھتے ہیں کہ نبی کو اس کے دعویٰ کے وقت تک ایک بڑا راست باز اور برگزیدہ انسان عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے اور کوئی شخص نہیں ہوتا کہ اس پر کچھ بھی عیب لگا سکے۔ لیکن دعویٰ کے بعد جو الزام نبی پر لگائے جاتے ہیں کہ ان کی کوئی حد نہیں رہتی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون○**

پس جس طرح قرآن شریف نے کفار کو ملزم کہا۔ اسی طرح آج وہ لوگ بھی ملزم ٹھہرتے ہیں جو جانتے ہیں کہ اگر جانتے نہیں تو تحقیق کر سکتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی زندگی قبل از دعویٰ مسیحیت ایک بالکل بے لوث اور اعلیٰ درجہ کی راستبازی کی زندگی تھی اور عجیب تر یہ کہ آپ کے الہامات میں بعینہ وہی عبارت پائی جاتی ہے جو وحی قرآنی میں آنحضرت ﷺ کی نسبت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ الہام کے یہ لفظ ہیں: **ولقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون ○**

اب کوئی خدارا غور کرے کہ حضرت مرزا صاحب کی زندگی قبل از دعویٰ مسیحیت

بعینہ اسی قسم کی بے لوث زندگی ہے یا نہیں جیسے انبیاء کی ہوتی ہے۔(ریویو جلد۵ صفحہ۲۳۱)

۱۴...... افسوس مسلمانوں پر جو حضرت مرزا صاحب کی مخالفت میں اندھے ہوکر انہی اعتراضوں کو دوہرا رہے ہیں جو عیسائی آنحضرت ﷺ پر کرتے ہیں بعینہ اسی طرح جس طرح عیسائی آنحضرت ﷺ کی مخالفت میں اندھے ہوکر ان اعتراضوں کو مضبوط کر رہے ہیں اور دوہرا رہے ہیں جو یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کرتے تھے۔ سچے نبی کا یہی ایک بڑا بھاری نشان ہے کہ جو اعتراض اس پر کیا جاوے گا وہ سارے نبیوں میں پڑے گا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو شخص ایسے مامور من اللہ کو رد کرتا ہے۔ وہ گویا کل سلسلہ نبوت کو رد کرتا ہے۔(ریویو جلد۵ صفحہ۳۱۸)

۱۵...... یا آخری زمانہ میں ایک اوتار کے ظہور کے متعلق جو وعدہ نہیں دیا گیا۔ وہ خدا کی طرف سے تھا۔ اور انکو ہندوستان کے مقدس نبی مرزا غلام احمد قادیانی کے وجود میں پورا کر دکھایا۔(ریویو جلد۳ صفحہ۱۱)

۱۶...... حضرت مسیح کے وقت کے یہودی اور ہمارے نبی کے وقت کے یہودی اور عیسائی بھی تو اپنے آپ کو ایماندار ہی ظاہر کرتے تھے لیکن ان لوگوں کا ایمان اس زمانہ کی طرح مردہ ہو چکا تھا۔ ایسے وقتوں میں اللہ تعالیٰ اور نبی بھیج کر از سر نو آسمانی نشان دکھاتا رہا اور آخیر پر طالبان حق کو ہم یہ خوشخبری سناتے ہیں کہ ایسا ایک نشان نما اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں مبعوث فرمایا ہے جیسا کہ اس کا قدیم سے وعدہ تھا۔ ہاں اب کے پیچھے لگ کر جو دنیا میں مسیح موعود ہوکر ظاہر ہوا ہے ہم اس کامل اور یقینی ایمان کو پھر حاصل کر سکتے ہیں۔ پس ہمارا آخری جواب اس سوال کا کہ آیا ہم ایمان رکھتے ہیں؟ یہ ہے کہ ہم اسی وقت ایمان کا دعویٰ کر سکتے ہیں جب کہ ہم آسمانی نشانوں کو دیکھ کر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مامور کی وساطت سے اس

زمانہ میں ظاہر فرمائے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ہستی پر کامل یقین رکھتے ہوں۔ اگر یہ نہیں تو پھر ہمارا ایمان ہمارے منہ کی بات ہے۔ جو محض لاف ہی لاف ہے اور جس کی اصلیت کچھ نہیں۔(ریویو جلد۳ صفحہ۱۱)

۱۷...... فارسی الاصل (رجل من ابناء فارس) کے متعلق جو پیشگوئی وارد ہوئی ہے۔ اس کی جڑ قرآن شریف میں ہے۔ چنانچہ سورۃ الجمعہ میں آیا ہے **هو الذی بعث...... تا ...... العزیز الحکیم ٥** ترجمہ: خدا تو وہ ہے کہ جس نے امی لوگوں میں سے یہ رسول مبعوث کیا کہ انہیں اس کی آیات سنائے اور انہیں پاک بنائے۔ اور کتاب وحکمت کی انہیں تعلیم دے گو وہ پہلے عیاں طور پر غلطی میں پڑے ہوئے تھے اور نیز آخری زمانہ میں ایک ایسی قوم ہوگی۔ جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئی۔ وہ قوم بھی انہیں لوگوں کے ہمرنگ ہوگی۔ اور ان میں بھی اسی طرح نبی مبعوث ہوگا جو انہیں خدا کی آیات سنائے گا اور انہیں پاک بنائے گا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے گا اور خدا غالب اور حکمت والا ہے۔(ریویو جلد۶ صفحہ۹۶)

۱۸...... ہم خدا کو شاہد کر کے اعلان کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ایک اور یگانہ یقین کرتے ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم الانبیاء اور قرآن کریم کو خاتم الکتب دل سے مانتے ہیں۔ اور فرشتوں حشر ونشر قیامت اور مسئلہ تقدیر پر ہمارا ایمان ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خادمین الاولین میں سے ہیں۔ ہمارے ہاتھوں حضرت اقدس ہم سے رخصت ہوئے۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے رسول تھے اور اس زمانہ کی ہدایت کے لیے دنیا میں نازل ہوئے اور آج آپ کی متابعت میں ہی دنیا کی نجات ہے۔ اور ہم اس امر کا اظہار ہر میدان میں کرتے ہیں۔ اور کسی کی خاطر ان عقائد کو بفضل تعالیٰ نہیں چھوڑ سکتے۔(پیغام جلد نمبر۲۵ مورخہ ۷، ستمبر ۱۹۱۳ء)

۱۹...... معلوم ہوا ہے کہ بعض احباب کو کسی نے غلط فہمی میں ڈالا ہے کہ اخبار ہذا (پیغام صلح) کے ساتھ تعلق رکھنے والے احباب یا ان میں سے کوئی ایک سیدنا وہادینا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام کے مدارس عالیہ کو اصلیت سے کم یا استخفاف کی نظر سے دیکھتا ہے ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی صورت میں اخبار پیغام صلح سے تعلق ہے (یعنی جناب مولوی محمد علی صاحب، جناب خواجہ کمال الدین صاحب، جناب مولانا غلام حسن صاحب پشاوری، جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، جناب ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب وغیرہ) خدا تعالیٰ کو جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے۔ حاضر و ناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی محض بہتان ہے ہم حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کو اس زمانہ کا نبی رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں اور جو درجہ حضرت نے اپنا بیان فرمایا ہے اس سے کم وبیش کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اب دنیا کی نجات حضرت نبی کریم ﷺ اور آپ کے غلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لائے بغیر نہیں ہوسکتی۔ (پیغام صلح جلد انمبر ۳۲ مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۳ء)

قسط ہفتم (۷)

مولوی محمد علی صاحب کے معتقدات کے متعلق بحث کو ختم کرنے سے پیشتر میں ایک اور حقیقت کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔ دنیا اس حقیقت تلخ سے آگاہ ہے کہ مرزا صاحب کے مرید عام مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ مولوی محمد علی صاحب کو تسلیم ہے کہ تکفیر اسی صورت میں ممکن ہے کہ مرزا صاحب کو نبی مانا جائے اور اس کا اظہار یوں ہوتا ہے کہ عام مسلمانوں کو کافر جاننے والے مرزائی ان کے پیچھے نماز ادا نہیں کرتے چنانچہ اپنی کتاب تحریک احمدیت کے صفحہ ۲۹ پر مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں کہ

بالآخر حضرت مولوی (نورالدین) صاحب کے انتقال کے بعد جماعت احمدیہ کے دو فریق ہوگئے۔ ایک فریق کا عقیدہ یہ رہا کہ جن لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت نہیں کی خواہ وہ انہیں مسلمان ہی نہیں مجدد اور مسیح موعود بھی جانتے ہوں اور خواہ وہ انکے نام سے بھی بے خبر ہوں وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور دوسرے فریق کا عقیدہ یہ رہا کہ ہر کلمہ گو خواہ وہ اسلام کے کسی فرقے سے بھی تعلق رکھتا ہو مسلمان ہے اور کوئی شخص اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ جب تک وہ خود رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا انکار نہ کرے۔ مسئلہ نبوت مسیح موعود جو آج کل فریقین کے درمیان اختلاف کا اہم مسئلہ سمجھا جاتا ہے۔ در حقیقت اسی مسئلہ تکفیر سے پیدا ہورہا ہے **کیونکہ تکفیر بغیر اس کے صحیح نہیں ہوسکتی تھی کہ حضرت مرزا صاحب کو منصب نبوت پر کھڑا کیا جائے۔**

جلی الفاظ کو بغور ملاحظہ فرمایئے۔ مولوی محمد علی صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی تکفیر صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ مرزا صاحب کو نبی مانا جائے اور تکفیر کی علامت یہ ہے کہ ایسے مسلمانوں کے پیچھے نماز ادا نہ کی جائے چنانچہ مولوی محمد علی صاحب نے پچھلے دنوں اپنی جماعت کے عقائد کے متعلق ایک اعلان لاکھوں کی تعداد میں شائع کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ ہم مکفر مسلمانوں کے سوا سب کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں لیکن یہ بات صحیح نہیں۔ میں ذاتی تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ مولوی محمد علی صاحب کی جماعت کے آدمی کسی غیر احمدی مسلمان کے پیچھے نماز ادا نہیں کرتے۔ میں خود اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ مولوی محمد علی صاحب کی جماعت کے ارکان مسلمانوں کو کافر نہیں جانتے اور وہ مسلمانوں کے پیچھے نماز ادا کر لیتے ہیں اسلئے میں نے تین مختلف مواقع پر مولوی صاحب کے پیچھے نماز ادا کی۔ لیکن ایک دفعہ جب یہ بحث چھڑی تو مولوی صاحب نے کہا کہ ہم تو سید صاحب (حبیب)

کے پیچھے نماز پڑھنے پر تیار ہیں۔ لیکن پھر خود ہی فرمایا کہ ہم سمجھ لیتے کہ ایک نماز نہیں ہوئی۔ اس ایک فقرہ نے وہ کام کیا جو ہزاروں دلیلیں اور لاکھوں تحریریں نہ کرسکتیں۔ میری آنکھوں کے سامنے سے ایک پردہ ہٹ گیا۔ میں نے تینوں نمازیں دہرائیں اور توبہ کی۔ (مولانا محمد علی صاحب نے میرے اس بیان کو سیاست میں پڑھ کر جواب دینے کی کوشش کی تھی۔ مگر وہ ناکام رہے......مصنف)

مولوی محمد علی صاحب کی جماعت کے عام مسلمانوں کو کافر سمجھنے کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ اگر احمدی جماعت لاہور کے احباب غیر مرزائی مسلمانوں کو کافر نہ جانتے تو جداگانہ نماز کا بندوبست ہی نہ کرتے۔ بلکہ ہم انہیں ہر روز دوسرے مسلمانوں کی طرح مختلف مساجد میں نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے۔ علی الخصوص عیدین اور نماز جمعہ یہ شاہی مسجد میں ادا کرتے۔ لیکن صورت واقعہ یہ ہے کہ ان کی علیحدہ مسجد موجود ہے اور یہ اسی میں نماز ادا کرتے ہیں۔

دنیا میں معدلت گستری کا اصول اول یہ ہے کہ کسی شخص کو بلاثبوت جرم مجرم تسلیم نہ کیا جائے لیکن جماعت احمدیہ لاہور کا اصول اس کے برعکس معلوم ہوتا ہے۔ وہ ہر مسلمان کو بلاثبوت مرزائیوں کی تکفیر کا مجرم قرار دیکر اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کرتے ہیں حالانکہ مناسب یہ تھا کہ وہ ہر مسلمان کو تکفیر احمدیت سے بری سمجھ کر اسکے پیچھے نماز ادا کرتے۔ اور جس کو اس جرم کا مجرم مسلم الثبوت جان لیتے۔ اسکی قیادت میں نماز ادا کرنے سے انکار کرنے میں حق بہ جانب ہوتے چونکہ میں احمدی جماعت لاہور کے متعلق اس سلسلہ میں اور کچھ لکھنا نہیں چاہتا لہٰذا اس موقعہ پر دو باتیں سپرد قلم کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

اول: یہ کہ مرزا صاحب کے دعاوی کا حلقہ دعویٰ نبوت تک محدود نہیں۔ لہٰذا احمدی جماعت لاہور کے ارباب حل وعقد کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کو یہ بتائیں کہ مرزا صاحب نے خدا،

فرزند خدا، کرشن کلغی والا وغیرہ کے نام سے چوبیس دعاوی کئے ہیں ان کے متعلق اس جماعت کا عقیدہ کیا ہے۔ اس لئے کہ اگر مرزا صاحب کے گوناگوں دعاوی میں سے ایک کا اعلان ہو جائے تو ان کو محدث یا بروزی نبی ماننے کا حق بھی باطل ہو جاتا ہے۔

دوم: یہ کہ میں ذاتی طور پر مولانا محمد علی ڈاکٹر سید محمد حسن صاحب اور ان سے کہیں زیادہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کو جانتا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ ایسے سیاسی آدمی کو مذہبی بحث میں کود کر ان کی جماعت کے معتقدات پر لے دے کرنا پڑی۔ لیکن عقائد کے معاملہ میں مداہنت کو دخل نہیں۔ لہٰذا میں مجبور ہوں کہ اپنی صحیح رائے سپرد قلم کروں۔ خدا کرے کہ میری تحریر میرے ان جاننے والوں کے لیے باعث ہدایت بن جائے جس سے مجھے بے انتہا مسرت حاصل ہوگی۔

اب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کروں گا کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا

اخبار بدر مجریہ ۵ مارچ ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب نے خود لکھا کہ

''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔''

پھر آپ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۵۵ حاشیہ پر فرماتے ہیں:

''میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت، ایک وحی الٰہی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ تھا۔''

اپنی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

''غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء، ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے

میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی۔''

تجلیات الٰہیہ کے صفحہ ۲۶ پر ارشاد ہوتا ہے

''میرے نزدیک نبی اس کو کہتے ہیں۔ جس پر خدا کا کلام حقیقی وقطعی بکثرت نازل ہو، جو غیب پر مشتمل ہو۔ اس لیے میرا نام نبی رکھا۔ مگر بغیر شریعت کے۔''

۱۹ اپریل ۱۹۰۸ء کو بدر میں مرزا صاحب کی ڈائری شائع ہوئی جس میں تحریر ہوا کہ

''ہمارے نبی ہونے کے وہی نشانات ہیں جو تورات میں مذکور ہیں۔ میں کوئی نیا نبی نہیں ہوں پہلے بھی کئی نبی گذرے ہیں جنہیں تم لوگ سچا مانتے ہو۔''

۵/ مارچ ۱۹۰۸ء کے بدر میں مرزا صاحب کی ڈائری شائع ہوئی۔ اسمیں آپ لکھتے ہیں

''ایسا رسول ہونے سے انکار کیا گیا ہے جو صاحب کتاب ہو دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں ان کے بیان میں ڈرنا نہیں چاہیے۔ اور کسی قسم کا خوف کرنا اہل حق کا قاعدہ نہیں ہماری دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ دراصل یہ نزاع لفظی ہے۔ خدائے تعالیٰ جس کے ساتھ مکالمہ ومخاطبہ کرے جو بلحاظ کیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو۔ اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں۔ اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں۔''

اس ڈائری میں آگے چل کر آپ فرماتے ہیں کہ

''ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں۔ اس لیے ہم نبی ہیں امر حق کو پہچاننے میں کسی قسم کا اخفانہ رکھنا چاہیے۔''

اخبار عام مجریہ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب کا آخری مکتوب شائع ہوا تھا اس میں آپ نے لکھا کہ

''میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے تو میں کیونکر انکار کرسکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک کہ دنیا سے گذر جاؤں۔''

دافع البلاء کے صفحہ ۱۰ پر ارشاد ہوتا ہے

''تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ بہرحال جب تک طاعون دنیا میں رہے۔ گو ستر برس تک رہے۔ قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔''

اسی دافع البلاء کے صفحہ گیارہ پر لکھتے ہیں

''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔''

البشریٰ جلد دوم صفحہ ۵۶ پر قرآن پاک کی ایک آیت ان کے متعلق درج ہے جس کا ترجمہ درج ذیل ہے

''کہہ دے اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسول ہو کر آیا ہوں۔''

حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۰۷ پر قرآن پاک کی ایک آیت کو اپنے الہام کی صورت میں پیش کرتے ہیں جس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

''(اے مرزا) تو بے شک رسولوں میں سے ہے۔''

غرض مرزا صاحب کے ادعائے نبوت کے ثبوت میں متعدد مثالیں پیش کی

جاسکتی ہیں۔ لیکن مجھے اختصار مدنظر ہے۔ لہٰذا امثلۂ بالا پر اکتفا کرتا ہوں۔

لیکن مرزا صاحب نے اس دعویٰ کو اس خیال سے کہ مسلمان اس دعویٰ کو سنتے ہی ان سے اغماز کریں گے، بھول بھلیاں بنادیا۔

قسط ہشتم (۸)

مرزا صاحب کے اپنے ادعائے نبوت کو بھول بھلیاں بنانے کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ لیکن میں ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔ آپ نے ۵ نومبر ۱۹۰۱ء کو ایک اشتہار دیا تھا جو ہو بہو درج ذیل ہے:

ایک غلطی کا ازالہ

ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعویٰ اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں۔ جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے۔ وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں جو واقعہ کے سراسر خلاف ہوتا ہے۔ اس لیے باوجود اہل حق ہونے کے ان کو ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔ چنانچہ چند روز ہوئے کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ میں دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے اوپر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہوسکتا ہے کہ

ایسے الفاظ موجود ہیں۔ اور براہین احمدیہ میں بھی جسکو طبع ہوئے بائیس برس ہوئے یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں ہیں۔ چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہوچکی ہیں۔ ان میں ایک وحی اللہ ہے **ھوالذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله** ○ (دیکھو صفحہ ۴۹۸ براہین احمدیہ)

اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد اسی کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے: **جری الله فی حلل الانبیاء** یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلول میں۔ (دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۴)

پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے: **محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم۔**

اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔ پھر یہ وحی اللہ ہے جو صفحہ ۵۵۷ براہین میں درج ہے۔ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ اسکی دوسری قرأت یہ ہے کہ دنیا میں ایک نبی آیا۔ اسی طرح براہین احمدیہ میں اور کئی جگہ رسول کے لفظ سے اس عاجز کو یاد کیا گیا۔ سو اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت تو خاتم النبیین ہیں پھر آپ کے بعد اور نبی کس طرح آسکتا ہے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ بیشک اس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آسکتا جس طرح سے آپ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخری زمانہ میں اتارتے ہیں۔ اور پھر اس حالت میں ان کو نبی بھی مانتے ہیں۔ بلکہ چالیس برس تک سلسلہ وحی نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ آنحضرت ﷺ سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ بے شک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے۔ اور آیت **ولکن رسول الله وخاتم النبیین** اور حدیث **لا نبی بعدی** اس عقیدہ کے کفر صریح ہونے پر کامل شہادت ہے لیکن ہم اس قسم کے عقائد کے سخت مخالف

ہیں۔ اور ہم اس آیت پر کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا کہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین. اور اس آیت میں ایک پیشگوئی ہے جسکی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد پیشگوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے۔ اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے۔ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئی مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے اسلئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں۔ کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لیے بلکہ اسی کے جلال کے لیے اسلئے اسکا نام آسمان پر محمد واحمد ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد کو ہی ملی گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو پس یہ آیت کہ

﴿ ماکان محمد ابا احمد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ﴾

اس کے معنی یہ ہیں کہ لیس محمد ابا احمد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ولا سبیل الی فیوض اللہ من غیر توسطہ۔

غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے، نہ میرے نفس کے رو سے اور یہ نام بہ حیثیت فنافی الرسول مجھے ملا۔ لہٰذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا۔ لیکن عیسیٰ کے اترنے سے ضرور فرق آئے گا اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لیے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے

علم غیب پایا ہے، رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو اب میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت کا وجود قرار دیا ہے پس اس طور سے آنحضرت کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اثر سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں پس اسطور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمد کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی بہرحال محمد ہی نبی رہا، نہ اور کوئی یعنی جبکہ میں بروزی طور پر آنحضرت ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلمیت میں منعکس ہیں تو پھر کونسا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الٰہی مہر ہے۔ جو آنحضرت کی نبوت پر لگ گئی ہے۔ اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر ٹوٹ جائے ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجائیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں اور یہ بروز خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہد تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واخرین منھم لما یلحقوا بھم اور انبیاء کو اپنے بروز پر غیریت نہیں ہوتی کیونکہ وہ انہی کی صورت اور انہی کا نقش ہے لیکن دوسرے پر ضرور غیرت ہوتی ہے۔ پس جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے جو دعویٰ نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے۔ مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان نہیں ہے۔ بلکہ محمد مصطفیٰ ہے۔ اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت اور

رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔ (خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۵، نومبر ۱۹۰۱ء)

اس اشتہار میں مرزا صاحب نے نبوت کی قسمیں کی ہیں۔ ایک بلا واسطہ دوم بالواسطہ۔ اور اپنے لئے فرمایا کہ میں بواسطہ نبوت محمدیہ نبی ہوں مطلب یہ کہ میری نبوت کا ذریعہ پہلے نبیوں کے ذریعہ سے الگ ہے۔ مگر مقصود میں سب برابر ہیں۔ چنانچہ اسی مضمون کو دوسری جگہ یوں فرماتے ہیں۔

’’ایک اور نادانی یہ ہے کہ (میرے مخالف) جاہل لوگوں کو بھڑکانے کیلئے کہتے ہیں کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے بلکہ جس نبوت کا دعویٰ کرنا قرآن شریف کے رو سے منع معلوم ہوتا ہے۔ ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا۔ صرف یہ دعویٰ ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک پہلو سے میں آنحضرت ﷺ کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ ومخاطبہ پاتا ہوں‘‘۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

اس قسم کے بہت سے حوالہ جات ہیں جن میں مرزا صاحب نے نبوت کا صاف صاف دعویٰ کیا ہے مگر بواسطہ نبوت محمدیہ علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام لیکن آپ بعد حصول نبوت دوسرے نبیوں سے کسی طرح کم نہیں رہے۔

قسط نہم (۹)

غرض ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ مرزا صاحب نے بعض مقامات پر اپنی نبوت کا اعلان نہایت واضح غیر مشکوک اور پرزور الفاظ میں کیا ہے۔ لیکن دوسری تحریروں میں اس کو مشکوک بنادیا ہے۔ واضح اور بھول بھلیاں اعلان نبوت ہر دو قسم کی

مثالیں پیش کرچکا ہوں۔ لیکن اب مجھے یہ ناگوار فرض ادا کرنا ہے کہ میں یہ بتاؤں کہ مرزا صاحب نے نبی ہونے سے بالکل انکار بھی کیا ہے چونکہ احمدی جماعت لاہوران کی دعاوی نبوت سے انکاری ہے۔ لہٰذا یہ فرض قادیان پر عائد ہوتا ہے کہ وہ مرزا صاحب کے اقوال میں جو تضاد ہے اسکی توضیح کریں۔ ورنہ یہ اقرار وانکار نبوت بجائے خود مرزا صاحب کے دعاوی کو باطل ٹھہراتا ہے اور مرزا صاحب کے دعاوی صحیح تسلیم کرنے سے میرے انکار کی

نویں دلیل

یہ ہے کہ وہ نبوت کے مدعی بھی ہیں اور اس سے انکار بھی کرتے ہیں ادعائے نبوت سے آپ کے انکار کا ثبوت ملاحظہ فرمائیے

۱۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو مرزا صاحب نے ایک اعلان شائع کیا تھا۔ جس میں آپ نے لکھا کہ ’’اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی، ملائکہ کا منکر، بہشت دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرئیل، لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے بھی منکر ہے لہٰذا میں بغرض اظہار الحق عام وخاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افترا ہے۔ میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائکہ اور لیلۃ القدر سے منکر۔ بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں۔ اور سیدنا مولانا حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم۔ اس میری تحریر پر ہر ایک شخص گواہ رہے اور خداوند علیم وسمیع اول الشاہدین ہے کہ میں ان تمام

عقائد کو مانتا ہوں جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے اور جن پر ایمان لانے سے ایک غیر مذہب کا آدمی بھی معاً مسلمان کہلانے لگتا ہے۔

ایسا ہی آپ نے اپنی تقریر مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں جو جامع مسجد دہلی میں ہوئی اور جو تقریر واجب الاعلان کے نام سے شائع ہوئی، فرمایا (ملاحظہ ہو دین الحق صفحہ ۹)

''دوسرے الزامات جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں کہ یہ شخص لیلۃ القدر کا منکر ہے۔ اور معجزات کا انکاری اور معراج کا منکر اور نیز نبوت کا مدعی اور ختم نبوت کا انکاری ہے۔ یہ سارے الزامات دروغ اور باطل محض ہیں۔ ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے اور میری کتاب توضیح المرام اور ازالہ اوہام سے جو ایسے امراض نکالے گئے ہیں۔ یہ نکتہ چینیوں کی سراسر غلطی ہے۔ اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء ﷺ کے ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ ایسا ہی میں ملائکہ اور معجزات اور لیلۃ القدر وغیرہ کا قائل ہوں۔

پھر اپنی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۲۱ میں تحریر کیا کہ

سوال: رسالہ فتح اسلام میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟

اما الجواب: ''نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے۔ جو خدائے تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے۔ جس حالت میں رؤیائے صالحہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ تو محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت کے ساتھ اور رسالت کے ہم پہلو بیان کی گئی ہے۔ جس

کے لیے صحیح بخاری میں حدیث موجود ہے۔ اس کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جائے۔ تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آ گیا؟''

پھر ۱۸۹۲ء میں آپ میں اور مولوی عبدالحکیم صاحب میں ایک مباحثہ بمقام لاہور ہوا۔ دوران مباحثہ میں جب مولوی عبدالحکیم نے یہ اعتراض کیا کہ آپ دعویٰ نبوت کرتے ہیں۔ تو آپ نے ذیل کی تحریر دی۔ جس پر ۳ فروری ۱۸۹۲ء تاریخ ہے۔ اور آٹھ گواہوں کے دستخط ہیں اور اس تحریر کو آپ کی طرف سے ایک اقرارنامہ تسلیم کر کے بحث کا خاتمہ کر دیا گیا۔ میں اس کے صرف چند فقرات یہاں نقل کرتا ہوں۔ لکھتے ہیں کہ

''جس حالت میں ابتداء سے میری نیت ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ جل شانہ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ صرف محدث مراد ہے۔ جس کے معنی آنحضرت نے مکلم مراد لئے ہیں۔ تو پھر مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لیے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں۔ اور اسکو (یعنی لفظ نبی) کو کاٹا ہوا خیال فرمائیں۔''

نہ صرف آپ نے بار بار دعویٰ نبوت سے انکار کیا۔ بلکہ صاف طور پر یہ بھی بتا دیا کہ آپ نے لفظ نبی کا استعمال محدث کیلئے جو آپ کا دعویٰ ہے صرف بطور مجاز کیا ہے۔ ایسے حوالہ جات سے آپ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ میں صرف تین چار حوالہ جات پر اکتفاء کرتا ہوں۔

''آنے والا مسیح محدث ہونے کی وجہ سے مجازاً نبی بھی ہے۔'' (ازالہ اوہام مطبوعہ ۱۸۹۱ء صفحہ ۳۴۹)

''محدثیت کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے تو کیا اس سے دعویٰ نبوت لازم آ گیا۔'' (ازالہ اوہام مطبوعہ ۱۸۹۱ء صفحہ ۴۲۲)

"مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ اگر کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے۔" (سراج منیر مطبوعہ ۱۸۹۷ء صفحہ ۳)

"اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اسے بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔" (حاشیہ انجام آتھم مطبوعہ ۱۸۹۸ء صفحہ ۲۷)

"اور اس جگہ میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے۔ یہ اطلاق مجازاً اور استعارہ کے طور پر ہے۔"

(حاشیہ اربعین نمبر ۳ مطبوعہ ۱۸۹۹ء صفحہ ۲۵ وضمیمہ تحفہ گولڑویہ مطبوعہ ۱۹۰۲ء صفحہ ۲۴)

"اس پر رسول یا نبی کا لفظ بولنا غیر موزوں نہیں بلکہ فصیح استعارہ ہے۔"

(حاشیہ ضمیمہ گولڑویہ مطبوعہ ۱۹۰۲ء صفحہ ۲۴)

"سمیت نبیا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ"

(استفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی مطبوعہ ۱۹۰۷ء صفحہ ۶۵)

چند اور ثبوت ملاحظہ فرمایئے۔ آپ لکھتے ہیں

"ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔" (مجموعہ اشتہارات صفحہ ۲۲۴)

"میں سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفی ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ (اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

"جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔" (تقریر واجب اعلام بمقام دہلی)

"مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں۔"

(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷)

"کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے۔ اور کیا وہ شخص جو قرآن پر ایمان رکھتا ہے کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت کے بعد رسول اور نبی ہوں۔" (انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۷)

چند اور حوالے بھی دیکھ لیجئے۔ ارشاد ہوتا ہے

"نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۴)

"ابتدا سے میری نیت میں اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں۔ بلکہ صرف محدث مراد ہے۔ جس کے معنی آنحضرت نے مکلم مراد لئے ہیں۔"

(مجموعہ اشتہارات حصہ اول صفحہ ۹۸)

"اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کیلئے کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیا ہو یا پرانا ہاں محدث آئیں گے۔ جو اللہ جل شانہ سے ہم کلام ہوتے ہیں۔" (نشان آسمانی صفحہ ۲۸)

"میں نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے محدث اور اللہ کا کلیم ہوں تاکہ دین مصطفیٰ کی تجدید کروں۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۸۳)

"میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ میں نے انہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن ان لوگوں نے جلدی کی۔ اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی۔ میں نے لوگوں سے سوائے جو انہوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور کچھ نہیں کہا کہ میں محدث ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ مجھ سے اسی طرح کلام کرتا ہے۔ جس طرح محدثین سے۔" (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۹)

"ان لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا بلکہ یہی کہا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے۔

اور اللہ جانتا ہے کہ ان کا یہ قول صریح کذب ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ میں نے یہ کہا ہے کہ محدث میں تمام اجزائے نبوت پائے جاتے ہیں لیکن بالقوۃ نہ بالفعل پس محدث بالقوۃ نبی ہے اور اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ بھی بالفعل نبی ہوتا۔'' (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۱)

''میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں۔ یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعویٰ کرے وہ نبی بھی ہو جاتا ہے۔''

(جنگ مقدس صفحہ ۶۷)

''ہمارے سید رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ اور بعد آنحضرت ﷺ کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں۔''

(شہادت القرآن صفحہ ۲۷ دوسرا ایڈیشن)

قسط دہم (۱۰)

القصہ انکار و ادعائے نبوت کے متعلق مرزا صاحب کی تحریریں دیکھ کر انسان انگشت بدنداں ہو کر پکار اٹھتا ہے کہ:

ع بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

لیکن قادیان لوگوں کو یہ کہہ کر بہلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ مرزا صاحب شریعت کے بغیر نبی معبوث ہوئے۔ ایسا نبی ظلی اور بروزی نبی ہوتا ہے۔ اسی کو محدث کہتے ہیں۔ اور محدث اور مجدد نبی ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ تحریک قادیان کا یہ جزو مسیحی حضرات کے تین میں ایک اور ایک میں تین خداؤں کے اصول سے کچھ کمتر معمہ نہیں۔ جو لوگ صریح، واضح اور پیچ و خم سے مبرا دین مبین کی موجودگی میں ایسے گورکھ دھندوں میں الجھنا پسند کرتے ہیں۔ ان کی جدت اور دقت پسندی انہیں مبارک ہو۔ لیکن اس خیال سے کہ دنیا پر واضح

ہو جائے کہ مرزا صاحب کا بروزی یا ظلی نبی ہونے کا دعویٰ ادعائے نبوت کی تلخ گولی پر شکر (چینی) کا ایک پردہ تھا جس سے مدعا یہ تھا کہ لوگ ادعائے نبوت کی ناخوشگوار گولی کو نگل لیں اور بس۔ میں مرزا صاحب کی تقریروں سے یہ واضح کرنے کی کوشش کروں گا کہ وہ اپنی شان ایسی بتا گئے ہیں جو بروزی ظلی نبی تو ایک طرف رہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بھی بالاتر ہے۔ اور خود سردار امی لقب صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی کسی طرح کمتر نہیں۔

ملاحظہ فرمائیے اپنے فرزند ارجمند مرزا بشیر الدین محمد احمد صاحب کی شان میں مرزا صاحب کی تحریر کتاب (البشریٰ جلد دوم صفحہ ۲۱، ۱۲۴) پر عربی میں یہ لکھی ہے کہ

ترجمہ: میرا پیدا ہونے والا بیٹا گرامی وار جمند ہوگا۔ اول و آخر کا مظہر ہوگا اور وہ حق اور غلبہ کا مظہر ہوگا۔ گویا اللہ تعالیٰ خود آسمان سے اترے گا۔

جب بیٹا خود اللہ ہو تو پھر تابہ پدر چہ رسد۔ اس کے بعد مرزا صاحب کا اپنے اسی فرزند ارجمند کے متعلق یہ کہنا موجب حیرت نہیں کہ مرزا صاحب کو الہام ہوا۔ اور اس الہام میں ان کے لڑکے کی شان میں انہیں کسی کا یہ شعر سنایا گیا شعر

اے ختم رسل قرب تو معلوم شد دیر آمدہ زراہ دور آمدہ

یہ شعر تریاق القلوب صفحہ ۴۲ پر درج ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب آج دنیا میں زندہ ہیں۔ محمد مصطفیٰ (فداہ ابی وامی) ان سے پہلے دنیا میں تشریف لائے تھے۔ اگر آج یہ کہا جائے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب فخر رسل ہیں۔ تو اس کے صاف معنی یہ ہوتے ہیں کہ آپ احمد مجتبیٰ (فداہ روحی) سے بھی بڑھ کر ہیں۔ اور جب بیٹے کی یہ شان ہے۔ تو باپ کو صرف بروزی اور ظلی نبی ماننا کیسا ممکن ہے۔

لیکن مرزا صاحب کی شان خود ان کی زبان سے سنئے۔ صاحب البشریٰ جلد دوم

صفحہ۶۱ پر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بذریعہ الہام خبر دی کہ

''اے مرزا تو میرا سب سے بڑا نام ہے''۔

پھر الہام ہوا

''خدا عرش پر تیری حمد کرتا ہے۔ اور تیری طرف چل کر آتا ہے''۔

یہ الہام کتاب انجام آتھم کے صفحہ ۵۵ پر موجود ہے۔ کتاب البشریٰ کی جلد دوم صفحہ ۸۹ پر لکھا ہے کہ

''میں خدا کی باڑ ہوں''۔

انجام آتھم کے صفحہ ۷۸ پر آپ لکھتے ہیں کہ آیت وما ارسلناک الا رحمة للعالمین ۝ ان مرزا صاحب کی شان میں نازل ہوئی نہ کہ رسول امی لقب (فداہ ابی) کی شان میں۔ اسی طرح اربعین کے صفحہ ۲، ۵ پر لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو داعیا الی اللہ و سراجا منیرا کے خطاب دیئے گئے تھے وہ مجھے مرزا صاحب کو بھی عطا ہوئے۔ پھر خطبہ الہامیہ کے صفحات ۸۔۱۹۔۳۰۔۳۵۔۵۸ اور ۷۱ پر لکھا ہے کہ

مرزا صاحب اپنے رتبہ کا اظہار ان لفظوں میں کرتے ہیں

''میں نور ہوں، مجدد مامور ہوں۔ عبد منصور ہوں مہدی معہود اور مسیح موعود ہوں۔ مجھے کسی کے ساتھ قیاس مت کرو اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ۔ میں مغز ہوں جس کے ساتھ چھلکا نہیں اور روح ہوں جس کے ساتھ جسم نہیں اور سورج ہوں جس کو دھواں چھپا نہیں سکتا۔ اور ایسا کوئی شخص تلاش کرو جو میری مانند ہو۔ ہرگز نہیں پاؤ گے۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں۔ مگر وہ جو مجھ سے ہو اور میرے عہد پر ہوگا...... اور میں اپنے خدا کی طرف سے تمام قوت اور برکت اور عزت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں اور میرا قدم ایک ایسے منارہ پر ہے جس پر

را ایک بلندی ختم کی گئی ہے۔ بس خدا سے ڈرو اور مجھے پہچانو اور نافرمانی مت کرو۔ میرے وا اور دوسرے مسیح کے لیے میرے زمانہ کے بعد قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ پس جو میری ماعت میں داخل ہوا، درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین (محمد رسول اللہ) کے صحابہ میں داخل ہوا''۔ (یعنی میرے مرید صحابہ کے برابر ہیں)

درثمین فارسی صفحہ ۱۶۳ پر لکھتے ہیں شعر

انچہ داد است ہر نبی را جام — داد آں جام را مرا بہ تمام

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے — من بہ عرفاں نہ کمترم زکسے

ایک جگہ فرمایا

''میں وہ تھیلہ ہوں کہ جس میں تمام نبی بھرے پڑے ہیں''۔ ظاہر ہے کہ تمام میں محمد ﷺ بھی شامل ہیں۔ مصنف

براہین احمدیہ حصہ پنجم میں صفحہ ۹۰ پر ارشاد ہوتا ہے

''اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر راستباز اور مقدس نبی گذر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کیے جائیں۔ سو وہ میں ہوں''۔

معیار الاخیار کے صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں

''میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن شیریں سے سوال کیا گیا کہ وہ حضرت ابوبکر کے درجہ پر ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکر تو کیا؟ وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے''۔

البشریٰ جلد دوم صفحہ ۱۰۹ میں مرزا صاحب کا اپنی شان میں ایک الہامی شعر درج ہے۔ ملاحظہ ہو: شعر

مقام او مبیں از راہ تحقیر — بدورانش رسولاں ناز کردند

دافع البلاء صفحہ ۲۰ پر شعر ہے: شعر

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو — اس سے بہتر غلام احمد ہے

اسی کتاب کے صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ

''اے عیسائی مشنریو! ابن المسیح مت کہو۔ دیکھو آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔''

ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۵۸ پر لکھا ہے: شعر

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم — عیسیٰ کجاست تا بہ نہد پا بہ منبرم

حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸ پر لکھا ہے:

''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا۔ تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں، ہرگز نہ کر سکتا۔ اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں، وہ ہرگز نہ دکھا سکتا۔''

اسی کتاب کے صفحہ ۱۵۵ پر لکھتے ہیں کہ:

''یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ کیوں تم مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہو۔''

درثمین فارسی صفحہ ۱۶۳ پر لکھتے ہیں۔ نزول المسیح صفحہ ۹۹ مصنفہ مرزا۔ شعر

کربلا نیست سیر ہر آنم — صد حسین است در گریبانم

یعنی آپ کو سید الشہداء سے بھی افضل تر ہونے کا دعویٰ ہے۔

پھر البشریٰ کی جلد دوم صفحہ ۱۱۹ پر آپ کی شان میں لکھا ہے کہ

''میں تو بس قرآن ہی کی طرح ہوں اور قریب ہے کہ میرے ہاتھ سے یہ ظاہر

ہوگا، جو کچھ کہ قرآن سے ظاہر ہوا۔'' آپ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے ارشاد ہوتا ہے:

آں چہ من بشنوم زوحی خدا — بخدا پاک دانمش زخطا
ہم چو قرآن منزہ اش دانم — از خطاہا ہمیں ست ایمانم
آں یقینی کہ بود عیسیٰ را — بر کلامے کہ شد برو القا
واں یقین کلیم بر تورات — واں یقین ہائے سید السادات
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین — ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

خطبہ الہامیہ کے صفحہ ۲۳ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

''مجھ کو فنا کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے۔''

لیکن مرزا صاحب کی تعلّی کی انتہا یہ ہے کہ آپ لکھتے ہیں کہ انہیں الہام ہوا تھا کہ ''انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون''

یہ الہام کتاب البشریٰ جلد دوم کے صفحہ ۹۴ پر درج ہے۔ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ خداوند کریم نے مرزا صاحب سے کہا کہ:

''اے مرزا تحقیق تیرا ہی حکم ہے۔ جب تو کسی شے کا ارادہ کرے تو اس سے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔''

مجھ گناہ گار کا یہ عقیدہ ہے کہ کن فیکون کا دعویٰ خداوند تعالیٰ کے سوا کسی کے شایان شان نہیں۔ اور سید ہاشمی نسب امی لقب (فداہ روحی) نے بھی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔

اگر یہ حال بروزی نبی کا ہے تو مستقل نبی کا کیا ہوگا۔

میری رائے یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی نبوت کے مدارج اسلئے قائم کر دیے کہ ذرا سا پھسلنے والا انسان بھی پھسل کر اس طرف آ جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قسط یازدہم (۱۱)

مختصر یہ کہ مرزا صاحب ایک مقام پر دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ خدا کے نبی اور رسول ہیں اور تمام انبیاء سے (جن میں جناب محمد رسول اللہ ﷺ شامل ہیں) افضل ہیں اور اس دعویٰ پر خدا کی قسم کھاتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ وہ بروزی اور ظلی نبی ہیں۔ جو بہ الفاظ دیگر محدث ہوتا ہے۔ لیکن اپنا مقام تمام انبیاء علیہم السلام سے ارفع و اعلیٰ ظاہر کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد اچانک ادعائے نبوت سے انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والا اسلام سے خارج ہے وغیرہ وغیرہ۔ ادعائے نبوت کی بھول بھلیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کے بعض الہامات ایسے ہیں جو خود ان کی سمجھ میں نہیں آئے۔ لہٰذا لازم ہے کہ ایسے الہامات کی تفہیم کے واسطے خدا تعالیٰ مزید نبی مبعوث کرے۔ گویا مرزا صاحب نے احیائے نبوت کا ایک سلسلہ جاری کر دیا ہے اور یہ کہنا مشکل ہے کہ کتنے نبی آئیں گے جو ان الہامات کے معانی دنیا پر واضح کریں گے۔ پس

دسویں دلیل

جو مجھے مرزا صاحب کی تحریک کے قبول کرنے سے مانع ہے یہ ہے کہ مرزا صاحب پر ایسے الہامات ہوئے جو خود ان کے فہم میں نہیں آئے حالانکہ میرے علم و یقین کے مطابق دنیا میں کوئی پیغمبر یا نبی ایسا نہیں گذرا جس پر خدا نے اس قدر بے اعتمادی کی ہو کہ اس کو پیام بھیجا ہو اور پھر اس پیام کے معنی نہ سمجھائے ہوں۔ معاذ اللہ۔ اس سے تو خدا پر بخل کا الزام ثابت ہوتا ہے یا یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے کسی کو منتخب کر لیتا ہے اور پھر اس پر اعتماد نہیں کرتا۔ اور یہ بات خدائے علیم و حکیم کی شان کے خلاف ہے۔ میں اپنی اس دلیل کو

مرزا صاحب کے مقرر کردہ معیار پر جانچتا ہوں۔ آپ کتاب چشمہ معرفت کے صفحہ ۲۰۹ پر لکھتے ہیں کہ

یہ تو بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصلی زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے اور ایسے الہام سے فائدہ کیا جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہو۔

لیکن اس معیار کے قائم کرنے کے بعد آپ کتاب نزول المسیح کے صفحہ ۵۷ پر لکھتے ہیں کہ

زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں ہوئے ہیں جن سے مجھے کچھ واقفیت نہیں ہے جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ۔

اس کے بعد کون ایسا صاحب عقل سلیم ہوگا جو تسلیم نہ کرے گا کہ مرزا صاحب نے خود جو معیار مقرر کیا تھا وہ اس پر پورے نہیں اترے۔

آپ کو جو الہامات ایسے ہوئے جن کے معانی آپ پر واضح نہیں ہوئے ان کے نمونے ملاحظہ فرمائیے: البشریٰ جلد اول صفحہ ۲۶ پر ارشاد ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو الہام ہوا: ''ایلی ایلی لما سبقتنی ایلی اوس''

مرزا صاحب اس کے متعلق خود لکھتے ہیں کہ حصہ اول کے معنی یہ ہیں کہ:

اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑا لیکن آخری فقرہ اس الہام کا یعنی ایلی اوس اس وقت تک مشتبہ رہا ہے اور اس کے کچھ معنی نہ کھلے۔

حبیب عرض کرتا ہے کہ پہلے فقرہ کے معنی مرزا صاحب کو اس لیے معلوم تھے کہ یہ فقرہ انجیل میں موجود ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ صلیب پر حضرت عیسیٰ نے یہ فقرہ استعمال کیا

مرزا صاحب نے جو اضافہ کیا وہی ان کی سمجھ میں نہیں آیا۔

ایک اور مثال سنئے براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۶ پر ارشاد ہوتا ہے :

''خدا نے فرمایا ہو شعنا نفسا ، یہ دونوں فقرے شاید عبرانی ہیں اور اس کے معنی ابھی تک اس عاجز پر نہیں کھلے۔''

مکتوبات احمدیہ جلد ا صفحہ ۶۸ پر مرزا صاحب ایک الہام لکھتے ہیں کہ

''پریشن عمر پراطوس یا پلاطوس''۔

نوٹ: آخری لفظ پراطوس ہے یا پلاطوس ہے۔ بہ باعث سرعت الہام دریافت نہیں ہوا اور نمبر ۲ میں عمر عربی لفظ ہے۔ اس جگہ براطوس اور پریشن کے معنی دریافت کرتے ہیں۔ کہ کیا ہیں اور کس زبان سے یہ الفاظ ہیں:

ایک اور الہام البشریٰ جلد دوم صفحہ ۱۱۹ پر یوں بیان کرتے ہیں '' پیٹ پھٹ گیا''۔ اور لکھتے ہیں کہ یہ دن کے وقت کا الہام ہے معلوم نہیں کہ یہ کس کے متعلق ہے۔

اسی کتاب البشریٰ کی اس جلد دوم کے اسی صفحہ ۱۱۹ پر ایک اور الہام لکھتے ہیں کہ

''خدا اس کو پنج بار ہلاکت سے بچائے گا۔''

اور خود ہی فرماتے ہیں کہ نہ معلوم کس کے حق میں یہ الہام ہے۔

ایک اور پر لطف الہام اسی صفحہ پر درج کرتے ہیں۔ الہام کے الفاظ ملاحظہ ہوں

''۲۴ دسمبر ۱۹۰۶ء مطابق ۵ شعبان ۱۳۲۰ھ بروز پیر موت تیرہ ماہ حال کو۔''

اس پر مرزا صاحب اپنے قلم سے نوٹ لکھتے ہیں کہ

قطعی طور پر معلوم نہیں کہ کس کے متعلق ہے۔

اسی کتاب البشریٰ کی جلد دوم کا صفحہ ۱۲۵ دیکھیں۔ تو یہاں تحریر موجود ہے:

بہتر ہوگا کہ اور شادی کر لیں۔

مرزا صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ

معلوم نہیں کہ کس کی نسبت یہ الہام ہے۔

اس کتاب کی اسی جلد کا صفحہ ۶۵۔۶۶ دیکھیے ایک نہایت حیرتناک الہام ہے

''بعد ۱۱۔ انشاء اللہ''

خود مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ

اس کی تفہیم نہیں ہوئی کہ ۱۱ سے کیا مراد ہے گیارہ دن گیارہ ہفتے یا کیا؟

یہی ہندسہ ۱۱ دکھایا گیا۔

اگر ہم کتاب البشریٰ کی دوسری جلد کا صفحہ ۵۰ نکال کر دیکھیں تو الہام درج ہے :

''غثم غثم غثم''

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب واضح نہیں ہوا۔

اسی کتاب البشریٰ جلد دوم کے نیچے صفحہ ۱۱۷ پر مرزا صاحب کے الفاظ موجود ہیں کہ

''آج رات مجھے الہام ہوا کہ 'ایک دم میں رخصت ہوا' اس کے پورے الفاظ یاد نہیں رہے۔ اور جس قدر یاد رہا یقینی ہے مگر معلوم نہیں کہ کس کے حق میں ہے لیکن خطرناک ہے۔ یہ الہام ایک موزوں عبارت میں ہے مگر ایک لفظ درمیان میں سے بھول گیا۔''

کتاب البشریٰ جلد دوم کے صفحہ ۹۴ پر فرماتے ہیں :

''ایک عربی الہام تھا۔ الفاظ مجھے یاد نہیں رہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ مکذبوں کو نشان دکھایا جائے گا۔''

البشریٰ جلد دوم کے صفحہ ۱۰۷ پر الہام درج ہے:

"ایک دانہ کس کس نے کھایا۔"

اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۶ پر الہام درج ہے۔

"لاہور میں ایک بے شرم ہے۔"

ایک اور الہام البشریٰ جلد اول کے صفحہ ۴۳ پر ہے۔

"ربنا عاج"

مرزا صاحب ان کے بھی کوئی معنی بیان نہیں فرما سکے۔

کیا ایسے الہامات جن کے الفاظ مبہم ہوں اس خداوند کریم کی طرف سے ہو سکتے ہیں جس نے قرآن پاک ایسی کتاب نازل کی، محمد ﷺ جیسا فہیم وحکیم رسول بھیجا اور جو دنیا کو دعوت دیتا ہے کہ عقل سے کام لو۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔

گیارہویں دلیل

پس تحریک قادیان کے خلاف میری گیارہویں دلیل یہ ہے کہ مرزا صاحب کے ایسے الہامات کی وجہ سے مدعیان نبوت کے لیے ایک میدان وسیع پیدا ہوگیا ہے آئے دن ایک نبی علم نبوت بلند کرے گا اور کہے گا کہ مرزا صاحب کے فلاں الہام کی وضاحت کیلئے مجھے مبعوث کیا گیا ہے اب میری

بارہویں دلیل

سنئے مرزا صاحب کے ادعائے نبوت کے متعلق مجھے جو کچھ عرض کرنا تھا۔ وہ ختم ہوا۔ لیکن مرزا صاحب کی تحریک پر ایک اعتراض اور ایسا وارد ہوتا ہے۔ جس کا تعلق اسی ادعائے نبوت سے ہے۔ ہٰذا وہ اسی وقت بیان کئے دیتا ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب

امتی نبی ہیں جس نبی ﷺ کے یہ امتی ہیں اس پر جو کتاب نازل ہوئی اس میں متعدد انبیاء کے اسمائے گرامی موجود ہیں۔ لیکن مرزا صاحب پر جو الہام نازل ہوئے ان میں کسی ایسے امتی نبی کا نام نہیں آیا۔ جو حضور سرور کائنات ﷺ کے بعد مبعوث ہوا ہو۔ نیز مرزا صاحب نہایت فصاحت سے کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۱ پر لکھتے ہیں کہ

"تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔"

جس کے معنی یہ ہیں کہ مرزا صاحب واحد امتی نبی ہیں جو تیرہ سو سال میں مبعوث ہوئے پھر صدی میں مجدد کا آنا کیسا اور مرزا صاحب کا مجدد الف ہونا لایعنی یہ دونوں امور تو پیشرو کے طالب ہیں۔

قسط دوازدہم (۱۲)

مرزا صاحب کے ادعائے نبوت پر کافی بحث ہو چکی لیکن بعض امور میں جو اعلان نبوت کا جزو لاینفک ہیں۔ مثلاً الہام اور پیشگوئی اس کے علاوہ مسئلہ تکفیر اہل قبلہ اور تنسیخ جہاد کا معاملہ بھی دو ایسے کوائف ہیں۔ جن کا مرزا صاحب کے ادعائے نبوت سے بہت بڑا تعلق ہے نیز اگر کوئی شخص مدعی نبوت ہوتے ہوئے بعض ایسی باتیں لکھ جائے یا کہہ دے جو صحیح نہ ہو تو وہ بھی اس کے ادعائے نبوت کے خلاف جاتی ہیں۔ اور اگر مدعی نبوت کی تحریر میں ثقاہت نہ ہو تو اس سے بھی اسکے دعویٰ کی تردید لازم آتی ہے۔

جہاں تک الہامات کا تعلق ہے میں عرض کر چکا ہوں کہ مرزا صاحب کے بعض الہامات ایسے ہیں جن کو وہ خود سمجھ نہیں سکے۔ وہ خود لکھ چکے تھے کہ الہام وہی ہے جو نبی کی زبان میں ہوتا کہ وہ اس کو سمجھ سکے جو الہام سمجھ میں نہ آئے اسکے نزول سے کوئی فائدہ نہیں۔ اسکے باوجود وہ تسلیم کرتے ہیں کہ انہیں ایسی غیر زبانوں میں بھی الہام ہوئے جن سے وہ

نا آ گاہ تھے اور جن کو وہ سمجھ نہیں سکے بعض الہامات اردو میں ہوئے مگر وہ ایسے مبہم تھے کہ مرزا صاحب خود تحریر چھوڑ گئے ہیں کہ وہ ان کے فہم میں نہیں آئے۔ اور بعض الہام ایسے بھی ہوئے جو دنیا کی کسی مروجہ زبان میں نہیں ہیں۔ اور جن کو آج تک مرزا صاحب یا کوئی اور سمجھ نہیں سکا۔ یہ تمام بحث قسط گذشتہ میں موجود ہے۔ لہٰذا میں اسکے تکرار کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ پس مرزا صاحب کی تحریک کے خلاف

تیرہویں دلیل

یہ ہے کہ وہ اپنے الہام خود سمجھنے سے قاصر رہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ انہیں قدرت کی طرف سے ایسا علم نہیں دیا گیا جو ان کے مقصدِ بعثت کے لیے کافی ہوتا۔ پس وہ نبی مبعوث نہ تھے ورنہ اللہ تعالیٰ جو الہام نازل فرماتا۔ اس کا فہم انہیں ضرور عطا کرتا۔

نیز مرزا صاحب کے الہامات میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ ان پر بعض اوقات قرآن شریف کی پوری آیات اور حدیث شریف کے پورے کے پورے فقرے بطور الہام نازل ہوئے۔ مثلاً

اول: البشریٰ جلد دوم صفحہ ۶۱ پر آپ کا ایک الہام درج ہے: ''انت مدینة العلم'' یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مرزا تو علم کا شہر ہے۔

اب دنیا جانتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث پاک ہے کہ انا مدینة العلم و علی بابھا

ترجمہ: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

مرزا صاحب کا الہام اس حدیث شریف کا ملخص ہے اور بس۔

دوم: کتاب البشریٰ کی جلد دوم کے صفحہ ۱۰۶ پر مرزا صاحب کا الہام درج ہے کہ ''انا اعطینک الکوثر''

دنیا جانتی ہے کہ یہ قرآن شریف کی ایک مشہور آیت ہے۔ جو رسول ہاشمی و نبی مطلبی ﷺ کے حق میں نازل ہوئی۔

سوم: انجام آتھم کے صفحہ ۷۸ پر الہام درج ہے۔ وما ارسلنک الا رحمة للعالمین اور سب کو معلوم ہے کہ یہ بھی قرآن کریم کی ایک مشہور آیت کریمہ ہے جو سرور کائنات ﷺ کی شان میں نازل ہوئی تھی۔

چہارم: اربعین کے صفحہ ۲،۵ پر مرزا صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ''داعیا الی اللہ وسراجا منیرا'' کے خطابات دیئے۔

حالانکہ یہی خطاب قرآن پاک میں رسول اللہ ﷺ کو عطا ہو چکے تھے۔

پنجم: اسی کتاب اربعین کے صفحات ۳،۳۶ پر آپ نے ایک اور الہام کے نزول کا دعویٰ کیا ہے جس کے الفاظ درج ذیل ہیں: ''وما ینطق عن الھویٰ ان ھوالا وحی یوحی ثم دنیٰ فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ''

یہ بھی قرآن شریف کی آیات بینات ہیں۔ جو پیغمبر آخر الزمان کی شان کی مظہر ہیں۔

اگر اس قسم کے الہامات کو صحیح مان لیا جائے تو یہ حسن عقیدت کی انتہا ہے۔ اس کے معنی تو ہونگے کہ جس کا جی چاہے وہ قرآن شریف کی چند آیات لیکر اعلان کر دے کہ یہ اس کی شان میں بذریعہ وحی نازل ہوئی ہیں۔ لہٰذا وہ پیغمبر ہے۔ تعجب ہے کہ ایک انسان تو اپنے دس نوکروں کو دس اسناد ایسی دے سکتا ہے جس میں حسن خدمات کا ذکر ایک دوسرے سے مختلف ہو۔ لیکن (معاذ اللہ) خداوند علیم وحکیم یہ نہیں کرسکتا کہ وہ اپنے ایک نئے نبی کو سند دیتے ہوئے نئے الفاظ استعمال کرسکے۔ پس مرزا صاحب کے خلاف میری

چودھویں دلیل

یہ ہے کہ انہوں نے الہامات کے نام سے قرآن وحدیث کی بعض آیات پر تصرف کیا اور وہ تصرف مجھ عاجز کی رائے ناقص میں صریحاً تصرف بے جا ہے۔

اب میں پیشگوئیوں کی طرف رجوع کرتا ہوں چونکہ یہ بحث طویل ہے لہٰذا میں ابتداہی میں لکھ دینا چاہتا ہوں کہ مرزا صاحب کے ادعائے نبوت کے خلاف میری

پندرہویں دلیل

(یہ ہے کہ ان کی اکثر پیشین گوئیاں غلط ثابت ہوئیں)

قبل ازیں کہ میں مرزا صاحب کی پیشین گوئیوں کی طرف رجوع کردوں۔ میں ان کے چند مقولے نقل کرنا چاہتا ہوں۔ جو پیشین گوئیوں کی اہمیت سے تعلق رکھتے ہیں۔

۱.....آپ کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۸۸ پر لکھتے ہیں کہ

''ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لیے ہماری پیشین گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔''

۲.....شہادت القرآن کے صفحہ ۶۵ پر فرماتے ہیں:

''سو پیشین گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہے۔ سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیش گوئیوں کے وقت کا انتظار کرے۔''

ایسے مقولے متعدد پیش کیے جاسکتے ہیں۔ مگر نمونۃً یہی کافی ہیں۔ ورنہ متعدد پیش گوئیوں کو آپ نے اپنے صدق وکذب کا معیار ٹھہرایا۔ مثلاً انجام آتھم کے صفحہ ۲۴۳ پر رقم فرماتے ہیں:

''ومن ایں (پیش گوئی) را برائے صدق وکذب خود معیار می گردانم''

اس کے علاوہ بعض پیش گوئیوں کے سلسلہ میں آپ نے اعلان کیا کہ اگر یہ درست ثابت نہ ہوں تو میں جھوٹا۔ مثلاً آتھم کی موت کے متعلق پیش گوئی کرتے ہوئے آپ نے ایک اشتہار انعامی چار ہزار بمرتبہ چہارم ۲۷ اکتوبر ۱۸۹۴ء کو شائع کیا۔ اس اشتہار کے صفحہ ۱۶ پر آپ لکھتے ہیں کہ

''اے خداوند اگر یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں۔ تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر اگر میں تیری نظر میں مردود اور ملعون اور دجال ہوں تو مجھے فنا کر ڈال اور ذلتوں کے ساتھ مجھے ہلاک کردے۔ اور ہمیشہ کی لعنتوں کا نشانہ بنا۔''

اس سے مقصود صرف یہ ہے کہ یہ واضح کیا جائے کہ مرزا صاحب پیش گوئی کو صداقت نبوت کی جانچ کے لیے ایک معیار سمجھتے تھے اور بس۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مرزا صاحب اس معیار پر پورے اترتے ہیں یا نہیں؟ مجھے ادب سے عرض کرنے کی اجازت دی جائے کہ مرزا صاحب اپنے اس معیار پر پورے نہیں اترے۔ میں طویل بحث کرنا نہیں چاہتا۔ لہٰذا صرف چند مثالیں پیش کرکے ثابت کروں گا کہ مرزا صاحب کی اہم اور ایسی پیشین گوئیاں جن کو انہوں نے خاص طور پر اس غرض سے منتخب کیا کہ ان کو مرزا صاحب کے صدق وکذب کا معیار سمجھا جائے غلط اور بالکل غلط ثابت ہوئیں۔ ملاحظہ فرمایئے:

اول: ایک فرزند کی آمد اور موت:

۲۰ فروری ۱۸۷۶ء کو مرزا صاحب نے ایک اشتہار دیا کہ اس غرض سے انہیں ایک نشانی ملی ہے۔ اور انہیں خداوند قدوس نے بشارت دی ہے کہ ان کے ہاں ایک فرزند

ارجمند پیدا ہوگا، جو وجیہہ اور پاک اور ذکی ہوگا۔ اسکا نام عنوائیل اور بشیر ہے۔ اسکو مقدس روح دی گئی ہے وہ رجس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے۔ مبارک ہے وہ آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے، وہ صاحب شکوہ وعظمت و دولت ہوگا وغیرہ وغیرہ اس قدر تعریفیں درج ہیں کہ میں ان کے تکرار سے قاصر ہوں۔

اس اشتہار کے شائع ہونے پر بعض مخالفین نے لکھا کہ مرزا صاحب کے ہاں لڑکا پیدا ہو چکا ہے اور اشتہار اب دیا گیا ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں مرزا صاحب نے ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کو ایک اور اشتہار دیا جس میں اعلان کیا کہ ہمارے مرزا صاحب کے ہاں دو لڑکے بیس اور بائیس سال کی عمر کے ہیں اور کوئی لڑکا موجود نہیں لیکن لڑکا ضرور پیدا ہوگا۔ اشتہار بہت طویل ہے لیکن ملخص اس کا یہی ہے۔

اس پر بھی لوگوں نے اعتراض کیے تو مرزا صاحب نے ۱۸ اپریل ۱۸۸۶ء کو ایک اور اشتہار دیا جس میں پھر اپنے دعویٰ کی تجدید کی۔

ان تمام اشتہارات میں مرزا صاحب نے یہ لکھ دیا تھا کہ لڑکا نو سال کے اندر ہوگا آخری اشتہار میں یہ بھی لکھا کہ حمل تو ہو گیا ہے لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ لڑکا جو آنے والا ہے وہ یہی ہوگا یا کبھی بعد کو پیدا ہوگا۔

اگر مرزا صاحب اسی پر اکتفا کرتے تو اس پیش گوئی کے پورا نہ ہونے کے متعلق ہمارے احمدی دوست جو توجیہات پیش کرتے ہیں ان میں ضرور وزن ہوتا۔ مگر افسوس کہ مرزا صاحب نے اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جب آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا تو اگست ۱۸۸۷ء کو اعلان کر دیا کہ وہ لڑکا پیدا ہو چکا۔ چنانچہ اس اشتہار کے الفاظ یہ ہیں:

اے ناظرین میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لیے میں

نے اشتہار ۱۸ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیش گوئی کی تھی اور خدا تعالیٰ سے کہ اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے، ضرور پیدا ہو جائے گا آج ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۰۴ء مطابق ۷ اگست ۱۸۸۷ء میں بارہ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا۔ الحمد للہ علی ذالک

مگر افسوس ہے کہ خداوند قدیر کی قدرت غالب آئی اور لڑکا ۴ نومبر ۱۸۸۶ء کو سولہ ماہ کی عمر کے بعد فوت ہو گیا۔

اس پر جب ایک شور پیدا ہوا تو مرزا صاحب نے اشتہار دیکر توجیہات پیش کیں مگر وہ معتقدین کے لیے مفید ہوں تو ہوں۔ آپ کے محولہ بالا اشتہار کے بعد میرے لیے کوئی حقیقت نہیں رکھتیں اس لیے کہ آپ نے خود اشتہار دیکر تسلیم کیا تھا کہ یہی لڑکا وہ تھا جس کی خدائے تعالیٰ نے انہیں بشارت دی تھی۔

قسط سیزدہم (۱۳)

دوم: آتھم کا انجام۔

اس کے متعلق مرزا صاحب کی پیش گوئی خاص طور پر قابل غور ہے۔ ماہ مئی جون ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب کا ایک مناظرہ عیسائیوں کے ساتھ امرتسر میں ہوا جس میں مرزا صاحب کے مقابل ڈپٹی عبداللہ آتھم (پادری) تھے۔ پندرہ روز تک مباحثہ ہوتا رہا جس میں فریقین کے پچیس پچاس آدمی بذریعہ ٹکٹ داخل ہوتے رہے۔ مباحثہ الوہیت مسیح پر تھا۔ مرزا صاحب نے ابطال الوہیت مسیح پر بہت سی دلیلیں پیش کیں۔ یہ مباحثہ جنگ مقدس کے نام سے چھپ چکا ہے۔ مگر چونکہ لفظی بحثیں علمائے ظاہری کا حصہ ہوتی ہیں اور مرزا صاحب

ایک روحانی درجہ لے کر آئے تھے، لہذا آپ نے ان لفظی دلائل کو خود ہی ناکافی جان کر آخر میں ایک روحانی حربہ سے کام لینا چاہا۔ چنانچہ آخری روز خاتمہ پر آپ کے جو الفاظ تھے۔ وہ کتاب جنگ مقدس کے صفحہ ۱۸۸ پر ملاحظہ ہوں۔ فرماتے ہیں:

''آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جبکہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر کا فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں۔ تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بناتا ہے۔ وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے۔ اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔ اور اسی وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آوے گی۔ بعض اندھے سوجاکھے ہو جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔ میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لیے تھا میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ یعنی وہ فریق جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے۔ وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بہ سزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کو اٹھانے کے لیے تیار ہوں مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے، مجھ کو پھانسی دیا جائے۔ ہر ایک بات کے لیے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا، ضرور کرے گا۔ زمین وآسمان ٹل جاویں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔''

اس روحانی حربہ کا مطلب صاف ہے کہ عیسائی مناظر وجود الوہیت مسیح کا قائل ہے، پندرہ ماہ کے عرصہ میں مر کر واصل جہنم ہوگا۔

لیکن ڈپٹی آتھم بجائے ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کے ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو فوت ہوئے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے ان کے مرنے پر رسالہ انجام آتھم لکھا۔ جس کے شروع میں لکھا ہے۔

مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروز پور فوت ہوگئے۔

اس حساب سے ڈپٹی آتھم اپنی مقررہ میعاد پندرہ ماہ سے متجاوز ہو کر ایک سال پونے گیارہ ماہ تک زیادہ زندہ رہے۔ اس پر اعتراض ہوئے تو مرزا صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا۔ گو آتھم پندرہ ماہ میں نہیں مرا لیکن مرا تو سہی۔ اس میں کیا حرج ہے۔ میعاد کو مت دیکھو کہ مرتو گیا۔ چنانچہ آپ کے اصلی الفاظ جو کتاب سراج منیر کے صفحہ ۶۲ پر ہیں۔ وہ قابل دید ہیں۔ فرماتے ہیں:

اگر کسی کی نسبت یہ پیشگوئی ہو کہ وہ پندرہ مہینے تک مجذوم ہو جائے گا اور اس کے ناک اور تمام اعضاء گر جائیں تو کیا وہ مجاز ہوگا کہ یہ کہے کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ نفس واقعہ پر نظر چاہیے۔

حقیقت الوحی صفحہ ۱۸۵ حاشیہ اس کی تائید میں دوسری جگہ لکھا ہے:

ہمارے مخالفوں کو اس میں تو شک نہیں کہ آتھم مر گیا ہے۔ جیسا کہ لیکھرام مر گیا اور جیسا کہ احمد بیگ مر گیا۔ لیکن اپنی نابینائی سے کہتے ہیں کہ آتھم میعاد کے اندر نہیں مرا اے نالائق قوم جو شخص خدا کی وعید کے بموجب مر چکا۔ اب اس کی میعاد غیر میعاد کی بحث کرنا کیا حاجت بھلا دکھاؤ کہ اب وہ کہاں اور کس شہر میں بیٹھا ہے۔

عقیدت مند دماغ جو عذر چاہیں قبول کریں۔ اور مریدوں کے دل جہاں چاہیں سرتسلیم خم کردیں۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ آتھم بے چارہ دوامی زندگی لے کر نہیں آیا تھا۔ مرنا تو اسے تھا ہی مرزا صاحب کی پیش گوئی تب پوری سمجھی جاتی کہ وہ مرزا صاحب کی بتائی ہوئی میعاد کے اندر فوت ہوتا۔ یوں فوت تو مرزا صاحب بھی ہوئے لہٰذا آتھم کے بعد از میعاد مرجانے کو اپنی پیش گوئی کی صداقت کی دلیل ٹھہرانا حسن عقیدت کا حد سے متجاوز امتحان لینے کی کوشش کرنا ہے۔ اور راقم الحروف بلاخوف لومۃ لائم اعلان کرنے پر تیار ہے کہ اس عاجز کی رائے میں مرزا صاحب کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔

قسط چہاردہم (۱۴)

مرزا صاحب کی پیشین گوئیوں میں سے ایک پیشین گوئی مولوی ثناء اللہ امرتسری کے متعلق تھی۔

سوم: مولوی ثناءاللہ کی موت۔

مولوی صاحب اپنی کتاب تاریخ مرزا میں لکھتے ہیں:

جب میری عمر کوئی ۱۷۔۱۸ سال کی تھی۔ میں بشوق زیارت بٹالہ سے پاپیادہ تنہا قادیان گیا۔ ان دنوں مرزا صاحب ایک معمولی حیثیت میں تھے مگر باوجود شوق اور محبت کے میں نے جو وہاں دیکھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ میرے دل میں جو ان کی نسبت خیالات تھے؟ وہ پہلی ملاقات میں مبدل ہوگئے جس کی صورت یہ ہوئی کہ میں ان کے مکان پر دھوپ میں بیٹھا تھا۔ وہ آئے۔ آتے ہی بغیر اس کے کہ السلام علیکم کہیں یہ کہا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ کیا کام کرتے ہو؟ میں ایک طالب علم علماء کا صحبت یافتہ اتنا جانتا تھا کہ آتے ہی السلام علیکم کہنا سنت ہے۔ فوراً میرے دل میں آیا کہ انہوں نے مسنون طریق کی پرواہ نہیں کی کیا وجہ

ہے۔ مگر چونکہ حسن ظن غالب تھا اسلئے یہ وسوسہ دب کر رہ گیا۔

جن دنوں آپ نے مسیحیت موعود کا دعویٰ کیا۔ میں ابھی تحصیل علم سے فارغ نہیں ہوا تھا۔ آخر بعد فراغت میں آیا تو مرزا صاحب کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ دل میں تڑپ تھی۔ استخارے کئے، دعائیں مانگیں، خواب دیکھے جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب نے مجھے اپنے مخالفوں میں سمجھ کر مجھ کو قادیان میں پہنچ کر گفتگو کرنے کی دعوت دی۔

اور لکھا کہ

''مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ سے عنقریب دونشان میرے ظاہر ہوں گے''۔

۱..... وہ قادیان میں تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کے لیے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے۔ اور سچی پیشگوئیوں کی اپنی قلم سے تصدیق کرنا ان کے لیے موت ہوگی۔

۲..... اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق سے پہلے مرجائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے اور سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تر ان کی روسیاہی ثابت ہوجائے گی۔ (اعجاز احمدی، صفحہ ۳۷)

انجام اس کا یہ ہوا کہ میں نے ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء مطابق ۱۰ شوال ۱۳۲۰ھ کو قادیان پہنچ کر مرزا صاحب کو اطلاعی خط لکھا۔

قسط پانزدہم (۱۵)

مرزا صاحب کے طویل جواب کو دیکھ کر مولوی ثناءاللہ مایوس نہیں ہوئے اور پھر ایک خط لکھا۔

(۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء)

جس کا جواب مرزا صاحب نے خود نہیں لکھا بلکہ آپ کی طرف سے مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے لکھا۔

مولوی ثناء اللہ لکھتے ہیں۔ جب ناامیدی ہوگئی تو میں اپنے مصاحبوں سے یہ کہتا ہوا چلا آیا۔

ع　　همه شوق آمده بودم همه حرمان رفتم

مولوی صاحب آگے چل کر مزید لکھتے ہیں　شعر

بلائیں زلف جاناں کی اگر لیتے تو ہم لیتے　　بلا یہ کون لیتا جان پر لیتے تو ہم لیتے

مرزا صاحب نے آخری نظر عنایت جو مجھ پر کی۔ خود انہی کے لفظوں میں درج ذیل ہے فرماتے ہیں:

مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

﴿یستنبونک احق ھو قل ای وربی انہ لحق﴾

بخدمت مولوی ثناء اللہ!

السلام علی من اتبع الھدیٰ مدت سے آپ کے پرچہ اہلحدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں مردود، کذاب، دجال، مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افتراء ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لیے مامور ہوں۔ اور بہت سے میرے پر حملے کرکے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے ان گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں کہ جن سے بڑھ کر کوئی لفظ سخت نہیں ہوسکتا۔ آخر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر

اوقات آپ اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں۔ تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے۔ تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں۔ تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے۔ جیسے طاعون، ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریوں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں یہ کسی الہام یا وحی کی بناء پر پیشگوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے۔ اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے۔ جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں۔ اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کردے آمین۔ مگر اے میرے کامل وصادق خدا! اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون وہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین۔

بالآخری مولوی صاحب سے التماس ہے کہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

(الراقم عبداللہ الصمد مرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ وایدہ مرقومہ یکم مارچ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء)

اخبار بدر قادیان میں مرزا صاحب کی روزانہ ڈائری یوں چھپی:

ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے ہے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے ایک دفعہ ہماری توجہ اس کی طرف ہوئی اور رات کو توجہ اس طرف تھی اور رات کو الہام ہوا کہ اجیب دعوة الداع۔ صوفیاء کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہی ہے باقی سب اس کی شاخیں ہیں۔ (مرزا) اخبار بدر قادیان۔

(۲۵ اپریل ۷ء صفحہ ۷ کالم ۱۲)

نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ کو انتقال کر گیا اور مولوی ثناء اللہ زندہ موجود رہے۔

قسط شانزدہم (۱۶)

چہارم: مرزا صاحب نے دعویٰ کیا تھا کہ مرزا سلطان احمد صاحب ۲۱ اگست ۱۸۹۴ء تک ضرور فوت ہو جائیں گے۔ اور یہ تاریخ ہرگز نہیں ٹل سکتی۔ ملاحظہ ہو شہادت القرآن صفحہ ۸۰۔

مرزا صاحب نے اس پیشگوئی کو بہت ہی اہم اور عظیم الشان قرار دیا ہے لیکن جن صاحب کے متعلق یہ پیشگوئی تھی وہ تاریخ مقررہ سے ۲۹ سال بعد تک تو میرے علم کے مطابق زندہ تھے ان کی تاریخ وفات مجھے محفوظ نہیں لیکن اس کی ضرورت ہی نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ تائب ہو کر مرے اور مرزائی ہو چکے تھے لیکن ایک نہایت ہی عزیز اور شریف سید دوست نے مجھے یقین دلایا ہے کہ وہ مرزائی نہیں ہوئے تھے۔ لہذا یہ ایک اور پیشگوئی ہے جو

لہذا ثابت ہوئی۔

پنجم: ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب عرصہ بیس سال تک مرزا صاحب کے مرید رہے۔ آخر ان سے علیحدہ ہوئے اور مرزا صاحب کے برخلاف قلم اٹھایا بلکہ دعویٰ الہام سے بھی مقابلہ کی ٹھہری چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے اپنا آخری الہام مرزا صاحب کی موت کے متعلق شائع کیا جس کا ذکر مرزا صاحب نے مع جواب خود کیا ہے۔ جو مرزا صاحب کی کتاب چشمہ معرفت کے صفحہ ۳۲۱ سے لیکر میں درج ذیل کرتا ہوں۔

ایسا ہی کئی اور دشمن مسلمانوں میں سے میرے مقابل پر کھڑے ہو کر ہلاک ہوئے اور ان کا نام ونشان نہ رہا۔ ہاں آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبدالحکیم خاں ہے۔ اور وہ ڈاکٹر ہے اور ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے جس کا دعویٰ ہے کہ میں اسکی زندگی میں ہی ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جاؤں گا۔ اور یہ اس کی سچائی کے لیے ایک نشان ہوگا یہ شخص الہام کا دعویٰ کرتا ہے اور مجھے دجال اور کافر اور کذاب قرار دیتا ہے پہلے اس نے بیعت کی اور برابر ۲۰ برس تک میرے مریدوں اور میری جماعت میں داخل رہا۔ پھر ایک نصیحت کی وجہ سے جو میں نے محض للہ اس کو کی تھی مرتد ہو گیا۔ نصیحت یہ تھی کہ اس نے یہ مذہب اختیار کیا تھا کہ بغیر قبول اسلام اور پیروی آنحضرت ﷺ کے نجات ہو سکتی ہے۔ گو کوئی شخص آنحضرت ﷺ کے وجود کی خبر بھی رکھتا ہو۔ چونکہ یہ دعویٰ باطل تھا اور عقیدہ جمہور کے بھی برخلاف اس لیے میں نے منع کیا مگر وہ باز نہ آیا۔ آخر میں نے اس کو اپنی جماعت سے خارج کر دیا تب اس نے یہ پیشگوئی کی کہ میں اسکی زندگی میں ہی ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک اس کے سامنے ہلاک کیا جاؤں گا۔ مگر خدا نے اسکی پیشگوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ اور خدا اس کو ہلاک کرے گا اور میں اس کے شر

سے محفوظ رہوں گا۔ یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی نظر میں صادق ہے۔ خدا اسکی مدد کرے گا۔

اس مقابلہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب ڈاکٹر صاحب کی بتائی ہوئی مدت کے اندر اندر ہی (۲۶ مئی ۱۹۰۸ء) کو فوت ہو گئے اور ڈاکٹر صاحب میرے علم کے مطابق ۱۹۱۹ء تک زندہ وسلامت رہے مجھے ان کی تاریخ وفات محفوظ نہیں۔ لیکن اس کا علم غیر ضروری ہے اور اس مبحث سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

ششم: مرزا صاحب کی زندگی میں پنجاب میں مرض طاعون نے وبا کی صورت اختیار کر لی اس پر مرزا صاحب نے اپنی کتاب حقیقت الوحی کے تتمہ میں صفحہ ۵۲ پر لکھا ہے کہ

خدا نے اپنی سنت کے مطابق ایک نبی کے مبعوث ہونے تک وہ عذاب ملتوی رکھا اور جب وہ نبی مبعوث ہو گیا۔ اور اس کی قوم کو ہزارہا اشتہاروں اور رسالوں سے دعوت کی گئی۔ تب وہ وقت آ گیا کہ ان کو اپنے جرائم کی سزا دی جائے۔

جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ مرزا صاحب کی نبوت کا انکار کر کے لوگ مبتلائے عذاب ہوئے تھے جس نے طاعون کی شکل اختیار کر لی تھی لہٰذا لازم تھا کہ مرزا صاحب پر ایمان لانے والے لوگ اس وبا سے محفوظ رہتے۔ لیکن شاید کوئی صاحب اس بات میں شک کریں کہ مرزا صاحب نے جس عذاب کا ذکر کیا ہے وہ طاعون ہی ہے۔ لہٰذا میں انکی تحریر کا ایک اور حوالہ پیش کیے دیتا ہوں۔

مرزا صاحب اپنی کتاب دافع البلاء کے صفحہ ۱۰ پر رقم فرماتے ہیں:

تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہر حال جب تک طاعون دنیا میں رہے۔ گو ستر برس تک رہے قادیان کو اس خوفناک تباہی سے محفوظ

رکھے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔

''رسول کا تخت گاہ'' تو مرزا صاحب کی اردو ہے لیکن اس سے اسوقت غرض نہیں۔ مرزا صاحب کی اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ چونکہ وہ نبی اللہ تھے۔ اور چونکہ وہ قادیان میں مبعوث ہوئے تھے لہٰذا مرزا صاحب نے پیش گوئی کی کہ قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا۔ لیکن

ع — اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

مرزا صاحب کی زندگی میں طاعون قادیان میں پھیلا اور مرزا صاحب کے متعدد مرید اسکی نذر ہوئے مریدوں کے متعلق تو مرزا صاحب کے حامی آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ ان کا ایمان مضبوط نہ تھا یا وہ دل میں مرتد ہو چکے تھے۔ لہٰذا عذاب الٰہی میں مبتلا ہوئے لیکن نبی اللہ کی تخت گاہ میں طاعون کا نبی موصوف کی پیش گوئی کے خلاف پھیل جانا ایک ایسا واقعہ ہے جسکی حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا اور یہی حقیقت جناب مرزا صاحب کی پیشگوئی کی تغلیط کے لیے کفایت کرتی ہے مزید بحث کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

اب تک مرزا صاحب کی جن پیشگوئیوں پر میں نے اظہار خیال کیا ہے وہ سب موت سے تعلق رکھتی ہیں طاعون کے متعلق آپ کی پیشگوئی مرگ انبوہ سے تعلق رکھتی ہے اور باقی تمام پیشگوئیوں میں غیر مشکوک وصریح الفاظ میں کسی شخص کے کسی مقررہ میعاد کے اندر فوت ہونے کی پیشین گوئی موجود ہے میں ثابت کر چکا ہوں کہ یہ تمام پیشگوئیاں غلط ثابت ہوئیں۔

قسط ہفتد ہم (۱۷)

لیکن لوگوں کی موت کے متعلق مرزا صاحب کی پیش گوئیاں اگر غلط ثابت ہوئیں تو مقام تعجب نہیں اس لیے کہ قرآن پاک پر ایمان رکھنے والا مسلمان ایمان رکھتا ہے کہ

۱...... ہر شخص کی میعاد حیات مقرر ہے۔ یعنی اس کی موت کا وقت معین ہے۔

۲...... لیکن اس میعاد کی وسعت سے خدائے علام الغیوب کے سوا کوئی آگاہ نہیں ہوسکتا۔

۳...... یہ میعاد جب پوری ہوجاتی ہے تو قرآن پاک کے الفاظ میں لایستاخرون ساعۃ ولایستقدمون ٥ ترجمہ: نہ ایک پل پر پیچھے ہی ہٹا سکتے ہیں اور نہ آگے ہی بڑھا سکتے ہیں۔ گویا میعاد حیات کم وبیش نہیں ہوسکتی۔

۴...... خداوند برتر قادر مطلق ہے وہ جو چاہے کرسکتا ہے اور کسی کی عمر کو گھٹا بھی سکتا ہے اور بڑھا بھی سکتا ہے لیکن اس کی مشیت یہ ہے کہ اس کو نہ گھٹائے نہ بڑھائے لہٰذا یہ سنت اللہ ہے اور سنت اللہ میں تبدیلی ممکن نہیں اور نہ تحویل ہی ممکن ہے۔

۵...... اللہ تعالیٰ کے سوائی کسی کو علم نہیں کہ کوئی انسان خود یا اس کا یا کوئی اور دشمن یا دوست کب اور کہاں فوت ہوگا۔

۶...... سبب موت سے بھی کوئی شخص واقف نہیں ہوتا۔

ان حالات میں سوائے اس شخص کے جو مامور من اللہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اسے خود آگاہ کردے کہ فلاں شخص کی میعاد حیات فلاں وقت فلاں مقام اور فلاں طریق پر ختم ہوگی۔ کوئی شخص کسی دوسرے انسان کے متعلق یا اپنے متعلق یہ پیش گوئی نہیں کرسکتا کہ وہ کس طرح اور کب فوت ہوگا۔

اور اگر اللہ جل جلالہ خود کسی شخص کو ایسا علم دے تو وہ غلط نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ اللہ کے پاس ام الکتاب ہے۔ اور اس کے علم سے کوئی چیز خارج نہیں لیکن خداوند کریم کے بتانے کے بغیر اگر کوئی شخص کسی کی یا اپنی موت کے متعلق مقام وقت یا سبب موت کی پیشگوئی کرے تو اس کا غلط ثابت ہونا یقینی ہے۔

مرزا صاحب نے مختلف آدمیوں کے انتقال کے متعلق جو پیش گوئیاں کیں چونکہ وہ سب غلط ثابت ہوئیں لہٰذا اس سے صاف ظاہر ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام نہیں ہوا۔ اگر وہ ایسی پیش گوئیاں الہام کی بنا پر کرتے یا وہ مستجاب الدعوات ہوتے تو ان کی پیشگوئیاں پوری ہوتی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو سن کر ان پر افراد متعلقہ کی میعاد حیات کا راز ظاہر کردیتا۔

میں سمجھتا ہوں کہ مرزا صاحب کے دعاوی کے خلاف یہی ایک دلیل کافی ہے۔

ہفتم: اس معاملہ میں مرزا صاحب اس قدر معذور ثابت ہوئے کہ وہ خود اپنی موت کے مقام کے متعلق سچی پیش گوئی نہ کرسکے۔ میں بات کو طول دینا نہیں چاہتا۔ ورنہ میں مرزا صاحب کی تحریروں سے ثابت کرسکتا ہوں کہ وہ ابھی عود شباب کی امیدیں لگائے بیٹھے تھے کہ پیک اجل نے انہیں آلیا۔ اور وہ اس دار فانی سے انتقال فرمانے پر مجبور ہوگئے۔

لیکن انہوں نے اپنی موت کے متعلق صریح پیش گوئی کی تھی یعنی یہ کہ

ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں

ملاحظہ ہو۔ میگزین ۱۴ جنوری ۱۹۰۶ء البشریٰ جلد دوم صفحہ ۱۰۵ء ان کے مقابلہ میں قاضی محمد سلیمان صاحب مصنف کتاب رحمۃ للعالمین نے پیش گوئی کی تھی کہ مرزا صاحب صاحب کو مکہ یا مدینہ کی زیارت ہرگز نصیب نہ ہوگی۔ واقعات اس امر کے شاہد ہیں کہ قاضی صاحب کی پیش گوئی صحیح نکلی اور مرزا صاحب لاہور میں فوت ہوئے آپ کو عمر بھر میں حجاز کی زیارت کا موقع نہیں ملا۔

اخبار الحکیم قادیان سے ایک اقتباس آپکی موت کے متعلق نقل کرتا ہوں، ملاحظہ ہو۔ اخبار مذکور اپنے غیر معمولی ضمیمہ مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۰۶ء میں رقم طراز ہے۔

وفات مسیح

جیسا کہ آپ سب صاحبان کو معلوم ہے۔ حضرت امامنا مولانا حضرت مسیح موعود مہدی معہود مرزا صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسہال کی بیماری بہت دیر سے تھی۔ اور جب آپ کوئی دماغی کام زور سے کرتے تھے تو بڑھ جاتی تھی حضور کو یہ بیماری سبب کھانا نہ ہضم ہونے کے تھی۔ اور چونکہ دل سخت کمزور تھا اور نبض ساقط ہو جایا کرتی تھی اور عموماً مشک وغیرہ کے استعمال سے واپس آجایا کرتی تھی۔ اس دفعہ لاہور کے قیام میں بھی حضور کو دو تین دفعہ پہلے یہ حالت ہوئی۔ لیکن ۲۵ تاریخ مئی کی شام کو جب کہ آپ سارا دن ''پیغام صلح'' کا مضمون لکھنے کے بعد سیر کو تشریف لے گئے تو واپسی پر حضور کو پھر اس بیماری کا دورہ شروع ہو گیا۔ اور وہی دوائی جو کہ پہلے مقوی معدہ استعمال فرماتے تھے مجھے حکم بھیجا تو بنوا کر بھیج دی گئی مگر اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور قریباً گیارہ بجے اور ایک دست آنے پر طبیعت از حد کمزور ہو گئی۔ اور مجھے اور حضرت خلیفہ نور الدین صاحب کو طلب فرمایا۔ مقوی ادویہ دی گئیں اور اس خیال سے کہ دماغی کام کی وجہ سے بیماری شروع ہوئی نیند آنے سے آرام آجائے گا ہم واپس اپنی جگہ پر چلے گئے مگر تقریباً دو اور تین بجے کے درمیان ایک اور بڑا دست آگیا۔ جس سے نبض بالکل بند ہو گئی اور مجھے خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کو بلوایا اور برادرم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو بھی گھر سے طلب کیا۔ اور جب وہ تشریف لائے تو مرزا یعقوب بیگ صاحب کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ مجھے سخت اسہال کا دورہ ہو گیا ہے آپ کوئی دوا تجویز کریں۔ علاج شروع کیا گیا چونکہ حالت نازک ہو گئی تھی۔ اس لیے ہم پاس ہی ٹھہرے رہے اور علاج باقاعدہ ہوتا رہا۔ مگر پھر نبض واپس نہ آئی۔ یہاں تک ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدس کی روح اپنے محبوب حقیقی سے جاملی۔ انا للہ

وانا الیہ راجعون۔

یہ اقتباس تو مقام وسبب موت کے متعلق تھا اب میعاد و حیات کو لیجئے۔ مرزا صاحب نے اپنی عمر کے متعلق متعدد پیشین گوئیاں کی تھیں جو سب غلط ثابت ہوئیں آپ کی ان پیش گوئیوں میں دو چار بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔

۱...... کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۱۸ پر لکھتے ہیں کہ آپ کو عربی میں الہام ہوا کہ اے مرزا ہم تجھ کو اسی سال کی عمر دیں گے یا اس کے قریب۔

۲...... اشتہار الانصار مجریہ ۱۴ اکتوبر ۱۸۹۶ء مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان وکتاب تریاق القلوب حاشیہ صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں ان کاموں کیلئے تجھے اسی (۸۰) برس یا کچھ تھوڑا کم یا چند سال اسی برس سے زیادہ عمر دوں گا۔

۳...... براہین احمدیہ حصہ پنجم کے ضمیمہ کے صفحہ ۹۷ پر لکھتے ہیں کہ خدا نے صریح لفظوں میں مجھے اطلاع دی کہ تیری عمر اسی (۸۰) برس کی ہوگی اور یا یہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔

۴...... حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۹۶ پر لکھتے ہیں کہ میری عمر اسی (۸۰) برس یا اس پر پانچ چار کم یا زیادہ ہوگی۔ لیکن مرزا صاحب پینسٹھ (۶۵) سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ لہٰذا یہ سب الہام غلط ثابت ہوئے آپ کے خلیفہ اول اور اخبار بدر نے یقیناً سعی کی ہے کہ آپ کی عمر کو چوہتر (۷۴) سال تک بڑھا دیں مگر وہ کامیاب نہیں ہوئے۔ اس لیے کہ اس امر کا فیصلہ بھی مرزا صاحب خود کر گئے ہیں۔ آپ کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۶۸ پر لکھ گئے کہ

جب میری عمر چالیس (۴۰) برس تک پہنچی۔ تو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا اور یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس سال پورے ہونے پر

صدی کا سر بھی آ پہنچا۔ تب خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھ پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد ہے۔

اس کے معنی ہیں کہ ۱۳۰۱ھ میں مرزا کی عمر چالیس سال تھی۔ اگر کم ہو تو ہو، زیادہ نہیں ہوسکتی۔ اس لیے کہ مرزا صاحب کے الفاظ ''میری عمر چالیس برس تک پہنچی'' کے یہی معنی ہوسکتے ہیں۔ اور آپ فوت ہوگئے ۱۳۲۶ھ میں لہٰذا آپ کی عمر ۶۵۔۶۶ برس سے زیادہ نہیں ہوسکتی پس ثابت ہوا کہ اپنے انجام کے مقام اور وقت سے مرزا صاحب بالکل ناآگاہ تھے اسکے متعلق آپکے تمام الہامات سچے نہ تھے ہذا انکا یہ دعویٰ کہ وہ نبی تھے درست نہیں ہوسکتا۔

قسط ہژدہم (۱۸)

مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کے متعلق کوئی بحث مکمل نہیں ہوسکتی۔ جب تک ان کی ایک اور اہم اور ایسی پیش گوئی کا ذکر نہ کیا جائے۔ جو شاید مرزا صاحب کے تمام دوسرے کارناموں کی نسبت زیادہ زیر بحث آچکی ہے۔ میری مراد محترمہ محمدی بیگم صاحبہ سے مرزا صاحب کے نکاح کے متعلق مرزا صاحب کی پیشگوئی ہے یہ پیشگوئی بے شمار مرتبہ مباحثہ و مجادلہ کا اساس بن چکی ہے۔ اور بعض اوقات اس کی وجہ سے جانبین سے غلاظت بھی پھینکی گئی۔ لہٰذا میں چاہتا تھا کہ اس پیشگوئی پر بحث نہ کروں۔ لیکن اس کو قلم زد کرنے میں ایک اندیشہ کا امکان ہے یعنی یہ کہ بعض مرزائی دوست میری نظر سے ایسے گذرے ہیں جو کسی دلیل کو حصول مقاصد کے لئے کمتر یا نامناسب نہیں جانتے امکان ہے کہ وہ لوگوں سے یہی کہنا شروع کردیں کہ (سید) حبیب نے مرزا صاحب کے خلاف قلم اٹھایا۔ اور سب کچھ لکھا محمدی بیگم کے نکاح کے مسئلہ پر اس نے خامہ فرسائی نہیں کی اس لیے کہ وہ اس میں احمدی

ان دو کا مؤید تھا یا کم از کم قادیاں کے دلائل کا لوہا مانتا تھا۔

اندریں حالات میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق بھی میں اپنے استدلال کو سپرد قلم کردوں لیکن جو لوگ اس بحث میں سوقیانہ انداز گفتگو یا بازاری طرز تحریر کے متوقع رہتے ہیں وہ اس قسط کے مطالعہ کی تکلیف گوارا نہ فرمائیں کہ انہیں مایوسی ہوگی۔

ہشتم: قبل ازیں کہ میں اس مسئلہ کے متعلق مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کا ذکر کروں میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ محمدی بیگم صاحبہ اب تک بقید حیات ہیں عیال دار ہیں اور ان کے شوہر بھی زندہ اور سلامت مقام پٹی ضلع لاہور میں موجود ہیں اس موضوع پر تجدید بحث کا انہیں ناگوار گذرنا یقینی ہے لہٰذا میں ان سے بہ ادب عذر خواہ ہوتا ہوں۔

محمدی بیگم صاحبہ اور مرزا صاحب کا وہ تعلق جو مرزا صاحب چاہتے تھے پیدا نہیں ہوسکا یعنی محترمہ موصوفہ مرزا صاحب کے نکاح میں نہیں آئیں۔ لیکن ویسے وہ مرزا صاحب کی قریبی رشتہ دار تھیں اور رشتہ بھی کئی طرح کا تھا چنانچہ معلوم ہوتا ہے:

۱..... محمدی بیگم صاحبہ مرزا صاحب کی بھانجی یعنی ہمشیرہ زادی تھیں۔ یہ صحیح ہے کہ محمدی بیگم صاحبہ کی والدہ مرزا صاحب کی سگی ہمشیرہ نہ تھیں۔ بلکہ وہ مرزا صاحب کی چچازاد بہن تھیں تاہم چچازاد بہن کی اولاد ہونے کی وجہ سے محمدی بیگم ان کی بھانجی ضرور تھیں۔

۲..... مرزا صاحب کی چچی زاد بہن جو محمدی بیگم صاحبہ کی والدہ تھیں مرزا صاحب کے حقیقی ماموں کے لڑکے سے بیاہی ہوئی تھیں گویا وہ مرزا صاحب کی بھاوجہ بھی تھیں۔ اور محمدی بیگم صاحبہ اس لحاظ سے مرزا صاحب کی بھتیجی بھی ہوتی تھیں۔ رشتے اور بھی تھے لیکن یہ دو رشتے قریب ترین تھے یعنی یہ کہ محترمہ محمدی بیگم صاحب مرزا صاحب کی ہمشیرزادی یعنی بھانجی اور برادرزادی یعنی بھتیجی بھی تھیں۔ لیکن تقاضائے انصاف یہ ہے کہ میں تسلیم کروں کہ شرعاً مرزا

صاحب ان سے نکاح کر سکتے تھے لہٰذا بروئے دستور وعرف عام خواہ بھانجی اور بھتیجی سے مطالبہ نکاح سوئے ادب کیوں نہ ہو شرعاً جو بات جائز ہے اس پر رشتہ داری کے نام سے انگشت اٹھانا خارج از بحث ہے۔

محمدی بیگم صاحبہ سے نکاح کے خیال مرزا صاحب کو جس طرح سے پیدا ہوا، وہ بھی قابل ذکر ہے۔ سنئے محمدی بیگم صاحبہ کے والد مرحوم کا اسم گرامی احمد بیگ صاحب تھا ان کی ایک بہن تھیں جو محمدی بیگم کی پھوپھی ہوتی تھیں اس خاتون کا شوہر عرصہ سے مفقود الخبر تھا۔ احمد بیگ صاحب نے چاہا کہ بہن کی جائداد انہیں بذریعہ ہبہ مل جائے اور ان کی بہن کی مرضی بھی یہی تھی لیکن مرزا صاحب کے منشا اور ان کی رضامندی کے سوا قانوناً ایسا ہو نہیں سکتا تھا۔ لہٰذا ان کو رضامند کرنے کے لیے احمد بیگ کی بیوی صاحبہ یعنی محمدی بیگم کی والدہ محترمہ مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور اس ہبہ نامہ کے متعلق آپ کی رضامندی چاہی۔ مرزا صاحب نے جواب میں فرمایا کہ ہم استخارہ کرنے کے بعد اس کا فیصلہ کریں گے۔

کچھ عرصہ تک جواب کا انتظار کرنے کے بعد محمدی بیگم کے والد صاحب خود مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہبہ نامہ کا ذکر چھیڑا۔ مرزا صاحب نے پھر استخارہ کرنے کا وعدہ کیا۔ لیکن ان کے اصرار پر اسی وقت حجرہ میں تشریف لے گئے۔ اور استخارہ کیا۔ مگر جواب میں جو وحی نازل ہوئی۔ اس میں آپ کو ہدایت کی گئی کہ آپ محمدی بیگم کا رشتہ طلب کریں اور اگر یہ رشتہ مل جائے تو سائل کی امداد کریں ورنہ ہرگز اس کی امداد نہ کریں۔ اس خیال سے کہ لوگ اس ہبہ کے مسئلہ کو محمدی بیگم سے مرزا صاحب کے مطالبہ نکاح کا محرک ماننے میں شاید تامل کریں۔ لہٰذا میں مرزا صاحب کی ایک تحریر بطور ثبوت پیش

کرتا ہوں۔ یہ تحریر عربی میں ہے لیکن اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔ یہ تحریر کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحات ۵۷۲، ۵۷۳ پر موجود ہے۔ وھو ھذا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل کی کہ اس شخص (احمد بیگ) کی بڑی لڑکی کے نکاح کیلئے درخواست کر اور اس سے کہہ دے کہ پہلے وہ تمہیں دامادی میں قبول کرے اور پھر تمہارے نور سے روشنی حاصل کرے اور کہہ دے کہ مجھے اس زمین کو ہبہ کرنے کا حکم مل گیا ہے جس کے تم خواہشمند ہو۔ بلکہ اس کے علاوہ اور زمین بھی دی جائے گی اور دیگر مزید احسانات تم پر کیے جائیں گے۔ بشرطیکہ تم اپنی بڑی لڑکی کا مجھ سے نکاح کردو۔ میرے اور تمہارے درمیان یہی عہد ہے تم مان لوگے تو میں بھی تسلیم کرلوں گا۔ اگر تم قبول نہ کرو گے تو خبردار رہو مجھے خدا نے یہ بتلایا ہے کہ اگر کسی اور شخص سے اس لڑکی کا نکاح ہوگا تو نہ اس لڑکی کے لیے یہ نکاح مبارک ہوگا۔ اس صورت میں تم پر مسائل نازل ہوں گے جن کا نتیجہ موت ہوگا پس تم نکاح کے بعد تین سال کے اندر مرجاؤ گے بلکہ تمہاری موت قریب ہے۔ اور ایسا ہی اس لڑکی کا شوہر بھی اڑھائی سال کے اندر مرجائے گا یہ اللہ کا حکم ہے پس جو کرنا ہے کرلو۔ میں نے تم کو نصیحت کردی ہے۔ پس وہ تیوری چڑھا کر چلا گیا۔

الہام کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب نکاح کی صورت میں ہبہ کی اجازت دینے پر تیار تھے اس کے علاوہ اس میں محمدی بیگم کے والد صاحب کے لیے اقرار کی صورت میں انعام واکرام کا لالچ بھی موجود تھا۔ اور انکار کی صورت میں دھمکی بھی موجود تھی لیکن تعجب ہے کہ احمد بیگ صاحب پر نہ لالچ کا اثر ہوا اور نہ تخویف کا اور اس نے رشتہ دینے سے صاف انکار کردیا۔

مجھے معلوم نہیں کہ اس انکار کی وجوہات کیا تھیں لیکن ممکن ہے کہ محمدی بیگم چونکہ

مرزا صاحب کی بھانجی اور بھتیجی تھیں لہٰذا احمد بیگ صاحب کو اس میں تکلیف محسوس ہوئی۔ علاوہ ازیں محمدی بیگم صاحبہ مرزا صاحب کے سگے فرزند فضل احمد صاحب کی بیوی یعنی مرزا صاحب کی بہو کی ماموں زاد بہن بھی تھیں۔ لہٰذا بہو کی بہن کا بہو کے خسر کے ساتھ نکاح شاید کسی کو بھایا نہ ہوگا۔

علاوہ ازیں مرزا صاحب اور محمدی بیگم صاحبہ کی عمروں میں بھی بہت تفاوت تھا۔ اور اگرچہ شرعاً یہ کوئی عیب نہیں کہ میاں بیوی کی عمروں میں تفاوت ہو۔ اور آئے دن تفاوتِ عمر کے بہت زیادہ ہونے کے باوجود لوگوں میں نکاح ہوتے رہتے ہیں۔ تاہم لوگ بالعموم اپنی بیٹی کسی معمر شخص کو دینا پسند نہیں کرتے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ شخص مذکور صاحب عیال ہو، بیوی زندہ موجود رکھتا ہو اور اس کی اولاد جوان برسرکار اور عیالدار ہو۔ میں احمد بیگ کے انکار کو طبعی سمجھتا ہوں اور ان کو مجرم نہیں سمجھتا۔ مجھے تعجب ہے کہ خداوند کریم نے ایک شخص کو محض اس لیے (بقول مرزا صاحب) قہر کیلئے چن لیا کہ اس نے اپنی لڑکی کو خدا کے نبی کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ شاید انبیاء علیہم السلام کی تاریخ میں ایسی کوئی مثال موجود نہیں کہ انہوں نے کسی سے نکاح کرنا چاہا ہو اور عورت کا ولی محض انکار کی وجہ سے قہر الٰہی کا مستوجب بن گیا ہو۔

مرزا صاحب اور محمدی بیگم صاحبہ کی عمروں میں جو فرق تھا۔ اس کا ثبوت بھی مرزا صاحب ہی کی تحریر میں موجود ہے چنانچہ کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۵۷۴ پر عربی زبان میں ایک فقرہ موجود ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

یہ میری مخطوبہ (مطلوبہ) ابھی چھوکری ہے اور میری عمر اسوقت پچاس سال کے لگ بھگ ہے۔

قسط نوازدہم (۱۹)

ہر انسان حصول مقصد کے لیے تحریص تخویف اور خوشامد کے تمام ذرائع استعمال کرتا ہے۔ محمدی بیگم کے حصول کے لیے مرزا صاحب نے بھی ان تمام ذرائع کو استعمال کیا۔ ان میں اور عام انسان میں فرق تھا تو صرف یہ کہ ان کی طرف سے تخویف و تحریص کے جو ذرائع استعمال میں آئے تھے ان کو الہام الٰہی کی منظوری بھی حاصل تھی۔ (معاذ اللہ)

مرزا صاحب کے یہ جتا دینے کے باوجود کہ اگر محمدی بیگم کو کسی اور جگہ بیاہا۔ تو اس کا خاندان مصائب میں مبتلا ہوگا۔ محترمہ موصوفہ کے والد ماجد نے اسکی شادی دوسری جگہ کر دی۔ اس کے بعد بھی مرزا صاحب اس خیال سے باز نہ آئے اور وہ محمدی بیگم کے حصول کے لیے ہر ممکن ذریعہ استعمال کرتے رہے۔ ان کو الہام ہوا کہ خداوند تعالیٰ تمام موانع دور کرنے کے بعد انجام کار محمدی بیگم ان کو دلوا دے گا۔ ملاحظہ ہو مرزا صاحب کا اشتہار مورخہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء مگر یہ خیال یہ الہام بھی غلط نکلا اور مرزا صاحب کو تادم مرگ محمدی بیگم سے ملاقات تک نصیب نہیں ہوئی۔

مرزا صاحب نے محمدی بیگم کے متعلق جو الہامات شائع کیے۔ وہ قابل ملاحظہ ہیں۔ اور میں ان میں سے بعض کو درج ذیل کرتا ہوں۔

سب سے پہلے مرزا صاحب نے ایک اشتہار شائع کیا۔ اس اشتہار کی تاریخ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء ہے آپ لکھتے ہیں:

۱...... اس خدائے قادر مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص (احمد بیگ) کی دختر کلاں کے نکاح کے لیے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک و مروت تم سے اسی شرط پر کیا جائے گا اور یہ نکاح تمہارے لیے موجب برکت اور رحمت کا نشان ہوگا۔ اور ان تمام برکتوں اور

رحمتوں سے حصہ پاؤ گے۔ جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا۔ اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی۔ وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہوجائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی۔ اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کیلئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لیے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خداتعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جسکی نسبت درخواست کی گئی تھی۔ ہر ایک مانع دور کرنے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لائے گا اور بے دینوں کو مسلمان بنائے گا۔ اور گمراہوں میں ہدایت پھیلائے گا۔ چنانچہ عربی الہام اس بارہ میں یہ ہے:"كذبوا بآيتنا وكانوا بها يستهزؤن فسيكفيكهم الله ويردها اليك لاتبديل لكلمات الله ان ربك فعال لما يريد انت معي وانا معك علىٰ ان يبعثك ربك مقاما محمودا" ترجمہ: انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے سو خداتعالیٰ ان سب کے تدارک کیلئے جو اس کام کو روک رہے ہیں۔ تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہ ہوجاتا ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی۔ یعنی گو اول میں احمق اور نادان لوگ بدباطنی اور بدظنی کی رائے سے بد گوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں لیکن آخر کار خداتعالیٰ کی مدد دیکھ کر شرمندہ ہونگے اور سچائی کھلنے سے چاروں طرف تعریف ہوگی۔

۴۔ عرصہ تقریباً تین برس کا ہوا کہ بعض تحریکات کی وجہ سے جن کا مفصل ذکر اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے۔ خداتعالیٰ نے پیشگوئی کے طور پر ظاہر فرمایا کہ مرزا احمد بیگ ولد مرزا گاماں بیگ ہوشیار پوری کی دختر کلاں انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی اور وہ لوگ بہت عداوت کریں گے اور بہت مانع آئیں گے اور کوشش کریں گے کہ ایسا نہ ہو۔ لیکن آخر کار ایسا ہی ہوگا اور فرمایا کہ خداتعالیٰ ہر طرح سے اسکو تمہاری طرف لائے گا۔ باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کر کے اور ہر ایک کو درمیان سے اٹھاوے گا اور اس کام کو ضرور پورا کرے گا۔ کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔ چنانچہ اس پیشگوئی کا مفصل بیان مع اس کے ان تمام لوازم کے جنہوں نے انسان کی طاقت سے اس کو باہر کر دیا اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے۔ اور وہ اشتہار عام طبع ہوکر شائع ہوچکا ہے۔ جس کی نسبت آریوں کے بعض منصف مزاج لوگوں نے بھی شہادت دی۔ اگر یہ پیشگوئی پوری ہوجائے تو بلاشبہ یہ خداتعالیٰ کا فعل ہے اور یہ پیشگوئی سخت مخالف قوم کے مقابل پر ہے جنہوں نے گویا دشمنی اور عناد کی تلواریں کھینچی ہوئی ہیں۔ اور ہر ایک کو جسے ان کے حال سے خبر ہوگی وہ اس پیشگوئی کی عظمت خوب سمجھتا ہوگا ہم نے اس پیشگوئی کو اس جگہ مفصل نہیں لکھا تا کہ بار بار کسی کے متعلق پیشگوئی کی دل شکنی نہ ہو۔ لیکن جو شخص اشتہار پڑھے گا۔ وہ گو کیسا ہی متعصب ہوگا اس کو اقرار کرنا پڑے گا کہ مضمون اس پیشگوئی کا انسان کی قدرت سے بالاتر ہے۔ اور اس بات کا جواب بھی کامل اور مسکت طور پر اسی اشتہار سے ملے گا کہ خداوند تعالیٰ نے کیوں یہ پیشگوئی بیان فرمائی۔ اور اس میں کیا مصالح ہیں اور کیوں اور کس دلیل سے یہ انسانی طاقتوں سے بلند تر ہے۔

اب اس جگہ مطلب یہ ہے کہ جب یہ پیشگوئی معلوم ہوئی اور ابھی پوری نہیں ہوئی

تھی (جیسا کہ اب تک بھی جو ۱۶ اپریل ۱۸۹۱ء ہے پوری نہیں ہوئی) تو اس کے بعد اس عاجز کو ایک سخت بیماری آئی یہاں تک کہ قریب موت کے نوبت پہونچ گئی۔ بلکہ موت کو سامنے دیکھ کر وصیت بھی کر دی گئی اس وقت گویا پیشگوئی آنکھوں کے سامنے آگئی اور یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اب آخری دم ہے اور کل جنازہ نکلنے والا ہے۔ تب میں نے اس پیشگوئی کی نسبت خیال کیا کہ شاید اس کے اور معنی ہونگے جو میں سمجھ نہیں سکا۔ تب اسی حالت قریب الموت میں مجھے الہام ہوا: ''الحق من ربک فلا تکونن من الممترین''
یعنی بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے۔ تو کیوں شک کرتا ہے۔ (ازالہ اوہام ۳۹۶ تا ۳۹۸)

۳..... اس عاجز نے ایک دینی خصوصیت پیش آجانے سے پہلے اپنے ایک قریبی مرزا احمد بیگ ولد گاماں بیگ ہوشیار پوری کی دختر کلاں کی نسبت بحکم والہام الٰہی یہ اشتہار دیا تھا کہ خداتعالیٰ کی طرف سے یہی مقدر اور قرار یافتہ ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں آجائے یا خداتعالیٰ بیوہ کر کے اس کو میری طرف لے آوے۔ (انتہی ملخصاً)

۴..... میری اس پیشگوئی میں نہ ایک بلکہ چھ دعوی ہیں۔ اول نکاح کے وقت میرا زندہ رہنا۔ دوم نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا یقیناً زندہ رہنا۔ سوم پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا جلدی سے مرنا جو تین برس تک نہیں پہونچے گا۔ چہارم اسکے خاوند کا اڑھائی برس کے عرصہ تک مرجانا۔ پنجم اس وقت تک کہ میں اس سے نکاح کروں اس لڑکی کا زندہ رہنا۔ ششم پھر آخر یہ کہ زمانے کی تمام رسموں کو توڑ کر باوجود سخت مخالف اس کے اقارب کے میرے نکاح میں آجانا۔ اب آپ ایمان سے کہیں کہ یہ باتیں انسان کے اختیار میں ہیں اور وہ اپنے دل کو تھام کر سوچ لیں کہ کیا ایسی پیشگوئی سچے ہوجانے کی حالت میں انسان

کاذب ہو سکتی ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۲۵)

۵..... وہ پیشگوئی جو مسلمان قوم سے تعلق رکھتی ہے، بہت ہی عظیم الشان ہے۔ کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہیں: ۱۔ کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔ ۲۔ اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔ ۳۔ اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔ ۴۔ اور پھر یہ کہ وہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔ ۵۔ اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔ ۶۔ اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جائے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔ (شہادت القرآن صفحہ ۶۵)

۶..... میں بالآخر دعا کرتا ہوں کہ اے خدائے قادر علیم اگر آتھم کا عذاب مہلک میں گرفتار ہونا اور احمد بیگ کی دختر کلاں کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔ (اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ)

قسط بستم (۲۰)

محترمہ محمدی بیگم صاحبہ سے زوجیت کا تعلق پیدا کرنے کے لیے مرزا صاحب نے جو الہامات شائع کیے۔ ان میں سے بعض میں قسط گذشتہ میں بطور نمونہ پیش کر چکا ہوں چند اور الہامات جو اسی قبیل کے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

۷..... نفس پیشگوئی سے اس عورت (محمدی بیگم) کا اس عاجز کے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے۔ لا تبدیل لکلمات اللہ یعنی میری بات یہ نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جائے تو خدا کا کلام باطل ہوتا ہے۔ (اشتہار ۶ ر اکتوبر ۱۸۹۴ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۱۱۵)

۸...... میں (مرزا) نے بڑی عاجزی سے خدا سے دعا کی تو اس نے مجھے الہام کیا کہ میں ان (تیرے خاندان کے) لوگوں کو ان میں سے ایک نشانی دکھاؤں گا۔ خدا تعالیٰ نے ایک لڑکی (محمدی بیگم) کا نام لے کر فرمایا کہ وہ بیوہ کی جائے گی اور اس کا خاوند اور باپ یوم نکاح سے تین سال تک فوت ہو جائیں گے۔ پھر ہم اس لڑکی کو تیری طرف لائیں گے اور کوئی اس کو روک نہ سکے گا۔ اور فرمایا میں اسے تیری طرف واپس لاؤنگا۔ خدا کے کلام میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ اور تیرا خدا جو چاہتا ہے کر دیتا ہے:

۹...... کذبوا بایاتی و کانوبها یستهزؤن فیسکفیکهم الله و یردها الیک امر من لدنا اناکنا فاعلین زوجناکها الحق من ربک فلا تکونن من الممترین لا تبدیل لکلمات الله ان ربک فعّال لما یرید انا یردها الیک ترجمہ: انہوں نے میرے نشانوں کی تکذیب کی اور ٹھٹھا کیا۔ سو خدا ان کے لیے تجھے کفایت کرے گا اور عورت کو واپس تیری طرف لائے گا۔ ہماری طرف سے ہے اور ہم ہی کرنے والے ہیں بعد واپسی کے ہم نے نکاح کر دیا۔ تیرے رب کی طرف سے سچ ہے پس تو شک کرنے والوں سے مت ہو۔ خدا کے کلمے بدلا نہیں کرتے۔ تیرا رب جس بات کو چاہتا ہے وہ بالضرور اس بات کو کر دیتا ہے کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔ ہم اسکو واپس لانے والے ہیں۔ (انجام آتھم صفحہ ۶۰،۶۱)

۱۰...... خدا نے فرمایا کہ یہ لوگ میری نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں۔ اور ان سے ٹھٹھا کرتے ہیں پس میں ان کو نشان دوں گا۔ اور تیرے لیے ان سب کو کافی ہوں گا۔ اور اس عورت کو جو احمد بیگ کی عورت کی بیٹی ہے۔ پھر تیری طرف واپس لاؤں گا۔ یعنی چونکہ وہ ایک اجنبی کے ساتھ نکاح ہو جانے کے سبب سے قرار سے باہر نکل گئی ہے پھر تیرے نکاح کے ذریعہ سے داخل کی جائے گی۔ خدا کی باتوں اور اس کے وعدوں کو کوئی بدل نہیں سکتا اور تیرا خدا جو کچھ

چاہتا ہے وہ کام ہر حالت میں ہو جاتا ہے۔ ممکن نہیں کہ معرض التوا میں رہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے لفظ فسیکفیکهم الله کے ساتھ اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ وہ احمد بیگ کی لڑکی کو روکنے والوں کو جان سے مار ڈالنے کے بعد میری طرف واپس لائے گا اور اصل مقصود جان سے مار ڈالنا تھا۔

۱۱...... براہین احمدیہ میں بھی اس وقت سے سترہ برس پہلے اس پیشگوئی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جو اس وقت میرے پر کھولا گیا ہے اور وہ الہام ہے جو براہین کے صفحہ ۴۹۶ میں مذکور ہے: یا ادم اسکن انت و زوجک الجنة، یا مریم اسکن انت و زوجک الجنة، یا احمد اسکن انت و زوجک الجنة.

اس جگہ تین جگہ زوج کا لفظ آیا اور تین نام اس عاجز کے رکھے گئے۔ پہلا نام آدم یہ وہ ابتدائی نام ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے اس عاجز کو روحانی وجود بخشا۔ اس وقت پہلی زوجہ کا ذکر فرمایا پھر دوسری زوجہ کے وقت میں مریم نام رکھا۔ کیونکہ اس وقت مبارک اولاد دی گئی۔ جسکو مسیح سے مشابہت ملی اور نیز اس وقت مریم کی طرح کئی ابتلا پیش آئے جیسا کہ مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت یہودیوں کی بد باطنیوں کا ابتلا پیش آیا اور تیسری زوجہ جس کی انتظار ہے۔ اس کے ساتھ احمد کا لفظ شامل کیا گیا اور یہ لفظ احمد اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت حمد اور تعریف ہوگی۔ یہ ایک چھپی ہوئی پیشگوئی ہے جس کا سر اس وقت خدا تعالیٰ نے مجھ پر کھول دیا۔ غرض یہ تین مرتبہ زوج کا لفظ تین مختلف نام کے ساتھ جو بیان کیا گیا ہے وہ اسی پیشگوئی کی طرف اشارہ تھا۔

(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۴)

۱۲...... اس پیشگوئی کی تصدیق کے لیے جناب رسول اللہ نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی

فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ زوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیشگوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہونگی۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔صفحہ ۵۳)

۱۳...... احمد بیگ کی دختر کی نسبت جو پیشگوئی ہے وہ اشتہار میں درج ہے اور ایک مشہور امر ہے وہ امام الدین کی ہمشیرہ زادی ہے جو خط بنام مرزا احمد بیگ کانفرنس روحانی میں درج ہے وہ میرا ہے اور سچ ہے وہ عورت میرے ساتھ بیاہی نہیں گئی مگر میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہوگا۔ جیسا کہ پیشگوئی میں درج ہے وہ سلطان محمد سے بیاہی گئی میں سچ کہتا ہوں کہ اس عدالت میں جہاں ان باتوں پر جو میری طرف سے نہیں ہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہیں ہنسی کی گئی ہے۔ ایک وقت آتا ہے کہ عجیب اثر پڑے گا اور سب کے ندامت سے سر نیچے ہونگے۔ پیشگوئی کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیشگوئی شرطی تھی اور شرط توبہ اور رجوع الی اللہ کی تھی۔ لڑکی کے باپ نے توبہ نہ کی۔ اس لیے وہ بیاہ کے بعد چھ مہینوں کے اندر مر گیا اور پیشگوئی کی دوسری جز پوری ہوگئی۔ اس کا خوف اس کے خاندان پر پڑا اور خصوصاً شوہر پر پڑا جو پیشگوئی کا ایک جز تھا۔ انہوں نے توبہ کی چنانچہ اس کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے خط بھی آئے۔ اس لیے خدا نے اس کو مہلت دی۔ عورت اب تک زندہ ہے میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آجائے گی۔ امید کیسی یقین کامل ہے۔ یہ خدا کی باتیں ہیں ٹلتی نہیں، ہو کر رہیں گی۔ (اخبار الحکم ۱۰ اگست ۱۹۰۱ء مرزا صاحب کا حلفیہ بیان عدالت ضلع گورداسپور میں)

مرزا صاحب کے وہ اکثر الہامات ختم ہو چکے ہیں جن کا تعلق محمدی بیگم صاحبہ سے مرزا صاحب کے تعلقات زن و شوہر پیدا کرنے سے تھا۔ ان الہامات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بقول مرزا صاحب۔

۱...... اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب سے وعدہ کیا کہ محمدی بیگم باکرہ حالت میں ان کے قبضہ میں آئے گی مگر ایسا نہ ہوا۔

۲...... محمدی بیگم کا نکاح ہو چکا تو بھی اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کو تسلی دی کہ تمام موانع دور کر دیئے جائیں گے۔ اور محمدی بیگم آپ کے نکاح میں آئے گی مگر ایسا بھی نہ ہوا۔

۳...... مرزا صاحب سے اللہ تعالیٰ نے صاف کہہ دیا کہ محمدی بیگم سے تمہارا نکاح کر دیا مگر یہ الہام صحیح ثابت نہ ہوا۔

۴...... اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب سے محمدی بیگم کے نکاح کو تقدیر مبرم یا اٹل قرار دیا۔ مگر یہ الہام صحیح ثابت نہ ہوا۔

۵...... محمدی بیگم کے والدین کو بذریعہ الہام یقین دلایا گیا کہ اگر وہ اپنی لڑکی مرزا صاحب کو دے دیں گے تو ان پر انعام و اکرام خداوندی کی بارش ہوگی۔ مگر انہوں نے اس کی پرواہ نہیں کی گویا الہامی تحریص کا انجام نہایت اندوہناک ہوا۔

۶...... الہامات کے ذریعہ سے محمدی بیگم کے ورثا کو نکاح نہ کرنے کی صورت میں بدترین عقوبت و تکلیف سے ڈرایا گیا۔ مگر انہوں نے اس تخویف کی پرواہ نہ کی۔ اور واقعات اس بات کے شاہد ہیں کہ اس دار المحن میں ہر شخص جن تکالیف کا نشانہ بنتا ہے اور جن سے مرزا صاحب کے مرید خود ان کا خاندان ان کے ورثا اور خود مرزا صاحب بری نہ تھے۔ ان کے علاوہ محمدی بیگم صاحبہ پر یا ان کے شوہر یا ان کے والد ماجد پر کوئی عذاب نازل نہیں ہوا۔

۷.....مرزا صاحب نے پیشگوئی کی تھی کہ محمدی بیگم کا والد فلاں میعاد کے اندر فوت ہوگا اور ایسا ہوا لیکن یہ ایک اتفاق امر ہے جس کی وقعت کسی صاحب دانش وبینش کی نظروں میں ایک پرکاہ کے برابر بھی نہیں ہوسکتی۔

۸.....مرزا صاحب نے پیش گوئی کی تھی کہ محمدی بیگم صاحبہ کا شوہر فلاں تاریخ تک فوت ہوجائے گا۔ لیکن وہ شخص میرے علم کے مطابق ۲۱ اپریل ۱۹۳۲ء تک یعنی تاریخ مقررہ سے کامل تیس (۳۰) سال بعد تک زندہ تھا۔ لہٰذا مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی بھی پوری نہیں ہوئی۔

۹.....خود محمدی بیگم صاحبہ گھر میں چین سے زندہ ہیں۔ ان کی زندگی ایسے آرام سے گذری جیسی کہ بالا وسط پنجاب کی ایسی عورتوں کو نصیب ہوتی ہے۔ وہ سہاگن بانصیب صاحب مال اور اولاد ہوئی۔

اس مسئلہ پر ابھی بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے مگر وہ غیرضروری ہے۔ اس لیے کہ اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بہت واضح ہے۔ مرزا صاحب کو جب مخالفین نے تنگ کیا کہ یہ سب الہامات ناکارہ ثابت ہوئے تو انہوں نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحات ۱۳۲، ۱۳۳ پر لکھا کہ

یہ امر کہ الہام یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ درست ہے۔ مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس نکاح کے ظہور کے لیے جو آسمان پر پڑھا گیا خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی جو اسی وقت شائع کی گئی تھی اور وہ یہ کہ ”یاایھا المراۃ توبی توبی فان البلاء علی عقبک“

پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کردیا تو نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔

اس الہام کے الفاظ عجیب ہیں۔ نکاح فسخ ہوگیا یا ملتوی ہوگیا ایک ایسا فقرہ ہے

جس کی داد دینا آسان نہیں۔ تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ اطلاع مرتے دم تک نہ دی کہ اب یہ خاتون تمہارے قبضہ میں نہیں آسکتی۔ رہا یہ مسئلہ کہ محمدی بیگم سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ توبہ کرے، ایک جدت ہے۔ جس کا اس تحریر سے پہلے کہیں پتہ نہیں چلتا۔ محمدی بیگم آزاد نہ تھی۔ وہ رسم کی وجہ سے والدین کے قبضہ میں تھی والدین نے اسے جس کے سپرد کیا۔ وہ ایک سعادت مند بیٹی کی طرح اپنے شوہر کے پاس گئی۔ اور اس نے ایک شریف زادی کی طرح اس کے قدموں میں زندگی گزار دی۔ لہٰذا اس سے توبہ کا مطالبہ بے حد عجیب اور رسوم پنجاب سے خدائے تعالیٰ کی ناواقفی (معاذ اللہ) کا ایک بدیہی ثبوت ہے۔ اور بس۔

قسط بست ویکم (۲۱)

اس بحث کی ابتداء میں میں نے لکھا تھا کہ مرزا صاحب نے محمدی بیگم صاحبہ کے حصول کیلئے تحریص وتخویف کے طریق کار کو اختیار کیا۔ الہامات نے اس پروپیگنڈہ میں مرزا صاحب کی جو مدد کی، وہ ان الہامات سے ظاہر ہے، جو اوپر درج ہوچکے ہیں۔ اور ان کا جو نتیجہ نکلا، وہ بھی ناظرین کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ لیکن خاص طور پر قابل لحاظ یہ حقیقت ہے کہ خود مرزا صاحب کو ان الہامات کے مؤثر ہونے پر اعتماد نہ تھا۔ اس لیے کہ اگر وہ ان الہامات پر اعتماد کلی رکھتے تو ان کی اشاعت پر قناعت کرتے اور حصول مقصد کیلئے دوسرے ذرائع استعمال میں نہ لاتے۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اور غیر الہامی تحریص وتخویف کے آلات کو بھی خوب استعمال کیا۔

غیر الہامی تخویف وتحریص کی داستان بھی دلچسپ ہے۔ ذرا اس کا نمونہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ آپ نے اپنی سمدھن یعنی اپنے لڑکے فضل احمد کی ساس کو جو محمدی بیگم کی پھوپھی ہوتی تھی، ذیل کا خط لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چار روز تک محمدی بیگم مرزا صاحب احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے۔ اور میں خدا کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتے ناطے توڑ دوں گا، اور کوئی تعلق نہیں رہے گا اس لئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا صاحب احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ اور جس طرح سمجھا سکتی ہو سمجھاؤ اور اگر ایسا نہیں ہوگا۔ تو آج میں نے مولوی نورالدین اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے اور اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ۔ تو فضل احمد عزت بی بی کے لیے طلاق نامہ ہم کو بھیج دے۔ اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اس کو عاق کیا جائے اور اپنا اس کو وارث نہ سمجھا جائے۔ اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے سو امید رکھتا ہوں کہ شرعی طور پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا آ جائے گا جس کا مضمون یہ ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ محمدی بیگم کا غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آوے۔ تو پھر اس روز سے جو محمدی بیگم کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اس طرح پر عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جائے گی تو یہ شرطی طلاق ہے۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اب بجز قبول کرنے کے کوئی راہ نہیں۔ اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دوں گا۔ پھر وہ میری وراثت سے ایک ذرہ نہیں پا سکتا۔ اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لو تو آپ کے لیے بہتر ہوگا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے عزت بی بی کی بہتری کے لیے ہر طرح کی کوشش کرنا چاہی اور میری کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی۔ مگر تقدیر غالب ہے یاد رہے کہ میں نے کوئی کچی بات نہیں لکھی۔ مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں ایسا ہی کروں گا۔ اور خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ جس دن نکاح ہوگا

اس دن عزت بی بی کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ (راقم مرزا غلام احمد لدھیانہ اقبال گنج ۴ مئی ۱۸۹۱ء)

ایک خط محمدی بیگم کے باپ مرزا احمد بیگ کو لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے :

آپ کی لڑکی محمدی بیگم سے میرا آسمان پر نکاح ہو چکا ہے۔ اور مجھکو الہام پر ایسا ایمان ہے جیسے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر مجھے خدائے تعالیٰ قادر مطلق کی قسم ہے کہ یہ بات اٹل ہے۔ یعنی خدا کا کیا ہوا ضرور ہوگا۔ محمدی بیگم میرے نکاح میں آئے گی۔ اگر آپ کسی اور جگہ نکاح کریں گے تو اسلام کی بڑی ہتک ہوگی کیونکہ میں دس لاکھ آدمی میں اس پیشگوئی کو مشتہر کر چکا ہوں۔ اگر آپ ناطہ نہ کریں گے تو میرا الہام جھوٹا ہوگا اور جگت ہنسائی ہوگی جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے، زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں سکتا۔ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے معاونین بنیں۔ دوسری جگہ رشتہ نامبارک ہوگا میں نہایت عاجزی سے اور ادب سے التماس کرتا ہوں کہ اس رشتہ سے انحراف نہ کریں جو آپ کی لڑکی کیلئے گوناگوں برکتوں کا باعث ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔

ایک ایسا ہی خط اپنے سمدھی مرزا علی شیر بیگ (والد عزت بی بی) کے نام بھی لکھا۔ اور اسمیں اپنی بیکسی بے بسی ظاہر کر کے خواہش کی کہ اپنی بیوی (والدہ عزت بی بی) کو سمجھا دیں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ (والد محمدی بیگم) سے لڑ جھگڑ کر اسے اس ارادہ سے باز رکھیں۔ ورنہ میں تمہاری لڑکی کو اپنے بیٹے فضل احمد سے طلاق دلوا دوں گا۔ آپ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو اس ارادہ سے منع کر دیں۔ ورنہ مجھے خدا کی قسم کہ یہ سب رشتہ ناطہ توڑ دوں گا اور اگر میں خدا کا ہوں تو وہ مجھے بچائے گا۔

باوجود ان خطوط کے بھی مرزا صاحب کا نکاح محمدی بیگم سے نہ ہوا۔ اور ادھر فضل احمد نے بھی اپنی بیوی کو طلاق نہ دی۔ اور اپنے والد صاحب کے گھر کو روشن تر کرنے کی

مطلق پرواہ نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنی قسموں کے مطابق مرزا صاحب نے اپنی زوجہ اول اور دولڑکوں مرزا سلطان احمد بیگ وفضل احمد بیگ سے قطع تعلق کرلیا۔

(دیکھو اشتہار نصرت دین وقطع تعلق از اقارب مخالف دین)

محمدی بیگم صاحبہ کے حصول کے لیے مرزا صاحب کی الہامی اور غیر الہامی مساعی کے متعلق جو کچھ مجھے عرض کرنا تھا وہ اختتام کو پہنچا۔ (الحمد للہ علیٰ ذالک) لیکن قبل ازیں کہ میں اس قصہ کو ختم کروں میں اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میری ناقص رائے میں یہ قضیہ دولحاظ سے مرزا صاحب کے خلاف جاتا ہے اول تو یوں کہ مرزا صاحب نے اس معاملہ کے متعلق جس قدر پیشگوئیاں بھی کیں وہ (احمد بیگ مرحوم کے سوا) سب کی سب غلط ثابت ہوئیں اور دوسرے یوں کہ مرزا صاحب نے ناکامی سے غصہ کھا کر اپنی پہلی بیگم صاحبہ محترمہ سے قطع تعلق کرلیا۔ انہوں نے اپنی سمدھن کو یہ دھمکی دی کہ اگر وہ اپنے بھائی (محمدی بیگم کے والد) کو دباؤ ڈال کر رشتہ دینے پر راضی نہ کرے گی۔ تو اس کی لڑکی کو طلاق دلوادی جائے گی۔ ناکامی کی صورت میں مرزا صاحب نے اپنے لڑکے فضل احمد بیگ کو مجبور کیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ حالانکہ اس عفیفہ کا کوئی قصور نہ تھا اور وہ اپنی عمر اور حالت کے لحاظ سے محمدی بیگم صاحبہ کا رشتہ دلوانے میں کوئی بااثر مداخلت نہیں کرسکتی تھیں۔

انتہا یہ ہے کہ جب فضل احمد بیگ صاحب نے اپنے والد ماجد یعنی مرزا صاحب کے اشارے پر ناچنے سے انکار کردیا اور بیگناہ بیوی کو طلاق نہ دی تو مرزا صاحب اس سے ناراض ہوگئے اور اسے عاق اور محروم الارث کردیا۔ حالانکہ عاق بیٹے کو بھی محروم الارث کرنا شریعت کے خلاف ہے۔ میں جب اس واقعہ پر غور کرتا ہوں تو فضل احمد بیگ صاحب کی عزت میرے دل میں المضاعف ہوجاتی ہے۔ اسلئے کہ خدائے قدوس نے جہاں یہ حکم

ا ہے کہ کوئی فرزند والدین کے سامنے (جب وہ بہت بوڑھے ہوجائیں تو) اف بھی نہ کرے۔ وہاں یہ بھی حکم دیا ہے کہ شریعت کیخلاف والدین کے احکام کی پابندی نہ کی جائے۔ اور کسی گروہ وقوم یا خاندان کی عداوت کی وجہ سے مسلمان کو جادۂ عدل وانصاف سے بھی منحرف نہیں ہونا چاہیے۔

مرزا صاحب نے اپنے بیٹے مرزا سلطان احمد بیگ سے بھی قطع تعلق کرلیا۔ ان دونوں بھائیوں نے حفظ حدود شریعت کیلئے مالی لحاظ سے بہت بڑا نقصان اٹھایا۔ اگر وہ شریعت کو چھوڑ کر مرزا صاحب کو راضی رکھتے تو آج قادیان کی لاتعداد دولت کے مالک ہوتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

مرزا صاحب نے خفا ہوکر جو کچھ کیا۔ وہ ان کے ایسے بلند پایہ انسان کی شان کے لائق نہ تھا۔ مرزا صاحب کی اردو کمزور اور پھس پھسی تھی۔ تو کیا وہ ہی متبحر عالم تو تھے لہٰذا یہ سب افعال انکی شان سے بطور عالم وانسان بعید تھے۔

ع ”تا بہ نبی اللہ چہ رسد“

قسط بست ودوم (۲۲)

مرزا صاحب کے ایسے افعال واقوال جو ایک عام انسان کی شان شایاں بھی نہیں ہیں۔ اسی ایک مثال تک محدود نہیں ہیں کہ انہوں نے ایک عورت کے حصول میں ناکام ہوکر اپنی رفیقہ حیات اور اپنی اولاد پر سختی روا رکھی بلکہ اس کی کئی مثالیں آسانی سے پیش کی جاسکتی ہیں۔ لہٰذا مرزا صاحب کی تحریک قبول نہ کرنے کے لیے میرے پاس

سولہویں دلیل

یہ ہے کہ مرزا صاحب کے بعض افعال واقوال پیغمبر تو کجا عام انسان کی شان کے شایاں ہی نہ تھے۔ اس کی مثالیں گنوانا ہوں تو عرض کرنا پڑے گا کہ

۱......آپ نے محمدی بیگم کے حصول میں ناکام ہونے پر اپنی پہلی بیگم جو بیگناہ تھیں قطع تعلق کرلیا۔

۲......بیٹوں کو بلاوجہ عاق کردیا۔

۳......محمدی بیگم کے والد اور محمدی بیگم کی پھوپھی میں نفاق ڈالنے کی سعی کی۔

۴......اپنی بے گناہ وبے بس بہو کو طلاق دلوانے کی کوشش کی۔

۵......آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ کے خلاف ایسے الفاظ استعمال کئے جو نہایت ہی ثقیل و نامناسب تھے۔ حضرت خاتم النبیین رحمۃ للعالمین ﷺ کے زمانہ میں بھی عیسائی اور موسائی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے پر ایمان رکھتے تھے۔ لیکن صاحب قاب قوسین او ادنیٰ نے ان کے معتقدات کی تردید نہایت مہذب الفاظ میں کی، جس کا شاہد قرآن ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے حضرت عیسیٰ کی شان کو نہایت اعلیٰ الفاظ میں بیان کیا۔ اور انکی مادر محترمہ کی عصمت کی شہادت دی۔ قرآن پاک میں بھی ان کا ذکر فخر ومباہات سے موجود ہے۔ لیکن مرزا صاحب نے موصوفہ قرآن و حدیث کی شان میں رکیک الفاظ استعمال کئے۔ مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ادب مانع ہے کہ میں ان کے متعلق دلیل پیش کرنے کے خیال سے نقلاً بھی ایسے الفاظ استعمال کروں جو تہذیب سے گرے ہوئے ہیں۔ اور ان کی والدہ محترمہ کے متعلق تو میں ہرگز کوئی برا لفظ بطور مثال بھی استعمال نہیں کرسکتا۔ لہٰذا میں مرزا صاحب کی دو تحریریں بطور مثال پیش کرتا ہوں

اس میں انہوں نے مبینہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک کی ہے اور اسی پر اپنی اس تحریر کے اس حصہ کو ختم کرتا ہوں۔

مرزا صاحب اپنی کتاب کشتی نوح کے صفحہ ۶۵ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔ معاذ اللہ۔

پھر آپ اپنی کتاب مکتوبات احمدیہ کی جلد ۳ کے صفحہ ۲۳، ۲۴ پر رقم فرما ہیں کہ:

مسیح کا چال چلن کیا تھا۔ ایک کھاؤ پیو، شرابی، نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار متکبر خود بین خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔

یاد رہے کہ آخری الزام کی تردید خداوند تعالیٰ نے قرآن پاک میں کی ہے۔ یعنی کہ حضرت عیسیٰ نے خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

۶......مرزا صاحب نے اپنے منکروں کو ایسی گالیاں دی ہیں جو ایسی دل آزار ہیں حالانکہ آپ خود اس عادت کی مذمت کرتے ہوئے اپنی کتاب کشتی نوح کے صفحہ ا پر لکھتے ہیں کہ کسی کو گالی مت دو۔ گو وہ گالی دیتا ہو۔

پھر اپنی کتاب ضرورت الامام کے صفحہ ۸ پر خود ہی فرماتے ہیں کہ

چونکہ اماموں کو طرح طرح کے اوباشوں، مفادوں اور بدزبان لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اس لیے ان میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی قوت کا ہونا ضروری ہے۔ ان میں طیش نفس اور مجنونانہ جوش پیدا نہ ہو اور لوگ ان کے فیصلہ سے محروم نہ رہیں۔ یہ نہایت قابل شرم بات ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر اخلاق رذیلہ میں گرفتار ہو اور درشت بات کا ذرا بھی متحمل نہ ہوسکے۔

مرزا صاحب کے اس کلام کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ اپنے مخالفین کی بدگوئی کے مقابلہ میں کلام نرم سے کام لیتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ مخالفین کو انہوں نے بے نقط گالیاں دی ہیں۔ پر اگر ایسا کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی عذر تھا بھی تو ان لوگوں کو کوسنے کے لیے ان کی طرف سے کیا عذر پیش کیا جا سکتا ہے جنہوں نے مرزا صاحب کو برا بھلا نہیں کہا۔ بلکہ ان کے دعاوی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ ایسے لوگوں کے متعلق کتاب انوار اسلام کے صفحہ ۳۰ پر فرماتے ہیں۔

جو شخص اپنی شرافت سے بار بار کہے گا کہ فلاں کے متعلق مرزا صاحب کی پیشگوئی غلط نکلی اور کچھ شرم وحیا کو کام نہیں لائے گا اور بغیر اس کے جو ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رو سے جواب دے سکے انکار اور زبان درازی سے باز نہیں رہے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور وہ حلال زادہ نہیں ہے...... لیکن مرزا صاحب کی شان کے خلاف ان کی سب سے دل آزار تحریر وہ ہے جو خود انکے قلم سے نکلی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آپ نے ادعائے نبوت سے پہلے اعلان کیا کہ آپ کو براہین احمدیہ کے نام سے ایک کتاب شائع کرنا ہے۔ لیکن روپیہ موجود نہیں۔ لہٰذا مسلمان قیمت پیشگی روانہ کر دیں۔ اس لیے کہ اس کتاب میں حقانیت اسلام پر تین سو دلائل ہوں گے۔ لوگوں نے لاکھوں روپے روانہ کیے جس کا مرزا صاحب نے خود اعتراف کیا۔ آپ نے تین جلدیں لکھنے کے بعد اعلان کیا کہ کتاب ایک سو جز تک پہنچ گئی ہے۔ اور قیمت بڑھا کر پہلے دس اور پھر پچیس روپے کر دی۔ لیکن چوتھی جلد کے خاتمہ پر آپ نے اعلان کر دیا کہ اب اس کتاب کی تکمیل اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی ہے۔ اور اس کے بعد آپ نے کتاب کی اشاعت بند کر دی۔ قطع نظر اس کے کہ بقول مرزا صاحب

اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ تکمیل کتاب کے متعلق کیا تھا۔ وہ اب تک پورا نہیں ہوا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں اپنی شان یوں بیان کرتا ہے کہ ہمارا وعدہ ہمیشہ پورا ہو کر رہتا ہے مرزا صاحب نے خود اس کتاب کے متعلق اپنے مواعید کو پس پشت ڈال دیا۔ لیکن جب لوگوں نے تقاضے کیے تو آپ نے ایک اشتہار شائع کیا۔ جو اخبار بدر قادیان مجریہ ۹ اگست ۱۹۰۶ء میں درج ہوا۔ اس کا مضمون درج ذیل ہے۔

اس توقف کو بطور اعتراض پیش کرنا محض لغو ہے۔ قرآن کریم بھی باوجود کلام الٰہی ہونے کے ۲۳ برس میں نازل ہوا۔ پھر اگر خدائے تعالیٰ کی حکمت نے بعض مصالح کی غرض سے براہین کی تکمیل میں توقف ڈال دی۔ تو اس میں کونسا حرج تھا۔ اگر یہ خیال کیا جائے کہ بطور پیشگی خریداروں سے روپیہ لیا ہے۔ تو ایسا خیال کرنا بھی حمق اور ناواقفی ہے کیونکہ اکثر براہین احمدیہ کا حصہ مفت تقسیم ہوا ہے۔ اور بعض سے پانچ روپیہ اور بعض سے آٹھ آنہ تک قیمت لے گئی ہے۔ اور ایسے بہت کم لوگ ہیں جن سے دس روپیہ لیے گئے۔ اور جن سے پچیس روپیہ لیے گئے ہوں وہ تو صرف چند ہی انسان ہیں اور پھر باوجود اس قیمت کے جو ان حصص براہین احمدیہ کے مقابل جو منطبع ہو کر خریداروں کو دیئے گئے کچھ عجب نہیں۔ بلکہ عین موزوں ہے اعتراض کرنا سراسر کمینگی اور سفاہت ہے پھر بھی ہم نے بعض جاہلوں کے ناحق شور و غوغا کا خیال کر کے دو مرتبہ اشتہار دے دیا کہ جو شخص براہین احمدیہ کی قیمت واپس لینا چاہے وہ ہماری کتاب ہمارے پاس روانہ کر دے اور اپنی قیمت واپس لے لے۔ چنانچہ وہ تمام لوگ جو اس قسم کی جہالت اپنے اندر رکھتے تھے۔ انہوں نے کتابیں واپس کر دیں اور قیمت لے لی اور بعض نے کتابوں کو بہت خراب کر کے بھیجا مگر ہم نے قیمت دیدی کئی دفعہ ہم لکھ چکے ہیں کہ ہم ایسے کمینہ طبعوں کی ناز برداری نہیں کرنا چاہتے۔ اور ہر ایک وقت

قیمت واپس دینے کو تیار ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ایسے دنی الطبع لوگوں سے خدا نے ہم کو فراغت بخشی۔

ناظرین کرام اس اشتہار کو بار بار پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ یہ تحریر ایک نبی تو کیا معمولی انسان کے شایان شان بھی ہے؟

قسط بست وسوم (۲۳)

مرزا صاحب کے مندرجہ بالا الفاظ ایسے ہیں جن کے خلاف نرم ترین الفاظ میں صدائے احتجاج بلند کرنے والا بھی اس کے سوا اور کچھ کہہ نہیں سکتا کہ مرزا صاحب کے یہ الفاظ ایک معمولی آدمی کے شایان شان بھی نہیں **تابہ نبی اللہ چہ رسد**۔ اس خیال سے کہ ناظرین کرام ان افعال واقوال کا موازنہ کرتے ہوئے کہیں اس معیار کو نظر انداز نہ کردیں۔ جو مرزا صاحب نے خود مقرر کیا ہے میں مکرر عرض کئے دیتا ہوں کہ مرزا صاحب کتاب ضرورت الامام کے صفحہ ۸ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ

یہ نہایت قابل شرم بات ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر اخلاق رذیلہ میں گرفتار ہو اور درشت بات کا ذرا بھی متحمل نہ ہو سکے۔

مگر اپنے اس قول کے باوجود آپ نے اپنے وقت کے مولویوں کو بعض اوقات اشتعال کے بعد اور اکثر اوقات بلا اشتعال ایسی گالیاں دی ہیں کہ العظمۃ للہ اس سلسلہ تحریر کو ادب وتہذیب سے نبھانے کے بعد میں کوئی ایسی بات لکھنا پسند نہیں کرتا جو قادیانیوں پر گراں گذرے۔ لہٰذا ناظرین کرام کو ان الفاظ سے آگاہ کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ جو مرزا صاحب نے اپنے وقت کے علماء کے خلاف نام لے لے کر استعمال کئے۔ علماء کے نام لکھنا بے سود ہیں۔ طویل حوالے دینا غیر ضروری ہیں۔ صرف مرزا صاحب کے الفاظ نقل

کردینا کافی ہے جس کسی کو شبہ ہو وہ مرزا صاحب کی کتابیں نکال کر ان کو تلاش کرلے ناکام رہے تو مجھ سے مدد حاصل کرے۔ میں خدمت کیلئے حاضر ہوں لیکن اس کے بعد مرزا صاحب کے متعلق اپنی رائے خود قائم کرلے۔ مجھے اس میں مدد دینے سے معذور سمجھے۔

مرزا صاحب کی گالیوں کی فہرست کے لیے میں مولوی محمد یعقوب صاحب کا مرہون منت ہوں اب آپ ان کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔ **وھو ھذا**

الف...... بدذات فرقہ مولویان، تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا، وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا، اندھیرے کے کیڑو، ایمان وانصاف سے دور بھاگنے والا، اندھے نیم دہریہ ابولہب اسلام کے دشمن، اسلام کے عار مولویو، اے جنگل کے وحشی اے نابکار، ایمانی روشنی سے مسلوب، احمق مخالف اے پلید دجال، اسلام کو بدنام کرنے والے بے بدبخت مفتریو، اعلیٰ اشرار اول الکافرین اوباش، اے بدذات خبیث دشمن اللہ اور رسول ان بیوقوفوں کو بھاگنے کی جگہ نہ رہے گی اور صفائی سے ناک کٹ جائے گی۔

ب...... بے ایمان اندھے مولوی پاگل بدذات بدگوہری ظاہر نہ کرتے، بے حیائی سے بات بڑھانا، بددیانت بے حیا انسان، بدذات فتنہ انگیز، بدقسمت منکر، بدچلن بخیل، بداندیش، بدظن بدبخت قوم، بدگفتار، بدعلماء باطنی جذام، بخل کی سرشت والے، بیوقوف جاہل بیہودہ، بدعلماء بے بصر۔

پ...... پلید طبع۔

ت...... تمام دنیا سے بدتر، تنگ ظرف، ترک حیا، تقویٰ دیانت کے طریق کو بکلی چھوڑ دیا۔ ترک تقویٰ کی شامت سے ذلت پہنچ گئی۔ تکفیر ولعنت کی جھاگ منہ سے نکالنے کیلئے۔

ث...... ثعلب(لومڑی)

ج...... جھوٹ کی نجاست کھائی، جھوٹ کا گو کھایا، جاہل وحشی، جادہ صدق وثواب سے منحرف ودور، جعلساز جیتے ہی جی مرجانا۔

چ...... چوہڑے چمار۔

ح...... حمار،حمقاء،حق وراستی سے منحرف،حاسد،حق پوش۔

خ...... خبیث طبع مولوی جو یہودیت کا ضمیر اپنے اندر رکھتے ہیں،خنزیر سے زیادہ پلید خطا کی ذلت انہی کے منہ میں،خالی گدھے،خائن،خیانت پیشہ خاسرین،خالیہ من نورالرحمٰن،خام خیال خفاش

د...... دل سے محروم،دھوکا دہ،دیانت ایمانداری،راستی سے خالی،دجال،دروغ گو،دشمن سچائی،دشمن قرآن،دلی تاریکی

ذ...... ذلت کی موت،ذلت کے ساتھ پردہ داری کا،ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو سوروں اور بندروں کی طرح کردیں گے۔

ڈ...... ڈوموں کی طرح مسخرہ۔

ر...... رئیس الدجال،ریش سفید کو منافقانہ سیاہی کے ساتھ قبر میں لے جائیں گے،روسیاہ روباہ باز،رئیس المنافقین،راس المعتدین،راس الغاوین۔

ز...... زہرناک مارنے والے،زندیق،

س...... سچائی چھوڑنے کی لعنت انہی پر برسی،سفلی ملا،سیاہ دل منکر،سخت بے حیا،سیاہ دل فرقہ کس قدر شیطانی افتراؤں سے کام لے رہا ہے۔سادہ لوح سانسی،سفہا،سفلہ سلطان المتکبرین الذی اضاع دینہ بالکبر والتوھین،سگ بچگان۔

ش...... شرم وحیاء سے دور،شرارت خباثت وشیطانی کارروائی والے،شریف از مغلہ نمے ترسد،بلکہ از سلفگتے اومیترسد،شریر مکار،شیخی سے بھرا ہوا۔

ص...... صدرة القذابوش ، صدرک ضربه دیر بک رمانی بحار وماء.

ض...... ضال. ضررهم اکثر من ابلیس لعین.

ط...... طالع منحوس۔طنم لغابالغاء الحق والدین.

ظ...... ظلماتی حالت،

ع...... علماء السوء،عداوت اسلام،عجب دیندار والے،عدوالعقل،عقارب،عقب الکلب، عدوہا۔

غ...... غول الاغوی،غدارسرشت،غالی،غافل۔

ف...... فیمت یاعبد الشیطان،فریبی،فن عربی سے بے بہرہ،فرعونی رنگ۔

ق...... قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے، قست قلوبهم قد سیق الکل فی الکذب.

ک...... کینہ ور،کمہارزادے،کوتاہ نطفہ،کھوپری میں کیڑا،کیڑوں کی طرح خود ہی مرجائیں گے،کتے،کمینہ،کج دل قوم۔

گ...... گدھا گندے اور پلید فتوئی والے،گندی کارروائی والے،گندی عادت،گندے اخلاق،گندہ دہانی،گندے اخلاق والے ذلت سے غرق ہوجا۔گندی روحو۔

ل...... لاف وگزاف والے،لعنت کی موت۔

م...... مولویت کو بدنام کرنے والو،مولویوں کا منہ کالا کرنے کیلئے منافق،مفتری مورد غضب،مفسد،مرے ہوئے کیڑے،مخذول،مہجور،مجنون،مغرور،منکر،محجوب مولوی،نگس طینت،مولوی کی بک بک،مرزار خوار مولویو۔

ل...... نجاست نہ کھاؤ، نااہل مولوی، ناک کٹ جائے گی، ناپاک طبع لوگوں نے نابینا علماء، نمک حرام، نفسانی ناپاک نفس، نابکار قوم، نفرتی ناپاک شیوہ، نادان متعصب، نالائق، نفس امارہ کے قبضہ میں نااہل حریف، نجاست سے بھرے ہوئے، نادانی میں ڈوبے ہوئے، نجاست خواری کا شوق۔

و...... وحشی طبع، وحشیانہ عقائد والے۔

ہ...... ہالکین، ہندوزادہ۔

ی...... یک چشم مولوی، یہودیانہ تحریف یہودی سیرت، یہود کے علماء، یہودی صفت۔

قسط بست وچہارم (۲۴)

نثر میں آپ مرزا صاحب کی تحریر کا وہ نمونہ ملاحظہ فرما چکے۔ جو بطور انسان ان کی شان کے شایان نہ تھا اب ذرا نظم میں ان کے غیض وغضب کا نمونہ ملاحظہ فرمایئے۔ ایسی نظمیں متعدد ہیں۔ مگر میں صرف چند اشعار پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں:

نظم میں گالیاں[1]

اک سگ دیوانہ لودیانہ میں ہے   آج کل وہ خرشتر خانہ میں ہے
بد زباں بد گوہر و بد ذات ہے   اس کی نظم و نثر واہیات ہے
آدمیت سے نہیں ہے اس کو مس   ہے نجاست خوار وہ مثل مگس
سخت بد تہذیب اور منہ زور ہے   منہ پر آنکھیں ہیں مگر دل کور ہے
حق تعالیٰ کا وہ نافرمان ہے   آدمی کا ہے کو ہے شیطان ہے
چیختا ہے بیہودہ مثل حمار   بھونکتا ہے مثل سگ وہ بار بار
مغز لونڈوں نے لیا ہے اس کا کھا   بکتے بکتے ہوگیا ہے باؤلا

[1] قادیانی کہتے ہیں کہ یہ نظم مرزا صاحب کی نہیں، خواہ مخواہ ان سے منسوب کی جاتی ہے۔ واللہ اعلم والصواب

تحریکِ قادیان

کچھ نہیں تحقیق پر اس کی نظر   اس کا اک استاد ہے سو بدگہر
دوغلا استاد اس کا پیر ہے   اس کی صحبت کی یہ سب تاثیر ہے
جہل میں بوجہل کا سردار ہے   بولہب کے گھر کا برخوردار ہے
سخت دل نمرود یاشداد ہے   جانو رہے یا کہ آدم زاد ہے
ہے وہ نابینا دیا خفاش ہے   مسخرا ہے منہ پھٹا اوباش ہے
وہ مقلد اور مقلد اس کا پیر   پھر محدث بنتے ہیں دونو شریر
اس کو چڑھتا ہے بخاری سے بخار   پھیرتا ہے اس سے منہ اب نابکار
شورہ پستی انکی ہر رگ میں ہے   جس طرح کہ زہر مار وسگ میں ہے
ہائے صد افسوس اس کے حال پر   لاکھ لعنت اسکے قیل وقال پر
آدمی ہے یا کہ ہے بندر ذلیل   مل گیا کفار سے وہ بے دلیل
وہ یہودی ہے نصاریٰ کا معین   پادری مردود کا ہے خوشہ چیں

اس سلسلہ کو قلم بند کرتے ہوئے مجھے کسی موقعہ پر ایسی تکلیف نہیں ہوئی جیسی کہ مرزا صاحب کی محولہ بالا تحریروں کا نمونہ پیش کرتے ہوئے محسوس ہوئی۔ میں چاہتا ہوں کہ اس باب کو جلد سے جلد ختم کروں۔ لیکن دیانت صحیفہ نگاری مجبور کر رہی ہے کہ ایک اور بات بھی جو اس ضمن میں داخل ہے عرض کروں۔

ہر صاحب قلم کا فرض ہے کہ وہ حوالہ دیتے ہوئے انتہاء کی احتیاط سے کام لے اپنے خیالات کے اظہار میں انسان کی آزادی اس کا پیدائشی حق ہے وہ چاہے تو اللہ تعالیٰ کے وجود باوجود سے انکار کر کے دلائل پیش کرے۔ مگر اخلاق تہذیب دیانت تحریر اور شرافت نے اس کو پابند کر دیا ہے کہ یہ کسی کی تحریریں تحریف نہ کرے۔ اور اس کا حوالہ دیتے ہوئے اس میں کوئی تبدیلی نہ کرے۔ خدائے تعالیٰ کو خود گوارا نہیں کہ اس کے نام سے کوئی

ایسی کتاب (تحریر) منسوب کی جائے جو اس کی بارگاہ سے نازل نہ ہوئی ہو۔ اس کو خدائے قدوس نے افترا علی اللہ کا نام دیا ہے اور اسکی وعید بہت سخت بیان فرمائی ہے۔

اس سے مستنبط ہوتا ہے کہ انسان اگر کسی دوسرے انسان سے کوئی ایسی تحریر یا بات منسوب کرے جو اس کی نہ ہو تو یہ جائز نہ ہوگا۔ مجھے افسوس ہے کہ جناب مرزا صاحب کی تحریر میں بعض ایسے حوالے موجود ہیں جن کا وجود اس خاکسار کو نہیں ملا۔ اگر یہ میری غلطی ہے تو میں ان حوالوں کا پتہ ملنے پر ادب سے مرزا صاحب کی روح اور ان کے پیروکار حضرات سے معافی مانگ لوں گا اور اظہار ندامت کروں گا۔

میں ایسے حوالوں میں سے صرف تین بطور نمونہ پیش کرنے کی جرات کرتا ہوں۔

اول: اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۹۰ پر اور اپنی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۹۱۵ پر اور اپنی کتاب تحفہ بغداد کے صفحہ ۲۰ اور ۲۱ کے حاشیہ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

بات یہ ہے کہ جب مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ ومخاطبہ اللہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔

میں بہ ادب عرض کروں گا کہ حضرت مجدد صاحب سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایسے اشخاص کے لیے اس طرح کبھی لفظ نبی استعمال نہیں کیا بلکہ انہوں نے لفظ محدث لکھا ہے مرزا صاحب نے خود دعویٰ کیا کہ ایسے محدث نبی ہوتے ہیں۔ اور اس غرض سے حضرت سرہندی کی تحریر کو بدل دیا اور یہ بات نہ صرف ایک نبی کی شان کے خلاف ہے بلکہ کسی صاحب دیانت انسان کی شان کے شایان بھی نہیں۔

دوم: مرزا صاحب اپنی کتاب کشتی نوح کے صفحہ پانچ پر لکھتے ہیں کہ

اور یہ بھی یاد رہے کہ قرآن شریف میں بلکہ جب کہ توریت کے بعض صحیفوں میں بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی۔

مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ اپنے عہد طفلی سے قرآن پاک کا مطالعہ کرتا رہا ہوں گا ہے بگاہے غفلت سے یہ سلسلہ منقطع بھی ہوا۔ مگر بحمداللہ کہ پھر جلد شروع ہوگیا کئی ترجمے بھی میری نظر سے گذرے ہیں لیکن کوئی آیت کریمہ میری نظر سے ایسی نہیں گذری جس سے مرزا صاحب کے محولہ بالا قول کی تائید ہو اور غضب یہ کہ مرزا صاحب کا یہ مقولہ قرآن پاک اور دوسری کتب سماوی سے متعلق ہے جن کے بارے میں ایسی بات کہنا آسان نہیں۔ یہ لکھنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نبی تو درکنار یہ بات ایک عام انسان کی شان کے شایاں بھی نہیں ہے۔

سوم: مرزا صاحب کی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۷ پر نگاہ ڈالئے اور کتاب البشریٰ کی جلد اول کے حصہ دوم کا صفحہ ۱۹۔ اٹھا کر دیکھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ

اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج ہے مکہ مدینہ اور قادیان۔

مجھے پھر ندامت سے مرزا صاحب کے قول کی تردید کرنا پڑتی ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے نام تو قرآن پاک میں بالصراحت موجود ہیں لیکن قادیان کا نام میری نگاہ سے نہیں گذرا۔ اگر ایسا ہو تو یہ میری معلومات میں ایک گراں قدر اضافہ ہوگا۔ فی الحال میں یہ لکھنے پر مجبور ہوں کہ مرزا صاحب نے قرآن پاک کے متعلق وہ حوالہ دیا ہے جو اس میں موجود نہیں اور یہ بات ان کی اور ہر انسان کی شان سے بہت ہی بعید ہے۔

قسط بست و پنجم (۲۵)

میں نے اول اول مرزا صاحب کے دعاوی بیان کئے۔ پھران دعاوی کو میں نے تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ان میں سے جو دعاوی الوہیت یا ابن اللہ ہونے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان پر میں نے پہلے بحث کی اوتار ہونے کے دعاوی کو میں نے پیچھے ڈال دیا۔ اوران پر مجھے ابھی اظہار خیال کرنا ہے۔

الوہیت کے بعد میں نے مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کو لیا اور ثابت کیا کہ حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کے بعد کسی نبی کی ضرورت ہی نہیں۔ پھر مرزا صاحب کے الہامات کو لیا۔ اوران کا پول ظاہر کر کے ثابت کیا کہ اگر بالفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ ختم مرسل ﷺ کے بعد کوئی نبی آ سکتا ہے تو بھی مرزا صاحب نبی نہ تھے اس لیے کہ ان کے الہام غلط بے معنی اور خود ان کے فہم سے بالاتر تھے۔ اس کے بعد میں نے مرزا صاحب کی پیش گوئیاں لیں اور مرزا صاحب کی تحریر سے یہ ثابت کرنے کے بعد کہ یہ معیار نبوت ہیں میں نے بہ دلائل قاطع ثابت کر دیا ہے کہ مرزا صاحب کی پیشگوئیاں سچی ثابت نہیں ہوئیں لہٰذا وہ نبی نہ تھے۔

ان دو امور پر اظہار خیال کرنے کے بعد میں نے ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب کے بعض افعال واقوال نبی کی شان سے گرے ہوئے ہیں لہٰذا ان کو نبوت کا درجہ دینا صحیح نہیں ہوسکتا۔

لیکن فرض کر لیجئے کہ (معاذ اللہ) وہ نبی تھے پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ مبعوث ہوئے تو انہوں نے اسلام کے لیے کیا کیا۔

اس کے جواب میں اگر یہ کہا جائے کہ وہ ایک ایسی جماعت پیدا کر گئے ہیں جو

مسلم ہے، نماز گزار ہے، زکوٰۃ باقاعدہ دیتی ہے اور صالح ہے تو میں عرض کروں گا کہ یہ کام ایسا نہیں جس کے لیے نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت ہو۔

قسط بست و ششم (۲۶)

میری رائے یہ ہے کہ مرزا صاحب نے ان مسائل میں پڑ کر اسلام کی کوئی خدمت نہیں کی اور نہ انہوں نے کوئی نئی بات ہی پیدا کی۔

انسان دنیا میں دو سو کروڑ کے قریب آباد ہیں۔ ایک انسان کی عقل نوع انسانی کے مقابلہ میں (1/20000000 کروڑ) ہوئی اور اگر ابتدائے آفرینش سے لے کر اب تک کی کل انسانی آبادی سے ہر انسان اپنے دماغ کو نسبت دے تو اسے معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ کس قدر معمولی عقل کا مالک ہے کسی نے سچ کہا ہے کہ عالم و جاہل میں فرق صرف یہ ہے کہ عالم اپنی جہالت کی وسعت سے آگاہ ہوتا ہے اور جاہل اس سے واقف نہیں ہوتا۔

مثلاً: میں جانتا ہوں کہ دنیا میں ہزار ہا زبانیں استعمال ہوتی ہیں میں صرف سات یا آٹھ زبانوں میں گفتگو کر سکتا ہوں اور وہ بھی نامکمل۔ اس سے مجھے علم ہے کہ السنہ عالم کے لحاظ سے میری جہالت کی وسعت کیا ہے۔ لیکن جو بدبخت یہ سمجھتا ہے کہ اردو کے سوا دنیا میں کوئی زبان ہی نہیں اسے اپنی جہالت کی وسعت کا علم کیسے ہوسکتا ہے۔

پس جو لوگ یہ خیال نہیں کرتے کہ وہ دو سو کروڑ انسانوں میں سے ایک فرد کی عقل کے مالک ہیں۔ اور عقل کل کروڑوں سے زیادہ انسان پیدا کر چکی ہے۔ اور یہ کہ وحوش وطیور بھی دماغ اور شعور رکھتے ہیں۔ وہ ہر بات میں مین میکھ نکالتے ہیں۔ اگر وہ ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد عقل کل سے اپنی دانست کا تناسب مقرر کریں۔ تو شاید انہیں یہ

کہنے کی جرات نہ ہو کہ فلاں کام ناممکن ہے اس لیے کہ حد عقل سے خارج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کیلئے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔

"یہ ہر اس بات کو جوان کے فہم میں نہیں آتی جھٹلا دیتے ہیں"۔

کل تک انسان کا زمین سے بلند ہونا خارج از عقل تھا۔ آج وہ ۳۵ ہزار فٹ کی بلندی پر اڑتا پھرتا ہے۔ کل تک انسان کی آواز کا ایک میل کے فاصلہ تک پہنچنا خارج از امکان تھا آج لندن اور دھلی میں روز باتیں ہوتی ہیں۔ اور درمیان کے سمندر، دریا، پہاڑ، جنگل اور بن کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتے۔ کل تک انسان کی حد نظر محدود تھی آج جاپان میں بیٹھ کر اس انسان کو دیکھا جاسکتا ہے جو امریکہ میں بیٹھا ہو۔ اور اس پر بھی ہم انسان چھوٹا منہ بڑی بات کے مصداق بن کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ فلاں کام خداوند تعالیٰ کیلئے ممکن نہیں ہے۔

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

خلاف فطرت کا لفظ ہم نے سن لیا ہے۔ لیکن فطرت کیا ہے؟ وہ جو ہم ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور بس۔ لیکن کیا ہمیں احساس ہے کہ خداوند تعالیٰ کا ایک روز ہمارے ہزار سال کے برابر ہے اور اگر اس نے فطرت یہ بنائی ہو کہ فلاں ستارہ تیس سال تک یوں چلے گا اور پھر تیس سال تک الٹا چلتا رہے گا۔ تو یہ دور ہمارے حساب کے مطابق تیس تیس ہزار سال کے ہوئے اور تیس ہزار سال میں انسان کی کم از کم تین لاکھ نسلیں ختم ہوتی ہیں۔ لہٰذا تین لاکھ آدمیوں کے تجربہ کے بعد جو اصول فطرت مقرر ہو گا وہ بدلے گا اور انسان اس کو دیکھیں گے تو کیا وہ اس کو خلاف فطرت کہنے میں حق بجانب ہوں گے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔

معجزہ سے انکار کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم ہر چیز کو عقل انسانی کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور عقل انسانی اس قدر محدود ہے جس قدر کہ میں بیان

کر چکا۔ ایمان بالغیب کے معنی یہی ہیں کہ انسان قرآن کی مسلمات کو تسلیم کرنے کے بعد الٰہیات کو بلا چون و چرا مان لے اور عقل انسانی کو محدود و ناچار سمجھتے ہوئے ہر بات کو اس کی کسوٹی پر نہ پرکھے۔ تاہم یہ سچ ہے کہ ہر معاملہ کو خواہ مخواہ معجزہ بنانا بھی صحیح نہیں۔

غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی اپنی پیدائش سب سے بڑا معجزہ ہے۔ لیکن خدائے تعالیٰ نے اسکی تخلیق کو افلاک کی ساخت کے سامنے ہیچ قرار دیا ہے ہم گلاب کا پھول دیکھتے ہیں اور اس کو عین فطرت سمجھ کر معجزہ نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اس علم کے باوجود کہ اس پھول کے اجزا کیا کیا ہیں اور ان اجزا کے موجود ہوتے ہوئے بھی ہم ویسا پھول نہیں بنا سکتے۔ پھر فرمایئے اس کے باوجود پھول کے وجود کو معجزہ نہ سمجھنا حماقت ہے یا اعجاز ماننا غلطی ہے۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار**

شیطان اور فرشتے دونوں ابتداء سے زندہ ہیں اور جب تک خدا چاہے گا زندہ رہیں گے۔ انکے ساتھ اگر ایک انسان (حضرت عیسیٰ) کو بھی خدا زندہ رکھے تو یہ خلاف فطرت کیسے ہوا؟

ہزاروں حشرات الارض ایسے ہیں کہ نر و مادہ کے اجتماع کے بغیر پیدا ہوتے ہیں۔ ایسی مرغیاں دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں کہ نر کے بغیر دوامی طور پر انڈے دیتی ہیں۔ اگر یہ فطرت ہے تو ایک عورت کے ہاں باپ کے بغیر بچہ کا پیدا ہونا کیوں خلاف فطرت ہے۔ اور اب تو علم طب کی رو سے اس کا امکان ناقابل انکار طریق پر ثابت ہو چکا ہے۔

سچ یہ ہے کہ ہم فطرت کے اصول اپنی رائے سے مقرر کرتے ہیں۔ اور پھر ان اصولوں پر اگر کوئی چیز پوری نہیں اترتی تو اس کو خلاف عقل قرار دیتے ہیں۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ۔ کہاں عقل کل، اور کہاں انسان ضعیف البنیان کا شعور۔

ع "چہ نسبت خاک را با عالم پاک"

میرے ایک مکرم مولوی صاحب جو میدان صحیفہ نگاری کے شاہ سوار سمجھے جاتے ہیں جب اول اول لاہور میں آئے تو آپ نے معراج نبوی پر تقریر کی اور فرمایا کہ معراج روحانی تھا نہ کہ جسمانی۔ کیسے ممکن ہے کہ انسان کا جسم آسمان پر موجود رہے۔ اس پر طلبہ جہلاء میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا:

"سن او مولوی سن خدا قادر مطلق ہے"۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس جہالت پر ہمارا علم کروڑوں مرتبہ قربان کر دیا جائے تو بھی ایسی جہالت کی قیمت ادا نہیں ہوتی۔ ظالم نے کوزے میں دریا بند کر دیا۔

انکار معجزہ کی ایک مثال سنئے۔ قرآن شریف میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم کو لوگوں نے آگ میں پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے آگ تو ابراہیم کے لیے ٹھنڈی ہو جا۔ اور سلامتی کا سبب بن جا (القرآن الحکیم)

ہمارے فطرت نواز دوست اسکی تاویلیں کرتے اور کہتے ہیں کہ قانون فطرت یہ ہے کہ آگ انسان کو جلا دیتی ہے، لہٰذا یہ ناممکن ہے کہ ابراہیم اس میں گرتے اور جل نہ جاتے۔ پس آگ سے مراد فتنہ اور تکلیف ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن ان بھلے مانسوں سے پوچھئے کہ کیا یہ واقعہ نہیں کہ یورپ کے پہاڑ الپس کی بلندی پر آگ میں اتنی قوت نہیں رہتی کہ وہ انڈے کو ابال سکے۔ ہم اگر انڈے کو آنچ زیادہ دیں تو وہ جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔ لیکن الپس کی بلندی پر اگر سو سال تک بھی آگ جلاتے رہیں تو بھی انڈا ابلتا نہیں اس کا جلنا تو بڑی بات ہے۔ بتایئے وہاں آگ کی فطرت کیوں بدل جاتی ہے۔

اس کے جواب میں ہمارے فطرتی دوست کہیں گے کہ وہاں فطرت نے ایسے سامان پیدا کر دیئے ہیں کہ آگ کا زور کم ہو جاتا ہے۔ خوب، تو معلوم ہوا کہ بعض اسباب ایسے بھی ہیں جو آگ کو بے ضرر کر سکتے ہیں۔ الپس دنیا کا بلند ترین پہاڑ نہیں۔ ممکن ہے کہ اس سے زیادہ بلند پہاڑ پر آگ کسی چیز کو بھی جلا نہ سکے۔ آخر یہ اسباب کس نے پیدا کئے؟ خدا نے۔ تو کیا ابراہیم علیہ السلام کے معاملہ میں آگ کو بے بس کرنے کے متعلق خداوند تعالیٰ کو جو قدرت حاصل ہے، وہ زائل ہو چکی تھی (معاذ اللہ) اور اگر زائل نہ ہوئی تھی تو پھر آپ کو اس پر ایمان لانے میں کیا عذر ہے؟ اور آپ اسکی تاویلیں کیوں تلاش کرتے پھرتے ہیں؟ کیا خدا زمین پر وہ سامان پیدا نہ کر سکتا تھا جو بلند پہاڑ پر اس نے پیدا کر رکھے ہیں؟

غرض مرزا صاحب نے ان مسائل کو چھیڑ کر دین فطرت کو نقصان پہنچایا ہے۔ میں اس بحث کو اب ختم کرتا ہوں۔ اس لیے کہ اس سے زیادہ لکھنے کی حاجت ہی نہیں کیونکہ کج بحث کو کوئی قائل نہیں کر سکتا اور صاحب شعور کے لیے جو کچھ تحریر ہوا وہ کافی ہے۔

قسط بست و ہفتم (۲۷)

یہ سوال کہ آخر مرزا صاحب نبی مبعوث ہوئے تو کس غرض سے تشنہ جواب رہا جاتا ہے مرزا صاحب کے مریدان کے اس فعل کو اسلام کی خدمت سمجھتے ہیں کہ انہوں نے سیالکوٹ میں اپنا مشہور لیکچر دیتے ہوئے اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے وسیلہ سے قرآن کی آیات جہاد کی تنسیخ کا حکم بھیجا۔ لیکن میں ثابت کروں گا کہ مرزا صاحب نے یہ اعلان کر کے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت نہیں کی بلکہ الٹا نہیں نقصان پہنچایا۔ اس لیے کہ میری ناقص رائے میں مرزا صاحب نے آیات جہاد کا کافی غور و تعمق سے مطالعہ ہی نہیں فرمایا۔

وگرنہ وہ کبھی تنسیخ جہاد کا اعلان کرنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے۔

جہاد کیا ہے؟ کیا تیغ وتبر لے کر ایک غیر مسلم شخص یا اشخاص کے گرد ہو جانا جہاد ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ جہاد اس کا نام نہیں اور نہ خدائے تعالیٰ نے ایسے جہاد کی اجازت ہی دی ہے۔ بلکہ ایسے جہاد کے علم سے خدا کی وہ کتاب جو ہر رطب ویابس پر حاوی ہے، بالکل خالی ہے۔ نہیں نہیں میں نے غلطی کی۔ وہ اس سے مسلمانوں کو سختی کے ساتھ روکتی اور ٹوکتی ہے۔

اسلام کا جہاد کیا ہے؟ شاید اس پر کسی قدر وضاحت سے اظہار خیال بے جا نہ ہوگا اسلئے کہ مرزا صاحب کے اعلان تنسیخ جہاد کا بہترین جواب یہ ہے کہ جہاد کو اسکی حقیقی صورت میں بیان کر دیا جائے۔ اسلئے کہ اس کے بعد اہل الرائے حضرات اندازہ لگا سکیں گے کہ ایسے جہاد کی تنسیخ کی صورت بھی کبھی پیدا ہو سکتی ہے یا نہیں۔

میں اپنے ناقص علم کے مطابق جہاں تک احکام جہاد کو سمجھ سکا ہوں۔ ان کا خلاصہ پیش کرتا ہوں۔

۱...... مسلمان مذہباً نہ کسی کا دوست اور نہ کسی کا دشمن بننے پر مجبور ہے۔

۲...... مسلمان کا فرض یہ ہے کہ وہ شرافت سے اپنے مذہب کو دنیا کے روبرو پیش کرے اور اس کی تائید میں دلائل پیش کرے۔

۳...... اگر کوئی غیر مسلم کسی مسلمان سے بحث کرے تو مسلمان کا فرض ہے کہ اس سے نہایت ہی عمدہ طریق پر بحث مباحثہ کرے۔

۴...... جو لوگ مسلمان بننا گوارا نہ کریں مسلمان صاحب ہمت وقوت ہوتے ہوئے بھی مجبور

ہے کہ ان پر جبر نہ کرے بلکہ انہیں ان کے دین پر رہنے دے۔

۵...... اگر غیر مسلم کسی مجلس میں یا کسی موقعہ پر شعار اسلام کا مضحکہ اڑا رہے ہوں تو مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ان سے ہرگز نہ الجھے بلکہ وقار وتمکنت کے ساتھ انکے پاس سے گذر جائے۔

۶...... مسلمان کو ہرگز اجازت نہیں کہ وہ کسی کے معبودوں کو برا کہے اور یوں انہیں اپنے شعار دین کے خلاف غیر مؤدبانہ الفاظ کے استعمال کا موقعہ دے۔

۷...... لیکن اس کے باوجود اگر غیر مسلم فرد یا قوم یا حکومت مسلمانوں کے حق تبلیغ کو چھینے اور ان پر ظلم کرے تو مسلمان کو اجازت ہے کہ وہ اس کے مقابلہ میں ذیل کے وسائل اختیار کرے۔

(الف) استطاعت ہو تو جہاد بالسیف کرے۔

(ب) یہ ممکن نہ ہو تو ہجرت کر جائے۔

(ج) یہ بھی ممکن نہ ہو تو عدم تعاون کرے۔

(۸) اگر کوئی مسلمان ہجرت یا جہاد کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔ اور دشمن اسلام سے عدم تعاون بھی نہ کرے تو گناہ کبیرہ ہے۔ وہ قرآن الحکیم کے الفاظ میں دشمنوں میں سے سمجھا جائے گا۔

۹...... اگر واقعی عدم تعاون کی استطاعت بھی نہ ہو تو خدا اس کو معاف کرنے والا ہے۔

۱۰...... اگر جہاد کرے تو مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دشمن پر اس سے زیادہ سختی نہ کرے جتنی کہ اس سے کی گئی ہو۔

۱۱...... اگر جنگ شروع ہو جائے تو فتنہ کے مٹنے تک مسلمان لڑنے پر مجبور ہے۔

۱۲...... دوران جنگ میں بڈھوں، بیماروں، عورتوں، بچوں اور غیر مصافی لوگوں پر ہاتھ اٹھانا منع ہے۔ درخت ترکاریاں کھیتیاں اور گھر برباد کرنے کی بھی اجازت نہیں۔

۱۳......انتہا یہ ہے کہ مسلمان کو قرآن شریف حکم دیتا ہے کہ اگر یہ صلح جوئی فریب پر مبنی ہو، تو بھی خدا اور رسول کے نام پر جو فریب دیا جائے اس کو قبول کرو۔ اور فریب کو عذر قرار دیکر دشمن کی تجویز مصالحت کو مسترد نہ کرو بلکہ اس کے فریب کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو۔ یہ حکم سورہ انفال میں وضاحت سے مرقوم ہے۔

قسط بست و ہشتم (۲۸)

جہاد اسلامی کا مرقع پیش کر چکا ہوں۔ اس پر غور کیجئے۔ اور پھر فرمائیے کہ ان حالات میں مرزا صاحب کا فرمانا کہ اب تلوار کا زمانہ نہیں رہا بلکہ دلیل کا زمانہ ہے، کیا معنی رکھتا ہے؟ یہ اور صرف یہ کہ اس مسئلہ کے متعلق موصوف نے کافی غور و فکر سے کام نہیں لیا۔ دلیل تو اسلام کا سب سے بڑا سہارا ہے۔ اور مسلمان دلیل کے مقابلہ میں تلوار کو کبھی اٹھا سکتا ہی نہیں۔

اسلام خون ریزی کو اس قدر معیوب بتاتا ہے کہ اس نے ایک انسان کے قتل کو جمیع نوع بشر کے قتل کے برابر ٹھہرایا ہے۔ لیکن اس کے باوجود فتنہ کو قتل سے بھی بدتر ظاہر کیا ہے۔ ان حالات میں تنسیخ جہاد کے لیے کسی نبی کی بعثت کی ضرورت ہی کیا تھی۔

اور اگر خدانخواستہ اس کی ضرورت تھی تو معاذ اللہ کیا خداوند تعالیٰ کو یاد نہیں رہا تھا کہ ہجرت اور ترک تعاون جہاد کے دو لازمی جزو ہیں؟ اگر یاد تھا تو کیوں مرزا صاحب کی وساطت سے ہجرت کے متعلق کوئی حکم نازل نہیں ہوا اور نہ عدم تعاون کے متعلق ہی کوئی حکم آیا۔

ایک اور اصولی بات ہے جو قابل غور ہے۔ انسان کے ساختہ پرداختہ اور خدا کے فرستادہ قانون میں فرق یہ ہے کہ ایک بدلتا ہے اور دوسرا نہیں بدلتا۔ انسان آج ایک قانون بناتا ہے کل اسکی تصحیح کے پرچے جاری کرتا ہے کہیں اضافہ کا اعلان کرتا ہے کہیں تنسیخ کا اور

پھر اسی قانون کو دوبارہ شائع کرتا ہے۔ تو وہ بعض اوقات اس قدر متغیر ہو چکا ہوتا ہے کہ اصل سے اس کا لگاؤ نام ہی کا رہ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صحائف آسمانی میں ردوبدل یوں نہیں کیا کہ ایک کتاب کے بعض حصص کی تنسیخ یا ترمیم کے لیے نبی مبعوث کیا ہو۔ بلکہ جب ضرورت محسوس ہوئی نئی کتاب نازل فرمائی کیا مرزائی ہمیں بتا سکتے ہیں کہ کوئی ایسا نبی آیا ہو جس نے کسی موجود الوقت صحیفہ آسمانی کی ضمنی ترمیم کا محض زبانی اعلان کیا ہو۔

یہ اصول مسلمہ ہے کہ قرآن پاک کے بعد کسی صحیفہ آسمانی کے نزول کا امکان باقی نہیں رہا۔ ان حالات میں اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے کہ مختلف اوقات میں نبی مبعوث ہوا کریں گے وہ ظلی نبی ہونگے اور قرآن پاک کے بعض احکام کی تنسیخ یا ترمیم کے پیام لایا کریں گے تو کیا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایک روز قرآن مجید کے بعض جزو بالکل تبدیل ہو جائیں گے۔

اور اگر ایسا ہو تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بجنسہ محفوظ رکھنے کا جو وعدہ کیا ہے۔ اس کا (معاذ اللہ) کیا حشر ہوگا؟

پھر تنسیخ آیات جہاد سے مرزا صاحب کی مراد کیا تھی؟ یہ کہ اللہ تعالیٰ ان احکام کو واپس لیتا ہے یا ایک عرصہ کے لیے معطل فرماتا ہے۔ اگر یہ معطل ہوئے تو ان کے احیاء کی ترکیب کیا ہوگی کیا نیا نبی مبعوث ہوگا جو اعلان کرے گا کہ آیات جہاد پھر نافذ ہوتی ہیں؟ اور اگر یہ دوامی طور پر منسوخ ہو چکیں تو کل حالات زمانہ بدلنے پر مسلمان کیونکر جہاد کر سکیں گے یا کیا مرزا صاحب کا خیال یہ تھا کہ دنیائے جنگ پرور میں مسلمان اور صرف مسلمان جنگ کی ضرورت سے مستغنی ہے اگر ان کا خیال فی الحقیقت یہی تھا تو ان کی سیاسی دوراندیشی کا

فقدان قابل رحم ہے۔

لیکن ایک اور زبردست دلیل ایسی موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تنسیخ جہاد کے لیے کسی نبی کی بعثت ضروری نہ تھی۔ تعجب ہے کہ اس کی طرف ابتک توجہ نہیں کی گئی۔ قرآن شریف کا دعویٰ ہے کہ اس کے احکام قیامت تک تبدیل نہ ہوں گے اس بات پر ایمان رکھنے والا انسان جب دوسری طرف اس حقیقت پر غور کرتا ہے کہ ممالک عالم کے حالات مختلف ہیں۔ اور زمانہ ہے کہ ہر روز رنگ بدلتا رہتا ہے۔ تو مسلمان اگر شک نہ بھی کرے۔ تو بھی اطمینان قلب کے لیے اس امر پر ضرور راہنمائی کا طالب ہوتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہر قوم ہر ملک اور ہر زمانہ کیلئے چودہ سو سال کا پرانا آئین قابل پذیرائی ہو۔

وہ دیکھتا ہے کہ کل مسلمان دنیا بھر کے حاکم تھے۔ آج محکوم ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ حاکم ومحکوم کی حالت میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ خوب سمجھتا ہے کہ حاکم قوم کے لیے جو کچھ ممکن ہے، وہ محکوم کے لیے ہرگز ممکن نہیں۔ لہٰذا وہ تعجب کرتا ہے اور پوچھتا ہے کہ قرآن پاک کے وہ احکام جن کی تعمیل ایک حاکم قوم ہی کر سکتی ہے۔ محکوم کیلئے کس طرح واجب العمل ہو سکتے ہیں۔

یہ طرز استدلال غیر طبعی نہیں۔ لیکن جن قوانین کا بنانے والا خود لازوال ہو۔ ان قوانین کا لازوال ہونا موجب تعجب نہیں ہونا چاہیے۔ ہاں وہ خود قوانین کو بدلنا چاہے تو دوسری بات ہے۔ وہ قادر مطلق ہے اور جو چاہے کر سکتا ہے۔

جہاد کے احکام ہی کو لیجئے۔ مرزا صاحب ایک انسان تھے ان کی عقل نے گردوپیش کے حالات کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا کہ آج کل جہاد ممکن نہیں۔ لہٰذا انہوں نے اس کی تنسیخ کا اعلان کر دیا۔ لیکن اگر وہ سوچتے کہ خدائے تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ قرآن پاک کے

قوانین اٹل ہیں اور پھر سوچتے کہ اگر قوانین جہاد کی بظاہر اس وقت ضرورت نہیں اور تلاش کرتے کہ ان بظاہر متضاد وصورت کا حل قرآن شریف میں موجود ہے یا نہیں؟ اور ایمان لاتے کہ حل موجود ضرور ہوگا۔ خواہ کسی خاص انسان کی عقل وہاں تک پہنچ سکی ہو یا نہ، تو مجھے یقین ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان کی راہنمائی کرتا اور ان پر بات واضح ہو جاتی۔

جو بات میں عرض کرنے والا ہوں یہ کوئی بہت بڑی بات نہیں ایک معمولی نکتہ ہے لیکن معمولی نکات ہی بعض اوقات مسائل مہمہ کے حل کا باعث بن جاتے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قابل ترین انسان کی نگاہ اس نکتہ کو شناخت نہیں کر سکتی مگر عام آدمی اسکو فضل ایزدی سے پالیتا ہے۔

سنئے قرآن الحکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

اس کے معنی کیا ہیں یہ کہ جس شخص میں وسعت نہ ہو اس پر جہاد یا دوسرے احکام قرآن کا بجالانا فرض نہیں۔

ملت افراد کے اجتماع کا نام ہے اگر کسی ملت کے تمام افراد بہ حیثیت مجموعی جہاد کی وسعت نہ رکھتے ہوں تو ظاہر ہے کہ اس قوم پر جہاد فرض نہیں ہوتا۔ اور جہاد کا فیصلہ کون کر سکتا ہے؟ ملت۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔ وامرھم شوریٰ بینھم ترجمہ: اور ان کی حکومت کا طرز یہ ہے کہ وہ آپس میں مشورہ کر لیتے ہیں۔

پس اگر ملت کے افراد باہمی مشورہ سے طے کریں کہ ملت میں جہاد کی وسعت نہیں تو جہاد کا فرض اس ملت پر عائد ہی نہیں ہوتا۔ یوں ثابت ہوا کہ ان احکام کی موجودگی

میں تنسیخ جہاد کیلئے کسی نبی کی بعثت کی ہرگز ضرورت نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا مرزا صاحب کا یہ اعلان کرنا کہ وہ نبی تھے اور ان کی وساطت سے آیات جہاد منسوخ قرار دی گئیں، ایک ایسا اعلان ہے جو کسی صورت میں بھی کسی مسلمان کیلئے قابل قبول نہیں ہوسکتا۔

لہٰذا مرزا صاحب کی تحریک کے خلاف میری

ستر ہویں دلیل

یہ ہے کہ انہوں نے کوئی کام ایسا نہیں کیا جو ان کے ادعائے نبوت کو ضروری یا مسلمانوں کیلئے مفید ثابت کرے بدیں وجہ انکی تحریک ہم مسلمانوں کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔

قسط بست ونہم (۲۹)

ہر انسان اجتہاد میں غلطی کرسکتا ہے لیکن نبی اس سے بری ہوتا ہے اس لیے کہ خدا کا رسول ہوتا ہے۔ اور اس کی ہدایت کرنے والا غلطی سے بالاتر ہے۔ اور پھر غلطی بھی وہ جو اصول دین سے تعلق رکھتی ہو، نبی اللہ سے کیسے سرزد ہوسکتی ہے مگر مرزا صاحب کے اقوال و افعال کو دیکھا جائے تو ان میں رخنے ہی رخنے نظر آتے ہیں۔ میں جہاد کے متعلق ان کے غلط استدلال پر بحث کرچکا ہوں۔ اب مناسب تفصیل کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تحریک قادیان کے اجرا سے مرزا صاحب ملت مرحومہ کے ناقابل تلافی نقصان کا باعث ہوئے اور ممدوح کی تحریک میرے لیے قابل قبول نہیں جس کی

اٹھارہویں دلیل

یہی ہے کہ مرزا صاحب نے اسلام اور مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا۔

آپ کی وجہ سے امت مرحومہ کو جو عظیم الشان نقصانات ہوئے انکی تفصیل ملاحظہ ہو۔

اول: اٹلی کے قائد اعظم مسولینی نے پچھلے دنوں اپنی حکومت کی پالیسی کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہم چاہتے ہیں کہ امن عالم کی حیات کا رشتہ زیادہ سے زیادہ طول پذیر ہو۔ لیکن ہم اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ دنیا سے جنگ مٹ سکتی ہے۔ اسلئے کہ دوامی امن موت کا مرادف ہے۔

ناظرین کرام آخری فقرہ پر غور کریں!

''دوامی امن موت کا مرادف ہے''۔

یعنی وہی قوم دوامی امن کی طالب ہوسکتی ہے، جو تقریباً مرچکی ہو۔ مسولینی نے کوئی نئی بات نہیں کہی۔ اسی مقصد کو خداوند تعالیٰ نے قرآن الحکیم میں یوں بیان فرمایا کہ مسلمانوں کو قیام امن تلقین کرنے کے باوجود اور یہ حکم دینے کے باوصف کی اصلاح کے بعد ملک میں فساد پیدا کرو یہ بھی حکم دیا کہ وہ سامان حرب وضرب سے ہمیشہ لیس رہیں۔ تاکہ دشمن ان میں یارا پن محسوس کریں اور اس کو مواقب جنگ سے بے خبر سمجھ کر ان پر حملہ نہ کردیں۔

اس دنیا میں زندگی اور عزت کی زندگی وہی گذار سکتا ہے جس کو اسکے گرد و پیش کے رہنے والے لقمہ تر نہ سمجھ سکیں۔ یہی حال قوموں کا ہے۔ دنیا میں امن کی حامی سب سے زیادہ وہی اقوام نظر آتی ہیں۔ جن کی جنگی تیاریوں کے باعث ایک عالم ان کا حلقہ بگوش بن چکا ہے۔

انہی حالات وحقائق سے آگاہ خدائے بزرگ و برتر نے مسلمانوں کو مضبوط و توانا بن کر آمادہ کار رہنے کا مشورہ دیا۔ لیکن اگر جہاد ہی بقول مرزا صاحب اللہ تعالیٰ نے منسوخ فرمایا ہے۔ تو پھر تیار بر تیار رہنے کی آیات کی ضرورت کیا باقی رہی؟ کچھ بھی نہیں۔

دنیا کی دول عظمیٰ روز اسلحہ کی تخفیف کے راگ الاپتی ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اپنی جنگی قوتوں کو برابر بڑھا رہی ہیں۔ ان حالات میں ایک قوم جس کو خدا کے نام پر کمزور بن جانے غیر مسلح ہو جانے اور جنگ کو حرام سمجھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ وہ مسلمان ہیں۔

واضح رہے کہ مرزا صاحب کا ادعائے نبوت مقامی نہ تھا۔ یعنی وہ محض مسلمانان ہندوستان کے لیے مبعوث ہونے کے مدعی نہ تھے بلکہ ان کا تقرر عالمگیر تھا۔ لہٰذا ان کا الہام تنسیخ جہاد ترکی ایران، مصر، نجد، افغانستان، یمن وغیرہ کے لیے یکساں نازل ہوا۔ لیکن کون نہیں جانتا کہ اگر آج مرزا صاحب پر ایمان لا کر ترکی ایران اور افغانستان وغیرہم ایسے اسلامی ممالک جہاد کو منسوخ سمجھ کر نہتے ہو بیٹھیں تو ان کا کیا حشر ہو۔

فرانس سے جرمنی نے ایک مرتبہ جنگ کر کے الساس اور لورین کے علاقے چھین لیے تھے۔ فرانس کے بچوں کو بیس سال تک نقشوں پر جداگانہ رنگ لگا کر یہ تعلیم دی جاتی رہی کہ یہ علاقے تمہارے تھے آج دشمن کے قبضہ میں ہیں۔ اس سے ان کے سمندر غیرت پر تازیانہ لگتا رہا۔ آخر بیس سال کے بعد فرانس کے سپوتوں نے وہ علاقے جرمنی سے واپس لے لئے۔

یہ واقعہ بتاتا ہے کہ زندہ قومیں کمزور ہو جاتی ہیں تو نقصان ضرور اٹھاتی ہیں۔ لیکن اس نقصان کے احساس کو مٹنے نہیں دیتیں۔ اور یوں ایک روز اپنی عظمت گذشتہ کو دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔

مرزا صاحب نے تنسیخ جہاد کا اعلان کر کے مسلمانوں کی خودداری کو برباد کرنے کی کوشش کی۔

ان کی روایات کو تباہ کرنے کی سعی کی اور ان کی ہمت کی رگ جان تک کو مسل

دیا۔ لہٰذا انہوں نے تنسیخ جہاد کا اعلان کر کے ملت مرحومہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔

دوم: مرزا صاحب نے حیات وممات مسیح کے ایسے مسائل کی بحث کو زندہ کیا جس کی وجہ سے مسلمان ام الکتاب کو چھوڑ کر متشابہات کی بھول بھلیوں میں پڑ گئے اور ان میں انتشار پیدا ہوا۔ میں اس موضوع پر کافی بحث کر چکا ہوں لہٰذا اس وقت اس پر زیادہ اظہار خیال نہیں کروں گا۔

سوم: مرزا صاحب نے اہل قبلہ کی تکفیر کی اور یوں ملت مرحومہ میں بے حد اختلاف وانتشار پیدا کیا جس سے مسلمانوں کو شدید صدمہ اور بدترین نقصان پہنچا۔

یہ موضوع ذرا تفصیلی اور واضح بحث کا طالب ہے۔ لہٰذا میں اس پر قدرے تفصیل کے ساتھ اظہار خیالات کرنا چاہتا ہوں۔

اسلام کا اصول یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان بلاوجہ کسی دوسرے مسلمان کو کافر کہے تو وہ خود کافر ہو جاتا ہے یہ بات اسلام سے مخصوص نہیں بلکہ جملہ مذاہب عالم کا قانون یہی ہے کافر کیا ہے خدا کا مجرم۔ لہٰذا کسی بے گناہ کو مجرم قرار دینا جرم قرار دیا گیا ہے۔ آئین دنیا میں بھی یہی ہے اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر زنا یا چوری یا کسی اور قسم کے جرم کے ارتکاب کا جھوٹا الزام لگائے تو وہ خود مجرم قرار دیا جاتا ہے اور سزا پاتا ہے۔

مرزا صاحب نے نہ صرف اپنے مخالفین کو بلکہ تمام عالم اسلام کو کافر قرار دیا۔

چنانچہ غیر قادیانی مسلمانوں کے متعلق قادیانیوں کے عقیدہ کو بیان کرتے ہوئے مولانا محمد علی صاحب ایم۔اے امیر جماعت احمدیہ لاہور اپنی کتاب تحریک احمدیت کے صفحہ ۲۹ پر لکھتے ہیں کہ:

فریق قادیان کا عقیدہ یہ رہا کہ جن لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت

نہیں کی خواہ وہ انہیں مسلمان ہی نہیں مجدد اور مسیح موعود بھی مانتے ہوں۔ اور خواہ وہ ان کے نام سے بھی بے خبر ہوں وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

خود مرزا صاحب اپنی کتاب معیار الاخبار کے صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں کہ

مجھے الہام ہوا جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہ ہوگا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔

نیز آپ نے ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب مرحوم کے نام ایک خط لکھا جسمیں آپ نے تحریر کیا کہ

ہر وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے قبول نہیں کی وہ مسلمان نہیں۔

انجام آتھم نامی کتاب کے صفحہ ۶۲ پر مرزا صاحب رقمطراز ہیں کہ

اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔

مولوی نورالدین صاحب نے جو مرزا صاحب کے خلیفہ اول تھے۔ اس مسئلہ کو زیادہ صاف کر دیا ہے۔ وہ اخبار الحکم مجریہ ۱۷ اگست ۱۹۰۸ء میں لکھتے ہیں کہ ع

اسم او اسم مبارک ابن مریم می نہند ... آں غلام احمد است و میرزائے قادیاں
گر کسے آرد شکے در شان او آں کافر است ... جائے او باشد جہنم بے شک و ریب وگماں

کہا جائے گا کہ مرزا صاحب نے اس لیے مسلمانوں کو کافر بنایا کہ خود علمائے اسلام نے ان کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں۔ مرزا صاحب بقول خود، مامور من اللہ تھے اور نہ صرف دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے بلکہ دنیا بھر کے انسانوں

کے لیے خدا کا پیام لے کر آئے تھے۔ ان کے مقابلہ میں جو لوگ اٹھے وہ کسی کے نمائندہ نہ تھے۔ انہوں نے اگر مرزا صاحب کو کافر کہا تو وہ ان کا ذاتی فعل تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہیے کہ وہ ان کا اور ان کے عقیدتمندوں کا فعل تھا لہٰذا ان کی وجہ سے تمام عالم اسلام کو کافر قرار دینا کہاں کی دانشمندی تھی۔

علماء کے اعلان تکفیر کے جواب میں مرزا صاحب زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے تھے کہ وہ مکفر علماء کا نام لے کر ان کے خلاف خود کفر کا فتویٰ لگا دیتے یا تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہتے کہ میں مسلمان ہوں۔ اور شرع مطہرہ کی رو سے مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے اور بس۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اور پنجاب یا ہندوستان تک جو بحث محدود تھی اس کی وجہ سے چین اور امریکہ میں بسنے والے مسلمانوں کو بھی کافر قرار دیا۔

مرزا صاحب کے فتویٰ تکفیر میں بھی تضاد ہے جو حوالجات میں نے اوپر نقل کیے ان میں مرزا صاحب نے منکروں کو جہنمی قرار دیا ہے لیکن اپنی کتاب توضیح مرام کے صفحہ ۱۷۔ ۱۹ پر ایک طویل تحریر کے ضمن میں مرزا صاحب لکھتے

ہیں کہ جزوی نبی بھی انبیا کی طرح مامور ہو کر آتا ہے۔ اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بہ آواز بلند ظاہر کرے۔ اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے۔

ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرنے میں اور جہنمی ہونے میں تو بہت بڑا فرق ہے لہٰذا میرے احمدی اگر اس تفریق کی توضیح فرما سکیں تو باعث ممنونیت ہوگا۔

لیکن اس پر اکتفا نہیں آپ اپنی کتاب تریاق القلوب میں لکھتے ہیں کہ

”اپنے دعویٰ کا انکار کرنے والوں کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو

خداتعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں۔ گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا''۔

مجھے یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ مرزا صاحب، صاحب شریعت نہیں ہیں۔ ان حالات میں ان کا اپنے قول کے خلاف منکر خود کو کافر بنا دینا کہاں تک جائز ہے۔ اس کا فیصلہ خود مسلمان کر سکتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

قسط سیوم (۳۰)

اپنے اس قول کے باوجود تکفیر اہل قبلہ میں مرزا صاحب نے اس قدر مبالغہ سے کام لیا کہ انہوں نے اپنے معتقدین کو مسلمانوں کے ساتھ نماز تک پڑھنے سے روک دیا چنانچہ آپ اپنی کتاب اربعین کے صفحہ ۳ اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۸ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں :

''اس کلام الٰہی سے ظاہر ہے کہ تکفیر کرنے والے اور تکذیب کی راہ اختیار کرنے والے ہلاک شدہ قوم ہیں۔ اسلئے کہ وہ اس لائق نہیں ہیں کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص ان کے پیچھے نماز پڑھے کیا زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ امامکم منکم یعنی جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دوسرے فرقوں کا جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑے گا۔ اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا پس تم ایسا ہی کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل ضبط ہو جائیں اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو۔ جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت

بھی کرتا ہے اور ہر حال میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے اور ہر ایک تنازع کا فیصلہ مجھ سے چاہتا ہے۔ مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے۔ پس جانو کہ وہ مجھ سے نہیں۔ کیونکہ وہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں، عزت سے نہیں دیکھتا۔ اس لیے آسمان پر اس کی عزت نہیں۔

اب حالت یہ ہے کہ ماں مرجائے تو بیٹا احمدی ہونے کی صورت میں جنازہ میں شامل نہیں ہوتا گویا نماز میں شمول سے انکار کر کے احمدی نے ہم مسلمانوں کے کفر پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ مزید یہ کہ مرزا صاحب کے مریدوں نے اگر اصولاً نہیں تو عملاً قادیان کو اپنا مرکز حج بنالیا ہے۔ اور یہ بات نہایت ہی اندوہناک ہے۔

ان کا یہ فعل بھی مرزا صاحب کے ایک قول پر مبنی ہے وہ اپنی کتاب درثمین جلد دوم کے صفحہ ۵۲ پر لکھتے ہیں کہ :

زمین قادیاں اب محترم ہے   ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

اسی واقعہ پر میں اس امر کے خلاف بھی احتجاج کرنا بطور مسلمان اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ جس قدر اسلامی الفاظ حضور سرور کائنات فداہ روحی ﷺ اور ان کے آل کے ساتھ مخصوص ہیں، قادیانی لوگ ان کو نہایت بے باکی سے اپنے امام اور اس کی اولاد کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ ہم رسالت کے خادم اس کو بے ادبی و گستاخی قرار دیتے ہیں۔ مثلاً مرزا صاحب کی بیگمات کو امہات المومنین لکھا جاتا ہے اور ان کے جانشین وقت کے ہر حرم محترم کو سیدہ کا لقب دیا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

قسط سی و یکم (۳۱)

مرزا صاحب نے کرشن ہونے کا دعویٰ سب سے پہلے اپنے سیالکوٹ کے لیکچر

میں کیا۔ یہ لیکچر قادیانی جماعت سیالکوٹ کی طرف سے بصورت کتاب شائع ہو چکا ہے۔ مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے یہ کتاب مجھے عاریۃً مطالعہ کے لیے دی تھی، جو میں نے واپس کر دی۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۳ پر یہ دعویٰ موجود ہے۔ صفحات ۳۳، ۳۴ پر اس دعویٰ کو ادعائے مسیحیت سے مدغم کر کے ایک ہی دکھایا گیا ہے۔ کرشن مہاراج کو نبی بتایا گیا ہے مسیح موعود مرزا صاحب ہیں وہ کرشن بھی ہیں لہٰذا کرشن اور مسیح موعود ایک ہی ہیں۔

میں نے ابتدائی اقساط میں جہاں مرزا صاحب کے دعاوی گنوائے ہیں وہاں جناب مرزا صاحب موصوف کی کتابوں کے حوالے دیگران کے کرشن ہونے کے ادعا کو پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ ناظرین کرام کو گذشتہ اقساط نکال کر ثبوت کے ملاحظہ فرمانے میں تکلیف نہ ہو۔ میں یہ لکھ دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ کے لیکچر سیالکوٹ کے علاوہ (جس کا حوالہ اوپر درج ہو چکا ہے)۔ کتاب البشریٰ کی جلد اول کے صفحہ ۵۶ پر آپ کے متعلق ''کرشن جی رودر گوپال'' کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ان کو ''آریوں کا بادشاہ'' لکھا ہے۔ اور اسی کتاب کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۱۸ پر ان کا نام ''امین الملک جے سنگھ بہادر'' قرار دیا گیا ہے۔ ایک اور مقام پر آپ نے خود کو ''کلغی والے'' کا خطاب بھی دیا ہے جس سے مراد سکھوں کے دسویں گرو لئے جاتے ہیں حوالے تو اور بھی متعدد دیے جا سکتے ہیں۔ لیکن زیر نگاہ مقصد کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

مرزا صاحب کے کرشن ہونے کے دعویٰ پر متعدد پہلوؤں سے بحث ہو سکتی ہے۔ سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کرشن جی کا اپنا دعویٰ کیا تھا؟ کیا وہ مدعی نبوت تھے کہ مرزا صاحب کرشن ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ یا وہ کچھ اور دعویٰ رکھتے تھے اگر ان کا دعویٰ

نبوت سے بالاتر تھا تو لازم ہوگا کہ مرزا صاحب کو بھی نبی سے زیادہ درجہ دیا جائے۔

جب ہم ہندوؤں کی کتابوں کی ورق گردانی کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ کرشن جی خدا کا اوتار ہونے کے دعویدار تھے۔ یعنی وہ کہتے تھے کہ وہ انسان نہیں ہیں بلکہ انسان کے جسم میں خود خدا ہیں۔ میں مرزا صاحب کے ادعائے الوہیت پر بحث کرتے ہوئے لکھ چکا ہوں کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ انسان یا کسی دوسری مخلوق کو ہم استعارۃً بھی خدا سے تشبیہ نہیں دے سکتے لہٰذا کرشن جی کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ خدا کا اوتار تھے یا خود خدا تھے، صریح کفر ہے شرک ہے۔ اور اس عقیدہ کے لیے کسی نہج سے بھی شریعت اسلام میں قبولیت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اوتار کھاتا پیتا ہے۔ حوائج ضروری امراض جسمانی اور خواہشات نفسانی کا (خواہ وہ منکوحہ ہی کے متعلق کیوں نہ ہو) شکار ہوتا ہے۔ اور خداوند کریم کی شان اس سے ارفع واعلیٰ ہے۔ اوتار ایک جگہ تک محدود ہوتا ہے، سوتا اور جاگتا ہے، اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ذات سے بعید ہے۔

پیغمبر اور اوتار کے مفہوم میں بعد المشرقین ہے۔ تمام پیغمبر انسان تھے اور خدا کے بندے تھے۔ وہ یہی کہتے رہے کہ ہم خدا نہیں ہیں۔ خدا محدود نہیں ہو سکتا۔ اوتار اس امر کے مدعی تھے کہ وہ خود خدا ہیں۔ اسلام فلسفہ اوتار کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ اوتار کی بحث بہت طویل ہے اور

ع ''صد سال می تواں سخن از زلف یار گفت''

کی مصداق ہے۔ لیکن میں اس کو یہیں ختم کرتا ہوں۔ اس کے جواب میں قادیانی صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ کرشن جی کا اپنا دعویٰ یہ نہ تھا کہ وہ خدا کے اوتار ہیں۔ وہ نبوت کے مدعی تھے ان کی تعلیم کو ہندو اسی طرح غلط پیش کر رہے ہیں جس طرح مسیحی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ادعائے نبوت الوہیت وابن اللہ کہہ کر ظاہر کرتے ہیں۔خوب۔

لیکن اس کے جواب میں دو باتیں عرض کرتا ہوں۔اول یہ کہ ہندوؤں کی تمام تاریخ میں نبوت کا نشان نہیں ملتا۔ان کے ہاں جو بھی آیا، وہ اوتار ہی بن کر آیا۔عیسائی اس کے برعکس تمام مرسلین من اللہ کو صرف نبی مانتے ہیں اور صرف ایک کو خدا کا بیٹا یا خدا کہتے ہیں۔ہندوؤں میں ایک بھی ایسا آدمی نہیں ملتا جس کا دعویٰ صرف نبوت تک محدود ہوتا اور جس کو ہندو بھی نبی مانتے۔

اس سے ظاہر ہے کہ نبوت کا مفہوم ہی ہندو قوم کی ذہنیت سے خارج رہا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ کرشن جی خود تو مدعی نبوت تھے۔ان کے مریدوں نے انہیں اوتار بنا دیا، بڑی دور کی کوڑی لانے کے مصداق ہے۔

لیکن میں قادیانیوں کے اس جواب کو تسلیم کر لیتا بشرطیکہ مرزا صاحب خود اوتار ہونے کے مدعی نہ ہوتے۔مگر جس حالت میں وہ خود اوتار ہونے کے دعویدار ہیں اس صورت میں یہ کہنا کہ وہ کرشن کو اوتار نہیں بلکہ نبی مانتے تھے۔ایک عجیب معمہ بن جاتا ہے جس کا سمجھنا ایک عام آدمی کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔

مرزا صاحب کے اوتار ہونے کا دعویٰ کتاب البشریٰ کی جلد دوم کے صفحہ ۱۱۶ پر ملاحظہ فرمائیے۔جہاں ہندوؤں کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ

''برہمن اوتار سے مقابلہ اچھا نہیں۔''

یہاں مرزا صاحب نے خود کو برہمن اوتار لکھ کر ایک اور بحث کو زندہ کر دیا ہے۔جو فلسفہ اسلام و فلسفہ ہنود میں ہمیشہ موجود چلی آتی ہے۔مسلمان یہ یقین رکھتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد انسان برزخ میں رہے گا اور پھر قیامت کے روز زندہ ہو کر اپنا حساب دینے

کے بعد بہشت یا دوزخ میں چلا جائے گا ازاں بعد کیا ہوگا ایک ایسی بحث ہے جس کو موجودہ مضمون سے کوئی تعلق نہیں۔لہٰذا میں اسے قلم انداز کرتا ہوں۔

برعکس اس کے ہندو فلسفہ یہ ہے کہ انسان مر کر کئی کروڑ جیون بدلتا ہے۔جس کو جیون کی تبدیلی کہتے ہیں اور بالآخر یہ خدا بن جاتا ہے یعنی نروان حاصل کر لیتا ہے۔ہندو عقیدہ اسلام کے خلاف ہے۔کبھی فرصت ملی تو ان شاء اللہ دونوں متضاد خیالات پر تبصرہ کر کے ثابت کروں گا کہ اسلامی عقیدہ بہتر صحیح اور عقل کے مطابق ہے۔اس وقت اتنا لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ مرزا صاحب کا برہمن اوتار ہونے کا دعویٰ اسلام کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے۔

لیکن میں اپنے موضوع سے دور چلا گیا۔میں ثابت کر رہا تھا کہ مرزا صاحب نے یہ جانتے ہوئے کہ کرشن جی مہاراج نبوت کے دعویدار نہ تھے بلکہ خدا ہونے کے مدعی تھے، خود کو کرشن قرار دیا۔اور یوں وہ بات کی جو اسلام کی شریعت کی پابندی کرنے والے کیلئے ہرگز ہرگز موزوں نہ تھی۔

مگر بالفرض بحث کے لیے مان لیجئے کہ کرشن نبوت کے دعویدار تھے اور مرزا صاحب نے ان کو نبی مان کر کرشن ہونے کا دعویٰ کیا۔تو پھر کلغی والے کے دعویٰ کے متعلق کیا کہیں گے جو ہرگز نبوت کے مدعی نہ تھے اور اسلام سے جنکی عداوت اظہر من الشمس ہے۔

کرشن جی مہاراج کو گذرے مدتیں بیت گئیں لیکن کلغی والے گرو تو کل زندہ تھے۔اور انکے صحیح و مستند حالات کتابوں میں محفوظ ہیں۔کیا وہ اسلام کی شریعت کی رو سے عقائد باطلہ نہ رکھتے تھے۔پھر مرزا صاحب نے کلغی والے کا اوتار ہونے کا دعویٰ کیا تو کیوں؟

حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب تمام مسلمانوں کے لیے مطلق نبی بنے۔ مذہب سے آگاہ مسلمانوں کے واسطے نبی ہوئے۔ عیسائیوں کے لیے مسیح، ہندوؤں کے لیے کرشن اور سکھوں کے لیے کلغی والے بن گئے۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ نہ سمجھے کہ ان تمام دعاوی میں بعد المشرقین پیدا ہو جائے گا۔

آؤ ذرا ان کے کرشن ہونے کے دعویٰ پر مزید غور کریں۔ کرشن جی کے مخالفوں کو ان کے چلن پر اعتراض ہے۔ احمدی کہتے ہیں کہ کرشن جی کے متعلق ایسے تمام قصے جن میں گوپیوں کا ذکر ہے صحیح نہیں ہیں اور اگر صحیح ہیں تو کیا حضرت سلیمان کی بیویاں صدہا سے متجاوز نہ تھیں۔

اول تو کرشن جی مہارج اور ان کی گوپیوں کے قصے ہندوؤں کی مستند کتابوں میں مذکور ہیں اور ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم ان کو جھوٹا یا محرف قرار دیں۔ خصوصاً اس صورت میں کہ لالہ لاجپت رائے اور دوسرے مستند ہندو مورخین نے ۸ سے لیکر ۱۰۸ گوپیوں تک کا وجود صحیح مان لیا ہے۔ یہ تو وہی مثل ہوئی کہ

ع ''مدعی ست وگواہ چست''

اگر کرشن جی اور ان کی گوپیوں کے واقعات سچے ہیں تو ان کو حضرت سلیمان علیہ السلام سے تشبیہ دینا انتہا کی گستاخی ہے۔ حضرت سلیمان نے وہ کیا جو ان کی شریعت کی رو سے جائز تھا۔ ان کی تمام بیویاں ان کی منکوحہ عورتیں تھیں اور منکوحہ اور غیر منکوحہ سے تعلق رکھنے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

میں اس بات کو ذرا واضح کئے دیتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اجتماع بین الاختین یعنی دو سگی بہنوں سے نکاح جائز تھا۔ اور کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ کے

حرم میں دو سگی بہنیں موجود تھیں۔ آج یہ حرام کر دیا گیا ہے۔ پس اگر کوئی شخص آج دو بہنوں سے نکاح کر کے یہ کہے کہ کیا حضرت موسیٰ نے ایسا نہیں کیا تھا۔ تو سوائے ازیں کہ اس کی عقل پر آنسو بہائے جائیں اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

ہاں اگر مرزا صاحب یا ان کے مرید یہ کہیں کہ اسلام کے خدا نے جو نبی بھیجے۔ ان میں سے کسی کو کسی وقت غیر منکوحہ عورتیں بھی داخل حرم کرنے کی اجازت تھی تو اور بات ہے۔

جس طرح میں نے بحث کی خاطر سے مان لیا ہے کہ مرزا صاحب نے کرشن جی کو خدا یا خدا کا اوتار نہیں بلکہ نبی مان کر کرشن ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اسی طرح میں محض بحث کی غرض سے یہ بھی تسلیم کئے لیتا ہوں کہ کرشن جی مہاراج کے چلن کے متعلق جو کچھ بھی ہندوؤں کی مسلمہ ومستند کتابوں میں درج ہے، وہ غلط ہے۔ اور کرشن جی مہاراج کا چلن ہر قسم کے شبہ سے بالاتر ہے۔

قسط سی ودوم (۳۲)

اس کے بعد کرشن جی کی تعلیم کا سوال پیدا ہوتا ہے یعنی یہ دیکھنا لازمی ہے کہ ان کی تعلیم اسلام کے موافق تھی یا متضاد۔ اس کا جائزہ لینا اس لیے ضروری ہے کہ ہم فیصلہ کر سکیں کہ وہ نبی تھے یا نہ تھے۔

میں نے ان کی گیتا کو سنسکرت زبان میں نہیں دیکھا۔ اسلئے کہ میں سنسکرت سے ناآشنا ہوں۔ لیکن میں نے جیل میں ہندی اور گورمکھی کو درساً پڑھ کر گیتا کا ہندی میں مطالعہ کیا۔ اس سے قبل میں اردو گیتا جی کا ترجمہ پڑھ چکا تھا۔ اور فیضی خلد آشیاں کا فارسی ترجمہ بھی بہت تعمق وغور کے ساتھ دیکھ چکا تھا۔ میں نے گیتا بعض پنڈت صاحبان سے درساً پڑھی ہے جن میں سے سب سے پہلے مشہور قومی کارکن پنڈت نیکی رام شرما تھے۔

گیتا کے سب سے بڑے مؤید زمانہ حال میں گاندھی ہیں۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ وہ ایک جنگ میں مصروف ہیں اور گیتا بھی میدان جنگ میں لکھی گئی۔ یہ کوئی شریعت کی کتاب نہیں کہ اس کو کسی نبی کا کلام یا الہامی کتاب سمجھا جائے بلکہ یہ فلسفہ جنگ ہے اور بس۔

واقعہ یہ ہے کہ کورو اور پانڈو بھائی بھائی تھے ان میں جنگ ہوگئی۔ ایک فریق کا سب سے بڑا بہادر اپنے بھائیوں کا خون گراتے ہوئے گھبراتا تھا۔ وہ موت کو جنگ پر ترجیح دیتا تھا کرشن جی نے اسے جنگ پر اکسایا۔ اور جن الفاظ میں اکسایا یا جن دلائل سے اسے قائل کیا وہ گیتا کی پونجی ہیں۔

اپنے مقاصد کے لحاظ سے یہ کتاب بہت اعلیٰ ہے مگر چونکہ الہامی کتاب نہیں اس لیے اس میں خوبیاں بھی ہیں اور خامیاں بھی اس کی خوبیوں کی دو مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔ کرشن جی ایک جگہ ارجن کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تو جنگ کر اس لیے کہ ۔

شہادت کہ نبود ازاں برتری ۔۔۔ نصیبے کسی نیست جز چھتری
اگر مردہ گردی بہ خلدیاست جا ۔۔۔ وگر فتح یابی شوی پادشاہ

دوسری جگہ جب ارجن عزیمت کا خدشہ ظاہر کرتا ہے اور نتیجہ کی بحث چھیڑتا ہے تو کرشن کہتے ہیں کہ ”تو جنگ کر۔ اس لیے کہ نتائج خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ انسان کا کام یہ ہے کہ پوری توجہ سے کام کرے اور نتیجہ کو خدا پر چھوڑ دے“۔

ظاہر ہے کہ یہ دونوں خیالات موتیوں میں تولنے کے قابل ہیں۔ لیکن اگر تحریر د خیالات کی جزوی خوبی کے باعث کتابوں کو الہامی قرار دیا جائے تو شاید ان کی کوئی انتہا نہ رہے۔

اب میں کرشن جی کے اس فلسفہ کو لیتا ہوں جو اسلام کے خلاف ہے۔ اور عقل

عامہ بھی جس کو قبول نہیں کر سکتی۔ ملاحظہ ہو وہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ شعر

من از ہر سہ عالم جدا گشتہ ام ۔۔۔ تہی گشتہ از خود خدا گشتہ ام

یہ خیال اسلام کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ کرشن جی نے ایک اور خیال گیتا میں یہ ظاہر کیا ہے کہ انسان مرتا نہیں بلکہ جیون بدلتا ہے لہٰذا ارجن کو جنگ کرنے میں عذر نہیں ہونا چاہیے ظاہر ہے کہ جیون بدلنے کا فلسفہ اسلام اور عقل عامہ کے خلاف ہے۔

جس روز کرشن جی کا یہ فلسفہ زیر غور آیا۔ اس روز میں نے پنڈت نیکی رام صاحب سے پوچھا کہ اگر انسان اور دوسرے حیوانات جو آج دنیا میں زندہ موجود ہیں اس دور حیات میں سے بطور سزا گذار رہے ہیں۔ تو پھر جیو ہتیا اور انسان کا قتل جرم کیوں ہے؟ (اس تحریر کے بعد مجھے ایک ہندو نے بتایا کہ اس کا جواب آسان ہے یعنی یہ کہ انسان قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔ اگر کسی شخص کو پھانسی کی سزا مل چکی ہو اور تمام مراحل متعلقہ اپیل و درخواست رحم ختم ہو چکے ہوں اور صرف مرگ مناجات باقی ہو تو بھی کوئی شخص اس کو قتل کرنے کا مجاز نہیں ہو سکتا۔

ان کے ارشاد پر میں نے اپنے مطلب کو یہ کہہ کر واضح کیا کہ ایک گائے یا ایک گھوڑا کسی گناہ کی وجہ سے قید حیات میں مبتلا ہیں۔ پھر ان کا قتل جرم کیوں ہے اس لیے کہ ان کا قتل تو انہیں قید سے چھڑا دیتا ہے۔ اور اگر انہیں ایک مخصوص تعداد میں جیون کی قید بھگتنا ہے۔ تو اس تعداد میں سے ایک کی میعاد کم ہو جاتی ہے۔

دوسری مثال میں نے یہ عرض کی تھی کہ فرض کیجیے ایک شخص کا نام دین محمد ہے وہ اس لیے انسان بنا اور گھوڑا نہیں بنا کہ اس کے گناہ ایسے سخت نہ تھے کہ اسے حیوان بنایا جاتا۔ لیکن وہ ملچھ مسلمان کے ہاں پیدا ہوا۔ اسلئے کہ اسکے گناہ بہت تھے اور وہ ہندو گھرانے میں

پیدا ہونے کے قابل نہ تھا۔

اسی طرح ایک ہندو رام لال ہے وہ اپنے گناہوں کے حساب سے راجپوت یا کھتری یا برہمن پیدا ہوتا ہے۔بہترین انسان وہ ہے جو برہمن اور اس پر بھی مہاراجہ او ہیراج پیدا ہو لیکن ایسا انسان بھی اس زندگی کو ایک قیدی کی حیثیت سے گذارتا ہے۔اگر اس کو قتل کر کے اس کی میعاد قید کو کم کر دیا جائے تو یہ اسکے لیے مفید ہے نہ کہ مضر۔پھر قتل یا جیو ہتیا جرم کیوں ہیں۔

پنڈت جی نے کچھ عرصہ تک سکوت کرنے کے بعد فرمایا کہ مقتول کو اس قتل کی وجہ سے کئی لاکھ جیونوں میں سے گذرنا پڑتا ہے۔میں نے عرض کیا کہ گناہ تو کیا قاتل نے۔یہ مقتول کو الٹی سزا ملتی ہے تو کیوں۔پنڈت جی خاموش ہو گئے اور دوسرے روز سے گیتا کا درس بند ہو گیا(اس نکتہ کا جواب ہندو صرف یہ دے سکے کہ پنڈت جی کا استدلال غلط تھا۔مگر وہ خود بھی اسکی تردید نہیں کر سکے۔حبیب)

عقل عامہ بھی کرشن جی کے جیون کے فلسفہ کے خلاف ہے۔سزا وہ جس کا احساس ہو اور جس کی لم واضح ہو۔جب پرتاب آپ کے ایڈیٹر مہاشہ کرشن کو یہ معلوم ہی نہیں کہ وہ کس جرم کی وجہ سے انسان بنایا گیا۔اور معمولی ہندو پیدا ہوا تو وہ اس جرم سے آئندہ اجتناب کیسے کر سکتا ہے اور اسے جب احساس جرم ہی نہیں تو یہ سزا کیسے ہوئی۔(اس کا جواب بھی میرے موصوف بالا دوست نہیں دے سکے...... حبیب)

ایک دفعہ یہی اعتراض کلکتہ میں پنڈت دینا ناتھ صاحب متوفی مدیر بجلی لاہور کے روبرو پیش کیا گیا تھا۔انہوں نے میرے اس سوال پر کہ گدھے کو جب احساس سزا ہی نہیں تو سزا کیسے ہوئی؟ سکوت فرما کر جواب دیا کہ اعتراض وزنی ہے۔اور میں اس کا جواب

دینے سے قاصر ہوں۔

میرا ارادہ ہے کہ تحریک قادیان کے اختتام کے بعد اسی طرز وطریق پر مسیحیت آریا دھرم ہندومت اور سکھوں کے پنتھ پر ناقدانہ سلسلہ لکھوں۔وباللہ التوفیق۔اس وقت ان مسائل پر زیادہ وضاحت سے بحث کروں گا۔فی الحال اسی قدر اظہار خیال کافی ہے۔

کرشن جی کے کلام سے اور متعدد مثالیں ایسی پیش کی جاسکتی ہے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے خیالات اسلام کے خلاف تھے۔اور ان کی کتاب الہامی کتاب نہیں لیکن موجودہ مقاصد کے لیے محولہ بالا امثلہ کافی ہیں۔

پھر ایک اور بات بھی قابل غور ہے۔اگر دنیا میں تمام حیوانات وانسان گناہ کی وجہ سے آئے ہوئے ہیں۔تو ان کی نسل کا جاری رکھنا کیوں ثواب ہے۔کیا کوئی پسند کرتا ہے کہ جیل خانے بھرے جائیں؟ نہیں پھر اگر یہ فلسفہ درست ہے تو کیوں حیوانات سے بچہ کشی کرائی جاتی ہے۔کیوں ہر انسان کے لیے لازمی ہے کہ اولاد پیدا کرے کیوں اس کی موت کے بعد اس کا سر پھوڑنے کے لیے اس کے لڑکے کا وجود رحمت مانا جاتا ہے۔کیوں انسان کی زندگی کو مقدس مانا جاتا ہے۔(اس کا جواب بھی میرے متذکرہ بالا ہندو دوست نہیں دے سکے۔حبیب)

لیکن ہمارے اس استدلال کے جواب میں ہمارے قادیانی کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح کرشن جی کے ادعائے نبوت کو ہندوؤں نے اوتار کا دعوی بنا دیا۔اسی طرح انہوں نے ان کی تعلیم کو بھی بدل دیا۔خوب۔لیکن اس خیال پر کئی اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔اول یہ کہ خود ہندو تسلیم کرتے ہیں کہ اس کتاب میں تحریف نہیں ہوئی۔دوسرے ہم تاریخ مذاہب حقہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ جب بھی کسی آسمانی کتاب میں تحریف

ہوئی دوسری آسمانی کتاب میں جو اس کے بعد نازل ہوئی، اس کی تحریف کا ذکر آیا چنانچہ توریت میں جب تحریف ہوئی تو حضرت عیسیٰ نے انجیل لاکر دنیا کو دی جسمیں تحریف تورات کی مثالیں بیان کی گئی تھیں اور اب تک موجود ہیں، جب انجیل میں بھی تحریف ہوئی۔ تو قرآن پاک نازل ہوا اور اس میں صاف لکھا ہے کہ

۱.....توریت، انجیل کے علماء خدا کے کلام میں تحریف کرتے ہیں۔

۲.....یہ بعض وہ کلمات جو کتاب میں موجود ہیں انہیں پڑھتے اور

۳.....جو کلمات کتاب میں موجود نہیں تھے وہ اپنی طرف سے اسمیں ملاکر پڑھتے ہیں۔

۴.....کلام غیر اللہ کو یوں پڑھتے ہیں کہ گویا وہ خدا کا کلام ہے۔

۵.....خدا نے ہرگز نہیں لکھا تھا کہ خدا تین میں سے ایک ہے۔ لیکن انہوں نے کتاب میں یہ بات لکھ دی۔ وغیرہ وغیرہ۔

اگر گیتا الہامی کتاب ہے۔ تو اس میں جو تحریف ہوئی اس کے متعلق مرزا صاحب پر الہام کیوں نہ ہوا کہ اس کی فلاں فلاں باتیں محرف ہیں۔

ایک اور اعتراض یہ ہوسکتا ہے کہ ہر آسمانی کتاب شریعت کی حاملہ تھی۔ مگر گیتا جی کے بہترین حصے بھی شریعت بننے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ نیز اگر گیتا کے ان تمام حصص کو جو اسلام کے خلاف ہیں نکال دیا جائے تو باقی جو کچھ رہ جاتا ہے وہ بہت قلیل ہے۔ اور اسکو خوبی خیال کے لحاظ سے خواہ کتنا ہی بلند مرتبہ کیوں نہ دیا جائے۔ تو بھی وہ خدا کا کلام ظاہر نہیں ہوتا۔

مگر بحث کی خاطر سے یہ بھی تسلیم کر لیجئے کہ کرشن جی کے کلام میں تحریف ہوئی۔ اس صورت میں گویا اب تک بحث کی غرض سے ہم تین باتیں تسلیم کر چکے ہیں۔

اول: یہ کہ کرشن جی مہاراج خدا کا اوتار ہونے کے مدعی نہ تھے۔ بلکہ محض نبوت کے دعویدار تھے۔

دوم: یہ کہ ان کے چلن پر جو حملے کئے جاتے ہیں۔ یہ حقیقت پر مبنی نہیں ہیں بلکہ محض افسانے ہیں اور

سوم: یہ کہ ان کی کتاب ان کی تعلیم کا صحیح مرقع پیش نہیں کرتی۔ بلکہ اس میں تحریف کی گئی ہے اور اس وجہ سے مرزا صاحب نے ان کو نبی قرار دیکر کرشن ہونے کا دعویٰ کیا۔

بہر صورت معاملہ یہ ہے تو پھر بحث کا اصول یہ ہوگا کہ ہم قرآن الحکیم کو کسوٹی بنا کر اس پر مرزا صاحب کے اس دعویٰ کو پرکھیں کہ انہیں خدا کی طرف سے علم دیا گیا تھا کہ کرشن جی نبی تھے۔

قسط سی وسوم (۳۳)

مجھے معلوم نہیں کہ مرزا صاحب نے کرشن جی کے سر پر نبوت کو جو تاج رکھا ہے۔ اس میں غیر قادیانی مسلمانوں میں سے کتنے ان سے متفق ہیں۔ البتہ ایک صاحب کا مرزا صاحب سے اس معاملہ میں اتفاق اظہر من الشمس ہے اور وہ مولوی ظفر علی صاحب مالک و مدیر جریدہ زمیندار لاہور ہیں۔ جن کا اخبار آئے دن برمحل و بے محل یہ اعلان کرتا رہتا ہے کہ کرشن جی پیغمبر تھے۔

باقی مسلمانوں میں سے بعض تعلیم یافتہ مسلمان یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ ہندوستان ایسے وسیع ملک اور ہندوؤں ایسی بڑی قوم کا پیغمبر سے خالی ہونا خارج از امکان ہے۔ لہٰذا اگر کرشن جی کو پیغمبر مان لیا جائے تو اس میں حرج کیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں خدائے قدوس نے خود فرمایا ہے کہ ہر قوم کے لیے ہم نے ہادی بھیجا اور کوئی گاؤں ایسا نہیں جس میں ہمارا پیام نہیں پہنچا۔

میں عرض کروں گا کہ میرا بھی یہ ایمان ہے کہ ہندوستان چھوڑ و پنجاب میں بھی

پیغمبر آئے اور پنجاب یا تبت یا چین کا ایک قریہ بھی ایسا نہیں جس میں خدا کا پیام نہ پہنچا ہو۔ مجھے یہ تسلیم کرنے میں بھی عذر نہیں کہ ہر گاؤں میں کوئی ڈرانے اور بشارت دینے والا آیا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے پہلے مبعوث ہوا ہو۔ اسلئے کہ خاتم النبیین کے بعد بعثت انبیاء بند ہو چکی۔ اس پر مرزا صاحب کے ادعائے نبوت کی ذیل میں کافی بحث کر چکا ہوں۔ اور اس موضوع پر اس وقت کچھ لکھنا غیر ضروری ہے۔ نیز کرشن جی چونکہ حضرت خاتم الانبیاء سے پہلے پیدا ہوئے تھے لہٰذا ان کی نبوت کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے بعثت احمد مجتبیٰ احمد مصطفیٰ کے بعد کسی کا مبعوث ہونا خارج از بحث ہے۔

بہر کیف مجھے یہ تسلیم ہے کہ ہندوستان میں ایک چھوڑ متعدد نبی پیدا ہوئے اور مجھے یہ بھی تسلیم ہے کہ قرآن پاک کے چوبیسویں پارہ کے ربع ثالث یعنی سورۃ المومن میں اللہ تعالیٰ امی لقب (فداہ روحی ﷺ) کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ

اے پیغمبر! تحقیق ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے۔ جن میں سے بعض ہیں کہ ان کا ذکر ہم نے آپ سے کر دیا ہے اور بعض ہیں کہ ان کا ذکر ہم نے آپ سے نہیں کیا۔

کرشن جی کی نبوت کے حامی کہتے ہیں کہ جب ہندوستان میں نبیوں کی بعثت مسلّم ہے اور اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ بعض انبیاء کا ذکر قرآن مقدس میں موجود ہی نہیں۔ تو پھر کرشن جی کو نبی مان لینے میں حرج کیا ہے خصوصاً اس صورت میں کہ ان کی کتاب گیتا ایک بینظیر کتاب ہے۔

ان میں سے اکثر اصحاب وہ ہوتے ہیں جنہوں نے گیتا کی تعریف ادھار لی ہوئی ہے۔ یعنی انہوں نے خود کبھی گیتا کا مطالعہ نہیں کیا ہوتا اور اس کے باوجود وہ اسکی خوبی کے قائل ہوتے ہیں اگر خوبی تحریر کو معیار نبوت سمجھا جائے تو پھر مجھے یاد ہے کہ ایک انگریز نے

آکسفورڈ سے شیکسپیئر کے کلام کا جو مجموعہ شائع ہوا ہے اس کی تمہید میں لکھا ہے کہ

احمقوں میں سے وہ بدترین احمق ہے جس کے سر پر حماقت کا تاج راس آئے اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ یہ کتاب (شیکسپیئر کی تصانیف) دنیا کی بہترین کتاب ہے۔

قرآن پاک سے تو اس شخص کو دور کی نسبت بھی نہ تھی۔ لیکن انجیل یا کتاب مقدس پر ایمان رکھتے ہوئے اس نے شیکسپیئر کی تصنیف کو دنیا کی بہترین کتاب قرار دیا۔ کیا اس میں حرج کی کوئی بات لازم نہیں آتی۔ اگر نہیں تو آؤ شیکسپیئر کو بھی پیغمبر مان لیں۔ (معاذ اللہ)

آج ممنوعات شرعی کو عقلی دلائل کی وجہ سے حلال قرار دیا جا رہا ہے۔ سود کا جواز زیر بحث ہے۔ اس لیے کہ لینے میں حرج نہیں اور نہ لینے میں نقصان ہے۔ ہماری تجارت کی کساد بازاری کو حرمت سود پر محمول کیا جاتا ہے۔ گویا معاذ اللہ اصول قرآنی کو ہماری تذلیل کا باعث ثابت کیا جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آج سود ہی نے دنیا کو پریشان کر رکھا ہے۔ اور جس مغرب کی تقلید میں ہم سود کو حلال ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ مغرب حرمت سود کی حکمت کا قائل ہوتا چلا جا رہا ہے۔

ع کجا بود مرکب کجا تاختم۔

آمدم برسر مطلب سوال یہ نہیں کہ کرشن جی کو پیغمبر مان لینے میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟ سوال یہ ہے کہ کیا اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ہم کسی خاص شخص کو جس کا قرآن میں بالصراحۃ ذکر نہیں، نبی مان لیں۔

میری گذارش ہے کہ جن انبیاء علیہم السلام کا قرآن پاک میں نام بہ نام ذکر موجود ہے جس طرح ان میں سے کسی کا انکار کفر ہے اسی طرح ان میں کسی کا نام لے کر اضافہ کرنا بھی اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اور ان دونوں اصولوں کی لم منجملہ دلائل متعددہ یہ بھی ہے

کہ ایک ایسے نبی کا انکار جس کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے، تحریف فی القرآن ہے۔ اوراسی طرح کسی ایک کا اضافہ بھی تحریف فی القرآن ہوگا۔

میں ناسخ ومنسوخ کی بحث میں پڑنا نہیں چاہتا۔ لیکن اتنا عرض کروں گا کہ اب تک بعض لوگوں نے یہ تو لکھا ہے کہ فلاں آیت کو فلاں آیت نے منسوخ کر دیا مگر یہ کسی نے نہیں کہا کہ نزول قرآن پاک کے بعد کوئی آیت منسوخ ہوئی ہے۔ یہ کام بن پڑا تو مرزا صاحب ہی سے جنہوں نے آیات جہاد کی تنسیخ کا اعلان کیا اور اس اعلان کو الہام پر مبنی قرار دیا۔

اسی طرح تکمیل قرآن الحکیم کے بعد کسی نے آج تک یہ نہیں کہا کہ اس میں بذریعہ الہام اضافہ ہوا ہے۔ لیکن اگر یہ مان لیا جائے کہ مرزا صاحب نبی تھے اور انہیں بذریعہ الہام کرشن بنایا گیا اور بتایا گیا کہ کرشن نبی تھے تو اس کے معنی یہ ہوئے جہاں حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق یعقوب وغیرہم علیہم السلام کا ذکر آتا ہے۔ وہاں قرآن پاک میں ایک نبی کے نام کا اضافہ کرنا پڑے گا۔ اور یہ تسلیم کرلیں تو تحریف یا تکمیل قرآن کو صحیح ماننا پڑتا ہے، جو کفر ہے۔

محولہ بالا آیت کریمہ سے یہ تو ثابت ہے کہ خود خدائے تعالیٰ نے بعض انبیاء کے نام نہیں لیے اور کرشن جی کا نام بھی نہیں لیا۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ خداوند کریم نے جس کا نام نہیں لیا، اس کا نام لینے کا حق کس کو ہے۔ کیا محمد ﷺ نے ایسا کیا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ ورنہ حدیث موجود ہوتی کہ فلاں یا فلاں فلاں رسول یا رسولوں کے نام خدا نے تو نہیں لیے لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کی تخصیص نام بہ نام فرمائی۔

اور جب خدا اور اس کے رسول ﷺ دونوں نے ایسا نہیں کیا تو کیا خلفائے راشدین نے ایسا کیا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ کیا کسی مدعی نبوت نے محدث نے مجدد نے یا کسی

اور مسلمان نے کسی کا نام لیکر اس کو نبوت کا درجہ دیا؟ نہیں اور ہرگز نہیں، بالکل نہیں۔

تو یہ سوال حل طلب ہوا کہ جس کی تخصیص خدا اور رسول ﷺ نے نہیں کی۔ اس کی تخصیص کون کر سکتا ہے کیا ہر مسلمان ایسا کر سکتا ہے؟ اگر ہر مسلمان کو اس کی اجازت ہے۔ تو پھر انبیاء علیہم السلام کی ایک لامتناہی فہرست تیار ہو سکتی ہے۔ کیا اجماع امت کو اس کا حق دیا گیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو لازم ہے کہ ووٹوں کے ذریعہ سے گذشتہ انبیاء کی فہرست تیار کی جائے، جن کا ذکر قرآن شریف میں موجود نہیں۔ اور اگر افراد ملت کو مجموعی طور پر یہ حق حاصل نہیں کہ کسی کا نام لے کر اس کی نبوت کی تصدیق کریں تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ حق کس کو حاصل ہے۔ جواب ملے گا کہ خدا اور صرف خدا کو اور وہ الہام یا وحی کے ذریعہ ہی سے کسی کا نام اپنے کسی فرستادہ کو بتائے گا۔ اسلئے کہ سنت اللہ یہی ہے کہ انسان سے کلام بذریعہ الہام یا وحی ہو۔ اور اگر یہ صورت صحیح مان لی جائے اور تسلیم کیا جائے کہ اس نے مرزا صاحب کو منتخب کر کے ایک نام بتایا تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ محمد ﷺ (فداہ روحی) پر قرآن نامکمل نازل ہوا۔ اس میں ایک نام نہ تھا اور وہ نام مرزا صاحب پر ظاہر کر کے قرآن کی تکمیل کی گئی۔ اور یہ عقیدہ خلاف اسلام ہے اس لیے کہ قرآن مکمل ہے۔ اور اس میں کسی ترمیم یا اضافہ کی گنجائش نہیں۔

پس میرا استدلال یہ ہے کہ

۱..... جن پیغمبروں کا ذکر خدا نے خود نہیں کیا، ان کا نام کوئی شخص بتا نہیں سکتا۔ سوائے ازیں کہ خود خدا اس پر کوئی نام ظاہر کرے۔

۲..... اگر خدا کی مرضی اور خدا کے بتائے بغیر نام لے کر کسی رسول کی تخصیص کی اجازت ہوتی تو حضور سرور کائنات ﷺ ایسا کرتے۔ مگر ان کا ایسا نہ کرنا بتا رہا ہے کہ خدا جس کو ظاہر

نہ کرے، بندہ اس میں دخل نہیں دے سکتا۔

۳..... خدا قادر مطلق ہے اور وہ چاہے تو ہزاروں قرآن نازل کرسکتا ہے مگر قدرت اور مشیت میں فرق ہے۔ مشیت ایزدی یہ ہے کہ قرآن شریف مکمل ہے۔ اور یہ اسی صورت میں محفوظ رہے گا اس میں تبدیلی ممکن نہیں، نہ اس میں اضافہ ہی ممکن ہے۔

۴..... اگر اللہ تعالیٰ بذریعہ الہام کسی ایسے نبی کی بعثت کی تصدیق کرے۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود نہیں تو وہ تکمیل قرآن الحکیم کے مرادف ہوگی۔ اور یہ بات بھی تعلیم قرآن پاک کے خلاف ہے۔

پس اصولاً یہ ایمان رکھنا کہ دنیا بھر میں متعدد پیغمبر مبعوث ہوئے جن سے ہندوستان بھی خالی نہیں رہا۔ لیکن کسی کا نام لے کر اس کو مخصوص بہ نبوت کرنا اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ اگر یہ حق عام افراد کو دیا جائے تو فتنہ کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور انبیاء کی فہرست لامتناہی ہوجاتی ہے۔ اور اگر اجماع ملت کو یہ حق دیا جائے تو اس کے لیے ووٹوں کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اور انبیاء کا نام بھی کونسل کا ایک انتخاب بن جاتا ہے۔ یہ علم صرف خدا کو ہے اور رب العزت جن ناموں کو ظاہر کرنا چاہتا تھا، ان کو ظاہر کر چکا۔ اور اگرچہ مزید ناموں کا اظہار اس کی قدرت سے خارج نہیں تاہم اس کی مشیت اور سنت یہ ہے کہ مزید نام ظاہر نہ کیے جائیں۔ لہٰذا کسی کا یہ کہنا کہ فلاں شخص بھی نبی تھا، بروئے قرآن الحکیم جائز نہیں۔ پس مرزا صاحب کی تحریک کے خلاف میری۔

انیسویں دلیل

یہ ہے کہ انہوں نے کرشن جی مہاراج کو نبی ظاہر کر کے خود ان کے اوتار ہونے کا

دعویٰ کیا اور یہ دونوں باتیں تعلیم قرآن الحمید کے خلاف ہیں۔

الحمد للہ والمنة کہ تحریک قادیان پر میرا مضمون انتہا کو پہنچا۔ میں نے کوشش کی ہے کہ میں کوئی ایسی بات نہ لکھوں جو کسی کے لیے دل آزار ثابت ہو۔ میرے احباب نے مجھے اس مقصد میں کامیاب ہونے پر مبارک بادیں دی ہیں۔ لیکن میں اب پھر اعلان کرتا ہوں کہ اگر میرے قلم سے کوئی ایسا فقرہ نکل گیا ہو۔ جو کسی صاحب کے قلب پر گراں گذرا ہو تو اس کو نادانستہ غلطی سمجھ کر معاف کر دیا جائے۔

(سید) حبیب

ربنا افتح بيننا وبين قومنا بالحق و انت خير الفاتحين ...... الخ

اعوذ باللہ من الشيطن الرجيم

بسم اللہ الرحمن الرحيم

تتمہ اول

تحریک قادیان

اس کی کامیابی کی ظاہری وجوہ

۱

میں جن دنوں سیاست میں تحریک قادیان کے حسن وقبح پر اظہار خیال کر رہا تھا۔ تو اس کے دوران میں بعض احباب نے سوال کیا تھا کہ تحریک قادیان ترقی پذیر کیوں ہے؟ بعض حضرات ایسے ہیں کہ وہ قادیان کی دولت وثروت سے اور بعض اسکے معتقدین کی

تعداد سے بعض انکے مریدوں میں اعلیٰ تعلیم یافتہ اصحاب کی شمول سے مرعوب ہیں۔اور وہ اس کوتحریک قادیان کی صداقت کی دلیل سمجھ بیٹھے ہیں۔

اسی خیال باطل کے ازالہ کے واسطے میں نے ابتدائے مضمون میں بعض ایسے مدعیان نبوت کے حالات درج کیے۔ جنھوں نے مہدی یا مسیح موعود یا ظلی و بروزی نبی یا پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا۔اور وہ اس قدر ترقی پذیر ہوئے کہ ان کی سلطنتیں قائم ہوگئیں۔اور تین تین نسل تک ان کی اولاد صاحب سریر و تاج وعلم ہوئی۔ ایک عام خیال یہ ہے کہ مسیح موعود یا حضرت مہدی علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو وہ مسلمانوں کی حکومت قائم کریں گے۔ جناب مرزا صاحب قادیان کی تحریک پرعوام کی طرف سے یہ اعتراض بھی وارد ہوتا ہے کہ وہ ایسا نہیں کر سکے۔لیکن جنھوں نے واقعی سلطنتیں قائم کیں۔اور اپنے نام کا سکہ چلایا وہ وجاہت دنیوی اور تعداد معتقدین کے لحاظ سے مرزا صاحب اوران کے خلفاء سے بہت زیادہ کامیاب تھے، پر آخر وہ مٹ گئے۔اور اسلام اپنی اصلی شان اور حقیقی صورت میں باقی رہ گیا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

اللہ تعالیٰ خود قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ یہ لوگ جو بازاروں میں شان سے پھرتے ہیں ان کی شوکت سے اے مسلمان تو گمراہ نہ ہونا۔اس لیے کہ ان کی پونجی بہت تھوڑی ہے۔اوران کا آخری ٹھکانہ دوزخ ہے۔جو بہت ہی بری قیام گاہ ہے۔

اگر وجاہت دنیوی حکومت مادی، تعداد معتقدین یا علم وفضل مریدین یہی معیار صداقت ہو۔تو آج دنیا میں مسیحیت سے زیادہ کوئی مذہب سچا قرار نہیں پاسکتا۔جس کے بادشاہوں کی شان کوس لمن الملک بجارہی ہے۔جن کے معتقدین کی دولت کا کوئی اندازہ ہی نہیں۔جن کی سلطنتیں بے شمار ہیں اورجس کے مرید سائنس کے میدان میں ایسے

شہسوار ثابت ہورہے ہیں کہ کوہ ہمالیہ کی بلندی ان کی پائے گاہ بن چکی ہے۔ پاتال کے راز ان کی کف دست کا سرمایہ بن چکے ہیں۔ ہوا، پانی اور خاک پران کا قبضہ ہے۔ دنیا کی بربادی ان کیلئے ایک لمحہ کا کھیل ہے۔ انسان کی آواز کو ہزاروں میل پر پہونچاتے ہیں اور دشت وبام وکوہ وبیابان دریا اور سمندر ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔لیکن بحمد اللہ کہ یہ سب کچھ معیار صداقت نہیں ہے۔

پس وجاہت دنیوی شوکت ظاہری اور تعداد قسم معتقدین تحریک قادیان کے لیے وجہ تفاخر نہیں بن سکتیں۔

بعض لوگ یہ بھی پوچھتے ہیں کہ تحریک قادیان کے خلاف ایسے واضح دلائل موجود ہیں جیسے کہ میں نے قلم بند کیے اور جس کے مطالعہ کے بعد انسان اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ کوئی سلیم العقل انسان اس مذہب کا معتقد نہیں ہوسکتا۔پھر کیا وجہ ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ انگریزی دان مسلمان اس مذہب کی طرف رجوع کررہے ہیں۔

اس کے جواب میں یہ عرض کرنا کافی ہے کہ تحریک قادیان کی نسبت بہت زیادہ زبردست دلائل شرک اور بت پرستی کے حامی مذاہب کے خلاف موجود اور بے شمار مرتبہ اصرار کے ساتھ پیش ہوچکے ہیں۔ پھر بھی گاندھی جی اور برنارڈ شا جیسے لوگ کیوں اپنے اپنے دین اور مذہب کی کفریات سے باز نہیں آتے۔

اس کا جواب خود اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں دیا ہے۔وہ فرماتا ہے کہ ابتداء میں دین ایک تھا یعنی دین فطرت اسی دین پراب تک اللہ تعالیٰ لوگوں کو پیدا کرتا ہے۔ دین میں اختلاف لوگوں نے بعد میں پیدا کیا۔اورلوگ ہی ہر سلیم الفطرت مولود کو بتدریج عقائد باطلہ کی طرف لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی راہ نمائی اور ہدایت کیلئے رسول

بھیجے۔ لیکن لوگوں نے ان کو جھٹلایا اور یوں تفریق باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی۔

خدا قادر مطلق ہے وہ چاہے تو ایک لمحہ میں ان اختلافات کو مٹا کر دین فطرت کا ڈنکہ بجادے لیکن میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اور اب پھر عرض کرتا ہوں کہ قدرت ایزد متعال اور مشیت خدائے لایزال میں فرق ہے۔ قدرت یہ ہے کہ جب اور جو چاہے کرے۔ مگر مشیت یہ ہے کہ یہ اختلافات تبلیغ کے ذریعہ رفع ہوں۔ اور اگر نہ ہوں تو ان کا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود قیامت کے دن کردے گا۔ قرآن پاک میں بارہا حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہم یہ نیت نہ کر چکے ہوتے کہ ہم ان اختلافات کا قضیہ قیامت کے روز چکائیں گے۔ تو ہم کبھی کا ان کفار کا قصہ ہی پاک کردیتے۔

مگر ایسا کیوں ہے؟ یہ ایک راز قدرت ہے جس پر انسان حاوی نہیں۔ روحانی امور میں بھی جسمانی امور کی طرح بعض جگہ انسان معذور ہے۔ اور اس معذوری کے باوجود اس پر ایمان لانا ایمان بالغیب ہے۔ انسان سورج سے روشنی اور گرمی پاتا ہے۔ اور اس روشنی اور گرمی سے فائدہ بھی اٹھاتا ہے۔ لیکن وہ اس روشنی اور گرمی کی مقدار یا اسکے معیار کو گھٹانے یا بڑھانے سے معذور ہے۔ اسی طرح روحانیت میں انسان جانتا ہے کہ یہ اختلافات برے ہیں خون ریزی اور فتنہ وفساد کا سبب ہیں وہ براہین قاطعہ پیش کرتا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کے مخالف اس کی بات پر کان نہیں دھرتے۔ وہ گھبراتا ہے لیکن خود کو بے بس پاتا ہے۔ اس لیے کہ مشیت ایزدی یہی ہے۔

اس کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نار نمرود میں ڈالا گیا۔ حکم ہوا کہ اے آگ ابراہیم کے لیے سرد ہوجا اور سلامتی کا سبب بن جا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس خدا میں یہ قوت تھی کہ وہ آگ کو سرد کردے اور آزار کی

تحریکِ قادیان

بجائے سلامتی کا سبب بنادے کیا وہ یہ قدرت نہیں رکھتا تھا کہ اس آگ کے جلانے والوں کو آگ جلانے کا موقعہ ہی نہ دیتا یا ان کے دل ہی پیغام ابراہیم کی طرف پھیر دیتا۔

یقیناً اس میں یہ قدرت تھی۔ لیکن مشیت ایزدی یہی تھی کہ ایسا نہ کیا جائے۔ اور غور کرو تو ابراہیم علیہ السلام کے جوہر کھلے تو اس طرح کہ آگ ان کے سامنے جلی۔ اس کا اعلان ان کے روبرو ہوا۔ ان کو وہاں تک پہنچایا گیا۔ موت اور بدترین عقوبت کی موت سامنے نظر آئی۔ انہیں اٹھا کر اس میں پھینکا گیا۔ انہیں یہ علم نہ تھا کہ آگ ان کے لیے سرد ہوکر سلامتی کا سبب بن جائے گی۔ یہ تسلیم ورضا کے آخری امتحان میں کامیاب ہوئے اور پھر انعام واکرام الٰہی سے فائز المرام ہوئے۔ اگر جبراً کفار کے دل پھیر دیے جاتے۔ تو دین کا خزانہ آج رضائے الٰہی کے روبرو انتہائی تسلیم کے ان موتیوں سے خالی ہوتا۔ جن کا وجود ابراہیم کے پسینے اور سید الشہداء علیہ السلام کے پاک خون سے پیدا ہوا۔

پس یہ مشیت ہے کہ دین فطرت کے خلاف ادیان وعقائد باطلہ پیدا ہوں۔ ترقی کریں اور موجود رہیں۔ لیکن یہ سب پیدا ہوتے اور مٹتے رہتے ہیں۔ دین فطرت البتہ ازل سے موجود ہے اور ابد تک قائم رہے گا۔ مبارک ہے وہ جو عقائد باطلہ کی مؤقت ترقی اور چمک دمک سے فریب نہ کھائے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس دھوکے سے محفوظ رکھے۔ آمین

اب تک جو کچھ عرض ہوا وہ ایک اصولی اعتقاد تھا کہ عقائد باطلہ اور ادیان کاذبہ کیوں قائم رہتے اور بہ ظاہر ترقی کرتے ہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ نکتہ بہت باریک ہے۔ اس کے اظہار کے لیے مجھ سے زیادہ صاحب استطاعت وعلم انسان اور مجھ سے کہیں زیادہ صاحب قوت اہل قلم کی ضرورت ہے۔ تاہم ممکن ہے کہ مسلمانوں کا ایک حصہ اس دلیل سے

مطمئن ہو جائے مگر حصہ کثیر ایسا ہے کہ اس کے فہم ہی سے یہ دلیل بالاتر ہے۔ اور اس کے سمجھانے کے لیے زیادہ واضح اظہار خیال کی ضرورت ہے۔

﴿ ۲ ﴾

تحریک قادیان کی ظاہری ترقی کے دنیوی اسباب کے متعلق کچھ عرض کرنے کے لیے مجھے ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی تاریخ کے ابواب کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ جو لوگ موجود الوقت دول یورپ کی تبلیغی جدوجہد سے آگاہ ہیں وہ جانتے ہیں کہ مرکز مسیحیت کا ہر بادشاہ یاور جمہوریہ ''یمین الدین'' کے لقب سے ملقب ہے اور تبلیغ مسیحیت ان کی حکومت کا جزو لاینفک ہے چنانچہ دور کیوں جاؤں۔ برطانیہ ہی کے نظام حکومت پر نگاہ ڈالو تو معلوم ہوگا کہ محکمہ جات دفاع، مالیات اور خارجہ کی طرح محکمہ دینیات بھی نظام سلطنت کا ایک جزو لاینفک ہے۔

لیکن ہندوستان میں مسلمانوں نے جو سلطنت قائم کی اس میں دینیات کو یہ مرتبہ کبھی حاصل نہیں ہوا۔ البتہ اتنا ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس ملک میں جو مسلمان بادشاہ ہوئے وہ درس و تدریس کے لیے کافی جاگیریں دیا کرتے تھے جن کی وجہ سے ہر مسجد درسگاہ بن گئی تھی جو تعلیم دین کے لیے ایک مرکز کا کام دیتی تھی۔ لیکن اس کرم فرمائی سے مندر بھی مستثنیٰ نہ تھے۔ تاہم مجھے چونکہ اس وقت مسجدوں ہی سے تعلق ہے لہٰذا میں انہی کا ذکر کروں گا۔ ان کے متعلقین یعنی علماء اور صوفیاء بھی عوام و حکام دونوں کی عقیدت اور خدمت کے باعث قوت لایموت سے بے پرواہ ہو کر تبلیغ دین کے کام میں مصروف رہتے تھے۔

غرض یہ کہ تبلیغ اسلام کا کام حکومت کی بجائے غیر سرکاری ذرائع کا شکر گذار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت کا مرکز تو تھا آگرہ اور مسلمان زیادہ ہوئے بنگالہ میں جہاں صوفیاء کا

گذر تھا۔

اس صورت حالات نے بھی اکبر اعظم کے وقت میں پلٹا کھایا۔ ان کے زمانہ میں ہندو و مسلم اتحاد کی سیاسی ضرورت کے باعث قومیت کے باپ جلال الدین اکبر نے شعار اسلام کو بالکل پس پشت ڈال دیا۔ اور انہوں نے اور ان کے درباریوں نے اپنی عملی مثال سے تبلیغ دین کو نقصان پہنچایا اس وقت اگر شریعت حقہ کا علم بلند رہا۔ تو وہ اپنی سرفرازی کے لیے مخصوص صوفیائے کرام و علمائے دین کا ممنون احسان تھا۔ جہانگیر اور شاہ جہان کے زمانہ میں اکبر کے جاری کردہ دین الٰہی کے چرچے تو باقی نہ رہے۔ مگر تبلیغ کے کام کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں ہوئی۔

اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کلیہ کی واحد استثنا ثابت ہوئے معرکہ کفر و دین میں اقبال نے انہیں

ع ترکش مارا خدنگ آخریں

لکھ کر اظہار حق کیا ہے لیکن اس کے بعد حالت بد سے بدتر ہوگئی۔ اور نہ صرف بادشاہ اور امراء ادیان و اکابر سلطنت شعار دین سے بے پرواہ ہوگئے۔ بلکہ اکبر جہانگیر اور شاہ جہان کے زمانہ میں مساجد و مقابر و مکاتب کو جو گراں قدر امداد ملتی تھی، وہ بھی طوائف الملوکی کی وجہ سے بند ہوگئی۔

سلطنت مغلیہ کے انحطاط کے ساتھ زر امداد نہ ملنے کی وجہ سے اور ہر زور آور کے بادشاہ بن کر اپنے علاقہ کو لوٹنے کی وجہ سے مدرسے خانقاہیں اور مسجد بند ہوگئیں۔ علماء اور صوفیاء کو بدرجہ مجبوری سلسلہ درس و تدریس بند کرنا پڑا اور ملک میں تعلیم کا نام تک باقی نہ رہا۔ نہ دین کی تعلیم باقی رہی، نہ دنیا کی۔

عالمگیر کے وصال اور ۱۸۵۷ء کے غدر تک کا زمانہ پنجاب میں تر چھا گردی کا زمانہ کہلاتا ہے۔ نہ کوئی نظام حکومت تھا اور نہ امن و امان ہی موجود تھا۔ کسی کی زندگی دولت عزت عصمت محفوظ نہ تھی۔ ان حالات میں نہ صرف مسلمانان ہند کیلئے بلکہ عام ہندوستانیوں کیلئے علم کا چراغ گل ہوگیا۔

انگریز اکثر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے ہندوستان سے جہالت دور کی۔ یہ صحیح ہے لیکن یہ بھی امر واقعہ ہے کہ مصر روما اور یونان کے میدان تہذیب وتمدن میں کوس لمن الملک بجانے سے بہت پہلے ہندوستان آسمان علم پر ماہ عالم تاب بن کر چمک چکا تھا۔ پھر انقلاب کی وجہ سے قعر جہالت میں گرا جس سے مسلمانوں نے آ کر اسے نکالا مگر سلطنت مغلیہ کے انحطاط کے ساتھ یہ پھر جہالت کے گڑھے میں گر پڑا۔ عالم و فاضل لوگ طبعاً میعاد حیات پوری کر کے اٹھ گئے علم کے مرکز مٹ چکے۔ لہٰذا ملک جاہل رہ گیا۔

غدر ۱۸۵۷ء کی تمام ذمہ داری بے جا طور پر مسلمانوں کے سر منڈھ دی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ارباب حکومت کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے بغض پیدا ہوگیا ادھر مسلمانوں کے علماء نے حکومت انگلشیہ سے ہر قسم کے تعاون کو گناہ قرار دے کر اعلان کر دیا کہ ہندوستان دارالحرب ہے نیز بین الاقوام معاملات نے بھی ایسی صورت اختیار کر لی کہ مسلمانوں اور انگریزوں کے تعلقات اچھے نہ رہے۔ مسلمانوں نے علماء کے فتاویٰ کے باعث انگریزی مدارس سے جو تعلیم کی روشنی کو واپس لانے والے تھے، اجتناب کیا۔ مساجد اجڑی پڑی تھیں۔ مکاتب کا نشان تک مٹ چکا تھا صوفیا کے تکیہ حدیث شریف وقرآن مجید کے مسائل کی جگہ بھنگ نواز دوستوں کی گپ بازی کا مرکز بن چکے تھے۔

غرض حالت یہ تھی کہ مسلمان حکام وقت کا چور بنا ہوا تھا۔ حکومت اس کے ہاتھ

سے چھن چکی تھی۔ تجارت سے اس کو دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ تعلیم اس کے ہاں سے غائب ہو چکی تھی اور جاہل ماں باپ جاہل تر اولاد پیدا کر رہے تھے بیکاری مفلسی اور حکومت کے عتاب نے مسلمانوں کو ایک قابل نفرت چیز بنا دیا تھا۔

مسیحی پادری ہمیشہ تسلیم کرتے رہے کہ دنیا میں ان کے عقائد کے لیے اگر کوئی خطرہ موجود ہے، تو اس کا نام اسلام ہے۔ وہ اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو بہکانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ انہوں نے اس وقت کو غنیمت اور اس موقعہ کو بے حد مناسب جان کر مسلمانوں کو بہکانے کیلئے ایک عالمگیر جدوجہد شروع کی جس کا سلسلہ ۱۸۶۰ء سے لے کر ۱۹۰۳ء کے بعد تک بڑا زور شور سے قائم رہا۔

بیکار مسلمان مسیحی ہوکر روزگار حاصل کر لیتے تھے۔ قلاش مسلمان مالی لحاظ سے بہتر حالت میں ہو جاتے تھے اور غداری کا داغ جوان کے لیے بے حد پریشان کن تھا وہ چشمہ کے پانی کے ساتھ ان کی پیشانی سے دھل جاتا تھا۔ یہ ترغیبات کچھ معمولی نہ تھیں۔ زر حکومت اور ثروت کی ترغیب سے اگر کسی اور دین کا واسطہ پڑتا تو مٹ جاتا۔ یہ اسلام ہی کا کام تھا کہ وہ اس بے پناہ حملہ سے محفوظ رہا۔ والحمد للہ علی ذالک

عیسائیوں کے ان حملوں سے ہندو بھی محفوظ نہ تھے۔ لیکن اول تو وہ جدید تعلیم حاصل کر کے پرانی جہالت کے ازالہ میں مصروف ہو گئے تھے۔ دوسرے ان کے پاس تجارت اور دولت موجود تھی لہٰذا یہ نہ قلاش و مفلس تھے، نہ بے روزگار۔ تیسرے یہ حکومت کے عتاب سے محفوظ تھے بلکہ یوں کہیے کہ اس کے لطف کا نشانہ بنے ہوئے تھے لہٰذا انہیں وہ خطرات در پیش نہ تھے جو مسلمانوں کے لیے منصوص ہو چکے تھے۔

مسلمانوں کو بہکانے کیلئے عیسائیوں نے دین حقہ اسلام اور اس کے بانی ﷺ پر

عالمگیر کے وصال اور ۱۸۵۷ء کے غدر تک کا زمانہ پنجابی میں ترچھا گردی کا زمانہ کہلاتا ہے۔ نہ کوئی نظام حکومت تھا اور نہ امن و امان ہی موجود تھا۔ کسی کی زندگی دولت عزت عصمت محفوظ نہ تھی۔ ان حالات میں نہ صرف مسلمانان ہند کیلئے بلکہ عام ہندوستانیوں کیلئے علم کا چراغ گل ہوگیا۔

انگریز اکثر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے ہندوستان سے جہالت دور کی۔ یہ صحیح ہے لیکن یہ بھی امر واقعہ ہے کہ مصر روما اور یونان کے میدان تہذیب وتمدن میں کوس لمن الملک بجانے سے بہت پہلے ہندوستان آسمان علم پر ماہ عالم تاب بن کر چمک چکا تھا۔ پھر انقلاب کی وجہ سے قعر جہالت میں گرا جس سے مسلمانوں نے آکر اسے نکالا مگر سلطنت مغلیہ کے انحطاط کے ساتھ یہ پھر جہالت کے گڑھے میں گر پڑا۔ عالم وفاضل لوگ طبعاً میعاد حیات پوری کر کے اٹھ گئے علم کے مرکز مٹ چکے۔ لہٰذا ملک جاہل رہ گیا۔

غدر ۱۸۵۷ء کی تمام ذمہ داری بے جا طور پر مسلمانوں کے سر منڈھ دی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ارباب حکومت کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے بغض پیدا ہوگیا ادھر مسلمانوں کے علماء نے حکومت انگلشیہ سے ہر قسم کے تعاون کو گناہ قرار دے کر اعلان کر دیا کہ ہندوستان دارالحرب ہے نیز بین الاقوام معاملات نے بھی ایسی صورت اختیار کر لی کہ مسلمانوں اور انگریزوں کے تعلقات اچھے نہ رہے۔ مسلمانوں نے علماء کے فتاویٰ کے باعث انگریزی مدارس سے جو تعلیم کی روشنی کو واپس لانے والے تھے، اجتناب کیا۔ مساجد اجڑی پڑی تھیں۔ مکاتب کا نشان تک مٹ چکا تھا صوفیا کے تکیہ حدیث شریف وقرآن مجید کے مسائل کی جگہ بھنگ نواز دوستوں کی گپ بازی کا مرکز بن چکے تھے۔

غرض حالت یہ تھی کہ مسلمان حکام وقت کا چور بنا ہوا تھا۔ حکومت اس کے ہاتھ

سے چھن چکی تھی۔ تجارت سے اس کو دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ تعلیم اس کے ہاں سے غائب ہو چکی تھی اور جاہل ماں باپ جاہل تر اولاد پیدا کر رہے تھے بیکاری مفلسی اور حکومت کے عتاب نے مسلمانوں کو ایک قابل نفرت چیز بنا دیا تھا۔

مسیحی پادری ہمیشہ تسلیم کرتے رہے کہ دنیا میں ان کے عقائد کے لیے اگر کوئی خطرہ موجود ہے، تو اس کا نام اسلام ہے۔ وہ اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو بہکانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ انہوں نے اس وقت کو غنیمت اور اس موقعہ کو بے حد مناسب جان کر مسلمانوں کو بہکانے کیلئے ایک عالمگیر جدوجہد شروع کی جس کا سلسلہ ۱۸۶۰ء سے لے کر ۱۹۰۳ء کے بعد تک بڑا زور شور سے قائم رہا۔

بیکار مسلمان مسیحی ہو کر روزگار حاصل کر لیتے تھے۔ قلاش مسلمان مالی لحاظ سے بہتر حالت میں ہو جاتے تھے اور غداری کا داغ جوان کے لیے بے حد پریشان کن تھا وہ چشمہ کے پانی کے ساتھ ان کی پیشانی سے دھل جاتا تھا۔ ترغیبات کچھ معمولی نہ تھیں۔ زر حکومت اور ثروت کی ترغیب سے اگر کسی اور دین کا واسطہ پڑتا تو مٹ جاتا۔ یہ اسلام ہی کا کام تھا کہ وہ اس بے پناہ حملہ سے محفوظ رہا۔ **والحمد للہ علی ذالک**

عیسائیوں کے ان حملوں سے ہندو بھی محفوظ نہ تھے۔ لیکن اول تو وہ جدید تعلیم حاصل کر کے پرانی جہالت کے ازالہ میں مصروف ہو گئے تھے۔ دوسرے ان کے پاس تجارت اور دولت موجود تھی لہٰذا یہ نہ قلاش ومفلس تھے، نہ بے روزگار۔ تیسرے یہ حکومت کے عتاب سے محفوظ تھے بلکہ یوں کہیے کہ اس کے لطف کا نشانہ بنے ہوئے تھے لہٰذا انہیں وہ خطرات درپیش نہ تھے جو مسلمانوں کے لیے منصوص ہو چکے تھے۔

مسلمانوں کو بہکانے کیلئے عیسائیوں نے دین حقہ اسلام اور اس کے بانی ﷺ پر

بے پناہ حملے شروع کردیئے جن کا جواب دینے والا کوئی نہ تھا۔ آخر زمانہ نے تین آدمی ان کے مقابلہ کیلئے پیدا کیئے۔ ہندوؤں میں سوامی شری دیانند جی مہاراج نے جنم لے کر آریا دہرم کی بنیاد ڈالی اور عیسائی حملہ آوروں کا مقابلہ شروع کیا مسلمانوں میں سرسید نے سپر سنبھالی اور ان کے بعد مرزا غلام احمد صاحب اس میدان میں اترے۔

سرسید نے مسلمانوں کے سر سے غداری کا الزام دور کرنے کی کوشش کی اور انہیں تعلیم جدید کی طرف متوجہ کیا۔ اور ساتھ ہی مسیحیوں کے حملوں کا جواب دیکر شریعت حقہ کی حمایت کرنے لگے۔ غدر کا الزام آج تک مسلمانوں کے سر پر موجود ہے۔ البتہ جدید تعلیم کی ترویج میں سرسید کو غیر معمولی کامیابی ہوئی۔ ان کی سیاسی رہنمائی بھی صحیح ثابت ہوئی اور مسلمان ایک عرصہ تک اس رہنمائی سے روگردانی کرنے کے بعد آج پھر لاچار ہو کر انہیں کے اصولوں کو اختیار کر کے کامیاب ہو رہے ہیں۔

مذہبی حملوں کا جواب دینے میں البتہ سرسید کامیاب نہیں ہوئے۔ اس لیے کہ انہوں نے ہر معجزے سے انکار کیا اور ہر مسئلہ کو بزعم خود عقل انسانی کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان میں بچے کھچے جو علماء بھی موجود تھے۔ ان میں اور سرسید میں ٹھن گئی، کفر کے فتوے شائع ہوئے۔ اور بہت غلاظت اچھلی نتیجہ یہ نکلا کہ مسیحی پروپیگنڈہ زور پکڑ گیا اور علیگڑھ کالج مسلمانوں کی بجائے ایک قسم کے ملحد پیدا کرنے لگا۔ یہ لوگ محض اتفاق پیدائش کی وجہ سے مسلمان ہوتے تھے ورنہ انہیں اسلام پر کوئی اعتقاد نہ ہوتا تھا۔ بحمد اللہ کہ یہ صورت حالات عارضی ثابت ہوئی۔ اور اب خدا کے فضل وکرم سے مسلم یونیورسٹی باعمل اور سچے مسلمان پیدا کر رہی ہے۔

اس وقت کہ آریا اور مسیحی مبلغ پر بے پناہ حملے کر رہے تھے اکے دکے جو عالم دین بھی کہیں موجود تھے وہ ناموس شریعت حقہ کے تحفظ میں مصروف ہوگئے مگر کوئی زیادہ

کامیاب نہ ہوا اسوقت مرزا غلام احمد صاحب میدان میں اترے اور انہوں نے مسیحی پادریوں اور آریا پدیشکوں کے مقابلہ میں اسلام کیطرف سے سینہ سپر رہنے کا تہیہ کرلیا۔ میں مرزا صاحب کے ادعائے نبوت وغیرہ کی قلعی کھول چکا ہوں لیکن بقول یہ کہ

ع عیب می جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ مرزا صاحب نے اس فرض کو نہایت خوبی وخوش اسلوبی سے ادا کیا اور مخالفین اسلام کے دانت کھٹے کردیئے۔ اسلام کے متعلق ان کے بعض مضامین لاجواب ہیں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر مرزا صاحب اپنی کامیابی سے متاثر ہو کر نبوت کا دعویٰ نہ کرتے تو ہم انہیں زمانہ حال میں مسلمانوں کا سب سے بڑا خادم مانتے۔ لیکن افسوس ہے کہ جس کی ابتداء اچھی تھی۔ اسکی انتہا وہ نہ رہی جو ہونا چاہیے تھی۔

مسلمان ایک ایسی قوم ہے جو اپنے خدام کی قدر کرتی ہے۔ عیسائیوں اور آریاؤں کے مقابلہ میں مرزا صاحب کی خدمات کی وجہ سے مسلمانوں نے انہیں سر پر بٹھایا اور دلوں میں جگہ دی مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری جیسے لوگ ان کے حامی اور معترف تھے۔ اور ان ہی کے نام کا ڈنکہ بجاتے تھے۔

غرض مرزا صاحب کی کامیابی کی پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے جبکہ جہالت مسلمانوں پر قابض تھی۔ اور اسلام مسیحی اور آریا مبلغین کے طعن وتشنیع کا مورد بنا ہوا تھا۔ مرزا صاحب نے اس حالت سے فائدہ اٹھایا۔ اور مسلمانوں کی طرف سے سینہ سپر ہو کر اغیار کا مقابلہ کیا۔ اور یوں مسلمانوں کے دلوں میں جگہ پیدا کرلی۔ یہ ہر دلعزیز آگے چل کر ان کے بہت کام آئی۔ اسی کی وجہ سے یہ صاحب زر ہوگئے۔ اور اسی کو ان کی خدمت اسلام کا نام دیکر آج بھی ان کے مرید سادہ لوح مسلمانوں کو پھسلا لیتے ہیں۔